فقہ حنفی کا اردو انسائیکلو پیڈیا فتاوی رضویہ شریف سے عوامی مسائل کا گراں قدر انتخاب

بنام

منتخب مسائل

فتاوی رضویہ







تصنیف

شیخ الاسلام والمسلمین امام اہلسنت مجدد دین وملت

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا قدس سرہ

ترتیب جدید وحواشی

ڈاکٹر مفتی محمد امجد رضا امجد

نائب قاضی ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ

ناشر

آل انڈیا جماعت رضائے مصطفی ناگپور

زیر اہتمام

القلم فاؤنڈیشن سلطان گنج پٹنہ ۶ بہار

خوشخبری

علماء اہلسنت کی کتب PDF میں
حاصل کرنے کیلئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن
کریں

https://t.me/tehqiqat

گوگل سے ڈاؤن لوڈ کرنے لئے

https://
archive.org/details/
@zohaibhasanattari

طالب دعا زوہیب حسن عطاری

فتاوی رضویہ ارباب علم و دانش کی نظر میں

پیش کردہ: مناظر اہلسنت **علامہ عبد الستار ہمدانی** معروف نوری برکاتی

حافظ کتب حرم شریف مکہ معظمہ حضرت علامہ **سید اسمعیل خلیل مکی** رحمہ اللہ علیہ

واللہ اقول والحق اقول انہ لو رأھا ابو حنیفۃ النعمان لاقرت عینہ
ولجعل مؤلفھا من جملۃ الاصحاب

ترجمہ: میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر امام اعظم ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان فتاوی کو دیکھتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور ان فتاوی کے مؤلف یعنی امام احمد رضا کو اپنے تلامذہ میں شامل کر لیتے۔"

(حوالہ: الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینۃ) مطبوعہ: رضا اکیڈمی ممبئی ۲۲

شاعر مشرق **علامہ اقبال**

ہندوستان کے دور آخر میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا۔ میں نے ان کے فتوی کے مطالعہ سے رائے قائم کی ہے اور ان کے فتوی ان کی ذہانت، فطانت، جودت طبع، کمال فقاہت، علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عادل ہیں۔ مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے ہیں اس پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں۔ انھیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاوی میں کبھی کبھی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑتی باایں ہمہ ان کی طبیعت میں شدت زیادہ تھی۔ اگر یہ چیز درمیان میں نہ ہوتی تو مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ گویا اپنے دور کے امام ابو حنیفہ تھے۔"

حوالہ: (مقالات یوم رضا، از علامہ عبد النبی کوکب حصہ سوم ۱۹۷۱ء ص ۱۰) ماہنامہ عرفات (لاہور) اپریل ۱۹۷۰ء ص ۲۷، آسمان علم کا ایک درخشاں ستارہ، از محمد صدیق اکبر۔

مولوی نظام الدین احمد پوری (وہابی)

"علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں۔ یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں"

حوالہ:۔ سوانح سرج الفقہائی۔ از علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری۔ مطبوعہ لاہور ۱۳۹۲ھ ص ر ۳۲۔

مولانا سید محمد یوسف شاہ بنوری دیوبند کے والد

سید زکریا شاہ صاحب بنوری پیشاوری

"اگر اللہ تبارک وتعالی ہندوستان مین احمد رضا خاں بریلوی کو نہ پیدا فرماتا تو ہندوستان میں حنفیت ختم ہو جاتی"

حوالہ:۔ امام احمد رضا کی فقہی بصیرت۔ مطبوعہ دائرۃ القلم دہلی ص ر ۳۲

جماعت اسلامی کے بانی ابو الاعلی مودودی

"مولانا احمد رضا صاحب کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے ہیں۔ اور ان کی اس فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں"۔ مقالات یوم رضا حصہ ر ۲ ص ۴۰۔

ملک غلام علی نائب ابوالاعلی مودودی صاحب

"حقیقت یہ ہے کہ مولونا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں۔ ان کی بعض تصانیف اور فتاوٰی کے مطالعے کے بعد اس نتیجے پر پہونچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی ہے وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے اور عشق خدا و رسول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹ پڑتا ہے۔

ارمغان حرم مطبوعہ لکھنؤ ص ر ۱۴

حسب فرمائش

حضرت مولانا مستقیم احمد رضوی

بانی و مہتمم دار العلوم گلشن بغداد، ناگپور

الحاج غلام مصطفیٰ رضوی

مالک ازہری ٹور اینڈ ٹراویلس ناگپور


بسم الله الرحمن الرحيم

فقہ حنفی کا مستند اور عظیم الشان انسائیکلو پیڈیا
فتاویٰ رضویہ شریف کی مختلف جلدوں کا عوامی ضروریات کے پیش نظر گراں قدر انتخاب

بنام

منتخب مسائل

فتاویٰ رضویہ

ایک جلد میں

تصنیف:

شیخ الاسلام والمسلمین امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت الشاہ

امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ

ترتیب جدید و حواشی:

ڈاکٹر مفتی محمد امجد رضا امجدؔ

نائب قاضی شریعت مرکزی ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ

ناشر: آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ شطرنجی پورہ ناگپور

زیر اہتمام:

القلم فاؤنڈیشن، سلطان گنج پٹنہ ۶

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ!

نام کتاب	:	منتخب مسائل فتاویٰ رضویہ
مصنف	:	اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں قدس سرہ
حالات مصنف	:	پروفیسر مسعود احمد مظہری، پاکستان
مقدمہ	:	ڈاکٹر محمد امجد رضا امجدؔ
نظر ثانی	:	مفتی محمد حسن رضا نوری، مرکزی ادارہ شرعیہ بہار
حالات مرتب	:	مفتی سید شاہ خورشید انور شمسی
پروف ریڈنگ	:	مولانا ڈاکٹر عبد العلیم رضوی اندور، مفتی سید شاہ خورشید انور شمسی
کمپوزنگ	:	مولانا مجاہد رضا، مولانا وسیم رضا ثقافی
ڈیزائن	:	احمد رضا صابری (احمد گرافکس سبزی باغ پٹنہ)
صفحات	:	472
اشاعت	:	۱۴ر محرم ۱۴۳۳ھ مطابق ۳۰ر نومبر ۲۰۱۲ [بموقع عرس حضور مفتی اعظم ہند، ناگپور]
ناشر	:	آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ، شطرنجی پورہ ناگپور
زیر اہتمام	:	القلم فاؤنڈیشن، سلطان گنج پٹنہ ۶ بہار
ملنے کے پتے	:	القلم فاؤنڈیشن، سلطان گنج پٹنہ ۶ بہار۔ آل انڈیا انجمن رضائے مصطفیٰ ناگپور۔
		مرکزی ادارہ شرعیہ سلطان گنج پٹنہ بہار
		رضا اکیڈمی کھڑک ممبئی۔ پاکیزہ بک ہاؤس سبزہ باغ پٹنہ۔
		فیضی کتاب، گھر، مہسول چوک سیتامڑھی بہار
		امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر بریلی شریف
برائے رابطہ	:	9835423434, 8544092773 E-mail:dramjadrazaamjad@yahoo.com amjadrazaamjad@gmail.com

اعلیٰ حضرت کی حیات وطرز زندگی کی صحیح تصویر

نہ مرا نوش ز تحسین نہ مرا نیش ز طعن
نہ مرا گوش بمدحی نہ مرا ہوش ذمے
منم و کنج خمونی کہ نگنجد در وے
جز من و چند کتابی و دوات و قلمے

نہ مجھے تعریف سن کے خوشی ہوتی ہے نہ طعنہ سن کر تکلیف
نہ مجھے تعریف سننے کا شوق ہے نہ برائی کی پرواہ
میں ہوں اور میری تنہائی ہے
کہ اس میں میرے سوا اگر کوئی ہے تو چند کتابیں، قلم اور دوات

انتساب!

عالم اسلام کے ان محققین کے نام!

جنہوں نے رضویات کو اپنا موضوع بنایا۔

ان علم دوست صاحبان فکر ونظر کے نام!

جنہوں نے رضویات پر پی۔ ایچ۔ڈی کرنے والوں کی نگرانی فرمائی۔

اُن گوشہ نشین اہل علم کے نام!

جن کے دلوں میں رضویات کو فروغ دینے کے جذبے پنہاں ہیں!

اور اپنی ان حسرتوں کے نام!

جو رضویات کو از کراں تا کراں پہنچانے کے لیے بے تاب ہے۔

امجد رضا امجد

کلمات تحسین

حضرت مفتی محمد حسن رضا نوری
صدر شعبہ افتاء مرکزی ادارہ شرعیہ، بہار، پٹنہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تمام کتابیں علم وفن کا خزانہ ہے۔ بالخصوص فتاویٰ رضویہ تو ایک سمندر ہے جس سے کتنے دریا نکل گئے اور کتنے اب بھی اس کے اندر موجزن ہیں۔ میں نے فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ کے دوران برسوں پہلے یہ سوچا تھا کہ اگر عوامی ضروریات کو سامنے رکھ کر فتاویٰ رضویہ سے مسائل کا انتخاب کر دیا جائے تو ایک بڑی ضرورت پوری ہو جائے۔ میں تو مصروفیات کے سبب یہ کام نہیں کر سکا، مگر مقام مسرت ہے کہ ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجدؔ نے یہ کام بڑی عرق ریزی اور دلسوزی کے ساتھ انجام دے دیا۔ میں نے نظر ثانی کے دوران محسوس کیا کہ واقعی ڈاکٹر صاحب نے اس انتخاب کو بڑے انوکھے، دلچسپ اور سہل انداز میں مرتب کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب رضویات پہ جو کام کر رہے ہیں وہ بڑے اہم اور قابل داد ہیں ان کے اندر تحقیق کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے ان کی تحریریں اس کی شاہد ہیں۔ اس سے قبل انہوں نے جو کتابیں قوم کے حوالے کی ہیں، اس میں تحقیق وتنقید اور ادب کا معیار بہت بلند ہے۔ اور اس میں اثر ونفوذ کی جو کیفیت ہے وہی ان کی انفرادیت اور شناخت ہے۔ بنیادی طور پر وہ مرکزی ادارہ شرعیہ کے دارالقضاء سے وابستہ ہیں اور ہل پل مصروف ہیں مگر اس کے باوجود رضویات پہ کام کرنے کے لیے انہوں نے القلم فاؤنڈیشن کی بنیاد بھی ڈالی ہے، جس کے افتتاحی پروگرام میں میں شریک بھی ہوا تھا۔ وہاں سے رضویات پہ تین اہم کتابیں:

۱۔ رضا بک ریویو کا کنز الایمان نمبر
۲۔ رضویات کا اشاریہ نمبر
۳۔ فقیہ ابن فقیہ

شائع کر چکے ہیں۔ علمی حلقوں میں جس کی بڑی پذیرائی ہوئی اور اب یہ کتاب منظر عام پر آرہی ہے یقیناً یہ کتاب بھی ان کی ایک نئی شناخت کا حوالہ بنے گی۔

میری دعا ہے کہ خدائے تعالیٰ انہیں صحت وسلامتی کے ساتھ زندہ وتابندہ رکھے اور ان سے ایسے ہی علمی، تحقیقی، ادبی، ملی اور مذہبی کام لیتا رہے۔

محمد حسن رضا نوری
خادم مرکزی دارالافتاء ادارہ شرعیہ، پٹنہ، بہار

آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ
شطرنجی پورہ ناگپور

اہل سنت و جماعت کی یہ قدیم جماعت جس نے ماضی میں تحفظ ایمان اور تبلیغ و تشہیر مسلک اعلیٰ حضرت میں نمایاں کارنامے انجام دیے آج بھی اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ زندہ و تابندہ ہے اس کا مرکز تو مرکز اہل سنت بریلی شریف میں واقع ہے مگر اس کی زندہ درخشندہ اور نمائندہ شاخ شہر ناگپور میں بھی ہے جس کی خدمات کا چرچا زمین کی وسعت سے لے کر آسمان کی بلندی تک ہے کیوں کہ جو کار خیر بھی اخلاص کی بنیاد پر ہو اور رضائے الٰہی کی طلب کے لئے ہو اس کا چرچا یقیناً از کراں تا کراں ہوتا ہے۔

ناگپور میں اس شاخ کو قائم ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا مگر اس خدمات نے اوروں کو متاثر بھی کیا اور محیر بھی۔ مولا تعالیٰ اس کے کارکنان اور معائنین اور صلاح کاروں کو مزید حوصلوں سے نوازے اور ان کی خدمات قبول فرماتے ہوئے دونو جہاں میں اس کا انہیں بھرپور صلہ عطا فرمائے۔ اب تک اس جماعت نے اپنے پلیٹ فارم سے جو کام کئے ہیں ان میں کتابوں کی تقسیم اور کتابوں کی اشاعت کو ترجیحی مقام حاصل ہے۔ مجموعی اعتبار سے اگر اس کے کاموں کو دیکھنا چاہیں تو یہ ہیں:

ترجمہ کنز الایمان	۳۰۰
سوانح اعلیٰ حضرت	۱۰۰۰
جاء الحق	۱۰۰
تمہید ایمان	۱۰۰۰
شجرۂ طیبہ	۵۰۰۰
تاجدار اہل سنت	۱۴۰۰
داڑھی شعار اسلام کی عظمت ہے	۴۰۰

اس کے کارپردازان میں اہل علم بھی اہل درد بھی اہل ثروت بھی اور حال و قال بھی سب دل والے ہیں کہ رضا والے ہیں جو رضا والے ہیں وہ یقیناً رضائے الٰہی والے ہیں۔ آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ ناگپور کو جن کندھوں نے فیضان اعلیٰ حضرت کے سہارے سنبھال رکھا ہے ہم دعا کرتے ہیں خدائے تعالیٰ ان کے جذبے ان کا اخلاص ان کا روبار اور اعلیٰ حضرت کے نام سے ان کی مضبوط نسبتیں سلامت رکھے اور ان کا کاروبار روز افزوں رہے کہ اس میں دین کا بھی حصہ شامل ہے



اعلیٰ حضرت

۱۲۷۲ھ تا ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء تا ۱۹۲۱ء

حالات - خدمات - اثرات

اعلیٰ حضرت

۱۲۷۲ھ تا ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء تا ۱۹۲۱ء

حالات - خدمات - اثرات

□ پروفیسر مسعود احمد مظہری قدس سرہ

حالات:

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی مضافات قندھار (افغانستان) کے ایک قبیلے بڑیچ سے تعلق رکھتے تھے۔[1] ان کے اجداد افغانستان سے ہندوستان آئے۔ والد ماجد مولانا محمد نقی علی خاں (م۔ ۱۸۸۰ء/۱۲۷۹ھ) اور دادا مولانا محمد رضا علی خاں (م۔ ۱۸۶۶ء/۱۲۸۲ھ) بلند مرتبہ عالم اور مصنف تھے۔ محدث بریلوی نے اپنے والد کی تیس تصانیف کا ذکر کیا ہے[2] محدث بریلوی ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی[3] میں پیدا ہوئے[4] محدث بریلوی نے علوم منقولہ اپنے والد مولانا محمد نقی علی خاں اور دوسرے اساتذہ سے حاصل کیے مثلاً شاہ آل رسول مارہروی (م ۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء) مولانا عبد العلی رام پوری (م ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء)، شاہ ابو الحسین احمد النوری (م ۱۳۲۴ھ/۱۸۸۳ء) اور مرزا غلام قادر بیگ۔ محدث بریلوی کو ۵۵ علوم و فنون میں مہارت حاصل تھی جس کا انہوں نے خود ذکر کیا ہے اور تمام علوم و فنون کی تفصیلات دی ہیں۔

۲۱ علوم و فنون انھوں نے اپنے والد سے حاصل کیے جس کی تفصیل یہ ہے:

قرآن، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تفسیر، اصول تفسیر، عقائد، کلام، نحو، صرف، معانی، بیان، بدیع، منطق، مناظرہ، فلسفہ، تکسیر، ہیأۃ، حساب، ہندسہ۔[5]

باقی علوم و فنون دوسرے علماء و اساتذہ سے حاصل کیے اور اپنی فکر خداداد سے ان میں مہارت پیدا کی جن کی تفصیل یہ ہے:

قرأت، تجوید، تصوف، سلوک، اخلاق، اسماء الرجال، سیر، تاریخ، لغت، ادب مع جملہ فنون، ارثما طیقی، جبر و مقابلہ، حساب ستینی،

لوغارثمات، توقیت، مناظر ومرایا، اُکَر، زیجات، مثلث کُرَوی، مثلث مسطح، ھیأۃ جدیدہ، مربعات، جفر، زائر چہ، نظم عربی، نظم فارسی، نظم اُردو، نظم ھندی، نثر عربی، نثر فارسی، نثر اُردو، خطِ نسخ، خط نستعلیق، فرائض وغیرہ۔[6]

محدّث بریلوی ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر تیرہ سال دس ماہ اور پانچ دن کی تھی۔[7] مندرجہ ذیل علماء سے محدّث بریلوی نے سند حدیث وفقہ حاصل کی:

(۱) سیّد احمد زینی دحلان الشافعی المکّی (م ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء)

(۲) الشیخ عبدالرحمن سراج مفتی الاحناف بمکتہ (م ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء)

(۳) الشیخ حسین بن صالح جمل اللیل المکّی[3] (م ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء)

محدّث بریلوی کا سلسلۂ حدیث مندرجہ ذیل اکابر تک پہنچتا ہے:

(۱) شاہ ولی اللہ محدّث دھلوی (م ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء)

(۲) مولانا عبدالعلی لکھنوی (م ۱۲۳۵ھ/۱۸۲۰ء)

۳۔ شیخ عابد السندی المدنی (م ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء)

۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں اپنے والد کے ساتھ شاہ آل رسول مارہروی کی خدمت میں حاضر ہوئے، سلسلۂ قادریہ میں بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت حاصل کی۔ محدّث بریلوی کو تقریباً ۱۳ سلاسل طریقت میں اجازت وخلافت حاصل تھی[8]۔ وہ دوسرے سال ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء اپنے والد کے ساتھ حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کے لیے حاضر ہوئے تو وہاں امام شافعیہ مسجد حرام شیخ حسین بن صالح جمل اللیل کی فرمائش پر ان کی تصنیف الجوہرۃ المضیہ کا اُردو میں ترجمہ کیا اور حواشی تحریر کیے[9]۔ دوسری بار ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں حاضر ہوئے تو علماء حرمین نے بڑی پذیرائی کی اور آپ سے اجازت حدیث وفقہ حاصل کی اور بعض علماء نے اہم مسائل پر استفتاء پیش کیے، محدّث بریلوی نے ان کے جواب میں اپنے فاضلانہ تحقیقی مقالات عربی میں پیش کیے، مثلاً:

(۱) الدولتہ المکیتہ بالمادۃ الغیبیہ (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)

(۲) کفل الفقیہ الفاھم لا حکام قرطاس الدراھم (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)

سید عبدالحیٔ ندوی نے لکھا ہے:

"قیام حرمین کے زمانے میں علمائے حجاز نے بعض فقہی مسائل و کلامی مسائل پر ان سے تبادلۂ خیالات کیا۔ اسی قیام کے دوران انھوں نے بعض رسائل بھی تصنیف کیے۔ ان کے علم و فضل متون فقھیہ اور

مسائل خلافیہ پر اُن کی وسعت مطالعہ اور سرعت تحریر دیکھ کر
علماء حجاز دنگ رہ گئے۔"۱۰؎

جیسا کہ عرض کیا گیا محدّث بریلوی ۵۵ علوم وفنون میں مہارت رکھتے تھے خصوصاً تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ اور اصول فقہ میں کنزالایمان کے نام سے اُن کا اُردو ترجمہ قرآن مشہور و معروف ہے، علم تفسیر میں سورۃ والضحٰی کی بعض آیات کی تفسیر ۸۰ جُز میں لکھی ۱۱؎ جو کئی سو (۱۰۰) صفحات پر مشتمل لکھی ہے ۱۲؎۔ حدیث میں محدّث بریلوی کے تبحر کا اندازہ ان کے مندرجہ ذیل رسائل سے کیا جاسکتا ہے:

(۱) النهي الا كيد عن الصلوة وراء عدى التقليد (۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء)
(۲) الهاد الكاف على حكم الضعاف (۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء)
(۳) حاجز البحرين الواقي عن جمع الصلوتين (۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء)
(۴) مدارج طبقات الحديث (۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء)
(۵) الاحاديث الو اقيه لمدح الا ميرا لمعاويه (۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء)
(۶) لفضل الموهبی فی معنی اذاصح الحديث فهو مذهبی (۱۳۱۳ھ/۱۸۹۸ء)۱۲؎

فقہ اور اصول فقہ میں محدّث بریلوی کو جو مہارت اور عبور حاصل تھا اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے سید عبدالحیٔ ندوی لکھتے ہیں:

"فقہ حنفی اور اُس کی جزئیات پر اُن کو جو عبور حاصل تھا اس کی نظیر شاید ہی کہیں ملے اور اس دعوے پر ان کا مجموعہ فتاوی شاهد ہے نیز اُن کی تصنیف كفل الفقيه الفاهم فی احكام قرطاس الدراهم جو اُنھوں نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں لکھی تھی۔"۱۳؎

محدّث بریلوی نے فارغ التحصیل ہونے کے بعد فتویٰ نویسی کے علاوہ چند سال طلبہ کو پڑھایا۔ ان کے والد مولوی محمد نقی علی خان نے ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء میں مصباح التہذیب کے نام سے بریلی میں ایک عربی مدرسہ قائم کیا تھا جو بعد میں مصباح العلوم کے نام مشہور ہوا۔ غالباً محدث بریلوی نے اس مدرسے میں پڑھایا ہوگا، پھر ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں منظر اسلام کے نام سے ایک دارالعلوم خود قائم کیا ۱۴؎۔ ابتداء میں خود اس کے مہتمم رہے بعد میں مصروفیات کی وجہ سے اپنے صاحب زادے مولانا محمد حامد رضا خاں کو مہتمم بنادیا۔ مولانا محمد ظفرالدّین رضوی (خلیفہ وتلمیذ محدّث بریلوی) نے لکھا ہے کہ محدّث بریلوی سے ہزاروں طلبہ مستفید ہوئے ۱۵؎۔ محدّث بریلوی سے نہ صرف طلبہ بلکہ علماء نے بھی استفادہ کیا چناں چہ مولانا احمد دھان مکی نے علم جفر میں استفادہ کیا۔ عبدالرحمٰن آفندی شامی نے علم جفر میں تلمذ کی خواہش ظاہر کی۔ مولانا سیّد حسین مدنی ابن سیّد عبدالقادر شامی مدنی بریلی آئے، چودہ ماہ قیام کیا آو علم جفر، علم اوفاق اور علم تکسیر حاصل کیے۔ عربی رسالہ اطائب الا كسيد فی عام التكسير انھیں کے لیے تصنیف کیا۔ ۱۶؎ رسالہ کا عکس راقم کے کتب خانے میں موجود ہے۔ بخارا (روس) کے مولانا عبدالغفار بخاری علم

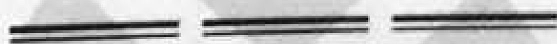
جفر سیکھنے بریلی آئے محدث بریلوی نے شیخ محی الدّین ابن عربی کے علم جفر اور علم زائر چہ سے متعلق رسائل کی شرح لکھی اور ایک رسالہ اس علم میں خود تصنیف کیا سفر السفر عن الجفر بالجفر اور مولانا بخاری کو آٹھ ماہ تک اس فن کی تعلیم دی ۱۲ الغرض محدّث بریلوی سے طلبہ و علماء سب ہی مستفید ہوئے.............سیّد عبدالحیٔ ندوی نے لکھا ہے:

''وہ ایک متبحر عالم تھے، باخبر اور کثیر المطالعہ، وہ ایک رواں قلم اور فکر رسا کے مالک تھے۔''۱۳

محدّث بریلوی نے یوم جمعۃ المبارک ۲۵ / صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ / اکتوبر ۱۹۲۱ء کو بریلی میں وصال کیا ۱۴ پاک و ہند میں اس حادثہ کو شدّت سے محسوس کیا گیا اور بلادِ اسلامیہ میں فاتحہ خوانی کی گئی.............لاہور کے پیسہ اخبار نے اپنے تعزیتی نوٹ میں لکھا:

"آپ ہندوستان میں علوم اسلامیہ و دینیہ کے آفتاب تھے، بڑے فاضل اور متبحر و جید عالم۔ آپ کی وفات سے ہندوستان سے ایک برگزیدہ ہستی اُٹھ گئی جس کی خالی جگہ پُر کرنا ناممکن نظر آتا ہے۔ آپ صادق مسلم کا صادق نمونہ اور پابند شرع تھے اور ہمیشہ ترویج علوم اسلامیہ میں مصروف رہے۔ آپ سے فیض پانے والوں کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ہندوستان کے مذہبی حلقوں اور علمائے دین میں آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی ---- اِس میں کلام نہیں کہ مخالفین تک مرحوم کی اعلیٰ اور بے نظیر قابلیّت کے دل سے معترف تھے۔"۱۶

محدّث بریلوی کے صاحب زادگان مولانا محمد حامد رضا خان (م ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) اور مولانا مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں (م ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۱ء) بلند پایہ عالم اور مفتی تھے، محدّث بریلوی کے تلامذہ میں مولانا محمد امجد علی اعظمی، مولانا سیّد محدث کچھوچھوی، مولانا محمد عبدالعلیم میرٹھی، مولانا محمد ظفر الدّین رضوی، مولانا محمد برہان الحق جبلپوری، وغیرہ بلند مرتبہ عالم اور مبلغ گذرتے ہیں، محدّث بریلوی کے خلفاء کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہے جو پاک و ہند اور بلاد اسلامیہ میں پھیلے ہوئے تھے۔۱۷



فرزندان گرامی

محدث بریلوی کے دو صاحبزادے تھے:

☆ علامہ محمد حامد رضا خاں

☆ مفتی اعظم محمد مصطفےٰ رضا خاں

دونوں آفتاب و ماہتاب تھے۔ علامہ محمد حامد رضا خاں صاحب کی ربیع الاوّل ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء میں بریلی میں ولادت ہوئی۔ معقولات اور منقولات کی تعلیم محدث بریلوی سے حاصل کی۔ ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۴ء میں ۱۹، سال کی عمر میں درس نظامی سے فارغ ہوئے۔ ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی۔ شاہ ابو الحسن نوری سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے، محدث بریلوی سے ۱۳/ سلاسل طریقت میں اجازت حاصل کی۔ ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے مہتمم ہوئے ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۶ء میں اسی دارالعلوم کے شیخ الحدیث اور صدر المدرسین ہوئے۔ وہ متبحر عالم تھے، بہترین معلّم، طلباء پر نہایت ہی شفیق و مہربان۔ وہ مایہ ناز خطیب بھی تھے، انہوں نے ملک گیر دورے کئے۔ وہ شاعر تھے اور تاریخ گوئی میں اپنی مثال آپ تھے۔ اُردو، فارسی، عربی پر یکساں عبور حاصل تھا۔ عربی زبان میں خاص مہارت تھی۔

علامہ محمد حامد رضا خاں نے مختلف مذہبی اور سیاسی تحریکوں کے طوفانوں کا مقابلہ فرمایا مثلاً قادیانی تحریک، تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک شدھی سنگھٹن، تحریک ہجرت، تحریک مسجد شہید گنج وغیرہ وغیرہ۔ ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں انہوں نے الجمیعۃ العالیۃ المرکزیہ، مرادآباد (بھارت) کے اجلاس میں جو فاضلانہ خطبہ دیا اس سے ان کے بے مثال فکر و تدبر کا اندازہ ہوتا ہے۔

علامہ محمد حامد رضا خاں صاحب نے ۱۰ار جمادی الاوّل ۱۳۶۲ھ/۲۳/ مئی ۱۹۴۳ء کو بریلی میں وصال فرمایا۔ آپ کے بکثرت خلفاء مریدین پاک و ہند اور بیرونی ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں، آپ کی متعدد تصانیف بھی ہیں۔ آپ کے وصال کے بعد بڑے صاحبزادے علامہ محمد ابراہیم رضا خاں علیہ الرحمہ سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے

علامہ محمد ریحان رضا خاں علیہ الرحمہ سجادہ نشین ہوئے اور ان کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادے مولانا سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ العالی زیب سجادہ ہیں۔

مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں:

مفتی اعظم ۲۲/ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ/۷/جولائی ۱۸۹۳ء بروز جمعہ بوقت صبح صادق بریلی میں پیدا ہوئے۔ ۲۵/جمادی الثانی ۱۳۱۱ھ کو شاہ ابوالحسین نوری نے زمانہ طفلی میں بیعت فرما کر اجازت وخلافت سے نوازا۔ اصل تعلیم وتربیت تو محدث بریلوی نے فرمائی، اساتذہ میں برادر بزرگ علامہ محمد حامد رضا خاں صاحب علامہ شاہ رحم الٰہی صاحب منگلور، مولانا بشیر احمد علی گڑھی، علامہ ظہور الحسن نقشبندی فاروقی قابل ذکر ہیں۔ ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء بعمر اٹھارہ سال علوم عقلیہ ونقلیہ سے فارغ ہوئے اور ۳۸ سے زیادہ علوم وفنون میں مہارت حاصل کی۔ محدث بریلوی نے بہت سے سلاسل میں اجازت مرحمت فرمائی۔ درس نظامی سے فراغت کے بعد ۱۳۲۸ھ سے دارالعلوم منظر اسلام، بریلی میں تدریس کا آغاز فرمایا اور ۱۳۴۷ء تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ پھر دار الافتاء کی ذمہ داریوں کی وجہ سے مخصوص طلباء تک سلسلہ درس وتدریس محدود ہو گیا۔ مفتی اعظم نے دارالعلوم مظہر السلام، بریلی میں بھی تدریس کے فرائض انجام دیئے۔

مفتی اعظم نے فتویٰ نویسی کا فن محدث بریلوی سے سیکھا اور اس میں وہ مہارت پیدا کی کہ مفتی اعظم ہند ہوئے۔ ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں بعمر ۱۸ سال فتویٰ نویسی کا آغاز کیا اور یہ سلسلہ آخر تک چلتا رہا۔ مفتی اعظم نے مجموعی طور پر ۷۰ رسال فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیئے۔ آپ کے فتاویٰ "فتاویٰ مصطفویہ" کے نام سے دو جلدوں میں چھپ چکے ہیں جس میں صرف دس سال کے فتوے جمع کئے گئے ہیں۔

مفتی اعظم نے ہر کٹھن وقت میں مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی۔ ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج لاہور کا سانحہ پیش آیا۔ مفتی اعظم نے انگریزوں اور سکھوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی حمایت کی، اس طرح ۱۳۳۵ھ/۱۹۴۶ء میں آل انڈیا کانفرنس بنارس میں مرکزی کردار ادا کیا۔ ۹۷-۱۳۹۶ھ/۷۷-۱۲۷۶ء میں جب ہندوستان میں نس بندی کا اعلان کیا گیا آپ نے بلاخوف وخطر مومنانہ جرأت سے اس کی شدید مخالفت فرمائی۔

مفتی اعظم عالم وعارف، مفتی وفقیہ اور مدبر ومفکر ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر بھی تھے، ان کے اشعار میں قدماء کا رنگ جھلکتا ہے۔ ان کا شعری مجموعہ سامان بخشش، بریلی سے شائع ہو چکا ہے۔

مفتی اعظم نے ۱۴/محرم الحرام ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء میں کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے وصال فرمایا، ان کی نماز جنازہ میں دنیا بھر کے ۲۵ لاکھ عقیدت مند شریک ہوئے، نماز جنازہ میں اتنا عظیم اجتماع تاریخ میں نہیں ملتا۔ اس سے مفتی اعظم کے حلقہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مفتی اعظم کے بکثرت خلفاء پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، ماریشس یورپ، امریکہ اور افریقہ وغیرہ میں ہیں۔

علامہ شاہد علی رضوی نے مفتی اعظم کے منتخب تلامذہ کے ۳۵ نام گنائے ہیں جو سب کے سب متبحر عالم ہوئے۔ افتاء میں منتخب تلامذہ کے ۳۲ نام گنائے ہیں جو اعلیٰ پایہ کے مفتی ہوئے اور مستفیدین میں گیارہ ممتاز علماء کے نام گنائے ہیں ....علامہ موصوف نے مفتی اعظم کی تصانیف اور شروح میں ۴۵ نام گنائے ہیں..... مجیب الرضا صاحب مفتی اعظم پر روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی سے پروفیسر وسیم بریلوی کی رہنمائی میں ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں اور نوشاد عالم حنفی بہار یونیورسٹی مظفر پور سے ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔

آپ کے وصال کے بعد علامہ محمد ابراہیم رضا خاں علیہ الرحمہ کے صاحبزادے علامہ محمد اختر رضا خاں صاحب قائم مقام مفتی اعظم ہیں۔

محدّث بریلوی کے بڑے صاحبزادے علامہ محمد حامد رضا خاں کے ہاں اولادِ نرینہ میں علامہ محمد ابراہیم رضا خاں، علامہ حماد رضا خاں جیلانی میاں ہوئے۔ چھوٹے صاحبزادے مفتی اعظم محمد مصطفےٰ رضا خاں کے ہاں ایک نرینہ اولاد ہوئی جن کا نام انوار رضا خاں تھا، تاہم بچپنے میں اُن کا انتقال ہوگیا۔ مگر محدّث بریلوی اپنے سلسلۂ نسب و نسل کے قیام ودوام میں دونوں کو اس طرح شریک کیا کہ علامہ محمد حامد رضا خاں کے صاحبزادے علامہ محمد ابراہیم رضا خاں کی شادی مفتی اعظم کی صاحبزادی سے کردی تا کہ کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ مفتی اعظم کی نسل منقطع ہوگئی۔ محدّث بریلوی کی نسل کے قیام میں دونوں صاحبزادگان شریک ہیں۔

اکابر واحباب:

انسان تنہا نہیں بنتا، اس کو بنانے میں بہت سے عوامل شامل ہوتے ہیں۔ اس کا ماحول، اس کے والدین، اس کے اساتذہ، اس کے مشائخ، اس کے احباب، اس کے مشاہدات ومطالعات، اس کے عہد کی تحریکات وحادثات وغیرہ وغیرہ۔ اس کی تفصیل کے لیے ایک دفتر چاہیئے۔

محدّث بریلوی نے جب آنکھیں کھولیں تو دوسرے ہی سال ۱۸۵۷ء کا انقلاب سامنے آیا اور ۱۹۲۱ء میں جب آنکھیں بند کیں تو تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات عروج پر تھیں۔ محدّث بریلوی کی زندگی کا چھونسٹھ سالہ دور تحریکات و حادثات کا دور تھا، ان کی زندگی پر اس کے مثبت اور منفی دونوں قسم کے اثرات مرتّب ہوئے۔

محدّث بریلوی کے دادا مولانا محمد رضا علی خاں[۱] نے جب ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۶ء میں انتقال کیا تو فاضل بریلوی کی عمر دس سال کی ہوگی۔ دادا کے ذاتی خصائل میں عفو گزر اور اتباع سنت نبی ممتاز تھے۔ فاضل بریلوی کی زندگی میں یہ خصوصیات نظر آتی ہیں۔ ان کے والد مولانا محمد نقی علی خاں[۲] صاحب علم وفضل، سخاوت، علو ہمت، صدقات وخیرات میں پیش پیش، امیروں سے کنارہ کش، غریب پرور، علم وفضل میں یگانۂ روزگار۔ محدّث بریلوی نے یہ اثرات قبول کیے، وہ بڑے بلند ہمت تھے اور ایسے دریا دل کہ کبھی اتنا مال جمع نہیں کیا جس پر زکوۃ فرض ہوتی، حالاں کہ وہ کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور علم و

فضل میں ایسے یگانہ روزگار جس کی نظیر کم از کم ان کے عہد میں نہیں ملتی اور نہ ان کے بعد نظر آتی ہے۔ مولانا محمد نقی علی خاں کا انتقال ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں ہوا، اس وقت محدّث بریلوی کی عمر ۲۴ سال کی ہوگی، ان کو فتویٰ نویسی کرتے گیارہ سال گزر چکے تھے اور وہ کئی کتابوں کے مصنف ہو چکے تھے۔

والد اور دادا کے علاوہ مندرجہ ذیل مشائخ وعلماء نے بھی ان کی زندگی کو متاثر کیا۔

(۱)	شاہ آل رسول مارہروی	(م۔۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء)
(۲)	شاہ عبدالقادر بدایونی	(م۔۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء)
(۳)	شاہ ابوالحسین احمد نوری	(م۔۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)
(۴)	شاہ علی حسین کچھوچھوی	(م۔۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء)
(۵)	شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی	(م۔۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء)
(۶)	مولانا محمد کفایت علی کافی	(م۔۱۲۷۵ھ/۱۸۵۸ء)
(۷)	مولانا محمد عمر حیدرآبادی	(م۔۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء)
(۸)	مولانا وصی احمد محدّث سورتی	(م۔۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء)

شاہ آل رسول مارہروی۱ نے علمائے فرنگی محل سے تکمیل علوم کی پھر حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کے درس حدیث میں شریک ہوئے اور سلاسل حدیث اور سلاسل طریقت کی سندیں حاصل کیں، وہ اپنے عہد کے جلیل القدر عالم و عارف تھے، محدّث بریلوی نے ان کے منقبت میں ایک قصیدہ بھی لکھا۔

شاہ عبدالقادر بدایونی۱، عالم جلیل شاہ فضل رسول بدایونی۲ (م۔۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء) کے فرزند اور علامہ فضل حق خیرآبادی۳ (م۔۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) کے شاگرد تھے جن پر خود اُستاد کو ناز تھا اور وہ ذکاوت و جودت طبع میں ابوالفضل اور فیضی پر ترجیح دیتے تھے۔ محدّث بریلوی کو مولانا عبدالقادر سے بڑی عقیدت و محبت تھی، علمی مسائل میں اُن سے مشورے بھی لیتے تھے اور اس سلسلے میں کئی کئی روز بدایون قیام کرتے تھے۔ محدّث بریلوی کو مولانا عبدالقادر سے بڑی عقیدت ومحبت تھی، علمی مسائل میں اُن سے مشورے بھی لیتے تھے اور اس سلسلے میں کئی کئی روز بدایون قیام کرتے تھے۔ محدّث بریلوی نے قصیدہ چراغ انس (۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) انھیں کی منقبت میں لکھا ہے اور ان کے والد مولانا فضل رسول بدایونی کی تصنیف المنتقد (۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء) پر المعتمد المستند (۱۳۲۰ھ/۱۹۲۰ء) کے عنوان سے تعلیقات وحواشی کا اضافہ کیا جو استنبول (ترکی) سے شائع ہو چکے ہیں۔۴ محدّث بریلوی نے شاہ فضل رسول بدایونی کی منقبت میں مدائح فضل رسول کے عنوان سے قصائد بھی لکھے ہیں۔ شاہ آل رسول مارہروی کے پوتے شاہ ابوالحسین احمد نوری۵، محدّث بریلوی کے استاد اور پیرزادے تھے، صاحب علم وفضل اور صاحب تصانیف کثیرہ، محدّث بریلوی نے قصیدہ شرقستان قدس انھیں کی منقبت میں لکھا ہے۔ شاہ علی حسین اشرفی۱ کچھوچھوی جلیل القدر عالم تھے، بلاد اسلامیہ کا دورہ کیا، صدہا علماء ومشائخ آپ سے بیعت ہوئے اور ہزاروں کفار ومشرکین

مشرف باسلام محدّث بریلوی آپ سے بڑی محبت فرماتے تھے.....مولانا وصی احمد محدّث سورتی[۲۹]، محدّث بریلوی کے مخصوص احباب میں تھے گو محدّث بریلوی سے ۲۰ سال بڑے تھے، مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور مولانا احمد علی سہارنپوری سے تکمیل علوم فرمائی، پھر شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی سے سندِ حدیث اور سندِ خلافت حاصل کی۔ محدّث سورتی نے چالیس برس تک درس حدیث دیا اور مدرسۃ الحدیث کے نام سے ایک مدرسہ پیلی بھیت (یو۔ پی، بھارت) میں قائم کیا جہاں سے بڑے بڑے فضلاء فارغ التحصیل ہوئے۔ ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء میں محدّث بریلوی پیلی بھیت تشریف لے گئے اور فن حدیث پر تین گھنٹے مسلسل تقریر فرمائی۔ محدّث سورتی کی حدیث وفقہ پر متعدد تصانیف ہیں جن میں سے بعض چھپ چکی ہیں۔

مولانا کفایت علی کافی[۳۰]، محدّث بریلوی کی ولادت کے تقریباً دو سال بعد ۱۸۵۸ء میں شہید کیے گئے مگر محدّث بریلوی کو ان سے اتنی عقیدت و محبت تھی کہ نعتیہ شاعری کا ان کو ''شہنشاہ'' کہتے ہیں اور خود کو اُن کا وزیر اعظم[۳۱]...............مولانا کفایت علی کافی نے شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد شاہ ابوسعید مجدّدی رام پُوری سے تحصیل علم حدیث کی، علم حدیث میں تبحر اور نعتیہ شاعری میں کمال حاصل تھا، سنت نبوی کا نمونہ تھے، مرادآباد کے صدر الشریعہ رہے۔ انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد کی آپ نے خوب تشہیر کی جس کی پاداش میں جنرل جونس کے حکم سے ۲۵/اپریل ۱۸۵۸ء کو مرادآباد میں بر سر عام تختۂ دار پر لٹکا دیئے گئے[۳۲]۔ نعتیہ شاعری میں محدّث بریلوی نے انھیں سے فیض حاصل کیا، انھوں نے ایک ایسا نمونہ پسند کیا جو عالم بھی تھا، محدّث بھی تھا، مجاہد بھی تھا اور شہید بھی۔ اس سے محدّث بریلوی کے اندازِ فکر کا پتہ چلتا ہے۔ محدّث بریلوی کے محسنین میں شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی بھی تھے جنھوں نے فرنگی محل میں پڑھا اور شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی سے بخاری شریف کی سماعت کی۔ گنج مرادآباد میں مستقل قیام کیا۔ محدّث بریلوی اپنے دوست مولانا وصی احمد محدّث سورتی کے ہمراہ گنج مرادآباد حاضر ہوئے تو شاہ صاحب نے قصبہ سے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا اور فرمایا ''مجھے آپ میں نور ہی نور نظر آتا ہے''[۳۳] یہ وہی کلمات ہیں جو پہلے حج کے موقعہ پر شیخ صالح بن حسین جمل اللیل مکّی نے فرمائے تھے جس کو حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی کے خلیفہ مولانا رحمان علی نے نقل کیا ہے[۳۴]۔ محدّث بریلوی کے احباب میں مولانا محمد عمر حیدرآبادی بھی تھے۔ یہ عالم بھی تھے اور عارف بھی۔ اصلاح معاشرہ کے لیے کوشاں رہتے تھے، ۱۳۲۷ھ میں دارالعلوم منظر اسلام (بریلی) کے جلسہ دستار بندی میں بریلی آئے تو محدّث بریلوی نے بڑی پذیرائی کی پھر جب ۲۰/صفر ۱۳۳۰ھ کو ان کا انتقال ہوا تو عربی میں قطعہ تاریخ وفات لکھا[۳۵]۔

محدّث بریلوی کا حلقۂ محبین بہت وسیع ہے جس کا احاطہ کرنا اور فرداً فرداً محدّث بریلوی پر ہر ایک کے اثرات کا جائزہ لینا اس مختصر مقالے میں ممکن نہیں۔ انھوں نے اپنے مشہور عربی قصیدے آمال الابرار[۳۶]، اُردو مثنوی الاستمداد[۳۷] اور ماہنامہ الرضا (بریلی)[۳۸] میں اپنے احباب اور محسنین کا تذکرہ کیا ہے، جو ایک تحقیقی مقالہ کا موضوع بن سکتا ہے۔

مذہبی تحریکات

شخصیات کے علاوہ مختلف مذہبی اور سیاسی تحریکوں نے بھی محدث بریلوی پہ منفی اور مثبت اثرات مرتب کیے۔ ان کا دَور بڑا ہنگامی دَور تھا۔ ولادت سے قبل، ولادت کے بعد، زندگی میں اور انتقال کے بعد مسلسل تحریکیں اُٹھتی رہیں اور حادثات رونما ہوتے رہے مثلاً ولادت سے قبل تحریک ابن عبدالوہاب اور تحریک بالاکوٹ رونما ہوئی۔ ولادت کے ایک سال بعد انقلاب ۱۸۵۷ء برپا ہُوا پھر تحریک اتحاد عالم اسلامی چلی، اسی کے ساتھ ساتھ تحریک دیوبند، تحریک علی گڑھ، تحریک ندوۃ العلماء، اور تحریک احمدیت چلی۔ انڈین نیشنل کانگریس قائم ہوئی، آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا، تحریک ریشمی رومال۔ جنگ طرابلس، جنگ بلقان اور پھر جنگ عظیم ہوئی۔ اس کے بعد تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات چلیں، اسی کے ساتھ ساتھ تحریک خلافت اور تحریک ترک گاؤ کشی، تحریک ترکِ حیوانات، تحریک کھدر وغیرہ چلیں، اسی زمانے میں جمعیت العلماء ہند قائم ہوئی الغرض فاضل بریلوی کا دَورِ حیات مذہبی اور سیاسی تحریکوں سے معمور نظر آتا ہے۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی، محدث بریلوی کی ولادت سے تقریباً ڈیڑھ سو سال قبل نجد کے مقام عینیہ میں ۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ء میں پیدا ہوئے اور ۹۰ سال کی عمر میں ۱۲۰۷/۱۷۹۲ء میں انتقال کیا۔ اُن کی تحریکِ توحید نے جزیرہ عرب اور پاک و ہند کو متاثر کیا۔ اس کا مقصد تصورِ توحید کا احیاء اور بدعات کا خاتمہ بتایا گیا۔ ابن عبدالوہاب ابن تیمیہ سے متاثر تھے ۱۷۴۵ء میں محمد بن سعود (امیر درعیہ) کے فوجی تعاون سے انھوں نے اپنی تحریک کا آغاز کیا اور کتاب التوحید لکھ کر اپنے عقائد کی اشاعت کی۔

وہ حیات النبی کے قائل نہ تھے، روضۂ اقدس کی زیارت کے ارادے سے حاضر ہونے کو حرام خیال کرتے تھے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء سے استعانت واستغاثہ کو حرام خیال کرتے تھے۔ اولیاء اللہ کی تعظیم سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا بھی ان کے نزدیک جائز نہ تھا، مزارات پر قبے بنوانا اور فاتحہ خوانی کے لیے حاضری دینا، چادر و پھول وغیرہ چڑھانا ان کے نزدیک حرام تھا۔ ابن الوہاب ان اُمور کے کرنے والوں اور موئیدین کو کافر و مشرک خیال کرتے تھے۱، ان کا خون اور مال حلال سمجھتے تھے چنانچہ تحریک کے زمانے میں ہزاروں مسلمان عوام وعلماء شہید کیے گئے، صحابہ کرام اور بزرگانِ دین کے قبے مسمار کیے گئے۲۔ علامہ ابن عابدین شامی ان تمام واقعات کے عینی شاہد ہیں۳۔ ابن عبدالوہاب کی تحریک نتائج و

عواقب کے لحاظ سے بہت سے حلقوں میں اچھی نہیں سمجھی گئی ہے حتی کہ علمائے دیو بند جو بعض امور میں ابن عبدالوہاب کے ہم خیال ہیں، انھوں نے بھی مسلمانوں کی تکفیر اور قتل عام پر سخت تنقید کی ہے ایظاہر ابن الوہاب نجدی نے معاشرے سے بدعات ختم کرنے اور عقیدہ توحید کو مستحکم کرنے کی کوشش کی مگر اس کے لیے جو راہ اختیار کی اس سے علماء اہل سنت کو سخت اختلاف تھا۔ محدّث بریلوی محبت رسول اور محبت اولیاء کو ایمان کی بہار سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک دلوں سے عظمت رسول کا مٹ جانا اور سلف صالحین سے ملت کا بدگماں ہو جانا ایک عظیم المیہ سے کم نہ تھا۔ برطانیہ کے محکمۂ جاسوسی کے ایک افسر ہمفرے، جس نے بلاد اسلامیہ میں رہ کر عربی، ترکی اور فارسی وغیرہ میں کمال پیدا کیا اور مسلمان عالم کے روپ میں سامنے آیا۔ اس کام کے لیے متعین کیا گیا تھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے اس عظمت کو مٹادے ۲؎ کیوں کہ ملت کی قوت کا راز اسی میں تھا۔ ابوالحسن علی ندوی نے عالم اسلام کا عمیق جائزہ لے کر ہمارے امراض کا علاج یہی تجویز کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ، جاںنثارانہ، فدا کارانہ محبت کی جائے ۳؎ اور بس۔

تحریک بالاکوٹ میں تحریک ابن عبدالوہاب کی جھلک نظر آتی ہے تحریک بالاکوٹ (۱۸۲۶ـ۱۸۳۱) کے قائد مولوی سیّد احمد بریلوی تھے اور ان کے دوست راست مولوی اسماعیل دہلوی تھے جو شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کے پوتے تھے لیکن ان کی مجتہدانہ روش سے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ خوش نہ تھے ا؎۔ مولوی اسماعیل نے کتاب التوحید کے طرز پر تقویۃ الایمان کے نام سے ایک کتاب لکھی (جس کے مندرجات نے علمائے اہل سنت میں ایک ہلچل مچادی) اور پھر اس کے نفاذ کی پوری پوری کوشش کی۔ تحریک بالاکوٹ کے زمانے میں جب مولوی اسماعیل نے مولوی سیّد احمد کی امامت کبریٰ کا اعلان کر دیا ۲؎ اور فرمایا جو سید احمد کی امامت سے انکار کرتا ہے، اس کا خون اور مال حلال ہے۔ چنانچہ جنھوں نے سید احمد اور اسماعیل دہلوی سے اختلاف کیا ان سے جنگ کی گئی ۳؎ مولوی اسماعیل نے تقویۃ الایمان میں جن عقائد و افکار کا اظہار فرمایا ہے، محدّث بریلوی نے اس پر تنقید کی ہے اور ابن عبدالوہاب، مولوی سید احمد اور مولوی اسماعیل دہولی کا تعاقب کیا ہے۔ علمائے دیو بند، تحریک بالاکوٹ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں مگر مولوی حسین احمد مدنی اس تحریک کو آزادی وطن کی تحریک قرار دیتے ہیں کیونکہ اس میں ہند بھی شریک تھے ۴؎ تحریک بالاکوٹ کے خاتمہ (۱۸۳۱) کے چند سال بعد افغانستان یا ایران کے حنفی گھرانے میں جمال الدین افغانی ۱۲۵۴ھ/۹ـ۱۸۳۸ء میں پیدا ہوئے۔ یہ صاحب علم و فضل تھے، افغانستان میں وزارت کے عہدے پر فائز رہے۔ مصر اور ترکی بھی گئے۔ آخری ایام قسطنطنیہ میں گزارے، ۱۸۹۷ء میں وہیں انتقال کیا، بعد میں ان کا تابوت ۱۹۴۴ء میں ترکی سے افغانستان لایا گیا۔

جمال الدین افغانی نے ابن عبدالوہاب، مولوی سید احمد اور مولوی اسماعیل کی طرح توحید پر زور دیا۔ وہ اسلامی اجتماعیت کو مادّی اشتراکیت پر ترجیح دیتے تھے۔ مغربی ثقافت کے مقابلے میں مشرقی ثقافت کو پسند کرتے تھے، اسلام اور سائنس کی ہم آہنگی پر زور دیتے تھے اور امن عالم کے لیے اسلامی بلاک ضروری خیال کرتے تھے ا؎

جمال الدین افغانی، محدّث بریلوی کے معاصرین میں تھے، جب وہ ہندوستان آئے محدّث بریلوی کی جوانی کا

زمانہ تھا۔ محدّث بریلوی تصورِ توحید پر اصرار کے حامی تھے مگر ساتھ ہی وہ عظمتِ مصطفیٰ کے احساس کو ضروری خیال کرتے تھے۔ اس طرح اسلام اور سائنس کی ہم آہنگی کے بارے میں محدث بریلوی کا خیال یہ تھا کہ سائنسی تجربات و مشاہدات کی روشنی میں اسلامی افکار و خیالات کو نہ جانچا جائے بلکہ قرآنی آیات کی روشنی میں سائنس کو پرکھا جائے؟ کیوں کہ سائنس ایک ترقی پذیر عمل ہے اور قرآنی آیات حتمی و قطعی ہیں۔ حتمی اور قطعی کو ظنی کی روشنی میں نہیں پرکھا جاسکتا۔ محدّث بریلوی اسلامی اجتماعیت کے مبلغ تھے اور مشرقی تہذیب کو ہر حالت میں مغرب پر ترجیح دیتے تھے۔ ان کا ماحول اور ان کی بود و باش مغرب نا آشنا تھی جب کہ مغرب کے بہت سے ناقدین مغرب کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔

تحریک دیو بند۔ تحریک ابن عبدالوہاب، تحریک مولوی اسماعیل دہلوی اور تحریک جمال الدین افغانی سے متاثر معلوم ہوتی ہے۔ اس تحریک کے قائدین بالعموم ابن عبدالوہاب اور مولوی اسماعیل کے افکار و خیلات کا تائید کرتے نظر آتے ہیں۔ محدّث بریلوی ان تینوں کو ایک ہی زمرے میں شمار کرتے ہیں

اس طرح محدّث بریلوی کے عہد میں احناف کے دو گروہ ہو گئے، ایک کو عرفِ عام میں دیو بندی کہا جاتا ہے، دوسرے کو بریلوی۔ مسلک بریلی کے مقتدا محدّث بریلوی ہوئے اور مسلک دیو بند کے مقتدا مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی ہوئے۔ اکابر دیو بند اور اکابر بریلی کا سلسلۂ حدیث شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی سے ملتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے:

(۱) محدّث بریلوی کو شاہ آلِ رسول مارہروی سے سند حدیث حاصل تھی، اُن کو شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی سے، اور اُن کو اپنے والد شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی سے۔

(۲) مولانا محمد قاسم نانوتوی کو مولانا مملوک علی سے سند حدیث حاصل تھی، اُن کو مولوی رشید احمد دہلوی سے، اُن کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے اور اُن کو اپنے والد شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی سے۔

دارالعلوم دیو بند (۱۲۸۳ھ/۱۸۶۷ء) دیو بند میں ایک مسجد میں انار کے درخت کے نیچے قائم ہوا۔ مولوی محمود حسن اس کے پہلے طالب علم تھے اور مولانا محمد قاسم نانوتوی سرپرست اوّل۔ مولانا محمد قاسم کے انتقال (۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) کے بعد ۱۸۸۰ء سے ۱۹۰۵ء تک مولوی رشید احمد گنگوہی سرپرست رہے۔ دونوں حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی سے بیعت تھے۔ مولوی اشرف کل مولوی محمود حسن، مولوی عبدالعلی اور مولوی محمد یعقوب وغیرہ تھے۔ مدرسہ دیو بند کے اساتذہ میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی بھی رہے جو بعد میں مظاہر العلوم سہارنپور چلے گئے جو ۱۸۸۳ء میں قائم ہوا تھا۔

علماء دیو بند، علماء بریلی کی طرح تقلید کے پابند اور فقہ حنفی کے پیرو ہیں۔ بعض امور میں جمہور اہلِ سنت سے اختلاف کے باعث ان کا الگ تشخص قائم ہو گیا۔ اس سے پہلے یہ تقسیم عبدالعلی (م۔۱۱۴۴ھ/۱۲۳۵ء) تھے اور دوسرے کے سرخیل مولانا فضل رسول بدایونی (۱۲۸۹ھ/۱۲۳۵ء) تھے۔ بہر کیف علماء دیو بند ہر بدعت کو گمراہی خیال کرتے ہیں جب کہ محدّث بریلوی صرف ان بدعات کو گمراہی خیال کرتے ہیں جو شریعت کے کسی نہ کسی حکم سے متصادم ہو۔ دیگر امور جن میں ان دونوں کا اختلاف ہے، ان میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) محدّث بریلوی شانِ الوہیت اور شانِ رسالت میں ایسے کلمات کا استعمال خلافِ ادب خیال کرتے ہیں جو بظاہر حق معلوم ہوں مگر ساتھ ہی گستاخانہ بھی ہوں۔ اس قسم کے کلمات مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس میں ۶۰؎ مولوی اشرف علی کی حفظ الایمان ۶۱؎، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی براہین قاطعہ میں، مولوی اسماعیل دہلوی کی صراطِ مستقیم اور تقویت الایمان میں ۶۳؎، مولوی محمود حسن کی الجہد المقل ۶۴؎ وغیرہ میں محدّث بریلوی کے خیال میں موجود ہیں۔ مگر ان حضرات کا کہنا ہے کہ اس کی مراد وہ نہیں جس سے گستاخی مترشح ہوتی ہے کیوں کہ گستاخی ان کے نزدیک بھی حرام ہے۔ مگر محدّث بریلوی کا یہ موقف ہے چوں کہ وہ عبارات اُردو میں عام فہم ہیں اس لیے اہلِ زبان اس سے جو مراد لیتے ہیں وہی مراد لی جائے گی اور اس پر حکم لگایا جائے گا۔

(۲) دوسری بات یہ تھی کہ محدّث بریلوی اس کے قائل تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے محامد و محاسن جو قرآن و حدیث میں بیان کیے ہیں من وعن بیان کر دیے جائیں تاکہ آپ کی شخصیت اُبھر کر سامنے آئے اور مسلمانوں کے دلوں میں آپ کی عظمت و ہیبت قائم ہو۔

(۳) محدّث بریلوی مجالس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جائز و مستحسن خیال کیا کرتے تھے جب کہ علمائے دیوبند اس قسم کی مجالس کے خلاف تھے۔

(۴) محدّث بریلوی محافل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں قیام کو مستحب خیال کرتے تھے جب کہ علمائے دیوبند اس کو بدعت تصور کرتے تھے۔

(۵) محدّث بریلوی اعراس کو (بشرطیکہ ان میں خلافِ شرع کوئی بات نہ ہو) جائز خیال کرتے تھے جب کہ علمائے دیوبند ناجائز خیال کرتے تھے۔

(۶) فاتحہ خوانی کی رسم بشرطیکہ اس میں کوئی خلافِ شرع بات نہ ہو، محدث بریلوی الغرض اس قسم کے اور بہت سے اختلافات تھے مثلاً امکانِ کذب، امتناعِ نظیر، حقیقت، خاتمیت، علمِ غیب، حاضر و ناظر، نور و بشر، زیارتِ قبور، استغاثہ، استمداد، سماعِ موتی وغیرہ۔ علمائے دیوبند کے مرشدِ طریقت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی تقریباً تمام امور میں محدّث بریلوی کے خیالات سے متفق تھے اور انھوں نے دونوں مکاتبِ فکر میں اتحاد پیدا کرنے کے لیے ایک رسالہ بھی تحریر کیا تھا ۶۵؎ مگر علمائے دیوبند نے ان کی باتوں کو تسلیم نہیں کیا۔ ایک اہم مسئلہ جس میں محدّث بریلوی اور علمائے دیوبند کا اختلاف تھا وہ ہندو مسلم اتحاد کا مسئلہ تھا۔ علمائے دیوبند من حیث الجماعت سیاسی معاملات میں ہندوؤں کے ساتھ اشتراکِ عمل میں متحد الخیال تھے (ماسوائے چند حضرات کے) جب کہ محدّث بریلوی ایسے اشتراکِ عمل کو شرعاً مذموم اور عقلاً مضر و مہلک خیال کرتے تھے۔ ان کے خیال میں طاقت و راکثریت سے اتحاد ہر نقطۂ نظر سے مسلمانوں کے لیے مضر تھا۔ مگر علمائے دیوبند اس خیال سے متفق نہ تھے اور ان کا عمل اس کے برعکس رہا۔ محدّث بریلوی نے مندرجہ ذیل رسائل میں اُن مسائل پر اپنی تحقیقات پیش کی ہیں جن میں علمائے دیوبند سے اُن کا

اختلاف تھا۔

۱۔ منیر العین (۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء)
۲۔ ازکی الہلال (۱۳۰۵ھ/۱۸۸۹ء)
۳۔ بجن السبوح (۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء)
۴۔ تجن القدوس (۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء)
۵۔ المعتمد المستند (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء)
۶۔ القطوف الدانیہ (۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء)
۷۔ انباء المصطفیٰ (۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء)
۸۔ الجزء الہتیا (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء)
۹۔ اقامۃ القیامہ (۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء)
۱۰۔ حسام الحرمین (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) وغیرہ وغیرہ

علمائے دیو بند کے علاوہ اہلِ حدیث، اہلِ قرآن، علمائے ندوۃ العلماء اور دانشوران علی گڑھ کے بھی بعض افکار و خیالات سے محدّث بریلوی کو اختلاف تھا۔

علمائے اہلِ حدیث نے تقلید کے خلاف آواز بلند کی اور از خود اجتہاد کا دعویٰ کیا، انھوں نے ائمہ اربعہ، فقہ اور مقلدین پر سخت تنقیدیں کیں۔ اہلِ حدیث کے اکابر میں مولوی اسماعیل دہلوی، مولوی نذیر دہلوی ۶۶، مولوی ثناء اللہ امرتسری ۶۷ اور نواب صدیق حسن خاں ۶۸ وغیرہ ہیں۔ محدث بریلوی اہلِ حدیث کی مجتہدانہ روش کو غیر دانشمندانہ سمجھتے تھے اور ملّتِ اسلامیہ کے لئے باعث انتشار و افتراق۔ غیر دانشمندانہ اس لئے کہ اہلِ حدیث انکارِ تقلید کے باجود احکام و امور میں کسی نہ کسی امام کی تقلید پر مجبور تھے۔ حتیٰ کہ اپنے مستند عالم کی تقلید اور پیروی کے بغیر چارہ نہ تھا کیونکہ ہر مسلمان یہ قدرت نہیں رکھتا کہ قرآن وحدیث سے خود مسائل واحکام کا استنباط کر سکے۔ بہر کیف محدث بریلوی نے تقلید اور بعض دیگر اختلافی امور میں رسائل تصنیف کئے جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱. سلطنت المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ (۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء)
۲. الآمر باحترام المقابر (۱۲۹۸ھ/۱۸۹۳ء)
۳. ہدی الحیران فی نفی الفئی عن شمس الاکوان (۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء)
۴. الامن والعلی (۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء)
۵. انوار الانتباہ (۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء)
۶. برکات الامداد لاہل الاستمداد (۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء) وغیرہ وغیرہ

علمائے دیوبند میں ایک بزرگ عالم مولانا محمد زکریا (پشاور) نے فرمایا کہ اگر احمد رضا نہ ہوتا تو ہندوستان سے حنفیت ختم ہو جاتی [۶۹]۔ محدث بریلوی نے اپنی تحقیقات علمیہ سے مقلدین کے موقف کی پوری قوت کے ساتھ تائید وحمایت کی۔

اہلِ حدیث کے بعد اہلِ قرآن نے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ اہلِ حدیث نے فقہ سے اپنا رشتہ توڑا اور انھوں نے حدیث سے بھی رشتہ منقطع کرلیا — ان کا خیال تھا کہ دینی مسائل کو سمجھنے کے لئے حدیث کی ضرورت نہیں قرآن کافی ہے۔ اس تحریک کے اوّلین داعی مولوی عبداللہ چکڑالوی تھے۔ انھوں نے قرآن کریم اور عمل متواتر کی پابندی لازمی قرار دی پھر ان کے بعد مولوی اسلم جیراجپوری اور غلام احمد پرویز آئے جنہوں نے مزید اختراعات کیں۔ مولوی عبداللہ، محدث بریلوی کے معاصر تھے، محدث بریلوی نے اپنی تحقیقات اور نگارشات میں ان کے افکار وعقائد کا جائزہ لیا ہے —

سرسید احمد خاں [۷۰] بھی محدث بریلوی کے معاصرین میں تھے۔ بنیادی طور پر یہ مقلد تھے مگر پھر ان کے فکر وخیال میں بہت تبدیلیاں آگئیں اور انھوں نے جو افکار وخیالات پیش کئے جن سے نہ صرف علمائے بریلی بلکہ علمائے دیوبند نے بھی اختلاف کیا — سرسید نے تفسیر القرآن کے ذریعہ جدید مغربی افکار کو آیات سے تطبیق دینے کی کوشش کی، انھوں نے ایک نظامِ تعلیم کے ذریعے مسلمانوں میں دینی اور دنیوی شعور پیدا کرنے کی سعی کی، انھوں نے مغربی تہذیب وتمدّن کو اپنانے کے لئے مسلمانوں کو ترغیب دی — محدث بریلوی ان کے اس طرزِ عمل کو اسلام اور مسلمانوں کے لئے مضر سمجھتے تھے۔ چنانچہ آخری ایام میں سرسید بھی اپنی مساعی سے مطمئن نہ تھے بلکہ مایوس تھے — محدث بریلوی کے خیال میں علی گڑھ تحریک سے ملّت اسلامیہ میں مضر اثرات پیدا ہوئے تھے۔ ان کو رفع کرنے کے لئے محدّث بریلوی نے متعدد رسائل لکھے مثلاً

(۱) لمعۃ الضحی فی اعفاء اللحی (۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء)

(۲) تمہید ایمان بآیات قرآن (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)

(۳) صمصام حدید (۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء)

مولانا شبلی نعمانی، سرسید احمد خان کے ساتھیوں میں تھے لیکن انھوں نے علی گڑھ کالج میں یہ کمی محسوس کی کہ وہاں علوم جدیدہ کی طرف توجہ ہے اور علوم قدیمہ کو نظر انداز کیا جا رہا ہے، چنانچہ انھوں نے لکھنؤ میں ندوۃ العلماء کے نام سے ایک نئی درس گاہ قائم کی — محدث بریلوی ندوۃ العلماء کے اجلاس منعقدہ ۱۸۹۴ء میں شریک ہوئے اور نصاب کمیٹی کے ممبر بھی نامزد کئے گئے [۷۱] — مگر بعد میں جب ندوۃ العلماء میں ہر مکتب فکر کے علماء شریک ہونے لگے اور اہل ندوہ امداد واعانت کے لئے انگریزوں اور انگریزی حکومت سے رجوع کرنے لگے تو محدث بریلوی علیحدہ ہو گئے۔ ان کے خیال میں کسی ادارے کے قیام اور استحکام کے لئے اتحاد فکر لازمی شرط ہے، مختلف الخیال لوگوں کے اجتماع سے زیادہ مفید نتائج نہیں نکل سکتے — بہرحال ندوۃ العلماء نے تاریخ وسیر اور ادبیات کے ماہرین تو پیدا کئے مگر مذہبی مسائل کے محقق اور فلسفی ومنطقی پیدا نہیں کئے — محدث بریلوی نے ندوہ کے طرزِ عمل سے اختلاف کرتے ہوئے اپنے تحقیقی رسائل لکھے مثلاً:

(۱) فتاویٰ الحرمین (۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء)

(۲) فتاویٰ القدوہ (۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء)

(۳) سیوف العدوہ علی ذمائم الندوہ

(۴) امالی الابرار و آلام الاشرار (۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء)

(۵) سوالات علماء و جوابات ندوہ العلماء

محدث بریلوی کے عہد میں احمدی جماعت بھی وجود میں آئی۔ اس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی تھے جو ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۵ء میں محدث بریلوی کی ولادت سے تقریباً بیس سال قبل قادیان (مشرقی پنجاب، بھارت) میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ۱۸۸۲ء میں اپنی دعوت کا آغاز کیا۔ عرصہ دراز بعد ۱۸۹۱ء میں پہلے پہل حکیم نورالدین نے بیعت کی اس طرح یہ سلسلہ چل نکلا اور غیر منقسم ہندوستان ایک نئے فتنے سے دوچار ہوا۔ مرزا نے انگریزوں کی حمایت پر بڑا زور دیا اور جہاد کا جذبہ مٹایا۔ اعلانِ نبوت سے انگریز اور ہندو دونوں خوش تھے۔ انگریز اس لئے کہ ہندوستان میں ایسے وقت ان کا حامی و مددگار پیدا ہوا جب ان کو اس کی سخت ضرورت تھی اور ہندو اس لئے کہ مکۂ معظمہ کے بجائے قادیان دین کا مرکز ٹھہرا، کیوں کہ ان کو یہ شکایت تھی کہ مسلمان رہتے ہندوستان میں ہیں اور بات مکہ مکرمہ کی کرتے ہیں۔

محدث بریلوی نے اس نئے فتنے کی طرف فوری توجہ دی متعدد فتوے صادر کر کے ان کی تکفیر کی اور مندرجہ ذیل رسائل میں اُن کے افکار و خیالات پر محققانہ تنقید کی اور تعاقب کیا۔

(۱) الصادم الربانی علی اسراف القادیانی (۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء)

(۲) جزاء اللہ عدوہ بآبائہ ختم النبوۃ (۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء)

(۳) السوء العقاب علی المسیح الکذاب (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء)

(۴) قہر الدیان علی مرتد بقادیان (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)

(۵) المبین ختم النبیین (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)

محدث بریلوی کی انھیں مساعی کے پیش نظر مولوی محمد ضیاء الدین نے مسدس توضیح میں یہ شعر کہا ہے۔

وہ احمد رضا زمانے میں یکتا

اسی سے دبا قادیانی کا فتنہ ۲؎

محدث بریلوی نے مختلف تحریکات سے اثرات قبول کرنے کے بجائے ان کو متاثر کیا اور رفتہ رفتہ عملاً ان کے طرز عمل میں نمایاں فرق نظر آنے لگا۔ مثلاً

(۱) جو صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ملت اسلامیہ کی جان سمجھنے لگے ــــ

(۲) جو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محافل کے سخت خلاف تھے۔ خصوصاً ۱۲/ربیع الاول کو اور اس کو بدعت خیال کرتے تھے سیرۃ النبی کے نام سے خود بھی مجالس منعقد کرنے لگے۔

(۳) جو اولیاء اللہ کے اعراس کے خلاف تھے خصوصاً ان کے وصال کے دن وہ اعراس میں شرکت کرنے لگے اور سالانہ اجتماع کے نام سے اپنے اکابر کا عرس کرنے لگے۔

(۴) جو ایصالِ ثواب اور قرآن خوانی کو بدعت خیال کرتے تھے وہ اب قرآن خوانی کرنے لگے۔

(۵) جو اعراس اور فاتحہ کے کھانے کو ناجائز تصور کرتے تھے اب وہ کھانے لگے۔

(۶) جو ہندو مسلم اتحاد کے خلاف محدّث بریلوی کی مزاحمت کو اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے وہ بعد میں محدث بریلوی کے ہم نوا اور ہم خیال ہوگئے۔ اسی طرح اور بہت سے امور ہیں جہاں محدث بریلوی کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔

مسلمانِ ہند پر محدّث بریلوی نے جو اثرات مرتب کیے ہیں وہ نظر انداز کرنے کے قابل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کولمبیا یونیورسٹی (امریکہ) کے شعبہ تاریخ کی ایک فاضلہ اوشا سانیال، محدّث بریلوی اور اُن کے ہم مسلک علماء کی خدمات اور اثرات پر ڈاکٹریٹ کے لئے ایک تحقیقی مقالہ لکھنے کی تجویز رکھتے ہوئے لکھتی ہیں۔

I propose to undertake a historical study of Bareilvis and Ahl-e-Sunnat movement, which has exerted a strong in fluence on Muslims in sub-continent since late 19th Century. ۴۳ے

سیاسی تحریکات

انگریز پاک و ہند میں تاجرانہ حیثیت سے آئے مگر پھر سیاسی حالات سے فائدہ اٹھا کر ملکی سیاست میں دخیل ہو گئے اور رفتہ رفتہ پاک و ہند پر قابض ہو گئے۔ اہل وطن نے انگریز کے اقتدار کو دل سے قبول نہ کیا تھا۔ اندر ہی اندر آگ سلگ رہی تھی جو اچانک ۱۸۵۷ء میں ایک انقلابی حادثے سے بھڑک اٹھی۔ فوج سے شروع ہوئی اور عوام میں پھیل گئی۔ ۱۸۵۷ء، پاک و ہند کی تاریخ کا اہم سال تھا، بدیسی اقتدار کو ختم کرنے کے لئے آزادی کی آخری جنگ لڑی گئی جس میں اہل وطن کو شکست ہوئی اور انگریز حاکموں نے محبان وطن کو جس ظلم و ستم کا نشانہ بنایا تاریخ میں اس کی مثال کم ملے گی۔ اس شکست نے زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا مگر عوام کا جذبہ حریت پامال نہ ہو سکا اور یہ دبی ہوئی چنگاری کچھ عرصے کے بعد پھر بھڑک اٹھی۔

انقلاب ۱۸۵۷ء کے تقریباً ۲۵ سال بعد جب کہ انگریزوں کا سحر ذرا دھیما پڑا، وائسرائے ہند لارڈ ڈفرن کے ایماء پر انڈین نیشنل کانگریس کا قیام عمل میں آیا۔ اس وقت محدث بریلوی کی عمر تقریباً ۲۸ رسال ہوگی۔ کانگریس کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستانیوں کے مطالبات اجتماعی طور پر حکومت برطانیہ کے سامنے پیش کئے جا سکیں۔ ہر مذہب و ملت کے لوگ اس میں شریک تھے۔ مسلمانوں کی شرکت کے بارے میں علماء سے فتویٰ لیا گیا تو بعض علماء نے مسلمانوں کی شرکت کے جواز کا فتویٰ دیا۔ مثلاً مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمود حسن دیوبندی نے ۱۸۸۸ء میں اسی قسم کا فتویٰ دیا۔ ۴ے لیکن جب محدث بریلوی سے فتویٰ لیا گیا تو انھوں نے مسلمانوں کی شرکت کو ایسے شرائط کے ساتھ مشروط کر دیا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بڑی سیاسی بصیرت کے مالک تھے اور آنے والے خطرات کو محسوس کر رہے تھے۔ انھوں نے یہ فتویٰ دیا:

''مسلمانوں کے اہل تدبیر ورائے منیر بہ نظر غامض و باریک بیں وانجام شناس و وقت گزیں خوب تنقیح تمام کرلیں کہ اس سے حالاً مآلاً اسلام و مسلمین پر کوئی ضرر عائد نہیں۔ ۵ے

محدث بریلوی نے کانگریس میں مسلمانوں کی شمولیت سے خطرات محسوس کرتے ہوئے ۱۸۸۵ء میں جماعت رضائے مصطفےٰ کے نام سے ایک تنظیم کی تشکیل کی۔ ۶ے جس نے بعض اہم کام کئے۔ اس کا بنیادی مقصد مسلمانوں کی تنظیم و اصلاح تھا۔ ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء میں نظارۃ المعارف کے نام سے ایک تنظیم قائم ہوئی جس کے سرپرست مولوی محمود حسن، حکیم اجمل خاں اور نواب قادر الملک وغیرہ تھے۔ مولانا عبیداللہ سندھی اس کے روح رواں تھے وہ جمعیۃ الانصار کے ناظم بھی تھے۔

نظارۃ المعارف کے قیام کے چند سال بعد ہی ۱۹۰۵ء میں تحریک ریشمی رومال کا آغاز ہوا جس کا مقصد شمال مغربی سرحدات پر گڑبڑ کر کے اور اندرون ملک شورش برپا کر کے بدیسی راج ختم کرنا تھا مگر ۱۹۱۶ء میں یہ سازش پکڑی گئی اور مولوی محمود حسن اور مولوی حسین احمد گرفتار کر لئے گئے تحریک ریشمی رومال کے زمانے میں ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔ اس کا مقصد مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کرنا تھا۔ آگے چل کر اس نے بہت اہم کام کیے۔ اسی کے مساعی سے ایک نئی مملکت پاکستان وجود میں آئی۔ مسلم لیگ کے قیام کے چند سال بعد ۱۹۱۲ء میں جنگ طرابلس ہوئی اور طرابلس اٹلی کے قبضے میں چلا گیا۔ پھر جنگ بلقان ہوئی اور ترکوں کو شکست ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی۔ اس جنگ میں انگریزوں کو پاک وہند کے لوگوں کے تعاون کی سخت ضرورت تھی۔ انھوں نے سوراجیہ کا اعلان کیا، ہندو مسلمان سب نے اس امید پر تعاون کیا کہ جنگ کے بعد آزادی ملے گی۔ ہندوؤں کے لیڈر مسٹر گاندھی اور مسلمانوں کے لیڈر رمحمد علی جوہر نے ہندو مسلمانوں کو بھرتی کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس جنگ میں انگلستان، روس اور فرانس، سلطنت عثمانیہ کے خلاف لڑ رہے تھے اس طرح ہندوستانی مسلمانوں کو اپنے بھائیوں کا خون بہانے کے لئے بھرتی کرایا جارہا تھا۔ بہرکیف جب ۱۹۱۸ء میں جنگ ختم ہوئی تو انگریز اپنے وعدے سے منحرف ہوگئے اور اعلانِ آزادی کے بجائے سلطنتِ عثمانیہ کے حصے بخرے شروع کردیئے جس سے پاک وہند کے مسلمان طیش میں آگئے اور ۱۹۱۶ء میں میں تحریکِ خلافت کا آغاز ہوا جس کا مقصد سلطنت عثمانیہ کی حفاظت واعانت بتایا گیا۔ اس تحریک میں ہندو لیڈر گاندھی بھی شریک ہوگئے اور اس تحریک کے قائد بنا دیئے گئے۔ دوسرے ہی سال گاندھی نے ۱۹۲۰ء میں تحریک ترک موالات کا آغاز کردیا۔ جذبات کا ایسا سیلاب آیا کہ بصیرت وبصارت ماؤف ہوکر رہ گئی۔ سب گاندھی کے اشاروں پر چلنے لگے۔ مولوی محمود حسن اسی زمانے میں قید فرنگ سے آزاد ہوئے تھے۔ انھوں نے جمعیۃ العلماء ہند کے اجلاس منعقدہ دہلی ۱۹۲۰ء کے صدارتی خطبے میں فرمایا کہ انگریزوں سے ترک موالات فرض ہے اور تحفظ خلافت میں ہندوؤں کی شرکت مستحق شکریہ ہے۔ ۷۷ے ترک موالات کے ساتھ ہی ساتھ تحریک ہجرت بھی ۱۹۲۰ء میں شروع ہوئی پھر تحریک ترک گاؤکشی، تحریک کھدر، تحریک ترک حیوانات وغیرہ چلیں۔

محدث بریلوی نے مندرجہ بالا سیاسی حالات وحادثات کا بغور مطالعہ کیا اور متعدد رسائل وفتویٰ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ان کے خیال میں تحریک خلافت کا مقصد اسلام کی سرخروئی نہ تھا بلکہ درپردہ آزادیٔ ہند کی جدوجہد کرنا تھا جس میں غالب اکثریت ہندوؤں کی ہوتی اور انھیں اس تحریک کے منافع ملتے۔ چنانچہ تحریک ترک موالات سے محدث بریلوی کے اندیشوں کی تصدیق ہوتی ہے اور تحریک شدھی سنگٹھن (۱۹۲۳ء) میں یہ اندیشے کھل کر سامنے آجاتے ہیں جب کہ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۱ء تک دوستی کا دم بھرنے والوں نے مسلمانوں کو مرتد بنانے اور ہندو تہذیب وتمدن اپنانے پر مجبور کرنے کے لئے ایک ہمہ گیر تحریک چلائی۔ محدث بریلوی کے خیال میں موالات ہر کافر سے حرام ہے۔ ۷۸ے البتہ معاملات اور لین دین اصل کافر سے جائز ہے۔ ۷۹ے محدث بریلوی کے خیال میں ان تمام تحریکوں نے مسلمانوں کو ضعیف اور کمزور کردیا اور ہندوؤں کو قوی اور طاقت ور۔ وہ لکھتے ہیں:

دشمن اپنے دشمن کے لئے تن باتیں چاہتا ہے۔

(۱) اوّل اس کی موت کہ جھگڑا ہی ختم ہو۔

(۲) دوم یہ نہ ہو اس کی جلاوطنی کہ اپنے پاس نہ رہے۔

(۳) سوم یہ بھی نہ ہو تو سکے تو اخیر درجہ اس کی بے پری کا کہ عاجز بن کر رہے۔

جنگِ عظیم میں مسلمانوں کو دھکیل کر پہلا مقصد حاصل کرنا تھا۔ نیز ہندو مسلم فسادات کے ذریعہ بھی یہ مقصد حاصل کیا جارہا تھا۔ تحریک ہجرت سے کر دوسرا مقصد حاصل کرنا تھا، اور تحریک ترک موالات چلا کر تیسرا مقصد حاصل کرنا تھا۔ یہی مقاصد تقسیم ہند کے زمانے میں ۱۹۴۷ء میں حاصل کئے گئے۔ کشت و خون کا بازار گرم کیا گیا۔ مسلمانوں کو ہجرت پر مجبور کیا گیا، جو مسلمان ہندوستان میں رہ گئے ان پر معاشی راہیں مسدود کی گئیں ــــ ہندو مسلمانوں کی دوستی کو جس تشویش کی نگاہ سے محدث بریلوی نے دیکھا تھا، ڈاکٹر اقبال نے بھی اسی تشویش کی نظر سے دیکھا حالاں کہ وہ ہندو مسلم اتحاد کے اوّل داعی تھے۔ انھوں نے مندرجہ ذیل خدشات کا اظہار کیا:

(۱) قابلِ قبول ہندو مسلم معاہدے کے بغیر محض انگریز دشمنی کی بنا پر قومیت متحدہ کی تعمیر ممکن نہ تھی۔

(۲) یہ خدشہ بھی تھا کہ ایسے اشتراک اور مسلمانوں کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھا کر قومیت متحدہ کے داعی ان کی علیحدہ ملی حیثیت کو ختم کر دیں۔ ۸۰

جس خدشے کا اظہار اقبال نے بہت بعد میں کیا محدث بریلوی ان خدشات کی طرف ملّت اسلامیہ کو بہت پہلے متوجہ کر رہے تھے اور بلاخوف لومۃ لائم اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے۔ محدث بریلوی کا خیال تھا کہ ساری اقوام مسلمانوں کی دشمن ہیں خواہ وہ انگریز ہوں، خواہ یہودی، خواہ کفار و مشرکین، خواہ ستارہ پرست و آتش پرست۔ ۸۱

محدث بریلوی قومی تعمیر کے حق میں تھے اور اس کے لئے انھوں نے جو نہج متعین کی تھی ان کے بعد ان کے صاحبزادگان، خلفاء، تلامذہ اور متبعین نے اس پر چل کر ملّت اسلامیہ کی رہنمائی کی۔

اہم مشاغل علمیہ

یوں تو محدث بریلوی کے مشاغل علمیہ بکثرت تھے مگر انھوں نے خود بطور خاص مندرجہ ذیل تین مشاغل کا ذکر کیا ہے:
(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و تائید۔
(۲) مبتدعین کی اصلاح اور بدعات کا استیصال۔
(۳) مذہب حنفیہ کے مطابق فتوؤں کا اجراء۔۸۲

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و تائید:

محدث بریلوی نے مسلمانوں کے دل میں عظمت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نقش جمایا اس کے لئے انھوں نے نظم ونثر دونوں کا سہارا لیا۔ ان کی نگارشات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس طرح سرایت کیا ہوا ہے، جیسے بدن میں روح ــــ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بڑے کامیاب قصائد لکھے اور مرصع نعتیں کہیں ــــ وہ ایک عاشق رسول کی حیثیت سے جانے پہچانے جانے لگے انھوں نے عظمت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی تحریک کا منشور قرار دیا اور اپنی ساری توانائیاں اسی پر صرف کر دیں ــــ انھوں نے اپنے تحقیقی مقالات ورسائل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف کمالات کو اجاگر کیا۔ مثلاً یہ رسائل:

(۱) سلطنت المصطفیٰ فی الملکوت کل الوریٰ (۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء)
(۲) ھدی الحیران فی نفی الفی و عن شمس الاکوان (۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء)
(۳) الامن والعلی لناعتی المصطفیٰ (۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء)
(۴) مبین الھدیٰ فی نفی الامکان مثل المصطفیٰ (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)
(۵) تمھید ایمان بآیات قرآن (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)

محدث بریلوی نے نہ صرف تحریر بلکہ تقریر کے ذریعہ بھی عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجاگر کیا۔ وہ تقریر پر بھی ایسا ہی ملکہ رکھتے تھے جیسا کہ تحریر پر۔ بدایوں میں انھوں نے سورۃ والضحیٰ پر کامل چھ گھنٹے تقریر فرمائی ۸۳ کہ اس میں سرکار دوعالم

صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس کا بیان ہے۔ پھر اسی صورت کی جب تفسیر لکھنے بیٹھے تو چند آیات کی تفسیر ۸۰ جوجز تک جا پہنچی ـــ میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلیں خود منعقد کرتے اور دوسری محافل میں شریک ہوتے ـــ وہ ایسی محافل میں ادباً دو زانو بیٹھتے اور بیک وقت چار چار گھنٹے تقریر فرماتے۔ ۸۴ ؎

(۲) مبتدعین کی اصلاح اور بدعات کا استیصال:

محدث بریلوی کا دوسرا مشغلہ ان بدعات کا استیصال تھا جو شریعت کے خلاف معاشرے میں رائج ہوگئی تھیں۔ ان کے نزدیک شریعت کے علاوہ تمام راہیں مردود اور باطل ہیں ـــ وہ لکھتے ہیں:

"یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے ـــ شریعت ہی معیار ہے شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس، ایک ایک پل، ایک ایک لمحے پر مرتے دم تک ہے ـــ شریعت عمارت ہے، اس کا اعتقاد بنیاد اور عمل چنائی۔ ۸۵ ؎

محدث بریلوی نے مروجہ بدعات پر قرآن وحدیث کی روشنی میں نظر ڈالی جو بدعات مخالف شریعت نظر آئیں ان کی شدت سے مخالفت کی بلکہ ان کے خلاف تحقیقی مقالات پیش کئے اور رسائل لکھے ـــ سید عبدالحئی ندوی لکھتے ہیں:

"انہوں نے حرمت سجدۂ تعظیمی پر ایک جامع رسالہ الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجودۃ التحیہ لکھا جو ان کی غزارت علم اور قوت استدلال پر گواہ ہے۔ اسی طرح آلات موسیقی کے ساتھ قوالی اور تعزیہ کی حرمت پر بھی رسائل لکھے۔ ۸۶ ؎

محدث بریلوی نے بدعات کے خلاف بکثرت رسائل لکھے مثلاً ایک رسالہ تصویر کی حرمت پر لکھا۔ ۸۷ ؎ ایک رسالہ براق کی تصاویر لگانے کی حرمت پر لکھا ۹۰ ؎ ـــ ایک رسالہ مقابر پر عورتوں کی حاضری کی حرمت پر لکھا، بے فائدہ چراغاں کے خلاف لکھا ۹۱ ؎ ـــ ایک رسالہ آلاتِ موسیقی کے ساتھ قوالی کی مخالفت پر لکھا ۹۲ ؎۔

معاشرے میں رہتے ہوئے دوسری اقوام و مذاہب کے اثرات ضرور پڑتے ہیں چنانچہ ہندوستان کے ہندوؤں اور پھر انگریز حاکموں سے مسلمانوں نے بہت سے اثرات قبول کیے ـــ محدّث بریلوی نے تحریک خلافت ـــ اور تحریک ترک موالات کے زمانے میں ہندو مسلم موالات ـــ جو جو مخالفت فرمائی اس کی بڑی وجہ یہی تھی کہ اس اختلاط سے وہ کفار و مشرکین کے رسم و رواج اپنانے لگے اور اس حد تک آگے چلے گئے جس کا اس زمانے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ۹۳ ؎ ـــ اسی طرح جب سر سیّد احمد خاں نے انگریزی تہذیب و تمدن کے محاسن بیان کئے اور مسلمانوں کو اس طرف راغب کیا تو محدّث بریلوی نے شدت سے مخالفت فرمائی۔ محدّث بریلوی نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان اپنی انفرادی اور قومی وحدت کو کھو کر انگریزیا

ہندو کے رسم ورواج اور تہذیب وتمدن اپنائیں ۹۴۔ الغرض محدث بریلوی نے پوری شدت اور قوت کے ساتھ بدعات کا استیصال کیا اور احیاء دین متین اور احیاء سنت کا اہم فریضہ ادا کیا اسی لیے علماء عرب وعجم نے ان کو 'مجدد' کے لقب سے یاد کیا ہے۔ ۱۳۱۸ھ۔ ۱۹۰۰ء میں پٹنہ بھارت میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں پاک وہند کے سینکڑوں علماء جمع ہوئے۔ اس جلسہ میں محدث بریلوی کو ان سے بزرگ علماء کی موجودگی میں مجدد کے لقب سے یاد کیا گیا ۹۵۔ اسی طرح علماء سندھ میں شیخ ہدایت اللہ بن محمود بن محمد سعید السندی البکری مہاجر مدنی نے محدّث بریلوی کے عربی کتاب ''الدولۃ المکیہ'' پر تقریظ لکھی تو اس میں تحریر فرمایا:

(۱) مجدد المأة الحاضرة مونيدة الملة الطاهره ۹۶

علمائے عرب میں مندرجہ ذیل حضرات نے فاضل بریلوی کو 'مجدد' کے لقب سے یاد کیا ہے:۔

(۱) سید اسمٰعیل بن خلیل ، حافظ کتب الحرم ، مکه معظمه ۹۷

(۲) شیخ موسیٰ علی شامی ازهری ۹۸۔

(۳) مذہب حنفیہ کے مطابق فتووں کا اجزاء:

محدّث بریلوی کا تیسرا مشغلہ فتویٰ نویسی تھا۔ اس فن میں انھوں نے وہ کمال حاصل کیا تھا کہ تمام معاصرین پر سبقت لے گئے، سید عبدالحئی ندوی لکھتے ہیں:

"فقه حنفی اور اس کی جزئیات پر ان کو جو عبور حاصل هے اس کی نظیر شاید هی کهیں ملے۔"۹۹۔

محدّث بریلوی نے ۱۴؍شعبان ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء کو فتویٰ لکھنا شروع کیا اور صفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء تک برابر ۷۰ سال فتوے لکھتے رہے ان کے پاس براعظم ایشیا، افریقہ، امریکہ وغیرہ سے بکثرت فتوے آتے تھے ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہو جایا کرتے تھے ۱۰۰۔ جس زبان میں سوال کیا جاتا اسی زبان میں جواب ارسال کیا جاتا حتی کی انگریزی سوالات کے جوابات انگریزی میں ترجمہ کرا کے بھیجے جاتے ۱۰۱۔ اس طرح فتاویٰ رضویہ میں اردو، فارسی، عربی اور انگریزی چاروں زبانوں میں فتوے ملتے ہیں۔ ہندوستان کے مشہور قانون داں پروفیسر ڈی۔ ایف ملاّ نے فتاویٰ عالم گیری اور فتاویٰ رضویہ کو ہندوستان کے دو فقہی شاہکار قرار دیئے ہیں ۱۰۲۔ اور ڈاکٹر محمد اقبال، جنہوں نے فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کیا تھا، یہ اظہار خیال کیا ہے:

"وه بے حد ذهین اور باریك بیں عالم دین تھے۔ فقهی بصیرت میں ان کا مقام بهت بلند تها، ان کے فتاویٰ کے مطالعه سے اندازه هوتا هے که وه کس قدر اعلیٰ اجتهادی صلاحیتوں سے بهره ور اور پاك و هند کے

نابغۂ روز گار فقیہ تھے"۱۰۳؎۔

فقہ حنفی میں مہارت کی وجہ سے فاضل بریلوی کی معاصر عدالتہائے عالیہ کے جج بھی اُلجھے ہوئے مقدمات کے فیصلوں کے لیے آپ کی طرف رجوع کرتے تھے چنانچہ عدالت عالیہ (بھاول پور) کے جج جسٹس محمد دین نے مناسخہ کا ایک فتویٰ جس پر کئی مفتی اظہار خیال کر چکے تھے آخری فیصلے کے لیے محدّث بریلوی کو ارسال کیا اور محدّث بریلوی نے اس کا محققانہ اور مفصل جواب ارسال کیا۱۰۴؎۔ ــــ محدّث بریلوی کے فتووں کی بارہ جلدیں مرتب ہوئیں جس کا انھوں نے خود ذکر کیا ہے۱۰۵؎ ــــ تفصیل آگے آتی ہیں ــــ فتاویٰ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محدّث بریلوی نے فنون حدیث وفقہ کے ضمن میں مختلف علوم معقولہ ومنقولہ کا ذکر کیا ہے جس سے ان کی ہمہ گیر مہارت کا اندازہ ہوتا ہے مثلاً مندرجہ ذیل رسائل جو فن فقہ سے متعلق ہیں، ریاضیات، طبیعات، ارضیات، صوتیات وغیرہ پر تحقیقی مقالات معلوم ہوتے ہیں۔

(۱) النھی النمیر فی الماء المستدیر۱۰۶؎

(۲) رجب السباحه فی میاه لا یستوی و وجهها او جو فهافی المساحه۱۰۷؎

(۳) الدقته و التبیان لعلم الرقته و السیلان۱۰۸؎

(۴) المطر السعید علی بنت جنس الصید۱۰۷؎

(۵) البیان شافیا لفو نو غرافیا.۱۰۸؎

(۶) سمح النداء فیما یورث العجز عن الماء۱۰۹؎

(۷) الغور والنورق لاسفار ماء مطلق

حقیقت یہ ہے کہ فتویٰ رضویہ کی نظیر نہیں، لیڈن یونیورسٹی ہالینڈ کے علوم اسلامیہ کے پروفیسر، ڈاکٹر جے۔ ایم۔ ایس۔ اے۔ بلیان نے جب فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کیا تو وہ حیران رہ گئے۔ بین الاقوامی سطح پر پڑھے جانے والے اپنے مقالات میں وہ فتاویٰ رضویہ سے حوالے پیش کرتے ہیں، پروفیسر مجید اللہ قادری نے فتاویٰ رضویہ کا موضواعاتی جائزہ پیش کیا ہے۔ اس فتاویٰ رضویہ سے حوالے پیش کیا ہے۔ اس فتاویٰ میں احادیث سے اتنے شواہد پیش کیے گئے کہ جب علامہ محمد ظفر الدین رضوی نے صحیح البہاری کے نام سے یہ احادیث جمع کیں تو چھ جلدوں میں آئیں۔ دوسری جلد حیدر آباد سندھ سے چھپ چکی ہے جو ۹۶۰ صفحات پر مشتمل ہے ــــ فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے محدّث بریلوی کی فقاہت پر کام بھی ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں نے پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ سے محدّث بریلوی کی فقاہت پر ڈاکٹریٹ کیا ہے ــــ علامہ مفتی محمد مکرم احمد نے فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ رضویہ کا عادلانہ اور فاضلانہ جائزہ پیش کیا ہے۔ ان کا مقالہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی نے شائع کر دیا ہے۔

اہم خصوصیات

محدّث بریلوی پہلو دار شخصیت کے مالک تھے۔اس کی شخصیت کے بہت سے پہلو ہیں جن کا اس مختصر مقالے میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ چنانچہ چند خصوصیات و امتیازات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

عبقریّت:

معتدّ داہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ محدّث بریلوی ایک عبقری تھے ۱۱؎ ان کی عبقریت کی علامات بچپن ہی سے نظر آنے لگی تھیں، جو استاد پڑھاتا اسی وقت ازبر یاد ہو جاتا جس پر خود استاد کو حیرت ہوتی ۱۲؎ علوم عقلیہ کی تحصیل سے اس وقت فارغ ہوئے، جب وہ ابھی ۱۴ سال کے بھی نہ ہوئے تھے ۱۳؎ بعض علوم وفنون انھوں نے اساتذہ سے حاصل کئے اور بعض اپنی خداداد لیاقت سے حاصل کئے ۱۴؎ یہی نہیں بلکہ ہر علم وفن میں تصانیف یادگار چھوڑیں دس برس کی عمر میں عربی میں پہلی کتاب لکھی پھر ۱۳ برس کی عمر میں دوسری کتاب لکھی ۱۵؎ پھر لکھتے ہی چلے گئے اور ۵۰ علوم وفنون میں ہزار سے زیادہ تصانیف یادگار چھوڑیں ۱۶؎ قوتِ حافظ کا یہ عالم کہ ایک ماہ کے اندر اندر پورا قرآن کریم حفظ کرلیا ۱۷؎ دارالافتاء میں بیک وقت چار چار خطوط اور فتوے املاء کراتے، کاتب لکھئے جاتے، سب کے مضامین الگ الگ، سب کے دلائل الگ الگ، سب کے مآخذ الگ الگ مگر کسی ایک کا تسلسل نہ ٹوٹتا اور سرعت فکر کا یہ عالم کہ چاروں کاتب فارغ نہ ہوتے۔ پانچویں ورق کے لیے املاء تیار ہوتا ۱۸؎ انتقال سے چندہ ماہ قبل پہاڑی مقام بھوالی ضلع نینی تال یوپی بھارت پر قیام تھا، کتابیں پاس نہ تھیں مگر پھر بھی رسائل بھی لکھے اور فتاوی بھی جن میں اصل کتابوں کے متون مع حوالے تحریر فرمائے۔ فلسفہ و دھیاۃ اور فلکیات کو چھوڑے ہوئے چالیس سال گزر چکے تھے مگر جب امریکی ہیاۃ داں پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کی تحقیق سامنے رکھی تو اُس کا اس شان سے ردلکھا گویا ساری عمر اسی فن میں گزاری ہے ۱۹؎ ریاضی میں مہارت کا یہ عالم کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر جو ایک ماہر ریاضی داں تھے جب ایک ریاضی کے مسئلے میں الجھے، اس کو حل کرنے جرمنی جانا چاہتے تھے مگر جب محدّث بریلوی کی خدمت میں آئے اور یہ مسئلہ پیش کیا تو انھوں نے دیکھتے ہی دیکھتے یہ مسئلہ حل کر کے ڈاکٹر سر ضیاء الدین (وائس چانسلر) کو حیرت میں ڈال دیا، انھوں نے بے ساختہ فرمایا کہ یہ علم لدنّی ہے اور محدّث بریلوی نوبل پرائز کے مستحق ہیں۔ یہ واقعہ دو عینی شاہدوں نے نقل کیا ہے مفتی محمد

برہان الحق جبل پوری ۱۲۰ اور مولانا حسنین رضا خاں ۱۲۱ ـــــ سیاسیات میں، معاشیات میں، ریاضیات میں، فقہیات میں اپنے زمانے سے آگے سوچا اور وہ تحقیقات پیش کیں بعد میں جس کی زمانے نے تصدیق کر دی۔ ان کی حیرت انگیز ذہانت و فطانت کو دیکھ کر بعض دانشوروں نے عبقری قرار دیا اور بعض علماء عرب نے اُن کے کلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرار دیا جو چودھویں صدی ہجری میں ظاہر ہوا۔ چنانچہ شیخ محمد مختار بن عطارد الجاوی (مکہ معظمہ) لکھتے ہیں:۔

> بیشک مصنف علّام اس زمانے کے علماء و محققیں کا بادشاہ ھے اور اس کا کلام مبارک حق صریح ھے اور گویا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ و سلم کے معجزوں میں سے ایک ایک معجزہ ھے جو اس امام کے ھاتھ پر اللہ نے ظاھر فرمایا ۱۲۲

عربیّت:

محدّث بریلوی ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ بچپن کے ماحول نے ان کو عربی زبان وادب کا شعور بخشا۔ وہ ابھی چودہ برس کے بھی نہ ہوئے تھے کہ عربی بولتے تھے اور عربی میں کتابیں لکھتے تھے۔ انھوں نے دس برس کی عمر میں عربی میں شرح ہدایۃ النحو لکھی اور تیرہ برس کی عمر میں عربی میں ضوء النھایہ فی اعلام الحمد والھدایہ لکھی ۱۲۳ وہ جب پہلی مرتبہ حج کے لیے گئے تو ایک عربی کتاب الجوہرۃ المضیہ کا خلاصہ اور حواشی تحریر کئے۔ جب دوسری بار حج کے لیے گئے تو عربی میں دو تحقیقی مقالات الدولۃ المکیہ اور کفل الفقیہ الفاھم لکھے جس سے اہلِ عرب کی نظر میں ان کا وقار بہت بلند ہو گیا حتی کہ انھوں نے محدّث بریلوی سے سند حدیث وفقہ لی، بیعت بھی ہوئے اور اجازت وخلافت خلافت حاصل کی، چند علماء علمی استفادے کے لیے بریلی بھی آئے جن کے لیے محدث بریلوی نے عربی میں کتابیں لکھیں۔ محدّث بریلوی کی عربی تصانیف اور حواشی تعلیقات ۲۰۰ سے زیادہ ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں سینکڑوں فتوے عربی میں ہیں جس کو دیکھ کر شیخ اسماعیل بن خلیل ۱۲۴ (حافظ کتب حرم مکہ معظم) اور پروفیسر عبدالفتاح ابوغدّہ (شعبہ کلیۃ الشریعہ محمد بن سعود یونیورسٹی ریاض) حیران رہ گئے ۱۲۵

محدّث بریلوی عربی زبان کے ساتھ ساتھ عربی ادب وشاعری پر بھی کمال رکھتے تھے عربی زبان کے ساتھ ساتھ عربی ادب وشاعری پر بھی کمال رکھتے تھے۔ عربی زبان میں ان کے بہت سے اشعار، منظومات قصائد واقطعات ہیں۔ مثلاً کتاب العسل المصفی فی عقائد ارباب سنۃ المصطفیٰ (مطبوعہ میرٹھ ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء) پر ۱۶/اشعار کا قطعہ طباعت لکھا ابوالحسن احمد نوری کی تصنیف سراج العوارف فی الوصایا والمعارف مطبوعہ بدایوں) پر گیارہ اشعار کا ایک قطعہ لکھا۔ ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں ایک طویل عربی قصیدہ آمال الابرار (مطبوعہ پٹنہ) لکھا جو ۱۶۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء میں ہندوستان کے مشہور محقق قاضی عبدالودود بیرسٹر بانکی پور کے والد قاضی عبدالوحید کا قطعہ تاریخ وفات لکھا ۱۲۶ ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۹ء میں مولانا محمد عمر حیدر آبادی کے انتقال پر قطعہ تاریخ لکھا ۱۲۷ ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء میں پر عبدالغنی امرتسری کے انتقال پر ۱۰ اشعار پر مشتمل قطعہ تاریخ وفات لکھا ۱۲۸

فتاویٰ رضویہ میں بھی جا بجا عربی اشعار پھیلے ہوئے ہیں۔ فن شاعری میں مہارت کی وجہ سے اشعار سے متعلق بھی علمی اور فقہی سوالات آتے تھے ۱۲۹۔ انھوں نے عربی قصائد کی اصلاح بھی کی چنانچہ ڈیرہ غازی خاں کے مولانا احمد بخش کے ۱۴۲ اشعار پر مشتمل ایک طویل عربی قصیدہ غوثیہ کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا ۱۳۰ اور اس کی عربیت پر ایک تحقیقی رسالہ قلم بند کیا ۱۳۱ الغرض محدّث بریلوی عربی زبان وادب کے ماہر تھے، علماء عرب نے بھی ان کی عربیت کی تعریف کی ہے، چند تاثرات ملاحظہ ہوں:

(۱) گویا کہ وہ گوہر ہیں کہ شیریں لفظوں سے بنے، وہی عطیے ہیں کہ زور بازو سے نہیں ملتے ۱۳۲ (شیخ سعید بن محمد مدرس مسجد حرام، مکہ معظمہ)

(۲) جس نے اپنے روشن بیان سے سحبانِ فصیح البیان کو بے زبان کر دیا ۱۳۳ شیخ اسعد دھان، مدرس مسجد حرام، مکہ معظمہ)

(۳) رسالہ کیا ہے یہ تو خاص سونے کی ڈلی ہے یا یاقوت وزبرجد اور موتیوں کی لڑیوں کا دانہ ہے ۱۳۴ (شیخ احمد محمد جداوی، مکہ معظمہ)

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی (پنجاب پاکستان) نے اپنے مقالہ ڈاکٹریٹ (پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور)، پاک و ہند کی عربی نعتیہ شاعری، میں محدّث بریلوی کی عربی نعتیہ شاعری کا تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر حامد علی خاں (مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) نے محدّث بریلوی کی عربی شاعری پر مقالہ لکھا ہے ۱۳۵۔ مولانا محمود احمد قادری (صوبہ بہار۔ بھارت) نے فاضل بریلوی کے گیارہ سو سے زیادہ عربی اشعار جمع کئے ہیں ___

محدث بریلوی عربی زبان کے بڑے پُرگو شاعر تھے۔ مدینہ منورہ میں ایک مجلس میں ان کے عربی اشعار پڑھے گئے تو اہلِ عرب حیران رہ گئے ___ محدث بریلوی کے دو بلند پایہ قصائد محامد فضل رسول اور حمائد فضل رسول، قصیدتان رائعتان کے نام سے پاک و ہند سے شائع ہو چکے ہیں۔ پروفیسر محمود حسین بریلوی نے عربی اشعار کا اچھا خاصا ذخیرہ جمع کیا ہے ___ محدث بریلوی کی عربی شاعری پر عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں کام ہوا ہے۔ محدث بریلوی کے ایک بلند پایہ قصیدے آمال الابرار کا اصل مسودہ پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزو کے پاس علی گڑھ میں محفوظ ہے ___ یہ ایک تاریخی قصیدہ ہے جس پر ایم فل کیا جا سکتا ہے ___ مدینہ یونیورسٹی مدینہ منورہ کے پروفیسر محی الدین الوائی نے اس امر پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ محدث بریلوی ایک عظیم فلسفی اور سائنس داں ہوتے ہوئے بھی عظیم شاعر تھے، انہوں نے اجتماع ضدین کو ممکن بنا دیا۔

عشقِ رسُول

عشقِ رسول محدث بریلوی کی زندگی تھی، وہ ایسے عاشق رسول ہوئے کہ اسی عشق کی بدولت جانے پہچانے جانے لگے۔ان کا کہنا تھاع:

ذکران کا چھیڑیے ہر بات میں

ان کا اصرار تھا ع:

کیجیے چرچا انھیں کا صبح شام ۱۳۶

برکلے یونیورسٹی کی ڈاکٹر بار برامٹکاف نے محدث بریلوی کے اس پہلو پر بڑا زور دیا ہے اور لکھا ہے کہ محبت رسول، محبت اولیاء اور محبت مشائخ فاضل بریلوی کا طرۂ امتیاز تھا۔۔۔ وہ خود کہتے ہیں میرے دل کے دو ٹکڑے کیے جائیں تو ایک پر لا الہ الا اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ لکھا ہوگا ۱۳۷۔۔۔ شیخ غلام محمد برہان الدین مدنی لکھتے ہیں:

"انھیں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خزانوں سے دولت ابدی حاصل ہوئی اور انھوں نے اس دولت کو لوگوں میں تقسیم فرمایا۔۱۳۸"

محدّث بریلوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے مختلف پہلوؤں پر اپنے تحقیقی مقالات اور رسائل پیش کیے جن کا پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے۔ان کی نگارشات میں عشق رسول اس طرح سرایت کیے ہوئے ہے جیسے بدن میں روح رواں دواں ہو۔۔۔ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بڑی مرصع نعتیں اور بڑے کامیاب قصائد کہے ہیں جن میں ان کا عشق خاموش بولتا معلوم ہوتا ہے ۱۳۹ ان کا قصیدہ نوریہ مشہور و مقبول ہے، جس کا مطلع ہے۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا

صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا ۱۴۰

یہ قصیدہ آستانہ قادریہ (بدایوں) میں پڑھا گیا تو تین گھنٹے میں ختم ہوا اور مجلس پر ایک کیف کا عالم طاری رہا ۱۴۱۔۔۔

دوسرا قصیدہ معراجیہ بھی بڑے معرکہ کا ہے، جس کا مطلع ہے۔

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پہ جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کیلئے تھے[۱۴۲]

شعراء کاملین کو ایک محفل میں جب یہ قصیدہ سنایا گیا تو سب نے بیک زبان کہا کہ یہ قصیدہ کوثر کی دُھلی ہوئی زبان میں لکھا گیا ہے ـــ اور فاضل بریلوی کا سلام تو پاک وہند کے گوشے گوشے میں پڑھا جاتا ہے، جس کا مطلع ہے ۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام[۱۴۳]

بلکہ اب تو براعظم امریکہ، افریقہ، یورپ وغیرہ میں جہاں پاک وہند کے لوگ بسے ہوئے ہیں اس کی آواز بازگشت سنائی دیتی ہے ـــ نیو کاسل یونیورسٹی کے پروفیسر غیاث الدین نے اس کا بڑا کامیاب انگریزی میں منظوم ترجمہ کیا ہے جو انگلستان سے اسلامک ٹائمز میں قسط وار شائع ہو رہا ہے۔

سلام رضا ایسا مقبول ہوا کہ اس پر بہت سی تضمینیں لکھی گئیں بعض تضمینیں تو پورے سلام پر لکھی گئی ہیں جس کے ڈیڑھ سو سے زیادہ اشعار ہیں۔ اس سلسلے میں سید محفوظ علی صابر القادری، عبد الغنی سالک، سید محمد مرغوب اختر الحامدی اور بشیر حسین ناظم صاحب کا تضمینین نہایت ہی بلند ہیں۔ علامہ سید حسن میاں مارہروی نے لکھا ہے کہ محدّث بریلوی کے ایک ایک شعر پر ڈاکٹریٹ کیا جا سکتا ہے۔ بظاہر یہ مبالغہ معلوم ہوتا ہے مگر جب یہ حقیقت سامنے آئی کہ جامعہ اسلامیہ لاہور کے شیخ الجامعہ مفتی محمد خاں قادری نے سلام رضا کی شرح میں ۲۴۵ صفحات کا ایک ضخیم مقالہ قلمبند فرمایا ہے تو یہ بات یقین سے بہت قریب ہوگئی۔ محدّث بریلوی کی نعتیہ شاعری کے مختلف پہلوؤں پر برمنگھم یونیورسٹی (انگلستان) کلکتہ یونیورسٹی (بھارت) عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد دکن، پنجاب یونیورسٹی لاہور، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی وغیرہ میں کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔



اہم نظریات

محدّث بریلوی ایک محقق ومصنف بھی تھے اور مفکر ومدبر بھی ان کی تصانیف میں مذہبی عقائد ونظریات کے علاوہ معاشی، تعلیمی، سیاسی اور سائنسی نظریات بھی ملتے ہیں جس سے زندگی پر ان کی ہمہ گیر گرفت کا اندازہ ہوتا ہے ذیل میں انھیں نظریات کے بارے میں مختصراً عرض کیا جاتا ہے۔

معاشی نظریہ:

جہاں تک معاشی نظریات کا تعلق ہے فاضل بریلوی کا خیال تھا کہ محض جذبات سے کام نہیں چلتا بلکہ قومی اور ملکی استحکام کے لیے قوم کی صحیح تربیت، اخلاق وعادات اور عقائد ونظریات کی درستی کے علاوہ معاشی استحکام نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ پاک وہند کے مسلمانوں کے معاشی حالات کی اصلاح کے لیے ۱۹۱۲ء میں مندرجہ ذیل تاریخی نکات پیش کئے:۔

(۱) ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے، مسلمان اپنے معاملات باہم فیصلہ کریں تاکہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہوتے ہیں پس انداز کر سکیں۔

(۲) بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد (دکن) کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لیے بینک کھولیں۔

(۳) مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔

(۴) علم دین کی ترویج واشاعت کی کوشش کریں[۱۴۴]۔

پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی (ایم۔ایس۔کینیڈا) نے محدّث بریلوی کے اس مقالے پر جس میں انھوں نے اپنے معاشی افکار ونظریات پیش کئے ہیں ایک تحقیقی مقالہ قلم بند کیا ہے جس میں انھوں نے ان نکات پر معاشی نقطۂ نظر سے تفصیلی بحث کی ہے اور ان کی اہمیت وافادیت کو اجاگر کیا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ اقتصادی نظریات کی ابتداء ۱۹۳۰ء سے ہوتی ہے، مگر محدّث بریلوی نے ۱۹۱۲ء میں اپنے معاشی نظریات پیش کر کے سبقت حاصل کی ـــــ آخری نکتے کے بارے میں انھوں نے لکھا ہے کہ بظاہر یہ معاشیات سے متعلق معلوم نہیں ہوتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ دینی تعلیم سے افراد میں غیرت وحمیّت اور برادرانہ جذبۂ ہمدردی پیدا ہوتا ہے اور جب تک یہ خوبیاں پیدا نہ ہوں اوّل الذکر نکات پر عمل پیرا ہونا مشکل ہے ـــــ

تعلیمی نظریہ:

محدّث بریلوی ایک ماہر تعلیم بھی تھے اسی لیے ندوۃ العلماء کی نصاب کمیٹی کے وہ ایک اہم رکن تھے، بعد میں بعض وجوہ کی بنا پر علیحدہ ہو گئے ـــــ وہ خود دارالعلوم منظر اسلام کے بانی بھی تھے اور بکثرت طلبہ کو انھوں نے پڑھایا تھا، تعلیم و تعلم کے نشیب و فراز سے اچھی طرح باخبر تھے انھوں نے تعلیم و تدریس کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتے ہوئے مقصدیّت اوّلیت، صداقت، افادیت، للّھیت، حمیت، حرمت، صحبت، سکنیت وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے ـــــ ملّت کی ترقی اور نشو و نما کے لیے تعلیم بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ اس لیے نظام تعلیم اور نصاب تعلیم تشکیل و ترتیب دیتے وقت یہ فیصلہ کرنا ضروری ہے کہ ترقی اور نشو و نما کی نہج کیا ہونی چاہئے۔ نہج کا تعین قومی مزاج، قومی نظریات اور قومی ضرورت کو سامنے رکھ کر کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں فاضل بریلوی کا موقف یہ ہے:

(۱) اسلام کی تعلیم کو بنیادی حیثیت حاصل ہونی چاہئے۔ تعلیم کا محور دین اسلام ہونا چاہئے کیوں کہ ملتِ اسلامیہ کے ہر فرد کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ کیا ہے اور اس کا دین کیا ہے؟

(۲) مقصدیّت پر اظہار خیال کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ تعلیم کا بنیادی مقصد خدارسی اور رسول شناسی ہونا چاہیے تاکہ ایک عالم گیر فکر ابھر کر سامنے آئے۔ سائنس اور مفید علوم عقلیہ کی تحصیل میں مضائقہ نہیں مگر ھیت اشیاء کی معرفت سے زیادہ خالق اشیاء کی معرفت ضروری ہے ـــــ

(۳) مقصدیّت کے بعد اوّلیت پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابتدائی سطح پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت کا ۱۴۵؎
نقش طالب علم کے دل پر بٹھایا جائے کہ اُس وقت کا بتایا ہوا پتھر کی لکیر ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ ساتھ آل و اصحاب اور اولیاء و علماء کی محبت و عظمت دل میں پیدا کی جائے۔ ۱۴۶؎

(۴) اوّلیت کے بعد فاضل بریلوی صداقت پر زور دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ پڑھایا جائے وہ حقائق پر مبنی ہو۔ جھوٹی باتیں انسان کی فطرت پر بُرا اثر ڈالتی ہیں۔ جس طرح جسم کے لیے صحیح غذا ضروری ہے اسی طرح ذہن اور دماغ کے لیے بھی صحیح غذا ضروری ہے، صحتِ فکر اسی سے وابستہ ہے۔

(۵) صداقت کے بعد انھوں نے افادیّت پر زور دیا ہے۔ ان کے خیال میں صرف انھیں علوم کی تعلیم دی جائے جو دین و دنیا میں کام آئیں۔ غیر ضروری اور غیر مفید علوم و فنون کو نصاب سے خارج کر دیا جائے اس سے افراد کی توانائی، مال اور عمر تینوں ضائع ہوتے ہیں جو ایک بڑا قومی نقصان ہے۔

(۶) افادیت کے بعد وہ للّھیّت پر زور دیتے ہیں اور اساتذہ کے لیے لازمی قرار دیتے ہیں کہ ان کے دل میں اخلاص و محبت ہو اور قومی تعمیر کی لگن ہو ـــــ وہ علم کو کھانے کمانے کا ذریعہ نہ بنائیں بلکہ طلبہ کے لیے ایک اعلیٰ نمونہ ہوں۔

(۷) للّٰھیت کے بعد وہ حمیّت و غیرت پر زور دیتے ہیں اور طلبہ میں خودداری اور خودشناسی کا جوہر پیدا کرنے کی ہدایت کرتے ہیں تاکہ وہ دستِ سوال دراز کرنے کے عادی نہ ہو جائیں اور اپنا یہ جوہر کھو کر معاشرے کے لیے ایک بوجھ اور اسلام کے لیے ایک داغ نہ بن جائیں ۱۴۷؎

(۸) حمیت کے بعد فاضل بریلوی حرمت پر زور دیتے ہیں یعنی طالبعلم کے دل میں تعلیم اور متعلقات تعلیم کا احترام پیدا کیا جائے۔

(۹) حرمت کے بعد وہ صحبت کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہیں یعنی طالبعلم کو بری صحبت سے بچایا جائے کہ یہی عمر بننے اور بگڑنے کی ہوتی ہے ـــــ وہ مفید کھیل اور سیر و تفریح کو بھی ضروری قرار دیتے ہیں تاکہ طالب علم کی طبیعت میں نشاط و انبساط باقی رہے اور وہ مسلسل تحصیل سے اُکتا نہ جائے۔

(۱۰) آخر میں محدّث بریلوی سکنیت پر زور دیتے ہیں یعنی تعلیمی ادارے کا ماحول پُر سکون اور باوقار ہونا چاہئے۔ تاکہ طالب علم کے دل میں وحشت اور انتشارِ فکر پیدا نہ ہو ۱۴۸؎ ـــــ

دوقومی نظریہ:

پاک و ہند میں ہندو مسلمان دو قومیں صدیوں سے رہتی چلی آرہی ہیں لیکن دونوں کی تہذیب و تمدن جدا جدا ہیں۔ پہلی صدی ہجری (ساتویں صدی عیسوی) سے پاک و ہند میں مسلمانوں کا عمل دخل ہوا اور رفتہ رفتہ پہلے پاکستان میں اور پھر ہندوستان میں ان کی حکومت قائم ہوگئی۔ انھوں نے اپنے ایک ہزار سالہ دورِ حکومت میں ہندوؤں کے ساتھ مثالی سلوک کیا جس کی ایک بیّن دلیل یہ ہے کہ جہاں جہاں مسلمانوں کے دارالسلطنت رہے وہاں ہندو ہمیشہ اکثریت میں رہے لیکن اٹھارویں صدی عیسوی میں زوال سلطنت مغلیہ کے بعد ہندوؤں نے خود کو سنبھالنا شروع کیا پھر ۱۸۵۷ء میں جب مسلمانوں کا چراغ حکومت گل ہوگیا تو ہندوؤں نے اندر ہی اندر بڑھنے کی کوشش کی اور اپنے سابقہ محسنین کے احسانات کا بدلہ دینے کے بجائے ان سے انتقام کی ٹھانی لیکن یہ جذبہ اتنا پوشیدہ تھا کہ بظاہر محسوس نہیں کیا گیا پھر بھی بعض زعماء نے محسوس کیا ـــــ چنانچہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ۱۴۹؎ کی طرح محدّث بریلوی نے اپنی مومنانہ فراست سے ہندوؤں کے عزائم کو بھانپ لیا اور برملا فرمایا کہ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں۔ ہندو قوم مسلمانوں کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی بلکہ مسلمانوں کو اپنا زیردست اور ماتحت دیکھنا چاہتی ہے ـــــ اور اکثریت کے بل بوتے پر خود حکومت کرنا چاہتی ہے یہ وہ زمانہ تھا جب محمد علی جناح اور ڈاکٹر اقبال جیسے مفکرین ہندو مسلم اتحاد کے لیے کوشش کر رہے تھے ـــــ

محدّث بریلوی نے اپنے موقف کی وضاحت کے لیے متعدد فتوے ۱۵۰؎ اور رسائل و کتابیں لکھیں ـــــ مثلاً

(۱) اعلام الاعلام بان ھندوستان دار لاسلام (۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء)

(۲) دوام العیش فی الائمۃ من قریش (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)

(۳) المحجة المؤتمنه فی آیته الممتحنه (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)

(۴) الطاری الداری لهفوات عبدالباری (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء)

محدّث بریلوی نے ان رسائل وکتب میں مسلمانوں کے لیے ہندوستان کی حیثیت، سلطنت وخلافت کے امتیازات، غیر مسلموں اور مسلمانوں کے درمیان معاملت اور موالات اور دوقومی نظریہ پر تفصیلی بحث کی ہے ۱۵۱ــــ تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء) اور تحریکِ ترکِ موالات (۱۹۲۰ء) کے جذباتی دور میں مسلمان سیاست دانوں نے محدّث بریلوی کے تنبیہات اور ہدایات پر عمل نہیں کیا، اس کے برعکس ان پر یہ الزام عائد کیا گیا کہ، وہ یہ سب کچھ انگریزوں کے ایماء پر ان کی خوشنودی کے لیے کر رہے ہیں ۱۵۲ لیکن آگے چل کر تحریک شدھی وسنگٹھن (۱۹۲۳ء) نہرو رپورٹ (۱۹۲۸ء) کانگرس کی عارضی حکومت (۱۹۳۷ء) نے جب ہندوؤں کے عزائم ظاہر کر دیئے تو یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ محدث بریلوی نے جو کچھ کہا تھا جو کچھ سوچا تھا حرف بہ حرف صحیح تھا چنانچہ محمد علی جناح اور ڈاکٹر محمد اقبال بھی اب دوقومی نظریے کے حامی ہو گئے۔ ۱۹۳۰ء میں ڈاکٹر محمد اقبال مسلم لیگ کے اجلاس الہٰ آباد میں سیاسی پلیٹ فارم سے تقسیم ہند کی تجویز پیش کی۔ یہ تجویز نظری طور پر ۱۹۲۵ء میں محمد عبدالقدیر پیش کر چکے تھے ۱۵۳ــــ علماء میں اقبال کی تجویز کی تائد سے سے پہلے فاضل بریلوی کے خلیفہ اور ایک عظیم مدبّر مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی (۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) نے کی ۱۵۴۔ اس کے بعد جب ۱۹۴۰ء میں لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو فاضل بریلوی کے فرزند مفتی محمد مصطفےٰ خاں (۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) خلفاء تلامذہ اور متبعین ومتوسلین نے پاکستان کی حمایت میں سخت جدوجہد کی اور ۱۹۴۶ء مین بنارس میں ایک چارروزہ اجلاس منعقد کر کے من حیث الجماعت پاکستان کی حمایت کا اعلان کر دیا ۱۵۵ــــ اس میں شک نہیں کہ پاسکتان کی تعمیر وتشکیل میں محدث بریلوی کے دوقومی نظریہ اور ان کے پیروکاروں نے اہم کردار ادا کیا ۱۵۶ــــ

اسلام ایک ایسا عالمی مذہب ہے جس میں غیر مسلموں کے لیے امن وعافیت ہے متعصب مورخوں اور سیاست دانوں نے عوام کو بہت گمراہ کیا ہے۔ اسلامی سلطنت میں غیر مسلموں کے لیے عدل، علم، علاج، مفت مہیا کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ علماء اہلسنت کی طرف سے پاکستان کا مطالبہ درحقیقت دنیا کے لیے ایک ایسے خطہ کا مطالبہ تھا جہاں نظام مصطفےٰ کو عملی شکل میں دکھایا جائے۔ ان کے لیے جغرافیائی حدود سے نظریاتی حدود زیادہ اہم تھیں۔ پاکستان تو وجود میں آ گیا مگر مسلسل بیرونی مداخلتوں کی وجہ سے وہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا۔ پھر بھی پاکستان میں ہر غیر مسلم کی جان ومال اور عزت وآبرو محفوظ ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلموں کی نفرت وعداوت اور زیادتیوں نے پاکستان کے لیے راہ ہموار کی پھر عوام اور علماء اہلسنت نے نفرت وعداوت کے اس ماحول سے نکلنے کیلئے پاکستان کا مطالبہ کیا۔



تصنیفات

محدّث بریلوی محقق بھی تھے اور مصنف بھی۔ انھوں نے تقریباً پچاس علوم وفنون میں اپنی علمی یادگاریں چھوڑی ہیں ۱۵۷؎
ان کی تحقیقی معیار دورِ جدید کے تحقیقی معیار سے بھی بلند ہے، ایک رسالے میں انھوں نے اس کا تفصیلاً ذکر کیا ہے ۱۵۸؎ ـــــ وہ اپنے
علمی مقالات ورسائل اور کتب کو عقلی اور نقلی دلائل وشواہد سے ایسا مزین کرتے ہیں کہ قاری مطمئن ہو جاتا ہے اور تشنگی محسوس نہیں کرتا
ـــــ ان کا ایک رسالہ شرح المطالب فی بحث ابی طالب (۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء) ۵۷ صفحات پر مشتمل ہے مگر اس میں ۱۳۰ کتابوں کے
حوالے موجود ہیں۔ ان کی علمی تحقیقات کی یہی شان ہے۔ ان کی قوتِ حافظہ بہت تیز تھی، ان کا قلم بھی سیلِ رواں کی طرح چلتا تھا جس
کا سید عبدالحیٔ ندوی نے بھی ذکر کیا ہے ۱۵۹؎ ـــــ ان کی سرعت تحریر کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ وہ ۲۹ شعبان
۱۳۳۰ھ/۱۹۲۱ء کو علالت کی وجہ سے بھوالی (ضلع نینی تال، یو، پی، بھارت) میں استراحت کے لیے گئے، ایک ماہ ۲۶ دن بعد ۲۶
ذیقعد ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء کو قاضی غلام یٰسین کے نام ڈیرہ غازی خاں (پنجاب پاکستان) ایک خط میں لکھتے ہیں:

> یہاں آکر بھی پانچ رسائل تصنیف ہو چکے ہیں ـــــ اور چھٹا
> زیر تصنیف ہے ۱۶۰؎ ـــــ

یہ حقیقت بھی قابلِ توجہ ہے کہ اس زمانے میں شدید علیل تھے اور کتابیں پاس نہ تھیں، تقریباً تین ماہ بعد صفر ۱۳۴۰ھ/
۱۹۲۱ء میں انتقال کیا لیکن پھر بھی ان کی نگارشات سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ شدید علیل ہیں اور نہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ کتابیں
پاس نہیں، ان کا حافظہ بجائے خود ایک کتب خانہ تھا۔

محدّث بریلوی کی تصانیف، شروح وحواشی کی تعداد پانچ سو اور ایک ہزار کے درمیان بتائی جاتی ہے ۱۶۱؎ ـــــ راقم
بھی ایک فہرستِ مرتب کر رہا ہے جو ۸۵۰ تصانیف سے تجاوز کر چکی ہے ۱۶۲۔ تصانیف وشروح کے علاوہ ان کے بہت سے
مقالات، مکتوبات، منظومات، تعلقات، توضیحات، ملفوظات تنقیدات، مکالمات اور مواعظ وغیرہ بھی ہیں جن کی تعداد کا صحیح
اندازہ نہیں اس مختصر مکالمے میں فاضل بریلوی کی جملہ تصانیف کا اجمالی بیان بھی ممکن نہیں اس لیے پہلے چند اہم تصانیف کا
تعارف کرایا جائے گا پھر چند اہم مخطوطات کے نام لکھے جائیں گے جو راقم کے کتب خانے میں موجود ہیں پھر علامہ محمد ظفر الدین
بہاری کی کتاب سے چند مخطوطات کا ذکر کیا جائے گا۔ مزید تفصیلات کے لیے الجمل المعدد ۱۶۳؎، المجیز ان ۱۶۴؎، فقیہہ اسلام

۱۶۵، انوار رضا۱۶۶، وغیرہ مطالعہ کیے جاسکتے ہیں۔

محدّث بریلوی کی یوں تو بکثرت تصانیف ہیں مگر مندرجہ ذیل تصانیف بعض حیثیات سے نہایت اہم ہیں:

(۱) العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ (۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء تا ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء)

(۲) جد الممتار علی ردّ المحتار (قبل ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)

(۳) الدولتہ المکیہ با لمادۃ الغیبہ (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)

(۴) کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶)

(۵) کنزالایمان فی ترجمہ القرآن (۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء)

(۶) معین مبین بھر دور شمس و سکون زمین (۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء)

(۷) فوز مبین درر دّحرکت زمین (۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء)

(۸) الکلمتہ الملھمہ فی الحکمۃ المحکمہ لوھاء فلسفہ المشئمۃ (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)

(۹) الحجۃ المؤ تمنہ فی آیتہ الممتحنہ (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)

العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ :

یہ فتاویٰ ۱۲ (بارہ) جلدوں پر مشتمل ہے جس کا خود محدّث بریلوی نے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ میں اُمید کرتا ہوں کہ یہ فتاویٰ بارہ جلدوں سے بڑھ جائے گا ۱۶۷۔ فتاویٰ رضویہ تمام مسائل فقہیہ پر محیط ہے۔ فتاویٰ، عربی، فارسی، اُردو، تینوں زبانوں میں ہیں، انگریزی فتاویٰ بھی ہیں مگر وہ اصل سے مترجمین نے ترجمہ کیے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ کی سردست گیارہ جلدیں شائع ہوچکی ہیں اور بارھویں جلد ہنوز طبع نہیں ہوئی۔ مطبوعہ مجلدات کی تفصیل یہ ہے:۔

(۱) جلد اوّل، مطبوعہ لاہور، سائز ۸×۳۶×۲۳، صفحات ۸۸۰

(۲) جلد دوم، مطبوعہ میرٹھ، سائز " " صفحات ۵۱۲

(۳) جلد سوم، مطبوعہ، مبارک پور، سائز ۸×۳۶×۲۳ صفحات ۸۱۵

(۴) جلد چہارم، مطبوعہ مبارک پور سائز ۸×۳۶×۲۳ صفحات ۷۲۴

(۵) جلد پنجم، مطبوعہ مبارک پور، سائز ۸×۳۶×۲۳ صفحات ۷۹۹

(۶) جلد ششم، مطبوعہ مبارک پور، سائز ۸×۳۶×۲۳ صفحات ۵۳۶

(۷) جلد ہفتم، مطبوعہ کراچی، سائز ۸×۳۶×۲۳ صفحات ۶۰۰

(۸) جلد ہشتم، مطبوعہ مبارک پور، سائز ۸×۳۶×۲۳ صفحات ۵۴۸

(۹) جلد نہم، مطبوعہ کراچی، سائز ۸×۳۶×۲۳، صفحات ۶۹۲

(۱۰) جلد دہم، مطبوعہ پیلی بھیت، سائز ۸×۳۶×۲۳، صفحات ۲۶۴

(۱۱) جلد یازدہم مطبوعہ بریلی، سائز ۸×۳۶×۲۳، صفحات ۳۲۵

مندرجہ بالا گیارہ مجلدات میں جو تقریباً ساڑھے چھ ہزار صفحات پر مشتمل ہیں فتوؤں کے علاوہ تقریباً ایک سو رسائل بھی ہیں جو مستقل تحقیقی مقالات ہیں اور ہر ایک کے الگ الگ تاریخی نام ہیں ـــــ فتاویٰ رضویہ کی قدر و منزلت کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر محمد اقبال نے ایک علمی نشست میں اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا:

فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور تھے ۱۶۸؎۔

سید ابوالحسن علی ندوی کے تاثرات پیچھے پیش کیے جا چکے ہیں ـــــ مدیر معارف (دارالمصنفین، اعظم گڑھ) شاہ معین الدین احمد ندوی نے فتاویٰ رضویہ پر تبصرہ کرتے ہوئے معارف میں یہ اظہار خیال فرمایا:

"دینی علوم خصوصاً فقہ و حدیث پر ان کی نظر و سیع و گھری تھی، مولانا نے جس وقت نظر اور تحقیق کے ساتھ علماء کے استفسارات کے جوابات تحریر فرمائے اس سے ان کی جامعیت، علمی بصیرت، ذھانت اور طبّاعی کا پورا پورا اندازہ ھوتا ھے۔ ان کے عالمانہ، محققانہ فتاویٰ مخالف و موافق ھر طبقے کے مطالعہ کے لائق ھیں۔" ۱۶۹؎

جدالممتار علی ردّ المحتار:

علامہ ابن عابدین شامی (۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء) کی ردّالمحتار شرح درمختار پر عربی حواشی ہیں جو بقول محدّث بریلوی اگر جمع کیے جائیں تو دو ضخیم مجلدات بن جائیں ۱۷۰؎ ـــــ یہ حواشی فاضل بریلوی کی حیات میں شائع نہ ہو سکے۔ ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء میں اس کی پہلی جلد حیدرآباد دکن (بھارت) سے چھپ کر المجمع الاسلامی، مبارک پور (اعظم گڑھ۔ یو۔ پی) سے شائع ہو گئی ہے جو بڑے سائز کے ۴۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حیات ابن عابدین شامی، استاد عبدالمبین نعمانی نے لکھی ہے حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی استاد افتخار احمد قادری (ریاض) نے لکھی ہے اور تعریف الکتاب استاد محمد احمد اعظمی مصباحی نے لکھی ہے ـــــ یہ کتاب ادارہ تحقیقات امام احمد رضا نے ۱۹۸۴ء میں کراچی سے شائع کر دی ہے۔

الدولة المکیه بالمادة الغیبیه:

محدّث بریلوی جب ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں دوسری بار حج بیت اللہ اور زیارت حرمین کے لیے حاضر ہوئے تو مکہ معظمہ میں چند ہندوستانی حضرات نے مسئلہ علم غیب سے متعلق ایک استفتاء پیش کیا۔ غالباً وہ حضرات فتوے لے کر حکومت وقت کو یہ

باور کرانا چاہتے تھے کہ محدّث بریلوی پر یہ الزام کہ وہ علم مصطفےٰ کو علم الٰہی کے مثل قرار دیتے ہیں، سچ ہے۔ فاضل بریلوی نے اس استفتاء کے جواب میں مسئلہ علم غیب پر ایک تحقیقی مقالہ قلم بند کیا جس کا تاریخی نام الدولۃ المکیہ ہے۔ اس میں بعض مباحث علم ریاضی اور فلسفہ ومنطق سے متعلق بھی ہیں۔ یہ مقالہ ۲۷/ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء کو مکمل کیا اور مفتی مکہ شیخ صالح کمال نے شریف مکہ کے دربار میں علماء کے مجمع عام میں پڑھ کر سنایا شریف مکہ اور علماء حرمین مقالے کے مباحب علمیہ سے بہت متاثر ہوئے اور تقریباً ۵۰ علماء حرمین اور ۱۵ دیگر بلاد اسلامیہ کے علماء نے اس پر تقاریظ لکھیں ا۷/ا۔۔۔۔۔اسی مقالے میں محدث بریلوی نے قرآن کریم کی اُن آیات میں تطبیق کی ہے جن میں ایک طرف تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ علم غیب سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں، دوسری طرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ علم غیب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے اور وہ بتاتے بھی ہیں۔ محدّث بریلوی نے ان آیات میں تطبیق فرمائی ہے کہ وہ علم غیب جو اپنی ذات سے حاصل ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے اور اس علم کو غیر خدا میں ثابت کرنا کفر وشرک ہے اور وہ علم غیب جو عطائے رب سے حاصل ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت ہے، اس علم کو خدا لیے ثابت کرنا کفر و شرک ہے ۔۔۔۔۔دونوں قسم کی آیات پر ایمان لانا جزو ایمان ہے، کسی ایک آیت سے انکار کفر وشرک ہے۔

الدولۃ المکیہ پاک وہند اور استانبول سے شائع ہو چکی ہے ـــــ یہ کتاب مغربی دنیا میں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھی گئی چنانچہ لندن یونیورسٹی کے ایک فاضل پروفیسر ڈاکٹر محمد حنیف اختر فاطمی نے اس کتاب کو سامنے رکھ کر ایک کتاب مرتب کی ہے جس کا عنوان ہے:

Islamic Concept of Knowledge

جو مانچسٹر (انگلستان) سے شائع ہو چکی ہے۔

كفل الفقيه الفاهم فى احكام قرطاس الدراهم:

الدولۃ المکیہ سے علمائے حرمین میں فاضل بریلوی کا تعارف ہو چکا تھا، وہ آپ کے علم وفضل سے اتنے متاثر ہوئے کہ بعض مشکل مسائل میں محدث بریلوی سے رجوع کیا چنانچہ مندرجہ ذیل علماء نے کرنسی نوٹ سے متعلق ۱۲/سوالات پیش کئے جو نہایت ادق تھے:

(۱) مولانا عبداللہ میر داد (امام مسجد حرام، مکہ معظمہ)

(۲) مولانا حامد احمد محمد جداوی (استاد امام مسجد حرام، مکہ معظمہ)

محدّث بریلوی نے ۲۳/محرم ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء کو چند روز میں ان سوالات کے جواب میں ایک محققانہ اور فاضلانہ مقالہ کفل الفقیہ الفاہم تصنیف فرمایا۔ کرنسی نوٹ کے بارے میں اس سے قبل مفتی اعظم مکہ معظمہ مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر حنفی مرحوم سے بھی سوال کیا تھا مگر انھوں نے معذوری کا اظہار فرمایا، یہ بات علماء کے علم میں تھی، وہی سوال محدّث بریلوی سے کیا گیا اور انہوں نے شافی وکافی جواب دیا چنانچہ جب یہ مقالہ مفتی حنفیہ شیخ عبداللہ صدیق نے ملاحظہ فرمایا تو وہ پھڑک گئے اور دل کھول کر تعریف کی ـــــ علمائے حرمین نے اس مقالے کی نقول حاصل کیں۔ مثلاً یہ علماء:

(۱) شیخ الائمہ مولانا احمد ابوالخیر میرداد
(۲) قاضی مکہ شیخ صالح کمال حنفی
(۳) حافظ کتب الحرم سید اسماعیل خلیل حنفی
(۴) مفتی حنفیہ شیخ عبداللہ صدیق

حج سے واپسی کے بعد محدّث بریلوی نے کفل الفقیہ میں ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء میں ایک ضمیمہ کا اضافہ کیا اور اس کا اردو ترجمہ کیا۔ سید ابوالحسن علی ندوی نے کفل الفقیہ کا بطور خاص ذکر کیا اور اسکو فقاہت میں فاضل بریلوی کی مہارت پر شاہد و گواہ قرار دیا ہے ۱۷۳ ـــــ پاکستان میں بینکنگ کے ماہرین نے اس سے استفادہ کیا ہے ۱۷۴ ـــــ اور لندن یونیورسٹی کے پروفیسر محمد حنیف اختر فاطمی نے اس پر ایک مقالہ لکھا ہے جو کتابی صورت میں شائع ہونے والا ہے ـــــ کفل الفقیہ پاک و ہند سے شائع ہو چکی ہے ۱۷۵

کنز الایمان فی ترجمة القرآن :

کنز الایمان، محدّث بریلوی کا اہم کارنامہ ہے، اردو میں معدودے چند تراجم براہ راست متن قرآن سے کئے گئے ہیں باقی تمام تراجم یا تو سابقہ تراجم کا ترجمہ و تسہیل ہیں یا تفہیم یا پھر لفظی تراجم سے اپنے اپنے مذاق کے مطابق بامحاورہ کر لیے گئے ہیں ایسے مترجمین عربی سے بھی ناواقف ہیں ـــــ بہر کیف محدّث بریلوی کے ترجمۂ قرآن کو یہ امتیاز خاص حاصل ہے کہ وہ تراجم کو نہیں بلکہ متن قرآن کو سامنے رکھ کر کیا گیا ہے۔ محدّث بریلوی بیک وقت زبان عربی کے صاحب طرز ادیب و شاعر اور زبان اردو کے صاحب طرز ادیب و شاعر تھے، زبان و ادب کے نشیب و فراز سے باخبر تھے، تفسیر و حدیث پر گہری نظر رکھتے تھے اور مختلف علوم و فنون کے جامع تھے۔ ان کی نظر علوم قرآن کی وسعتوں اور پنہائیوں پر تھی اس لیے انھوں نے (ایسا ترجمہ کیا کہ دورِ جدید کا کوئی علمی انکشاف یا سائنسی تجربہ، ترجمہ کی معنویت کو مجروح نہیں کر سکتا۔ معاشیات، فلکیات کے بعض جدید مسائل سامنے آئے تو ان عقدوں کا حل کنز الایمان میں نظر آیا ۱۷۶ دوسرے تراجم ساتھ نہ دے سکے ـــــ کنز الایمان ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں منظر عام پر آیا یعنی محدّث بریلوی کے وصال سے دس برس قبل۔ یہ وہ دور تھا جب ہر مسلک و مذہب کے اکابر علماء موجود تھے مگر کسی نے کنز الایمان پر حرف گیری نہ کی۔ کنز الایمان پر متعدد علماء اور دانشوروں نے مقالات لکھے ہیں ۱۷۷ ـــــ ایک اہل حدیث عالم سعید بن عزیز یوسف زئی نے اپنے مقالے میں کنز الایمان کی ایک اہم خصوصیت پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے:

"یہ ایک ایسا ترجمۂ قرآن مجید ہے جس میں پہلی بار اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کے لیے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ اس کی جلالت، ملوت

تقدس و عظمت و کبریائی کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ھے جب کہ دیگر تراجم خواہ وہ اھل حدیث سمیت کسی بھی مکتبِ فکر کے علماء کے ھوں ان میں یہ بات نظر نہیں آتی ـــــ اسی طرح وہ آیتیں جن کا تعلق محبوب خدا شفیع روزِ جزا، سید الاولین والآخرین ، امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے ھے یا جن میں آپ سے خطاب کیا گیا ھے تو بوقت ترجمہ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب نے یہاں پر بھی اوروں کی طرح نقلی و لغوی ترجمے سے کام نہیں لیا بلکہ صاحب ماینطق عن الھویٰ اور ورفعنالك ذکرك کر کے مقام عالی شان کو ھر جگہ ملحوظ خاطر رکھا ھے ۔ یہ ایك ایسی خوبی ھے جو دیگر تراجم میں بالکل ھی ناپیدھے۔" ۴۸ے

کنزالایمان پر محدّث بریلوی کے خلیفہ مولینا محمد نعیم الدین مرادآبادی نے حواشی لکھے ہیں جو نہایت مختصر اور جامع ہیں، عنوان ہے خزائن العرفان فی تفسیر القرآن ۔ یہ کنزالایمان کے ساتھ ہی شائع ہوئے ہیں ـــــ دوسری زبانوں میں کنزالایمان کے تراجم ہوئے ہیں مثلاً لندن یونیورسٹی کے پروفیسر محمد حنیف اختر فاطمی نے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جو لاہور سے شائع ہو چکا ہے، دوسرا انگریزی ترجمہ پروفیسر شاہ فریدالحق نے کیا ہے اور اس پر مفید حواشی کا اضافہ کیا ہے جو کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔ تیسرا انگریزی ترجمہ مارہرہ (بھارت، یوپی) کے ایک بزرگ کر رہے ہیں ـــــ اسی طرح سندھی میں مفتی محمد رحیم سکندری نے کنزالایمان کا ترجمہ کیا ہے جو لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔ ایک دوسرے بزرگ نے بھی سندھی میں ترجمہ کیا ہے۔ بنگلہ زبان میں بھی کنزالایمان کا ترجمہ ہوا ہے جو رضا اکیڈمی (چاٹگام) قسط وار شائع کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر زبانوں میں بھی اس کے تراجم ہوئے ہیں برادرم سرتاج حسین رضوی صاحب (بریلی) نے ڈچ زبان میں مطبوعہ ترجمہ عنایت فرمایا ہے۔

معین مبین بھر دور شمس و سکون زمین :

یہ ایک مختصر رسالہ ہے مگر کسی کتاب یا رسالے کی قدر و قیمت کا اندازہ اس کے حجم سے نہیں ہوتا۔ ایک مختصر رسالہ اپنی معنویت، گہرائی، جامعیت اور اہمیت کے لحاظ سے بڑی بڑی کتابوں پر بھاری ہوسکتا ہے۔ 'معین مبین' اسی قبیل کا ایک رسالہ ہے۔ مختصر، جامع اور فیصلہ کن ـــــ یہ رسالہ ایک امریکی ہیئت داں پروفیسر البرٹ، ایف۔ پورٹا کے رد میں لکھا گیا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے ـــــ

۱۹۱۹ء میں پروفیسر موصوف نے جو مشیگن یونیورسٹی (امریکہ) اور ٹیورن یونیورسٹی (اٹلی) سے وابستہ رہا تھا۔ ایک پیش گوئی کی کہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو آفتاب کے سامنے بیک وقت کئی سیاروں کے جمع ہونے سے جذب و کشش کے نتیجے میں

ممالک متحدہ میں زبردست تباہی مچے گی اور ایک قیامت صغریٰ برپا ہوگی ــــ یہ خبر اخبار ایکسپریس (بانکی پور، بھارت) میں شائع ہوئی۔ اس اخبار کا تراشہ محدّث بریلوی کو ارسال کیا گیا اور اس پیش گوئی پر اظہارِ خیال کی درخواست کی گئی۔ فاضل بریلوی نے اس پیش گوئی کو لغو قرار دیا اور اس کے ردّ میں ایک علمی مقالہ معین مبین کے عنوان سے لکھا جو الرضا (بریلی) میں شائع ہوا۔ محدّث بریلوی نے سترہ دلائل سے اس پیش گوئی کو رد کیا۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو یہ پیش گوئی منظر عام پر آئی جو ۱۷ / دسمبر ۱۹۱۹ء کو واقع ہونی تھی لیکن جب وہ دن آیا، دنیا کے ہیاۃ داں صبح سے شام تک دوربینیں لیے دیکھتے ۱۸۰ رہے مگر وہ قیامت نہ آنی تھی نہ آئی مغربی دنیا پر محدّث بریلوی کی یہ پہلی کامیابی تھی۔

فوز مبین در ردّ حرکت زمین :

یہ کتاب نظریہ حرکت زمین کے ردّ میں ہے۔ یہ نظریہ فیثا غورث کا ہے۔ جس کی تائید ریاضیات کے ماہر پروفیسر کاپرمیکس نے کی اور یہ نظریہ پھر سے زندہ ہوا۔ ۱۸۸۰ء میں محدث بریلوی کے عہد میں پروفیسر البرٹ آئین اسٹائن نے ایک تجربہ کیا جس سے اس نظریہ کا ردّ ہوتا تھا لیکن انھوں نے پھر اس کی ایسی توجیہہ کی جس سے یہ نظریہ ثابت ہو گیا مگر بقول سید محمد تقی یہ سائنس کی تاریخ کی سب سے زیادہ غیر عقلی توجیہہ تھی ۱۸۱ ــــ محدث بریلوی آئین اسٹائن کے ہم عصر ہیں انھوں نے آئین اسٹائن اور دیگر سائنس دانوں کے افکار و خیالات کی گرفت کی اور ۱۰۵ دلائل سے نظریۂ حرکت زمین کو باطل قرار دیا ــــ اور اب تو ایک سو سے زیادہ آئین اسٹائن کے ناقدین پیدا ہو چکے ہیں ۱۸۲ ــــ ان ناقدین میں شاید قیادت کا سہرا محدّث بریلوی ہی کے سر ہے۔

فوزِ مبین میں ایک مقدمہ ہے۔ جس میں مقررات ہیأۃ جدید کا بیان ہے۔ جس سے مقالے میں کام لیا گیا ہے پھر چار فصلیں ہیں ــــ فصل اوّل میں نافرنیت پر بحث کی ہے اور اس سے ابطال حرکتِ زمین پر بارہ دلیلیں قائم کی ہیں ــــ فصل دوم میں جاذبیّت پر بحث کی ہے اور اس سے حرکت زمین کے بطلان پر پچاس دلیلیں قائم کی ہیں ــــ فصل سوم میں خود حرکت زمین کے ابطال پر تینتالیس دلیلیں ہیں ــــ اس طرح مجموعی طور پر ۱۰۵ دلائل سے نظریۂ حرکت زمین کو باطل کیا ہے ــــ ان تمام دلائل میں ۹۰ دلائل فاضل بریلوی کی طبع زاد ہیں ــــ فصل چہارم میں ان شبہات کا ردّ ہے جو ہیأۃ جدیدہ حرکتِ زمین کے ابطال میں پیش کرتی ہے ــــ آخر میں خاتمہ ہے۔ جس میں کتب آسمانیہ سے گردش آفتاب اور سکون ارض کو ثابت کیا گیا ہے۔

فوز مبین، محدث بریلوی کی زندگی میں ماہنامہ الرضا (بریلی) میں چھپنا شروع ہوئی اور ماہنامہ الرضا میں اس کی ۹ قسطیں شائع ہوئی ہیں ۱۸۳۔ پھر فاضل بریلوی کے انتقال کے ساتھ ہی یہ سلسلہ بند ہو گیا ــــ تلاش و تحقیق کے بعد اس کا اصل مسودہ مل گیا ہے۔ جس کی تبییض کا کام مولانا عبدالنعیم عزیزی (بریلی) اور خواجہ مظفر حسین (الہ آباد) کر رہے ہیں ــــ یہ رسالہ کل ۹۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۸۴ اس کا مطبوعہ حصّہ معارف رضا (کراچی) میں شائع ہو چکا ہے ۱۸۵ ــــ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے سابق پروفیسر ابرار حسین صاحب اس کا انگریزی ترجمہ اور حواشی لکھ رہے ہیں۔ رسالہ کا مطبوعہ حصّہ ٹریسٹ (اٹلی) بھی بھیجا گیا ہے۔

الکلمة الملهمه فی الحکمة المحکمة لوها ء فلسفة المشئمه:

یہ کتاب فلسفۂ قدیم کے ردّ میں لکھی گئی ہے۔ ہندوستان کے مشہور محقق اور قلمکار علامہ شبیر احمد غوری نے اس پر ایک مقالہ قلم بند کیا ہے جس کا عنوان ہے: ''عہد حاضر کا تہافۃ الفلاسفۃ''

امام غزالی نے تہافۃ الفلاسفہ میں بیس مسائل پر بحث کی ہے۔ فاضل بریلوی نے اکتیس مسائل پر بحث کی ہے۔ ان مسائل میں فلسفہ طبیعیات کے مسائل قدیمہ پر تنقید ہے اور زمانہ کے ابحاث سے متعلق بھی چھ مسئلے ہیں جس کے متعلق علامہ غوری لکھتے ہیں:

"کاش کوئی خدا کا بندہ اس زمانے میں اس کتاب کے ان ابواب کا تذکرہ علامہ اقبال سے کردیتا جو مسئلہ زماں کے باب میں اسلام اور اسلامی مفکرین کے موقف سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے ان لوگوں سے ھدایت ورھنمائی طلب کررھے تھے جو او خوشتین گم است کرا رھبری کند؟" کے مصداق تھے۔ ۱۸۶

اس کتاب کے اکتیسویں مقالے میں محدّث بریلوی نے ایٹم پر فاضلانہ بحث کی ہے ۱۸۷۔ جس کے متعلق علامہ غوری لکھتے ہیں:

"اس کی تفصیل ایك مستقل پیش کش کی مقتضی ھے جس سے عھدہ برآ ھونے کی یہ عاجز مستمند اپنے ناتواں بازوئوں میں سکت نھیں پاتا ۱۸۸۔"

انیسویں صدی تک یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ایٹم ناقابل تقسیم چھوٹے سے چھوٹا ذرّہ ہے ــــ ۱۸۹۸ء میں جے جے تھامسن نے انکشاف کیا کہ ذرّے کے ساتھ ایک منفی ذرّہ بھی پایا جاتا ہے ــــ ۱۹۱۱ء میں رتھر فورڈ نے مزید انکشاف کیا کہ ایٹم تقسیم کیا جاسکتا ہے ــــ ۱۹۱۳ء میں نیل بوہر نے اس نظریہ میں جو خامیاں رہ گئی تھیں ان کو دور کیا اور بات آگے بڑھتی چلی گئی ــــ یہ ساری تحقیقات محدث بریلوی کے عہد میں ہوئیں مگر فاضل بریلوی نے اس سے قبل ۱۸۸۰ء میں سائنسی مسائل پر غور فکر کیا اور ایٹم کے بارے میں اپنی تحقیقات محفوظ رکھیں جو ۱۹۲۰ء میں منظر عام پر آئیں۔

الکلمۃ الملہمہ دہلی سے طبع ہوکر میرٹھ سے شائع ہوچکی ہے۔ یہ ۱۴۰ صفحات پر مشتمل ہے ــــ

المحجة المؤتمنه فی آیة الممتحنه:

یہ رسالہ جو دو قومی نظریہ کے لئے سنگ میل ثابت ہوا ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں محدث بریلوی نے تصنیف کیا یعنی انتقال سے چند ماہ قبل جب کہ وہ بسترِ علالت پر تھے۔ تحریک ترک موالات (۱۹۲۰ء۔۱۹۲۲ء) کے زمانے میں جب کانگریس اور جمعیۃ العلماء ہند ہندوؤں سے موالات اور انگریزوں سے ترک موالات پر اصرار کررہے تھے اور پورے ملک میں ایک ہیجانی کیفیت

پیدا ہوگئی تھی اور انگریزوں کے خلاف ایک ہمہ گیر مہم چل رہی تھی، اس مہم کے دوران ہندو اتنے قریب آگئے تھے کہ مسلمانوں نے ان کے شعائر تک اپنائے ۱۸۹ محدث بریلوی کا کہنا تھا کہ نہ ہندوؤں سے موالات جائز ہے اور نہ انگریزوں سے۔

اس زمانے میں ابوالکلام آزاد، محمد علی جوہر اور گاندھی وغیرہ اسلامیہ کالج لاہور گئے اور انھوں نے اپنی تقریروں میں اس پر زور دیا کہ پنجاب یونیورسٹی سے کالج کا الحاق ختم کیا جائے اور انگریزی حکومت کی امداد واعانیت کسی صورت میں قبول نہ کی جائے ---- ان تقریروں سے کمیٹی کے ارکان میں اختلاف رائے پیدا ہوگیا چنانچہ جنرل کونسل کی کمیٹی نے جس میں علامہ ڈاکٹر محمد اقبال بھی بحیثیت سکریٹری شریک تھے۔ یہ طے ہوا کہ فتویٰ لیا جائے، چنانچہ کالج کے پرنسپل پروفیسر مولوی حاکم علی نے محدث بریلوی کو ایک استفتاء بھیجا جس کے جواب میں محدث بریلوی کا فتویٰ آیا جو ڈاکٹر محمد اقبال کے ملاحظہ سے بھی گزرا ---- اسی زمانے میں ترک موالات کے سلسلے میں ایک اور استفتاء لائل پور سے ۱۲/ ربیع الاوّل ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۲۰ء کو بھیجا گیا جس کے جواب میں محدث بریلوی نے یہ محققانہ رسالہ تحریر کیا جو دو قومی نظریہ پر حرفِ آخر ہے۔ اس میں موالات، ترکِ موالات، معاملت، ترک معاملت وغیرہ پر مدلل بحث فرمائی ہے ---- سب سے ذمی، حربی، مستامن وغیرہ سے موالات وترک موالات پر بحث کی ہے پھر موالات کی اقسام بیان کی ہیں ---- آخر میں استعانت پر بحث کی ہے اور تین حالتوں کا ذکر کیا ہے پھر یہ فیصلہ صادر کیا ہے:

موالات مطلقاً ہر کافر مشرک سے حرام ہے اگرچہ ذمّی، مطیع اسلام ہو، اگرچہ اپنا باپ یا بیٹا یا بھائی یا قریبی (عزیز) ہو۔۱۹۰

ترکِ موالات سے متعلق اپنی تحقیق بیان کرنے کے بعد ہندو مسلم اتحاد پر علما نے جو دلائل قائم کئے تھے ان کا رد کیا اور یہ ظاہر کردیا کہ ہندوؤں کے لیڈر گاندھی، ہندوؤں کے مقابلے میں مسلمانوں کے قطعاً خیر خواہ نہیں اس لئے علماء اور عوام کا ان کی قیادت پر بھروسہ کرنا کسی طرح مسلمانوں کے حق میں مفید نہیں بلکہ مضر ہے اس کے بعد ترکِ موالات کے مذہبی، تاریخی، سیاسی، معاشی اور اقتصادی پہلوؤں پر روشنی ڈالی پھر مخالفین اسلام کا نفسیاتی تجزیہ کیا جس کا پیچھے ذکر کیا جاچکا ہے اور آخر میں بڑی دردمندی اور دل سوزی کے ساتھ مسلمانانِ ہند کو تنبیہ کرتے ہیں:

"تبدیلی احکام الرحمن اور اختراع احکام الشیطان سے ہاتھ اٹھاؤ
---- مشرکین سے اتحاد توڑو ---- مرتدین کا ساتھ چھوڑو کہ
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن تمھیں اپنے سایہ میں لے
---- دنیا نہ ملے، نہ ملے ---- دین تو ان کے صدقے میں ملے ۱۹۱

ہمارے خیال میں یہی وہ رسالہ ہے جس نے فکر اقبال کو متاثر کیا اور یہی وہ رسالہ ہے جس نے فکر جناح کو متاثر کیا کیونکہ دونوں کے سیاسی افکار میں تبدیلی کا یہی زمانہ ہے۔ اس دور میں کسی نے اس شدومد کے ساتھ ہندو مسلم اتحاد کے خلاف آواز نہیں اٹھائی، جس شدومد کے ساتھ محدث بریلوی نے آواز اٹھائی کہ پاک و ہند کا گوشہ گوشہ گونج اٹھا اور سب ان کے مخالف ہوگئے مگر جب جذبات ٹھنڈے ہوئے تو محدث بریلوی کی بصیرت کے سب قائل ہونے لگے ۱۹۲۔

☆☆☆

تقدیم

فقہ اسلامی کی تاریخ میں ''کتب فتاویٰ'' کی بڑی اہمیت ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہ اور اصول فقہ کی کتابوں میں جہاں طبقات فقہا کا تذکرہ ملتا ہے وہیں طبقات کتب کا بھی، جسے کتب اصول ومتون، کتب شروح نوادر اور کتب واقعات وفتاویٰ کا نام دیا گیا ہے، تاریخ فقہ میں اس کی پوری تفصیلی اور تشریحی بحث موجود ہے۔ یہاں فقہ کی عمومی تاریخ سے گریز کرتے ہوئے موضوع کے حوالہ سے افتا اور کتب فتاویٰ کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

فقہ اور کار افتاء آسان نہیں مشکل اور نازک ترین کام ہے اس کے لئے اصول وقواعد سے آگاہی، اجتہادات فقہاء سے واقفیت، مصادر شرعیہ پہ کامل دسترس، احوال زمانہ سے باخبری ضروری ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی لازم ہے کہ مفتی خشیت وللہیت کا پیکر، اخلاص ودیانت کا خوگر اور ہوا وہوس سے کامل اجتناب رکھنے والا ہو۔ اسی لئے امام مالک علیہ الرحمہ نے فقہ وتصوف کو لازم ملزوم قرار دیتے ہوئے فرمایا من تفقه ولم یتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم یتفقه فقد تزندق اس روشنی میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایک فقیہ کا علم کے ساتھ عمل سے کتنا گہرا تعلق ہے، اس کی ذمہ داری کتنی اہم ہے اور اسے کتنے احتیاط کے ساتھ اپنے فرض منصبی سے عہدہ برآ ہونا پڑتا ہے۔

امام غزالی نے بھی ''احیاء العلوم'' میں فقیہ کے احوال بیان کرتے ہوئے اسی مفہوم کو واضح کیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

فقیہہ وہ ہے جو دنیا سے دل نہ لگائے اور آخرت کی طرف ہمیشہ راغب رہے، دین میں کامل بصیرت رکھتا ہو، طاعات پر مداومت اس کی عادت ہو، کسی حال میں بھی مسلمانوں کی حق تلفی برداشت نہ کرے، مسلمانوں کا اجتماعی مفاد ہر وقت اس کے پیش نظر ہو، مال کی طمع نہ رکھے، آفات نفسانی کی باریکیوں کو پہچانتا ہو، اعمال کو فاسد کرنے والی چیزوں سے بھی باخبر ہو، راہ آخرت کی گھاٹیوں سے واقف ہو، دنیا کو حقیر جاننے کے ساتھ ساتھ اس پر قابو پانے کی قوت بھی اپنے اندر رکھتا ہو، سفر وحضر اور خلوت وجلوت میں ہر وقت دل خوف الٰہی کا غلبہ ہو''

امام غزالی کے اس قول سے صاف ظاہر ہے کہ فقہ وتصوف میں گہرا رشتہ ہے اور ایک فقیہ ومفتی کو تصوف سے علاقہ ناگزیر ہے، اگر کوئی فقیہ ومفتی ایسا نہیں ہے تو امام مالک کے قول کے اعتبار سے وہ من تفقه ولم یتصوف فقد تفسق کے مصداق ہے۔

فقہ کا ایک دوسرا معیار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے یہاں ملتا ہے جو جامعیت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے اور واقعی اگر کوئی اس معیار پر کھرا اترتا ہے تو وہ فقیہہ کہلانے کا مستحق ہے۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں:

فقہ یہ نہیں کہ کسی جزیہ سے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے یوں ہر عربی بدوی فقیہ ہوتا کہ اس کی مادری زبان عربی ہے بلکہ فقہ بعدِ ملاحظہ اصول مقررہ، ضوابط محررہ، ووجوہ تکلم، طرق تفاہم، وتنقیح مناط ولحاظ انضباط، ومواضع سیر احتیاط، وتجنب تفریط وافراط، فرق روایت ظاہرہ ونادرہ، وتمیز درایات غامضہ وظاہرہ، ومنطوق ومفہوم صریح محتمل، وقول بعض وجمہور ومرسل ومعلل، ووزن الفاظ مفتیین، وشر مراتب ناقلین، عرف عام وخاص، وعادات بلاد واشخاص، وحال زمان ومکان، واحوال رعایا وسلطان، وحفظ مصالح دین، ودفع مفاسد مفسدین، علم وجوہ تجریح، واسباب ترجیح، ومناہج توفیق، مدارک تطبیق ومسالک تخصیص، ومناسک تقیید، ومشارع قیود، وشوارع مقصود، وجمع کلام، نقد مرام وفہم مراد کا نام ہے کہ تطلع تام واطلاع عام ونظر دقیق وفکر عمیق وطول خدمت علم وممارست فن، وتیقظ وافی، وذہن صافی، معتاد تحقیق مقید بتوفیق کا کام ہے"

فقہ کی یہی باریکیاں، نزاکتیں اور تقاضے تھے کہ اسلاف نے اہلیت اور کمال فن رکھنے کے باوجود عموماً اس سے اجتناب برتا۔ بھلا صحابہ سے زیادہ مقاصد شریعت اور مراد شارع جاننے والا کون ہو سکتا ہے مگر اس کے باوصف افتاء کے معاملہ میں صحابہ کا حال یہ تھا کہ وہ اس سے عموماً اجتناب برتتے تھے چنانچہ "اعلام الموقعین" میں قاضی عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے منقول ہے مامنھم رجل یسئل عن شی الا ودان اخاہ کفاہ (جلد 1 ص 24) یعنی صحابہ سے جب کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو ان میں کا ہر فرد چاہتا کہ ان کا دوسرا کوئی بھائی اس کا جواب دے دے۔ اسی لئے سن ۱۰ ہجری سے ۱۴۰ ہجری تک صحابہ کرام کی باکمال جماعت میں صرف چند افراد ایسے تھے جنہوں نے اس ذمہ داری کو قبول کرنا گوارا کیا اور جنہیں ان کاموں کے سبب شہرت دوام حاصل ہوئی۔ بشمول خلفائے راشدین جن کے اسماء ہیں:

- حضرت عبداللہ ابن مسعود (م ۳۲ھ)
- حضرت ابوموسیٰ اشعری (م ۵۲ھ)
- حضرت معاذ ابن جبل (م ۱۸ھ)
- حضرت ابی ابن کعب
- حضرت زید بن ثابت
- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ (م ۵۷ھ)

مگر اس نزاکت کے باوجود کار افتاء کا باقی رکھنا فرض کفایہ ہے بلکہ کسی مقام پر اگر تنہا کوئی شخص اس کی اہلیت رکھتا ہو دوسرا کوئی اس کا اہل نہ ہو تو اسے کار افتاء کو انجام دینا فرض عین ہے۔ چنانچہ بحر الرائق میں ہے فان لم یکن غیرہ تعین علیہ وان کان غیرہ فھو فرض کفایہ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں مفتیان کرام کی ایک جماعت اس کام پر مامور رہی اور

اسے اپنا فرض منصبی سمجھ کر اسے ادا کرتی رہی۔ ان کے مجموعہ فتاویٰ آج ہمارے درمیان موجود ہیں جنہیں فقہیات کے باب میں درجہ استناد حاصل ہے ان مجموعوں میں خانیہ، خزانۃ المفتین، خلاصہ، ذخیرہ، واقعات ناطفی، واقعات صدر الشہید، جواہر الفتاویٰ، محیطات، بزازیہ، مجمع النوازل، نوازل فقیہ، ولوالجیہ، ظہیریہ، عمدہ، کبریٰ، صغریٰ، ، تاتارخانیہ، تتمۃ الفتاویٰ، صیرفیہ، فصول عمادی، فصول استروشنی، جامع صغائر، تاتارخانیہ، فتاویٰ عالمگیری، الاشباہ والنظائر کی جو اہمیت ہے وہ اہل فقہ وافتاء سے مخفی نہیں ہے۔

ان کتب فتاویٰ کے علاوہ بھی ہر صدی میں مختلف فقہا اور سلاطین کے متعدد فتاویٰ مرتب ہوئے۔ کشف الظنون میں اس کی مکمل صراحت موجود ہے۔ چند کے اسماء دیکھیں:

- تیسری صدی ہجری ——— فتاویٰ ابی القاسم، فتاویٰ ابی بکر
- چوتھی صدی ہجری ——— فتاویٰ ابی اللیث، فتاویٰ ابن قطان، فتاویٰ ابن الحداد۔
- پانچویں صدی ہجری ——— فتاویٰ ابن الصباغ، فتاویٰ اسبیجابی، فتاویٰ خواہر زادہ، فتاویٰ خجندی،
- چھٹی صدی ہجری ——— فتاویٰ تمرتاشی، فتاویٰ حسام الدین، فتاویٰ، سراجیہ، فتاویٰ ظہیریہ، فتاویٰ قاضی خاں، کبریٰ، صغریٰ۔
- ساتویں صدی ہجری ——— فتاویٰ ابن رزین، فتاویٰ صوفیہ، فتاویٰ ولوالجیہ۔
- آٹھویں صدی ہجری ——— فتاویٰ ابن عقیل، فتاویٰ زرکشی، فتاویٰ سبکی
- نویں صدی ہجری ——— فتاویٰ اشرفیہ/سید شاہ اشرف سمنانی
- دسویں صدی ہجری ——— فتاویٰ قاری الہدایہ، فتاویٰ حمادیہ، فتاویٰ ابن شلبی، فتاویٰ ابی السعود، فتاویٰ زینیہ۔
- گیارہویں صدی ہجری ———
- بارہویں صدی ہجری ——— الفتاوی الخیریہ، العقود الدریہ [۲]

ہندوستان میں فقہ وافتا کا ارتقا:

ہندوستان میں اسلام کا ورود حضرت عمر فاروق کے دور میں ہی تجارتی تعلقات کے سبب ہو چکا تھا۔ محمد بن قاسم کے فاتحانہ داخلہ کے سبب یہاں اسلام اور بھی مستحکم ہوا، پھر اس کے بعد مختلف مسلم فرمارواؤں کا دور آیا جس سے اس ملک میں اسلامی فضا ہموار ہونے کے مواقع پیدا ہوئے اور اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کے مذہبی ملی عائلی اور سماجی معاملات کے حل کے لئے عربی، فارسی اور مقامی زبان میں فقہ اسلامی کی ترتیب وتدوین کی ضرورت محسوس کی جانے لگی، اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے فقہائے ہند نے فقہ وافتاء اور اصول فقہ وافتاء پر متعدد کتابیں تصنیف کیں، خاص افتاء سے متعلق مختلف زبانوں میں جو مجموعے شائع ہوئے وہ بھی معیار واقدار اور تعداد کے اعتبار سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس سلسلہ میں سلاطین سے

منسوب مجموعہ فتاویٰ مثلاً

● فتاویٰ فیروز شاہی	فتاویٰ ابراہیم شاہی
● فتاویٰ اکبر شاہی	فتاویٰ عادل شاہی
● فتاویٰ تاتارخانی	فتاویٰ عالمگیری

کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا جس نے فقہ کی ترویج و اشاعت اور مقبولیت میں اہم رول ادا کیا۔ ہندوستان میں فقہ حنفی پر مشتمل جو فتاویٰ شائع ہوئے ان کی ایک جھلک دیکھیں:

● فتاویٰ حمادیہ/ابوالفتح مفتی محمد رکن الدین ناگوری۔ ● فتاویٰ ضیائیہ/قاضی ضیاء الدین بن عوض۔ ● فتاویٰ برہنہ/شیخ نصیر الدین بنالی۔ ● فتاویٰ مورانیہ/میرک محمد سندھی بن محمود بن محمد سعید۔ ● فتاویٰ نقشبندیہ/شیخ معین الدین کشمیری۔ ● فتاویٰ فقیہیہ/میر محمد جون پوری۔ ● فتاویٰ فقیہہ/ملا غفران رامپوری۔ ● فتاویٰ عزیزیہ/شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، (م ۱۲۳۹ھ) ● فتاویٰ شرفیہ/مفتی شرف الدین رام پوری ● فتاویٰ اختیار/مولانا سلامت اللہ خان بنارسی۔ ● فتاویٰ فقہیہ [فارسی] مرزا احسن علی لکھنوی۔ ● فتاویٰ ناصریہ/شیخ محمد غوث مدراسی۔ ● فتاویٰ فقہیہ/مولانا رحمت اللہ لکھنوی بن نور اللہ۔ ● فتاویٰ فقہیہ/مولانا رضا علی بنارسی۔ ● جامع الفتاویٰ/سید عبدالفتاح گلشن آبادی۔ ● فتاویٰ محمدیہ/شیخ محمد حنفی سندھی بن اسمٰعیل۔ ● مجموعہ فتاویٰ/مولانا محمد نعیم الدین لکھنوی۔ ● فتاویٰ ارتضائیہ/قاضی ارتضیٰ علی خاں فاروقی۔ ● منتخب الفتاویٰ/مولانا عبدالکافی مرشدآبادی۔ ● فتاویٰ رضویہ/امام احمد رضا محدث بریلوی (م-۱۳۴۰ھ) ● فتاویٰ افریقہ/امام احمد رضا (مط ۱۹۹۴ئ) ● احکام شریعت/امام احمد رضا (مطبوعہ مختلف ایڈیشن) ● فتاویٰ الحرمین/امام احمد رضا (مطبوعہ لاہور۔ترکی) ● فتاویٰ ممبئی/امام احمد رضا (مط ۲۰۰۵) ● فتاویٰ ارشادیہ/مولانا ارشاد حسین رامپوری (مطبوعہ ۱۹۵۵) ● فتاویٰ محبوبیہ/مولانا احمد حسین خان، (مطبوعہ ۱۳۱۶ھ) ● فتاویٰ حامدیہ/حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں (مطبوعہ ۱۴۲۴ھ) ● فتاویٰ مصطفویہ/مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی (مطبوعہ ۱۴۲۱ھ) ● فتاویٰ امجدیہ/صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی (بار اول مطبوعہ ۱۳۹۹ھ) ● فتاویٰ مولانا عبدالحی فرنگی محلی (مطبوعہ) ● فتاویٰ قیام الملت والدین/مولانا عبدالباری فرنگی (مطبوعہ) ● فتاویٰ صدر الافاضل/مفتی سید محمد نعیم الدین مرادآبادی (مط ۲۰۰۷) ● فتاویٰ نعیمیہ/مفتی احمد یار خاں نعیمی، (مطبوعہ) ● فتاویٰ فقیہ ملت/مفتی جلال الدین امجدی (مطبوعہ) ● فتاویٰ فیض الرسول/مفتیان مدرسہ فیض الرسول براؤں شریف (م ۱۴۱۱ھ) ● فتاویٰ نظامیہ/مفتی رکن الدین احمد (م---) ● فتاویٰ واحدی/علامہ عبد الواحد سیتاپی (مطبوعہ لاہور ۱۳۴۶ھ) ● فتاویٰ مسعودی/مولانا مسعود شاہ نقشبندی۔ ● فتاویٰ صدارت عالیہ (مطبوعہ حیدرآباد دکن) ● فتاویٰ دامن مصطفیٰ (م) ● مجموعہ فتاویٰ/علامہ مہر علی شاہ گولڑوی۔ ● فتاویٰ ملک العلماء/علامہ ظفر الدین بہاری (مطبوعہ) فتاویٰ شرعیہ/مفتی قاضی فضل کریم رضوی ● فتاویٰ برکاتیہ/مفتی جلال الدین امجدی (مطبوعہ) فتاویٰ بحر العلوم/بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی ● حبیب الفتاویٰ/مفتی حبیب ● مجموعہ فتاویٰ مرکزی دارالافتاء/مرتب مولانا یونس رضا

،مولانا نشتر فاروقی (مط ۱۴۳۲ھ/ ۲۰۰۲) ● فتاویٰ مرکز تربیت افتا رشعبہ تربیت افتا ادارہ شرعیہ بہار۔

ان تمام فتاویٰ میں ہندوستان کے صرف دو مجموعہ فتاویٰ ایسے ہیں جنہیں استناد و اعتماد اور مصدر و ماخذ ہونے کے اعتبار سے امتیازی مقام حاصل ہے۔ جن میں ایک فتاویٰ عالم گیری ہے اور دوسرا فتاویٰ رضویہ مگر دونوں میں کئی اعتبار سے فرق ہے۔

- ایک تو یہ کہ فتاویٰ عالم گیری میں سوال و جواب کا انداز نہیں ہے بلکہ اسے مفتیٰ بہ اور راجح اقوال پر عربی زبان میں مرتب کیا گیا ہے۔ جب کہ فتاویٰ رضویہ سوال و جواب کی شکل پر مرتب ہے۔ یعنی اس میں یک گونہ اس عہد کے حالات ،فکری رجحانات، سماجی تبدیلیوں کے اثرات، سیاسی افکار و نظریات، اقتصادی مشکلات اور اعتقادی ارتدادات اور ان سب کے ساتھ عقائد اہل سنت پہ ثابت قدم رہنے کے پاکیزہ جذبات پورے طور پہ منعکس نظر آتے ہیں۔ پھر یہ کہ اس میں جواب کے لئے صرف نقل عبارات کے بجائے ورق ورق پہ اجتہاد، تحقیق، تنقیح اور تنقید سے کام لیا گیا ہے۔
- دوسرا فرق یہ ہے کہ فتاویٰ عالم گیری کو اس وقت کے ۱۰۰ ر معتبر علماء نے مل کر مرتب فرمایا ہے۔ جب کہ فتاویٰ رضویہ تنہا ایک شخصیت کا کارنامہ ہے جو یقینا فتاویٰ کی تاریخ میں تفرد و امتیاز کا حامل ہے۔ پھر یہ کہ فتاویٰ عالم گیری ایک زبان میں ہے اور صرف نثر میں۔ جب کہ فتاویٰ رضویہ عربی فارسی اردو تینوں زبانوں میں ہے اور نثر و نظم دونوں میں۔ اس تقابل سے مقصود صرف یہ ہے کہ امام احمد رضا کو خدائے پاک نے جو صلاحیتیں ودیعت فرمائیں تھیں وہ غیر معمولی تھیں اور اس کی نظیر حال و ماضی قریب میں نہیں ملتی۔

فتاویٰ رضویہ فقہ حنفی کا عظیم انسائیکلو پیڈیا ہے۔ جو متن کے اعتبار سے ۱۲ ر جلدوں میں ہے عربی عبارات کے ترجمہ اور تخریج کے ساتھ ۳۰ ر جلدوں میں ہے اور اگر اس کی شرح کی جائے تو شاید اس کی جلدیں ۱۰۰ سے متجاوز ہو جائیں۔ خدائے تعالیٰ ان بزرگوں پہ اپنی رحمتیں نازل فرمائے جنھوں نے فتاویٰ رضویہ کی اشاعت میں اپنا خون جگر جلایا اور ان پر بھی جنھوں نے اس کے ترجمے اور تخریج کا اہتمام کیا۔ اب تک فتاویٰ رضویہ اور اعلیٰ حضرت کی فقہی مہارت و حضارت، جامعیت و معنوی وسعت، اور اس کے معیار تحقیق و طریقۂ استدلال پہ سینکڑوں تحقیقی مقالات لکھے جا چکے ہیں مگر اس کے باوجود فتاویٰ رضویہ میں پوشیدہ علوم و فنون اور اس سے وابستہ دیگر علمی موضوعات پہ کام بہت کچھ باقی ہے۔

فتاویٰ کے علاوہ متنوع علوم و فنون پہ جو کتابیں ہیں وہ الگ تقاضے کی حامل ہیں ان میں مذہبیات کے ساتھ مختلف فنون کے بہت سے خزانے پوشیدہ ہیں جسے جدید تحقیقی انداز میں مرتب کر کے منظر عام پہ لانا ہماری ذمہ داری ہے۔ خدا کرے اہل علم اور اہل درد اس کام کے لئے کمر بستہ ہوں اور یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچے۔

اعلیٰ حضرت اور ان کی فکر سے وابستہ علما و مشائخ ، کی خدمات کو منظر عام پہ لانے کے لئے باضابطہ ایک لائحۂ عمل کی ضرورت ہے میں نے بھی رضویات کے فروغ کے لئے ایک ۲۵ ر نکاتی منصوبہ بنایا تھا جسے پیش کرنا یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے۔ شاید دل کے یہ جذبات دل دردمند تک پہنچ جائیں اور فکر رضا کے فروغ کا کارواں پھر سے تازہ دم ہو جائے:

تجاویز:

(۱) مرکزی سطح کا ایک تحقیقی ادارہ کا قیام عمل میں لایا جائے جہاں امام احمد رضا کی تمام مطبوعہ رغیر مطبوعہ اور مترجم کتابیں موجود ہوں۔

(۲) جو کتابیں امام احمد رضا کے خلاف لکھی گئیں یا جن کتابوں میں ضمناً آپ کا تذکرہ آیا ہے انہیں بھی جمع کیا جائے۔

(۳) جن انسائیکلو پیڈیا میں آپ کا تذکرہ آیا ہے انہیں بھی جمع کیا جائے۔

(۴) جن رسائل کے نمبرات یا جو مجموعہ مقالات شائع ہوئے یا جو رسائل آپ کے عہد میں آپ کے مشن کے فروغ کے حوالے سے شائع ہوئے جیسے ''تحفہ حنفیہ'' پٹنہ۔ ''الرضا'' بریلی۔ ''یادگار رضا'' بریلی۔ ''السواد اعظم'' مرادآباد۔ ''دبدبہ سکندری'' رام پور ''الفقیہ'' امرت سر۔ ان تمام کے عکوس جمع کئے جائیں۔

(۵) پروفیسر مسعود احمد قدس سرہ کے مجوزہ ''دائرہ معارف امام احمد رضا'' پر غور وخوض کے بعد ترجیحی طور پر اس کام کو انجام دیا جائے۔

(۶) امام احمد رضا کی عارفانہ وصوفیانہ زندگی کو سامنے رکھتے ہوئے صرف اسی نہج پر ایک متوسط سوانح ترتیب دی جائے اور مختلف زبانوں میں اسے شائع کیا جائے۔

(۷) جن موضوعات پر پی ایچ ،ڈی ابھی تک نہیں ہو پائی ہے ان کی فہرست سازی کی جائے ،اس کا تفصیلی خاکہ بنایا جائے اور اس خاکہ سے متعلق سارا مواد مرکز میں جمع رکھا جائے تاکہ کام کرنے والوں کو دقت بھی نہ ہو اور موضوع کے حوالہ سے علمی اور معیاری مقالہ سامنے آسکے۔

(۸) کام میں انضباط اور معیار واقدار کی بحالی کے لئے ضروری ہے کہ ملکی سطح پر علماء اور دانشوروں کا ایک مرکزی بورڈ بنایا جائے ،ہر سال ان کی ایک میٹنگ ہو، اہداف کا تعین ہو، سالانہ کارکردگی کا جائزہ لیا جائے اور رضویات پر عام افراد کا مقالہ ان کی نظر ثانی کے بعد شائع کیا جائے۔

(۹) مرکز تحقیقات کے ذریعہ ہر سال رضویات پر اس سال کی بہترین کتاب پر انعام کا اعلان کیا جائے۔ اور اسے عمل میں لایا جائے۔

(۱۰) ہر سال مرکز کی طرف سے رضویات کے کسی ایک موضوع مثلاً فقہ، تصوف، ادب سائنس، پر سیمینار کرایا جائے۔

(۱۱) امام رضا کی کتابوں کی تسہیل کی طرف توجہ دی جائے۔

(۱۲) تراجم کتب کا ایک شعبہ الگ سے قائم کیا جائے، فتاویٰ رضویہ کی تعریب پر خصوصی توجہ دی جائے۔

(۱۳) حدائق بخشش کی علمی فنی شرح ابھی تک نہیں ہو پائی ہے اس طرف توجہ دی جائے۔

(۱۴) تصانیف رضا کے تعلق سے ابھی تک مکمل اور معتمد فہرست شائع نہیں ہو پائی ہے۔ ضرورت ہے کہ ایک توضیحی فہرست شائع کی جائے۔

(۱۵) امام رضا کے عہد میں خانقاہیں ان سے مربوط تھیں، آج فاصلے پیدا ہو رہے ہیں ضرورت ہے کہ ماضی کو سامنے رکھ کر اس موضوع پر کتب ومقالات شائع ہوں اور حساس جگہوں پر سیمینار کا انعقاد کرایا جائے۔ تاکہ یہ فاصلے سمٹ جائیں اور متحدہ قوت کا مظاہرہ ہو۔

(۱۶) آج کسی بھی موضوع پر کام کرنے والے افراد موجود ہیں انہیں بیش از بیش تنخواہیں دے کر ان تمام موضوعات پر کام لیا جائے۔

(۱۷) رضویات سے متعلق کتابوں کی نمائش بھی فروغ رضویات میں مثبت کردار ادا کرسکتی ہے، اس کام کو بھی ترجیحی طور پر شروع ہونا چاہئے۔

(۱۸) مختلف یونیورسیٹی کے وائس چانسلر اور پروفیسر حضرات سے رابطہ کے لئے ایک بورڈ بنایا جائے جو ان کے ساتھ باضابطہ میٹنگ کریں اور انہیں امام رضا کی کتابوں کا سیٹ پیش کرکے یونیورسیٹی کے نصاب میں اقبالیات وغالبیات کی طرح رضویات کو بھی شامل کرنے پر آمادہ کریں۔

(۱۹) ہندوستان کی ہر بڑی لائبریری میں رضویات پر سیکشن قائم کرنے پر خصوصی توجہ دی جائے، یہ کام بھی ہوسکتا ہے اگر اس پر سنجیدہ توجہ دی جائے۔

(۲۰) رضویات پر ہوئی پی ایچ، ڈی کے مقالے کی اشاعت پر توجہ کی ضرورت ہے۔ مقالہ نگاروں سے رابطہ کر کے عدم اشاعت کی دشواریوں کا پتہ لگایا جائے ممکن ہو تو انہیں تعاون دیا جائے تاکہ وہ نظر ثانی کرکے حذف واضافہ کے بعد اسے اشاعت کے لئے مرکز کے حوالے کردیں۔

(۲۱) رضویات کے فروغ کے لئے عربی فارسی انگریزی ہندی زبانوں میں کتابوں کا ایک سیٹ تیار جائے اور ایک مشن کے طور پر اسے مطلوبہ افراد تک پہنچایا جائے۔

(۲۲) امام رضا پر Ph.D کرنے والے افراد کے نگراں پروفیسروں کی ایک کانفرنس منعقد کی جائے اور ان سے ان کے تاثرات تحریری یا تقریری لئے جائیں اور انہیں خصوصی ایوارڈ دئے جائیں تاکہ دیگر پروفیسر حضرات کے اندر بھی اس موضوع پر کام کرنے یا ان کی نگرانی کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔

(۲۳) اسی طرح رضویات کے محققین کو بھی ایوارڈز دئے جائیں تاکہ دوسرے افراد بھی اس طرف مائل ہوسکیں۔

(۲۴) دنیا بھر میں رضویات پر ہونے والے کاموں کا باضابطہ خبرنامہ شائع ہونا بھی ضروری ہے۔ یہ کام رضویات پر کام کرنے والے رسائل انجام دے رہے ہیں مگر اسے اور جامع بنانے کی ضرورت ہے۔

(۲۵) آج بعض حضرات دبے دبے لہجے میں ہی سہی مگر وہ امام رضا سے اختلاف کی بات کر جاتے ہیں یہ صورت حال غیر معقولی بھی ہے اور امت میں انتشار کا باعث بھی۔ ہمارے اسلاف نے امام احمد رضا کی ہر بات کو حرف آخر اور ہر قول کو قول فیصل سمجھا۔ ہم امام رضا سے اختلاف کی بات کر کے کہیں ایسا تو نہیں کہ اپنے اسلاف کے اعتماد واخلاص

اور ان کے عقائد کی نفی کر رہے ہیں۔ امام احمد رضا اتحاد ملی کی ضمانت ہیں اس پونجی کو سنبھال کر رکھنے کے لئے موثر اقدامات کئے جائیں۔

منتخب مسائل فتاویٰ رضویہ

منتخب مسائل فتاویٰ رضویہ رضویات پہ ہی کام ایک کڑی ہے۔ فتاویٰ رضویہ زبان و بیان، اسلوب واستدلال اور محققانہ بحث کے سبب عوام تو عوام بعض علماء کے لئے بھی ناقابل فہم ہے، گویا فتاویٰ رضویہ متن ہے جو شرح کا متقاضی ہے اور یہ اتنا بڑا کام ہے جو فرد کے بجائے جماعت کے کرنے کا ہے۔ اسی سے وابستہ ایک کام اس کے سہل کا بھی ہے مگر یہ کام بھی ایرے غیرے کا نہیں بلکہ اس کا ہے جو فتاویٰ رضویہ کے سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اس کے بعد شاید اسے عربی اور انگریزی زبان میں منتقل کرنا بھی آسان ہو جائے جو وقت کا جبری تقاضا ہے۔

یہ انتخاب اس ضرورت کے پیش نظر کیا گیا ہے کہ عوام بھی کسی مسئلہ کی صحت کے لئے یہ ضرور جاننا چاہتی ہے کہ اس مسئلہ میں اعلیٰ حضرت نے کیا فرمایا ہے۔ عوام کا یہ جذبہ قابل قدر ہے ان کی اس پاکیزہ خلش کا احترام نہیں کرنا ان پہ ظلم کے مترادف ہے، بس ان کے اسی جذبے اور پاکیزہ فکر نے مجھے اس تحریک پر آمادہ کیا کہ میں عوامی ضروریات کو سامنے رکھ کر فتاویٰ رضویہ کا انتخاب ایک جلد میں مرتب کروں تاکہ ان کی اپنی ضروریات، کے مسائل ایک جگہ دست یاب ہو جائیں۔

بہر حال فتاویٰ رضویہ پر ہماری یہ کوشش آپ کے ہاتھوں میں ہے اسے میں نے صرف اسی مقصد سے مرتب کیا ہے کہ جو فتاویٰ رضویہ عوام کی دسترس اور اس کی فہم سے بالاتر ہے وہ اس انداز میں ان کے ہاتھ میں پہنچ جائے، ان کی علمی تسکین کا سبب بن جائے اور وہ براہ راست فتاویٰ رضویہ سے استفادہ کر سکیں۔ اسی غرض سے میں نے اس انتخابی مجموعے کو آسان سے آسان تر کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کا طریقہ کار یہ اختیار کیا ہے:

۱) جن ماخوذ فتاویٰ میں مباحث تھے۔ ان کے نفس جواب کو لے لیا گیا ہے اور مباحث چھوڑ دئے گئے ہیں کہ عوام کو ان ابحاث علمیہ کی نہ ضرورت ہے اور نہ انہیں اس کے سمجھنے کی لیاقت۔

۲) اکثر مقامات سے عربی عبارتیں حذف کر دی گئی ہیں کہ یہ عربی عبارتیں عوام کے لئے نفس مسئلہ کے سمجھنے میں حارج ہوں گی بعض جگہ جہاں ضرورۃً عبارتیں چھوڑ دی گئی ہیں وہاں ان کا ترجمہ دے دیا گیا ہے۔

۳) سوال کے اوپر ایک سرخی لگا دی گئی ہے تاکہ سوال بآسانی سمجھ میں آجائے اور متعلقہ مسئلہ تلاش کرنے میں آسانی ہو۔

۴) سوال و جواب میں جو مفرد و مرکب مشکل الفاظ ہیں، حاشیہ میں ان کے معنیٰ دے دئے گئے ہیں۔ معنیٰ لکھنے میں یہ خیال رکھا گیا ہے کہ لفظ کا وہ معنیٰ دیا جائے جو یہاں متعین ہو یا پھر لغوی معنیٰ دینے کے بجائے اس کا مفہوم لکھ دیا گیا ہے تاکہ جواب سمجھنے میں آسانی ہو۔

۵) ضرورت کے سبب احکام شریعت اور الملفوظ کے بھی بعض مسائل لئے گئے اور انہیں مختلف ابواب کے آخر میں رکھ

دیا گیا ہے۔ تاکہ حتی الامکان باب سے متعلق مسائل قاری کو یکجا مل جائیں۔

۶) متن اور حاشیہ میں نمایاں فرق رکھنے کی کوشش کی گئی ہے، اس کے لیے اِسے باضابطہ انیچ پر قناعت کرنے کے بجائے کورل ڈرا میں مکمل کتاب کی ڈیزائننگ کرائی گئی ہے۔

۷) اس کی ترتیب فتاویٰ رضویہ کی ترتیب ہی پر رکھی گئی ہے۔ ہاں بعض ابواب مثلاً نکاح وطلاق وغیرہ بالقصد چھوڑ دیے گئے ہیں، کہ یہ ابواب ان کے لئے گرانی فہم کا سبب ہوتے۔

اس نسخہ میں بعض کمی بھی رہ گئی ہے جس کا خود مجھے احساس ہے۔ میں نے اس انتخابی عمل کے لئے جو خاکہ بنایا تھا اس کے مطابق اس انتخابی مجموعہ کو پیش نہیں کر سکا جیسے:

۱) بعض ابواب کے ضروری مسائل اس میں شامل ہونے سے رہ گئے۔

۲) مسئلہ نمبر کے اعتبار سے باب کے آخر میں کتابوں کے حوالہ جات کی فہرست دی گئی تھی جو شامل ہونے سے رہ گئی۔

۳) حاشیہ میں جن الفاظ کے معانی دیے گئے ہیں ان میں اشاراتی نمبرات قلت وقت کے سبب چھوٹ گئے ہیں۔

انشاءاللہ دوسرے ایڈیشن میں یہ ساری کمیاں پوری کر لی جائیں گی۔ کہ اس کے بغیر یقیناً کتاب کی افادیت متاثر ہوگی۔

اس انتخاب کی ترتیب حواشی کمپوزنگ اور تزئین میں جن علم دوست اور اخلاص واخلاق سے بہرہ مند افراد نے ہماری مدد فرمائی ان تمام کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں، خاص کر:

- مفتی محمد حسن رضا نوری کا کہ انہوں نے کمپوز شدہ مسودہ پر نظر ثانی فرمائی اور دعائیہ کلمات سے نوازا۔
- مفتی خورشید انور شمسی کا جنہوں نے پروف ریڈنگ بھی کی اور اس خاکسار کے تعلق سے ایک تعارفی مضمون بھی لکھ کر ممنون کیا، یہ انہیں کی تحریک تھی جس سے میں انکار نہ کر سکا۔
- مولانا ڈاکٹر عبدالعلیم رضوی کا جنہوں نے کمپوز شدہ میٹر کا پرنٹ نکال کر پروف پڑھا اور خود فون کر کے باضابطہ تصحیح کروائی۔ کچھ ابواب باقی رہ گئے جس کا مجھے افسوس ہے۔
- مولانا مجاہد مصباحی اور مولانا وسیم رضا ثقافی اور شمس آغاز کا جنہوں نے کمپوزنگ کے فرائض انجام دیے۔
- عزیزم مولانا شمیم احمد مصباحی تربیت افتاادارہ شرعیہ کا جنہوں نے اخیر کے مرحلہ میں شبانہ روز ہمارے ساتھ محنت کی اور اپنے تعلیمی ذوق کی بیداری کا ثبوت دیا۔
- جناب احمد رضا صابری، مالک احمد گرافکس، سبزی باغ پٹنہ کا جنہوں نے اس کتاب کو سجانے، سنوارنے اور خوب سے خوب تر بنانے میں اپنے فن اور ایثار کا بھرپور مظاہرہ کیا اور
- ادارہ شرعیہ کے مہتمم مولانا غلام رسول بلیاوی اور ناظم اعلیٰ جناب الحاج سید شاہ اللہ رضوی صاحبان کا جنہوں نے اپنی مخصوص دعاؤں سے نوازا اور اس کام کی تکمیل میں مجھے تمام طرح کی بندشوں سے آزاد رکھا اور
- جناب مولانا فیضان الرحمن سبحانی ازہری، شاکر رضا نوری، جنہوں نے اس کی کتاب کی تکمیل میں معاونت فرمائی۔

□ آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ ناگپور کے ارباب حل وعقد بالخصوص مولانا الحاج مستقیم احمد رضوی، الحاج عبد المصطفیٰ رضوی کا جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کے لئے اپنی خواہش کا اظہار کیا، پل پل رابطہ میں رہے اور بالآخر یہ کتاب طباعت سے آراستہ ہوگئی۔

افادیت کے پیش نظر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی سوانح حیات شامل کر دیا ہے۔ یہ تحریر حضرت پروفیسر مسعود احمد مظہری کی ہے۔ اور اپنے موضوع پہ نہایت مدلل ہے۔ ساتھ ہی مولانا خادم حسین کی بنائی ہوئی فہرست جو مرجع علمائ سے متعلق ہے اور حافظ عبد الستار سعیدی صاحب کی مرتبہ فتاویٰ رضویہ کے مراجع ومصادر کو بھی شامل کر دیا ہے۔ تاکہ قاری کو اعلیٰ حضرت اور فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے ایک حد تک معلومات فراہم ہو سکے۔

یہ کتاب عرس رضوی ۲۰۱۲ میں منظر عام پہ آنی تھی مگر عرس سرکار مفتی اعظم (۱۴ر محرم ۱۴۳۳ھ) میں اس کی اشاعت کے سبب کم وقتوں میں اس کام کو سمیٹنا پڑا، اس لئے بہت ممکن ہے کہ اس میں خامیاں راہ پا گئی ہوں۔ اگر واقعی ایسا ہے تو نفس مسئلہ کی صحت میں اصل فتاویٰ رضویہ کا اعتبار ہوگا۔ قارئین سے گزارش ہے کہ مطالعہ کے بعد اپنے تحریری تاثرات اور اخلاص کے ساتھ خامیوں کی نشاندہی فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ اس کا دوسرا ایڈیشن جلد ہی منظر عام پہ آئے گا، جس میں تصحیح کر لی جائے گی۔

قافلۂ محققین رضا کی دھول
امجد رضا امجد
بانی القلم فاؤنڈیشن، سلطان گنج پٹنہ ۶
موبائل:9835423434/8544092773

□□□

ڈاکٹر امجد رضا امجد تعارف اور خدمات

مفتی سید شاہ خورشید انور شمسی
قاضی شریعت ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ

ڈاکٹر امجد رضا امجد کی تازہ کاوش اور ان کی شب و روز کی محنتوں کا حسین گل دستہ ہمارے سامنے ہے۔ بظاہر یہ کوئی بہت بڑا کام نہیں ہے مگر بڑا کام وہی ہے جو دیکھنے میں آسان ہو اور کرنے میں مشکل ترین —— جیسے سہل ممتنع کے اشعار، کہ پڑھنے سننے میں آسان مگر کہنا مشکل۔ ڈاکٹر امجد رضا امجد کی اس پیش کش سے ان کی صلاحیتوں کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور رضویات کے حوالہ سے ان کے پر خلوص جذبات کا بھی۔ کتاب کے حوالہ سے مجھے یہاں اس کے سوا اور کچھ کہنا نہیں ہے کہ یہ کتاب اکابر علماء کے علاوہ بقیہ تمام افراد کے لئے ایک گراں قدر تحفہ ہے۔ جس کی ضرورت برسوں سے تھی۔ یہ ضرورت ڈاکٹر صاحب نے پوری کی۔ خدائے تعالیٰ اس کا انہیں بھرپور صلہ عطا فرمائے۔

یہ کتاب جب پروف کے مرحلہ سے گزر رہی تھی اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ اس میں ڈاکٹر صاحب کا تعارف اور ان کی قلمی کاوشوں کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ لہٰذا اسے ضروری سمجھتے ہوئے یہ کام میں نے اپنے ذمہ لیا کہ ان کی مصروفیات کا کچھ تو خاکہ منظر عام پہ آئے۔ اسی غرض سے چند سطور لکھ رہا ہوں۔ ان میں بعض باتیں وہ ہیں جو انہوں نے پوچھنے پر بتائیں، بعض وہ ہیں جو خود میرے مشاہدہ کی ہیں اور بعض وہ ہیں جو قرطاس و قلم کے حوالہ سے اہل علم و ادب تک پہنچ چکی ہیں، میں نے صرف انہیں مرتب کر دیا ہے۔

ڈاکٹر امجد رضا کی پیدائش ۶ / جون ۱۹۷۲ء میں ان کے آبائی گاؤں رضا باغ گنگٹی واقع سیتامڑھی بہار میں ہوئی۔ یہ گاؤں سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے علاوہ شہر محبت بریلی کے تقریباً تمام بزرگوں کی جلوہ گاہ رہا ہے۔ خود ڈاکٹر صاحب کے والد جناب گماشتہ عبد الغفور خاں مرحوم حضور حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں علیہ الرحمہ والرضوان کے چہیتے مرید تھے۔ اور اپنی بے پناہ مصروفیات کے بعد بھی جہاں آپ دس اور پندرہ دن تک قیام فرماتے تھے۔ آپ کے بعد حضور مفسر اعظم

ہند مولانا شاہ ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں علیہ الرحمہ کا زمانہ آیا تو مہینہ بھر تک آپ کا قیام اس گاؤں میں ہوتا اور یہی گھرانہ ان کا مہمان نواز ہوتا۔ ڈاکٹر صاحب کی والدہ مرحومہ حضور جیلانی میاں سے ہی بیعت تھیں۔ جنہیں حضور حجۃ الاسلام اور حضور جیلانی میں علیہما الرحمہ کی دعائیں سمیٹنے کا بھر موقع ملا۔ امین شریعت بہار حضرت مفتی عبد الواجد قادری مدظلہ نے اپنی کتاب ''سرکار مفسر اعظم ہند'' عرب کے دو شیخ کے گنگٹی آنے، اور گماشتہ عبد الغفور خاں کے مہمان بننے کا تذکرہ فرمایا ہے۔ یہ دونوں بزرگ وہ تھے جنہیں خواب میں حضور اکرم ﷺ نے حضرت مفسر اعظم ہند سے مرید ہونے کا اشارہ فرمایا تھا۔ سوچنے کی بات ہے کہ جب سرکار ﷺ نے مرید ہونے کا اشارہ فرمایا تو آپ کی نگاہ غیب داں نے مرید ہونے کا منظر بھی ملاحظہ فرمایا اور جب مرید ہونے کا منظر آپ کی نگاہوں میں آیا تو وہ جگہ، وہ مہمان نواز، اور اس عربی مہمان کی خدمت کرنے والے بھی نگاہوں میں آئے ہوں گے اور جب ایسا ہے اور یقیناً ایسا ہی ہے تو کیا کہنا ان خوش نصیبوں کا جنہیں سرکار ﷺ اپنی نگاہوں سے اک نگاہ دیکھ لیں۔ مجھے اس واقعہ نے بہت متاثر کیا اور اس دن سے ڈاکٹر صاحب کی قدر میرے دل میں اور بڑھ گئی۔ حضور جیلانی میاں کی آمد کے درمیان ہی حضرت تاج الشریعہ علامہ مولانا شاہ اختر رضا خاں کی آمد کا بھی سلسلہ شروع ہوا اور یہ سلسلہ فیض رسانی آج بھی جاری ہے۔

ظاہر ہے ایسے دیندار اور محبت رضا سے سرشار گھرانہ میں جس کی پیدائش ہوگی وہ ایمان وعقیدہ کی خوشبو سے معطر ہوگا اس کی فکر پاکیزہ ہوگی، وہ بزرگوں کی بارگاہ کا ادب شناس، بڑوں کے احترام کے جذبے سے آشنا، علم وادب سے مزین اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی فکر کا مبلغ و ترجمان ہوگا۔ اور ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ اس میزان پہ پورا اترتے ہیں۔

ان کا تعلیمی سفر اپنے گاؤں ہی سے شروع ہوا۔ جہاں انہوں نے مولانا سلطان رضا قادری مدظلہ اور مولانا حافظ وقاری عبد الجبار اشرفی مدظلہ سے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر ۱۹۸۲ء میں پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کے قائم کردہ دار العلوم غریب نواز الہ آباد تشریف لے گئے۔ ایک سال وہاں رہنے کے بعد گھر سے دوری کے سبب انہیں قریب ہی کے مدرسہ جامعہ قادریہ مقصود پور اورائی ضلع مظفر پور میں داخل کرایا گیا۔ یہاں شیر بہار حضرت مفتی اسلم صاحب قبلہ نے تعلیم اور عقائد کی پختگی کا بہت اچھا ماحول بنایا تھا۔ یہیں پہلی بار مولانا غلام مصطفیٰ رضوی، مولانا حاجی نسیم رضوی، مولانا فیاض احمد رضوی سے پڑھنے کا موقع ملا۔ ڈاکٹر صاحب کے بقول ان کی تعلیم کا سب سے مصروف ترین دور یہی تھا اور ان کے استاذ مولانا غلام مصطفیٰ صاحب رضوی (جو ابھی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر ph,d کرنے کے سبب ڈاکٹر اور شاعری سے ذوق رکھنے کے سبب نجم القادری کے نام سے متعارف ہیں) نے انہیں خصوصی توجہ سے پڑھایا انہیں کے ساتھ وہ دار العلوم قادریہ غوثیہ، سیتامڑھی بھی گئے۔ اور صرف ونحو وادب کی بنیادی کتابیں بڑی محنت سے پڑھیں۔ گویا ۱۹۸۳ سے ۱۹۸۴ء تک کا عرصہ ان ہی خدمت میں گزرا۔ یہاں کے بعد آپ بعض دوستوں کی تحریک پہ دار العلوم خیریہ نظامیہ سہسرام چلے گئے جہاں حضرت مولانا ظل الرحمٰن رضوی، مولانا عبد العزیز رضوی، مولانا فضیل احمد، مولانا خورشید احمد صاحب سے آپ نے سال بھر تک تعلیم حاصل کی۔

ڈاکٹر صاحب کی تعلیم کا آخری پڑاؤ دار العلوم امجدیہ ناگپور تھا۔ یہاں آپ حضرت مفتی عبد الحلیم صاحب رضوی کے

توسط سے ۱۹۸۶ء میں داخل ہوئے اور ۱۹۹۰ء میں فراغت پائی۔ آپ نے یہاں حضرت علامہ مفتی غلام محمد خاں صاحب قبلہ ،حضرت مفتی مجیب اشرف صاحب قبلہ، حضرت علامہ سید محمد حسینی صاحب قبلہ، حضرت مولانا نسیم احمد صاحب، حضرت مفتی منصور احمد صاحب، حضرت مفتی محمد ابو القیس صاحب، حضرت مولانا محمد اقبال، حضرت قاری مطلوب احمد سے درجہ بدرجہ دورۂ حدیث تک صرف نحو منطق فلسفہ ادب، فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ کی کتابیں پڑھیں۔ تدریس کے بعد کے اوقات میں آپ نے یہیں جناب ایوب انصاری کے مرکز کتابت میں فن کتابت بھی سیکھی۔ اورنا گپور ہی کے تعلیمی سال کے درمیان تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری میاں قبلہ سے آپ نے شرف بیعت حاصل کیا۔

فراغت کے بعد آپ بہار کی راجدھانی پٹنہ آئے اور پھر یہیں کے ہو رہے۔ پٹنہ میں آپ کی زندگی کا آغاز الجامعۃ الرضویہ کی تدریسی خدمات سے ہوا۔ پھر آپ کے ذوق طلب نے آپ کا رخ کالج کی طرف کیا تو آپ نے جین کالج آرہ سے ۱۹۹۴ء میں ایم اے کیا اور پھر ایم اے کے بعد پروفیسر سید شاہ طلحہ رضوی برق صاحب کی نگرانی میں اعلیٰ حضرت کی تنقید نگاری پہ ph,d کی۔ جب پہلے پہل مرکزی ادارہ شرعیہ میں شعبہ تربیت افتا قائم ہوا اور فقیہ النفس حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی صاحب ادارہ شرعیہ میں صدر شعبہ ہو کر تشریف لائے تو آپ اس شعبہ میں داخل ہوئے اور حضرت مفتی صاحب قبلہ کی صحبت میں آپ نے افتا کا کورس مکمل کیا اور ممتاز قرار دئے گئے۔ آپ کی زندگی کا یہ انتہائی قیمتی دور تھا اس میں آپ کو حضرت مفتی صاحب قبلہ سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ مفتی صاحب قبلہ نے بھی آپ کو بڑی شفقت سے سنوارا۔ اسی لئے مفتی صاحب قبلہ ڈاکٹر صاحب کو اپنے قابل ذکر تلامذہ میں شمار کرتے ہیں۔ یہ ڈاکٹر صاحب کے لئے یقیناً فخر کی بات ہے۔

ڈاکٹر امجد رضا نے ناگپور میں تعلیمی سفر کے دوران ہی مضمون لکھنے کی شروعات کی تھی پھر ان کا شہوار قلم چلتا رہا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہندو پاک اور امریکہ تک اس کی گونج سنائی دینے لگی۔ آپ کی اسی صلاحیت کے سبب ادارہ شرعیہ کے علمی فکری ترجمان ''سہ ماہی رفاقت'' کا انہیں ایڈیٹر بنایا گیا پھر رضویات کے موضوع پر آپ نے رضا اکیڈمی کے تعاون سے خود اپنا رسالہ ''رضا بک ریویو'' جاری کیا جس نے علمی ادبی اور رضویاتی محققین کے درمیان آپ کی نئی پہچان بنائی۔ یہ مقبولیت اس وقت اور مستند ہوئی جب علامہ ڈاکٹر غلام زرقانی صاحب نے امریکہ سے رسالہ نکالنے کا ارداہ کیا تو آپ ہی کو اس کا ایڈیٹر بنایا جس نے پوری دنیا میں آپ کو متعارف کرایا۔ اسی درمیان ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے نکلنے والے انٹرنیشنل انگریزی میگزین (معارف رضا، انگلش) کا باضابطہ اجازت لے کر مدیر اعزازی بنایا گیا۔ ان حقائق سے ڈاکٹر امجد رضا کی مقبولیت اور ان کی تحریروں پر اعتماد کی جھلک محسوس کی جاسکتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب اپنی تحریروں پہ کسی سے لکھوانے کے عادی نہیں اور نہ چھپنے کے بعد تبصرہ لکھوانے کے لئے بے چین نظر آتے ہیں۔ پھر بھی ہم یہ دیکھتے ہیں کہ رسائل کے قاری نے ان کی صلاحیتوں کا بھرپور اعتراف کیا ہے اور انہیں خراج پیش

کیا ہے۔رفاقت سے لے کر رضا بک ریویو اور سہ ماہی آیات امریکہ تک ان کی ادارتی خدمات،ان کے تحقیقی مقالات وتنقیدات پہ قارئین نے جو تاثرات لکھے ہیں اس کا بڑا ذخیرہ ان رسائل میں محفوظ ہیں میں یہاں صرف رضا بک ریویو میں شامل تاثرات کے تین چار اقتباسات پیش کرتا ہوں جس سے یہ اندازہ ہوگا کہ وہ اہل علم وادب کے درمیان کتنے مقبول ہیں:

علامہ خواجہ مظفر صاحب قبلہ:

"آپ کی تحریروں میں سنجیدگی،متانت،تحقیق اور تنقید کی خوبیاں نظر آتی ہیں۔کلیات مکاتب رضا اور تصانیف امام احمد رضا پر آپ کے ناقدانہ تبصرے اس کے غماز ہیں۔"

علامہ سید وجاہت رسول قادری کراچی:

"آپ سے ٹیلی فون پر بات چیت ہوتی رہتی ہے،انٹرنیٹ پر بھی آدھی ملاقات رہتی ہے لیکن آج "رضا بک ریویو" کے پہلے شمارہ کا مطالعہ کیا تو دل چاہا کہ آپ سے قلم وقرطاس کے ذریعہ گفتگو کی جائے اور "رضا بک ریویو" کے شمارے کی صورت میں آپ کی صحافتی صلاحیتوں،قلمی وعلمی کاوشوں،رضا شناسی اور "رضویات" کے مطالعہ پر آپ کی عالمانہ اور ناقدانہ نظر کو خراج تحسین پیش کیا جائے۔

راقم کو یہ اندازہ ہو چلا ہے کہ ماشاء اللہ آپ کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ فیاض ازل نے تحریر وتصنیف ، تحقیق وتدقیق اور تعمیری تنقید کی بہترین صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں۔مزید برآں "رضویات" پر بھی آپ کی گہری نظر ہے۔

راقم علی وجہ البصیرت،جو اسے اٹھائیس سال ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی تصنیفی اور تحقیقی کاموں کی نگرانی کی خدمات انجام دینے کی بناء پر فیض رضا اور فیضان مرشد کریم حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حاصل ہے،یہ بات عرض کر رہا ہے کہ:

مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ!

بحمد اللہ برصغیر کے مشرقی شہر پٹنہ کے افق سے آپ کی صورت میں ایک نیا "ماہر رضویات" آفتاب بن کر ابھر رہا ہے۔جبکہ ابھی ابھی برصغیر کے مغربی افق (کراچی) کے کناروں پر ایک عظیم "آفتاب رضویات" نصف النہار تک پہنچنے کے بعد ڈوب چکا ہے۔"ادھر ڈوبے ادھر نکلے" کا منظر ہے۔یہ من حیث الجماعت اہل سنت کے لیے ایک نیک فال ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت باکرامت رکھے آمین۔"

حضرت مفتی ناظر اشرف صاحب ناگپور:

''ڈاکٹر صاحب جب کسی عنوان پر اپنے قلم کو جنبش دیتے ہیں تو بحر ذخار کے غواص کی طرح گوہر ہائے آبدار حاصل کرنے کے لیے اپنی توانائی وقف کر دیتے ہیں۔ اور جب کسی غیر کا تعاقب کرتے ہیں تو برق خاطف کی طرح ان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ یا پھر یوں کہا جائے کہ ان کی قوت دراکہ شے کی حقیقت وماہیت تک وصول کے لیے مضطرب رہتی ہے۔ اور جب وہ حقیقت کا سراغ لگا لیتے ہیں تو پھر ان کی جودت طبع صحیح وغلط میں خط امتیاز کھینچ کر ہی دم لیتی ہے۔

یہ مبالغہ آرائی نہیں۔ بلکہ اظہار حقیقت ہے کہ ڈاکٹر امجد رضا امجد اپنے اندر عقابی روح رکھتے ہیں اور جب ان کی عقابی روح کسی شے کی متلاشی اور جویاں ہوتی ہے تو بس پھر کیا ہے! ان کا قلم پہاڑ سے گرتے آبشار کی طرح سیال ہو جاتا ہے، مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کو واردات قلبی ہونے لگتی ہیں اور وہی لوح وقلم کی زینت بن جاتی ہے۔

پروفیسر صفدر امام قادری، پٹنہ:

''مولانا امجد رضا امجدؔ نے اس سفرنامے (وادی نور کا سفر) میں لحظہ بہ لحظہ اپنے جذبوں کی ترسیل کے مواقع تلاش کر لئے ہیں، یہ سفرنامہ انجام تک پہنچ کر شاید واقعات اور تجربات کی ایک ایسی کہکشاں بن جائے جہاں روشنی ہی روشنی ہو اور خوشبو ہی خوشبو ہو، ہماری یہی توقع ہے۔

ایک صحیفہ ادب کے طور پر جب اس ہم داستان شوق کا مطالعہ کرتے ہیں تو مصنف کی متنوع صلاحیتوں کا پتا چلتا ہے۔ سولہ صفحات میں زبان کے تخلیقی جلال پر غور کریں تو مولانا امجد رضا امجد ایک پرشور دریا کی طرح جوش میں بسر وچشم نظر آتے ہیں لیکن سفر کا رخ دلوں کی آخری منزل کی طرف ہے اس لئے لفظوں میں جمال کا کون سا عنصر ہے جو لکھنے والے سے بچ رہا ہو اس لئے اسے ادبی شہ پارے کے طور پر قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہونا چاہئے''

مفتی شبیر احمد صابر القادری، سیتامڑھی:

آپ کی بے باک اور ادبی چاشنی سے لبریز تحریروں میں علامہ مشتاق احمد نظامی کا پرتو صاف اور واضح نظر آیا اور دل شاد ہوا کہ ہم اپنے بیچ مشتاق ثانی بھی رکھتے ہیں۔ رضویات کو ایک مستقل موضوع اور فن کے طور پر برتنے کے لیے تہ دل سے مبارکباد قبول فرمائیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس میدان میں نئے آفاق فتح کریں گے۔ ایک اور مبارکباد کے آپ مستحق

ہیں۔ فتاویٰ رضویہ کی تلخیص کا جو اعلان آپ نے میگزین میں شائع کیا ہے وہ یقیناً ایک عظیم اور نا قابل فراموش سرمایہ ہوگا۔

قاسم خورشید SCERT بہار پٹنہ:

''سفرنامہ حج کے مطالعہ کے بعد تو عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی۔ اتنا خوبصورت اور جامع سفرنامہ کم ہی مطالعہ کے حصار میں رہا ہے، ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا ڈاکٹر امجد رضا کے ساتھ ان کا قاری بھی سفر کر رہا ہو۔ حالانکہ ڈاکٹر امجد رضا کا سفرنامہ تمام نہیں ہوا ہے لیکن اب تک وہ جس مقام تک پہنچے ہیں یقیناً اگلے سفر کے لئے ایک خوبصورت تجسس قائم کرنے میں کامیاب ہیں۔''

ڈاکٹر امجد رضا امجد شاعر بھی ہیں اور خوش گلو بھی۔ پٹنہ کی ''بزم ثاقب'' سے باضابطہ اپنی شاعری کا سلسلہ شروع کرنے والے امجدؔ پختہ گو شاعر ہیں۔ غزل کہنے کا سلسلہ اگر چہ آپ نے ترک کر دیا ہے اور نعت پاک کو توشۂ آخرت سمجھ کر اسی سے وابستہ ہیں مگر ابتدائی دور کی غزلیں ان کے اچھے شاعر ہونے کی دلیل ضرور فراہم کرتی ہیں۔ اب انہوں نے نعت پاک سے اپنا رشتہ قائم کر رکھا ہے، وہ نعتیں کہتے ہیں اور بہت عمدہ کہتے ہیں اور جتنا عمدہ کہتے ہیں اتنا ہی عمدہ پڑھتے بھی ہیں۔ مثلاً ان کے یہ نعتیہ اشعار ملاحظہ کریں:

مرے جذب شوق جنون کو کہوں کیا کہاں کی تلاش ہے
جہاں سرنگوں ہیں بلندیاں اسی آستاں کی تلاش ہے

غم عشق میری اساس ہے یہی اک عمل ہے جو پاس ہے
جسے نذر کر سکوں نقد جاں اسی جان جاں کی تلاش ہے

مدینہ میں ذرا رکھنا بھرم اے آگہی میری
ہوا جاتا ہوں خود سے بے خبر آہستہ آہستہ
منقش پتلیوں میں ہے شبیہ گنبد خضریٰ
ملی مجھ کو یہ معراج نظر آہستہ آہستہ

دل چاہتا ہے نعت حبیب خدا لکھوں
لیکن یہ سوچتا ہوں کہ بندہ ہوں کیا لکھوں

عکس جمال حق لکھوں یا آئینہ لکھوں
یا کچھ بھی لکھ نہ پاؤں تو سر خدا لکھوں
اچھا یہی ہے رب کا ہی لکھا ہوا لکھوں
اپنی کہاں بساط کہ ان کی ثنا لکھوں

کام آخر مرا اضطراب آگیا
آنکھ جھپکی مدینے کا خواب آگیا
پرسش غم کو آئی جو یاد نبی
ٹوٹتے حوصلوں میں شباب آگیا

ڈاکٹر امجد رضا امجد کی تازہ اور شاید تاحیات مصروفیات رضویات سے وابستہ ہیں۔ میں انہیں ہر دم مصروف دیکھتا ہوں وہ کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں یا اوروں سے رضویات پہ کچھ کرانے خاکے بناتے رہتے ہیں۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پہ تحقیقی کاموں کا جو منصوبہ بنا رکھا ہے اس کے لئے انہیں افراد کی بھی ضرورت ہے اور وسائل کی بھی۔ خدا کرے کہ وہ دن آئے اور وہ اپنے منصوبے کے مطابق رضویات پہ کام کرنے کا خواب پورا کر سکیں۔

انہوں نے اب تک مختلف موضوعات بالخصوص رضویات پہ جو کام کئے ہیں ان میں بعض مطبوعہ ہیں بعض غیر مطبوعہ، بعض کی کمپوزنگ ہو چکی ہے۔ بعض تکمیل کے مرحلہ میں ہے اور بعض کا مسودہ تیار رکھا ہے۔ اس طرح کے کاموں کا بڑا ذخیرہ ان کے دفتر القلم فاؤنڈیشن میں بکھرا پڑا ہے۔ خدا کرے وہ بھی منضبط ہو جائے۔

یہ کتاب ''منتخب مسائل فتاویٰ رضویہ'' ان کی کاوشوں کا حسین گل دستہ ہے۔ اس کے لئے ڈاکٹر صاحب نے خود کو جس طرح جلایا ہے وہ بھلانے کا نہیں ہے خود میرا روم ان کی محنتوں کا مسکن تھا۔ مسلسل ۱۲ ردن قید رہ کر انہوں نے جس طرح اس کام کو مکمل کیا ہے مجھے کسی اور سے اس کی توقع نہیں۔ اور ان کے ساتھ ان کے رفیق کار جناب احمد رضا صابری نے بھی جس طرح اس کتاب کی تزئین میں اپنی ہنر مندی اور فنکاری کا رنگ بھرا ہے وہ بھی ان کے ایثار، جذبے اور لگن کا ناقابل فراموش حصہ ہے۔ خدائے تعالیٰ انہیں بھی اس کا بھرپور صلہ عطا فرمائے۔

مجھے اعتراف ہے میں ان کی خدمات کا بھرپور تعارف نہیں کرا سکا۔ میں چوں کہ دس سال سے ان کے ساتھ ہوں انہیں دیکھنے سننے اور جذبات کے پڑھنے کا مجھے خوب موقع ملا ہے۔ میں یہ پورے اعتماد سے کہہ سکتا ہوں کہ امجد رضا وقت کی ضرورت ہیں، قوم کی ضرورت ہیں بالخصوص رضویات کی ضرورت ہیں۔ خدائے تعالیٰ انہیں صحت وسلامتی کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے اور ان سے دین وسنت کی بھرپور خدمت لے۔ میں چوں کہ ڈاکٹر صاحب کے تعلق سے مکمل بات نہیں کہہ سکا اس لئے تقویم کی شکل میں اک خاکہ آخر میں ملاحظہ فرمالیں۔ اور ڈاکٹر صاحب کے ساتھ مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

ڈاکٹر امجد رضا امجد: اک نظر میں

نام	:	محمد امجد رضا خاں
قلمی نام	:	محمد امجد رضا امجدؔ
ولدیت	:	عبد الغفور خاں
پیدائش	:	۲۶؍جون ۱۹۷۲ء
مقام پیدائش	:	رضا باغ گنگٹی ضلع سیتامڑھی بہار
تعلیم	:	فاضل دار العلوم امجدیہ ناگپور (۱۹۹۰)
		فاضل فارسی، مدرسہ ایجوکیشن بورڈ بہار (۲۰۰۲)
	:	فاضل دینیات اتر پردیش مدرسہ بورڈ (۲۰۱۲)
		ایم اے، (اردو) (۱۹۹۴)
		Ph,d جین کالج آرا، .v.k یونیورسیٹی آرا (۱۹۹۸)
عنوان Ph,d	:	امام احمد رضا کی فکری تنقیدیں
نگراں	:	ڈاکٹر پروفیسر سید شاہ طلحہ رضوی برقؔ، داناپور، بہار
		افتائی، شعبہ تربیت افتاء مرکزی ادارہ شرعیہ بہار (زیر تربیت مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی)
سماجی خدمات	:	پٹنہ ضلع اوقاف کمیٹی کی صدارت
		حج کمیٹی بہار کی رکنیت
نکاح	:	۱۹۹۶ء
اولاد	:	۴؍لڑکے، حماد رضا، عفان رضا، خطاب رضا، فہام رضا
		۱؍لڑکی، حُمیرا رضا
ارادت	:	تاج الشریعہ حضرت علامہ شاہ محمد اختر رضا خاں مدظلہ الاقدس
تدریسی خدمات	:	الجامعۃ الرضویہ پٹنہ (درس نظامیہ)
		ادارہ شرعیہ بہار (شعبہ تربیت افتاء)
		اسلامیہ ڈگری کالج مظفر پور (دینیات)

قلمی خدمات:

تصانیف وتالیف:

امام احمد رضا کی فکری تنقیدیں

امام احمد رضا اور بہار

امام احمد رضا اور عظیم آباد

امام احمد رضا اور سلسلہ فردوسیہ

امام احمد رضا اور بہار کی خانقاہیں

ترتیب:

منتخب مسائل فتاویٰ رضویہ	(فتاویٰ رضویہ کے بعض مسائل کا انتخاب)
کلیات رضا	(عربی فارسی اردو، مکمل مجموعہ کلام)
ارمغان رضا	امام احمد رضا کے فارسی کلام کا انتخاب وترجمہ
لفظیات رضا	حدائق بخشش کی موضوعاتی ترتیب
بیاض رضا	کتب رضا میں شامل اشعار کی ترتیب
غزلیات رضا	مع تقدیم وترتیب
قصائد رضا،	مع تقدیم وترتیب
رباعیات رضا	مع تقدیم وترتیب

سیمائی فارسی (برائے درجہ ششم) تیار کردہ SCERT بہار پٹنہ

تحقیقات:

ماہنامہ "تحفہ حنفیہ" تحقیقی جائزہ واشاریہ

قصیدہ آمال لابرار، تحقیق وتقدیم

دربار حق وہدایت، تحقیق وتجزیہ

تحریک ندوہ، تاریخی وتنقیدی جائزہ

"نعتیہ شاعری کے آداب" کا تنقیدی مطالعہ

مجموعہ مقالات ومضامین:

مطالعہ رضویات   رضویات پر علمی، تنقیدی مقالات

عرفان ادب	علمی وادبی مقالات
میزان ادب	تبصراتی مضامین
لمعان ادب	مذہبی مضامین
وادی نور کا سفر	تاثراتی سفر نامہ حج
پیمانہ حجاز	نعتیہ مجموعہ
درد ہے ہم سفر	غزلوں کا مجموعہ
جلوہ شان حق	شیر بہار حضرت مفتی اسلم صاحب پر مضامین کا مجموعہ
تحائف بخشش	حضور حجۃ الاسلام کے منتخب کلام کا مجموعہ
محبوب الاکابر	حضرت الحاج غلام رضا عرف منے میاں کے حالات زندگی پر تاثرات کا مجموعہ
وقار ملت	حضرت مولانا جمال احمد خاں قادری کے حالات وتاثرات کا مجموعہ
فرہنگ کلیات رضا	(عربی فارسی اردو مکمل کلام رضا کی فرہنگ)

تقدیم وتقریظ:

فتاویٰ شرعیہ — ادارہ شرعیہ کے فتاویٰ کی پہلی دو جلدیں

امام احمد رضا حقائق کے اجالے میں/مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی

'سلام رضا تضمین وتفہیم اور تجزیہ'' کا تنقیدی جائزہ/مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی

''نقش دوام''/مفتی عبدالواجد قادری (شعری مجموعہ)

امام احمد رضا بحیثیت مفسر/مقالہ ph,d۔مولانا ڈاکٹر عبدالعلیم رضوی اندور

''اربعین''/پروفیسر سید شاہ طلحہ رضوی برق (نعتیہ شعری مجموعہ)

''خدا نہ خدا سے جدا''/مولانا سید اولاد رسول قدسی امریکہ (نعتیہ شعری مجموعہ)

''خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا''/ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی

''چند لمحے ام المومنین کی آغوش میں''/مولانا افروز قادری، افریقہ

''شیر بہار''/مولانا کیف الحسن قادری (حضرت مفتی اسلم صاحب کی حیات وخدمات)

فکر رضا کے جلوے/مولانا توفیق احسن برکاتی

صحافت:

ایڈیٹر	سہ ماہی ''رفاقت'' ادارہ شرعیہ بہار
ایڈیٹر	سہ ماہی ''آیات'' امریکہ

چیف ایڈیٹر	سہ ماہی ''رضا بک ریویو'' پٹنہ
چیف ایڈیٹر	پندرہ روزہ ''ندائے بہار'' (اردو ہندی اخبار)
مدیر اعزازی	معارف رضا، کراچی (انگلش میگزین)

مقالات ومضامین کی اشاعت:

ماہنامہ استقامت، دہلی،

ماہنامہ جام نور دہلی

ماہنامہ تاج الفحول بدایوں، یوپی

معارف رضا، پاکستان

جہان رضا، لاہور

نعت رنگ، کراچی

ماہنامہ نور مصطفیٰ پٹنہ،

سہ ماہی رفاقت پٹنہ

ماہنامہ زبان وادب پٹنہ

ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور

فاؤنڈیشن:

القلم فاؤنڈیشن، پٹنہ

پندروزہ اردو ہندی اخبار ''ندائے بہار'' پٹنہ

رضا بک ریویو، پٹنہ

مدینہ مسجد، (رضا کمپلیکس) پوپری، سیتامڑھی بہار

قادری مسافر خانہ، (رضا کمپلیکس) پوپری، سیتامڑھی بہار (نزد پوپری اسٹیشن)

امام احمد رضا لائبریری (رضا کمپلیکس) پوپری، سیتامڑھی بہار

صفہ اکیڈمی (رضا کمپلیکس) پوپری، سیتامڑھی بہار

ایوارڈ:

اعلیٰ حضرت Ph.d ایوارڈ خانقاہ رضویہ بریلی شریف

امام احمد رضا گولڈ میڈل ایوارڈ، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

غلام سرور ادبی اور صحافتی ایوارڈ، علمی مجلس بہار پٹنہ

مصروفیات:

دار القضا ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ کی خدمات

سہ ماہی رضا بک ریویو' اور سہ ماہی ''آیات'' امریکہ کی ادارت

علمی ادبی ملی اور مذہبی سیمیناروں اور مشاعروں میں شرکت

افکار رضا کی تبلیغ و اشاعت کے لئے متنوع جہات پر کوششیں

رضویات پر کام کرنے والے افراد کی فکری رہنمائی اور ان کا علمی تعاون

رابطہ کا پتہ:

القلم فاؤنڈیشن، پتھر کی مسجد، سلطان گنج پٹنہ ٦

مرکزی ادارہ شرعیہ بہار، سلطان گنج پٹنہ ٦

طالب دعا

سید خورشید انور شمسی

ولی عہد

خانقاہ شمسیہ ارول، جہان آباد بہار

اجمالی فہرست

منتخب مسائل

فتاویٰ رضویہ

اجمالی فہرست

منتخب مسائل فتاویٰ رضویہ

کتاب الطہارہ:

باب الوضو:

باب الغسل:

باب المیاہ: [پانی کا باب]

باب الحیض:

باب المعذور:

باب الانجاس:

باب الاستنجا:

باب التیمّم:

کتاب الصلوٰۃ

نماز کے اوقات:

باب اماکن الصلوٰۃ:

باب الاذان والاقامہ:

باب صفۃ الصلوٰۃ:

باب القرأت:

باب الامامت:

باب الجماعت:

مفسدات صلوٰۃ:

مکروہات الصلوٰۃ:

باب الوتر والنوافل:

باب احکام المسجد:

باب قضاء الفوائت:

باب سجود السہو:

باب سجود التلاوۃ:

باب صلوٰۃ المسافر:

باب الجمعۃ والعیدین:

کتاب الجنائز

کتاب الزکوٰۃ

کتاب الصوم

مفسدات روزہ:

مکروہات روزہ:

قضا و کفارہ:

سحر و افطار:

کتاب الحج والزیارہ

ذبائح و قربانی

حظر و اباحہ

اشربہ

کتاب الرہن

وصایا

باب الکلام

متفرقات

بَابُ الْوُضُوْ

وضو کرنے کا مسنون طریقہ!

سوال: وضو کرنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: جب وضو کرنے، بیٹھے پہلے بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام پڑھ لے۔ جو وضو بسم اللہ سے شروع کیا جاتا ہے، تمام بدن کو پاک کر دیتا ہے، ورنہ جتنے اعضا پر پانی گزرے گا، اتنا ہی پاک ہوگا۔ پھر دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین تین بار اس طرح دھوئے، کہ پہلے سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ سے پانی ڈال کر تین بار، پھر الٹے کو سیدھے ہاتھ سے پانی ڈال کر تین بار دھوئے ——— اور اس کا خیال رہے کہ انگلیوں کی گھائیاں پانی بہنے سے نہ رہ جائیں۔ پھر تین بار کلی ایسی کرے کہ منھ کی تمام جڑوں اور دانتوں کی سب کھڑکیوں میں پانی پہنچ جائے کہ وضو میں اسی طرح کلی کرنا سنت مؤکدہ اور غسل میں فرض ہے۔ اکثر لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے جلدی جلدی تین بار بیچ بیچ کر لیا یا ناک کی نوک پر تین بار پانی لگا لیا ایسا کرنے سے وضو میں سنت ادا نہیں ہوتی۔ ایک آدھ بار ایسا کرنے سے تارک سنت اور عادت ڈالنے سے گنہگار و فاسق ہوتا ہے اور غسل میں فرض رہ جاتا ہے، تو غسل تو ہوتا ہی نہیں کہ نرم بانسے تک پانی چڑھانا وضو میں سنت مؤکدہ اور غسل میں فرض ہے۔

داڑھی اگر ہے، تو خوب تر کر لے کہ اگر ایک بال کی جڑ بھی خشک رہی اور پانی اس پر نہ بہا، تو وضو نہ ہوگا۔ اور منھ پر پانی لمبائی میں پیشانی کے بالوں کی جڑوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور چوڑائی میں کان کی ایک لو سے دوسری لو تک پانی بہائیں، پھر دونوں ہاتھ کہنیوں تک اس طرح دھوئیں کہ پانی کی دھار کہنی تک برابر پڑتی چلی جائے یہ نہ ہو کہ پہنچے سے تین بار پانی چھوڑ دیا اور وہ کہنی تک بہتا چلا گیا اس طرح کہنی بلکہ کلائی کی کروٹوں پر پانی نہ بہنے کا احتمال ہے۔ اس کا لحاظ ضروری ہے کہ ایک رونگٹا بھی خشک نہ رہے، اگر پانی کسی بال کی جڑ کو تر کرتا ہوا بہہ گیا اور بالائی حصہ خشک رہ گیا، تو وضو نہ ہوگا۔ پھر سر کے بالوں کا مسح کرے۔ چہارم سر کا مسح کرنا فرض ہے اور پورے سر کا سنت ہے۔ دونوں ہاتھوں کا انگوٹھا اور کلمہ کی انگلی چھوڑ کر تین تین انگلیوں اور انہیں کے مقابل ہتھیلی کے حصوں سے پیشانی کی جانب سے گدی تک کھینچتا ہوا لے جائے، پھر ہتھیلیوں کا باقی حصہ گدی سے پیشانی تک لائے اور کلمہ کی انگلیوں کے پیٹ سے کانوں کے پیٹ کا مسح کرے اور انگوٹھوں کے پیٹ سے کانوں کی پشت کا اور پشت دست سے گردن



- احتمال: شک، گمان
- بالائی حصہ: اوپری حصہ
- کانوں کی پشت: کانوں کا باہری/اوپری حصہ
- پشت دست: ہتھیلی کا اوپری حصہ

کے پچھلے حصہ کا، گلے پر ہاتھ نہ لائے کہ بدعت ہے۔ پھر دونوں پاؤں ٹخنوں کے اوپر تک دھوئے ــــــ اور ہر عضو پہلے دایاں پھر بایاں دھوئے۔

کلی کرتے وقت کہے:

اللھم اعنی علی تلاوۃ القرآن و ذکرك و شکرك و حسن عبادتك۔

الٰہی! میری مدد فرما قرآن عظیم کی تلاوت اور اپنے ذکر و شکر اور اچھی عبادت پر۔

ناک میں پانی ڈالتے وقت کے:

اللھم ارحنی رائحۃ الجنۃ ولا ترحنی رائحۃ النار۔

الٰہی! مجھے جنت کی خوشبو سنگھا اور دوزخ کی بدبو نہ سنگھا،

منہ دھوتے وقت کہے:

اللھم بیض وجھی یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ۔

الٰہی! میرا منہ اجالا کر جس دن کچھ منہ اجالے ہوں گے اور کچھ کالے،

داہنا ہاتھ دھاتے وقت کہے:

اللھم اعطنی کتابی بیمینی و حاسبنی حسابا یسیرا۔ الٰہی میرا نامہ اعمال میرے سیدھے ہاتھ میں دے اور مجھ سے آسان حساب لے،

بایاں ہاتھ دھوتے وقت کہے:

اللھم لا تعطنی کتابی بشمالی ولا من وراء ظھری۔ الٰہی میرے نامہ اعمال الٹے ہاتھ میں نہ دینا نہ میری پیٹھ کے پیچھے سے،

سر کا مسح کرتے وقت کہے:

اللھم اظلنی تحت ظل عرشك یوم لا ظل الا ظل عرشك۔ الٰہی مجھے اپنے عرش کے نیچے سایہ دے جس دن سایہ نہیں مگر تیرے عرش کا۔

کانوں کا مسح کرتے وقت کہے:



اللهم اجعلنی من الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه۔

الٰہی مجھے ان میں کر جو کان لگا کر بات سنتے ہیں پھر اس میں بہتر کی پیروی کرتے ہیں،

گردن کے مسح میں کہے:

اللهم اعتق رقبتی من النار ۔الٰہی میری گردن دوزخ سے آزاد فرما،

سیدھا پاؤں دھوتے وقت کہے:

اللهم ثبت قدمی علی الصراط یوم تزل الاقدام ۔

الٰہی میرے پاؤں صراط پر جما، جس دن قدم پھسلیں،

الٹا دھوتے وقت کہے:

اللهم اجعل ذنبی مغفورا وسعیی مشکورا و تجارتی لن تبور۔

الٰہی میرا گناہ معاف کر اور میری کوشش ٹھکانے لگا اور میری سوداگری ضائع نہ کر،

اور ہر عضو دھونے کے بعد درود شریف پڑھے۔ ختم وضو کے بعد آسمان کی طرف منھ اٹھا کر کلمہ شہادت پڑھے پھر کہے اللهم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطهرین ۔ الٰہی مجھے بہت توبہ کرنے والوں میں سے کر اور مجھے ستھرا ہونے والوں میں سے کر، (اس کی برکت سے سے) جنت کے آٹھوں دروازے اس کے لئے کھول دیے جائیں گے۔

ایک مرتبہ مجھے گاؤں جانے کا اتفاق ہوا، ایک عالم صاحب میرے ساتھ تھے، فجر کی نماز کے لئے انہوں نے وضو کیا بھوؤں سے چہرہ پر پانی ڈالا، جب ان سے کہا گیا، تو فرمایا "جلدی کی وجہ سے کہ وقت نہ جائے" میں نے کہا "تو بلا وضو ہی پڑھئے گا" مجھے خیال رہا، ظہر کے وقت دیکھا، انہوں نے اس وقت بھی ایسا ہی کیا۔ میں نے کہا "اب تو وقت نہ جاتا تھا" (ماخوذ، الملفوظ)

تانبے کے برتن میں وضو جائز ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ تانبے کے برتن سے اگر وضو کرے تو کیا وضو



ناقص رہے گا جب کہ آج کل بہت سے لوگ تانبے کے لوٹے سے وضو کرتے ہیں۔کیا ان سب کا وضو ناقص ہے۔**بینوا توجروا**

الجواب:

تانبے کے برتن سے وضو کرنا اس میں کھانا پینا سب بلا کراہت جائز ہے۔وضو میں کچھ نقصان نہیں آتا۔ہاں قلعی کے بعد چاہئے۔بے قلعی کے برتن میں کھانا پینا مکروہ ہے کہ جسمانی ضرر کا باعث ہے۔اور مٹی کا برتن تانبے سے افضل ہے۔علما نے وضو کے آداب و مستحبات سے شمار فرمایا کہ مٹی کے برتن سے ہو اور اس میں کھانا پینا بھی تواضع سے قریب تر ہے۔

درمیان وضو ہوا خارج ہو تو کیا کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر درمیان وضو کرنے کے ریح خارج ہو جائے یعنی دو عضو یا تین عضو دھو لئے ہیں اور ایک یا دو باقی ہیں تو اس شخص کو از سر نو وضو کرنا چاہئے یا جو عضو باقی رہا ہے صرف اسی کو دھو لینا کافی ہے۔**بینوا توجرا**

الجواب: از سر نو وضو کرے۔اتنے اعضا کا غسل باطل ہو گیا۔مسئلہ بدیہہ ہے] ناقضِ کامل، ناقض ناقص بدرجۂ اولی ہے۔مع ہذا جزئیہ کی بھی تصریح ہے۔درمختار میں (صدور الطهر من اهله فی محله مع فقد ما لغد ای الطهارة)

زکام سے وضو جاتا ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکام جاری ہونے سے وضو جاتا ہے یا نہیں۔**بینوا توجروا**

الجواب: زکام کتنا ہی جاری ہو، اس سے وضو نہیں جاتا، کہ محض بلغمی رطوبات طاہرہ ہیں۔جن میں آمیزش خون یا ریم کا اصلا احتمال نہیں۔

خون سے ناپاکی کا مسئلہ!

- قلعی: رانگا، ظاہری چمک دمک
- ضرر: نقصان
- تواضع: عجز، انکساری
- قریب تر: زیادہ قریب
- مسئلہ بدیہہ ہے: بہت واضح ہے
- مع ہذا: اس کے باوجود
- ناقض کامل ناقض ناقص بدرجہ اولی: یعنی ہوا کا خارج ہونا جب وضو توڑ دیتا ہے تو ابھی تو یہ وضو مکمل بھی نہیں ہے، یہ کیوں نہیں ٹوٹے گا
- بلغمی رطوبات: جس رطوبت میں بلغم ہو
- طاہرہ: پاک
- آمیزش خون: خون ملا ہوا



سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر خون چھینکا اور باہر نہ آیا تو وضو جائے گا یا نہیں۔ اور اگر کپڑا اس خون پر بار بار مختلف جگہ سے لگ کر آلودہ ہوا کہ قدر درم سے زائد ہوگیا، تو ناپاک ہوگا یا نہیں۔ اور اگر خارش وغیرہ کے دانوں پر جو چپک پیدا ہوتی ہے اس سے کپڑا اس طرح بھرا، تو کیا حکم ہے۔

الجواب: الحمد للہ وحدہ شھد بھا لحمی و دمی والصلاۃ والسلام علی الطیب الطاھر النبی الامی والہ وصحبہ وسائر حزبہ و من فی سبیلہ آدمی او دمی۔ یہاں تین صورتیں ہیں

اول: چھینکنا یعنی خون ریم وغیرہ نے اپنی جگہ سے اصلاً تجاویز نہ کیا بلکہ اس پر جو کھال کا پردہ تھا وہ ہٹ گیا، جس کے سبب وہ شی اپنی جگہ پر نظر آنے لگی پھر اگر وہ کسی چیز سے مس ہوکر اس میں لگ آئی مثلاً خون چھنکا۔ اسے انگلی سے چھوا انگلی پر اس کا داغ آ گیا۔

- یا خلال کیا
- یا مسواک کی
- یا انگلی سے دانت مانجھے
- یا دانت سے کوئی چیز کاٹی

ان اشیاء پر خون کی رنگت محسوس ہوئی یا ناک انگلی سے صاف کیا اس پر سرخی لگ آئی اور ان سب صورتوں میں اس ملنے والی شے پر اثر آ جانے سے زیادہ خود اس خون کو حرکت نہ ہوئی، تو یہ بھی جگہ سے تجاوز کرنا نہ ٹھہرے گا، کہ اس میں آپ تجاوز کی صلاحیت نہ تھی۔ اور اسی حکم میں داخل ہے یہ کہ دانہ آبلہ بدن کی سطح سے ابھار رکھتا ہو۔ خون وریم اس کے باطن سے تجاوز کر کے اس کے منہ پر رہ جائے۔ منہ سے اصلاً تجاوز نہ کرے کہ وہ جب تک دانوں یا آبلوں کے دائرے میں ہیں، اپنی ہی جگہ پر گنے جائیں گے۔ اگرچہ آپ کے جرم میں حرکت کریں یہ صورت بالاجماع ناقض وضو نہیں نہ اس خون وریم کے لئے حکم ناپاکی ہے کہ مذہب صحیح ومعتمد میں جو حدث نہیں وہ نجس بھی نہیں۔ ولہذا اگر خارش کے دانوں پر کپڑا مختلف جگہ سے بار بار لگا اور دانوں کے منہ پر چپک پیدا ہوتی ہے جس میں خود باہر آنے اور بہنے کی قوت نہیں ہوتی۔ اگر دیر گزرے تو وہ وہاں کی وہیں رہے گی۔ اس چپک سے سارا کپڑا ابھر گیا ناپاک نہ ہوگا۔ یہی حالت خون کی ہے جب کہ اس میں قوت سیلان نہ ہو۔ یعنی ظن غالب سے معلوم ہو کہ اگر کپڑا نہ لگتا اور اس کا



● آلودہ	ناپاک	● قدر درم	:سکے کے برابر
● خارش	کھجلی	● تجاوز	: اپنی جگہ سے آگے بڑھنا
● آبلہ بدن	:بدن کا آبلہ ، زخم	● حدث	:وضو توڑنے والی چیز
● نجس	:ناپاک	● خارش	:کھجلی

راستہ کھلا رہتا، جب بھی وہ باہر نہ آتا۔ اپنی جگہ ہی پر رہتا ہاں اگر حالت یہ ہو کہ خون بہنا چاہتا اور کپڑا لگ لگ کر اس سے اپنے میں لے لیتا ہے تجاوز نہیں کرنے دیتا، یہاں تک کہ جتنا خون قاصد سیلان تھا، وہ اس کپڑے ہی میں لگ لگ کر بجھ گیا اور بہنے نہ پایا تو ضرور وضو جاتا رہے گا۔ اور قدر درم سے زائد ہوا تو کپڑا بھی ناپاک ہو جائے گا کہ یہ صورت واقع میں بہنے کی تھی۔ کپڑے کے لگنے نے اسے ظاہر نہ ہونے دیا۔

دوم: ابھرنا کہ خون وریم اپنی جگہ سے بڑھ کر جسم کی سطح یا دانے کے منہ سے اوپر ایک ہولے کی صورت ہو کر رہ گیا کہ اس کا جرم، سطح جسم وآبلہ سے اوپر ہے۔ مگر نہ وہاں سے ڈھلکا، نہ ڈھلکنے کی قوت رکھتا تھا، جیسے سوئی چبھونے میں ہوتا ہے کہ خون کی خفیف بوند نکلی اور نقطے یا دانے کی شکل پر ہو کر رہ گئی۔ آگے نہ ڈھلکی۔ اور اسی قسم کی اور صورتیں۔ ان میں بھی ہمارے علماء کے مذہب اصح میں وضو نہیں جاتا۔ یہی صحیح ہے۔ اور اسی پر فتویٰ——اور اسی حکم میں داخل ہے یہ کہ خون یا ریم ابھرا۔ اور فی الحال اس میں سیلان نہیں۔ اسے کپڑے سے پوچھ ڈالا، دوسرے جلسے میں پھر ابھرا اور صاف کر دیا۔ یوہیں مختلف جلسوں میں اتنا نکلا کہ اگر ایک بار آتا، ضرور بہہ جاتا، تو اب بھی نہ وضو جائے نہ کپڑا ناپاک ہو کہ ہر بار اتنا نکلا ہے جس میں بہنے کی قوت نہ تھی۔ ہاں جلسہ واحدہ میں ایسا ہوا تو وضو جاتا رہے گا کہ مجلس واحد کا نکلا وہاں گویا ایک بار کا نکلا ہوا ہے۔ یوہیں اگر خون ابھرا اور اس پر مٹی وغیرہ ڈال دی پھر ابھرا پھر ڈالی اس طرح کیا تو وضو نہ رہے گا، جب کہ ایک جلسے میں بقدر سیلان جمع ہو جاتا کہ یہ بہنے ہی کی صورت ہے۔ اگرچہ عارض کے سبب صرف ابھرنا ظاہر ہوا۔ اور ایک جلسے میں اتنا ہوتا یا نہ ہوتا، اس کا مدار ٹھیک اندازے اور غلبہ ظن پر ہے۔

سوم: بہنا کہ ابھر کر ڈھلک بھی جائے یا کسی مانع کے باعث نہ ڈھلکے تو فی نفسہ اتنا ہو کہ مانع نہ ہوتا تو ڈھلک جاتا، جس کی صورتیں اوپر گزریں۔ یہ شکل ہمارے ائمہ کے اجماع سے ناقض وضو ہے۔ اور کپڑا قدر درم سے زائد بھرے، تو ناپاک۔ ہاں وہ بہنا کہ صرف باطن بدن میں ہو، ناقض نہیں کہ باطن انسان میں تو خون ہر وقت دورہ کرتا ہے۔ آنکھوں کے ڈھیلے بھی شرعاً باطن بدن میں داخل ہیں۔ ولہذا وضو وغسل کسی میں یہاں تک کہ حقیقی نجاست سے بھی ان کے دھونے کا حکم نہ ہو۔ اور اگر آنکھ کے بالائی حصے میں کوئی دانہ پھوٹا۔ اور خون وریم اس کے زیریں حصے تک بہہ کر آیا، مگر آنکھ سے باہر نہ ہوا وضو نہ جائے گا اور حسب قاعدہ معلومہ جب وہ حدث نہیں تو نجس بھی نہیں۔ پس اگر کپڑے سے اسے پوچھ لیا اور وہ کپڑا پانی میں گرا، پانی ناپاک نہ ہوگا۔



- قاصد سیلان: بہنے والا،
- جرم، سطح جسم وآبلہ
- مذہب اصح: یعنی مستند قول
- جلسہ واحدہ: ایک ہی مجلس
- بقدر سیلان: بہنے کے قابل
- مانع: روکنے والا
- حسب قاعدہ معلومہ: معلوم قاعدے کے مطابق
- خفیف بو: ہلکی مہک
- سیلان: بہنے والا
- انسب: زیادہ مناسب
- غلبہ ظن: گمان غالب
- زیریں حصے: نچلا حصہ
- حدث: وضو توڑنے والی چیز

اور ناک کے سخت بانسے میں اختلاف ہے کہ اگر خون دماغ سے اتر کر اس میں بہا اور نرم بانسے تک نہ پہنچا تو ناقض وضو ہوگا یا نہیں ——— مشہور تر یہ ہے کہ وضو نہ جائے گا کہ ناک کا سخت حصہ بھی اندر سے یقیناً باطن بدن میں داخل ہے۔ ولہذا وضو غسل کسی میں اس کا دھونا واجب نہیں۔ اور انسب یہ ہے کہ وضو کرے کہ اس موضع وضو کا دھونا اگرچہ واجب نہیں، وضو وغسل دونوں میں سنت تو ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

گھٹنا کھل جانے، اپنا یا پرایا ستر دیکھنے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنے گھٹنے کھل جانے یا اپنا یا پرایا ستر بلا قصد یا باقصد یا دوڑنے یا بلندی پر سے کودنے یا گرنے سے وضو جاتا ہے یا نہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب: ان میں کسی بات سے وضو نہیں جاتا۔ ستر کھلنے یا دیکھنے سے وضو جانا کہ عوام کی زبان زد ہے محض بے اصل ہے۔ علماء نے سترِ عورت کو آدابِ وضو سے گنا، کہ کشف سے وضو جاتا، تو فرائضِ وضو سے ہوتا۔ **منیه و غنیه** میں ہے آدابِ **الوضوء ان یستر عورته حین فرغ من الاستنجاء اه ملتقطا** اور تصریح فرماتے ہیں کہ اگر صرف ایک جبہ پہن کر نماز پڑھی، جس سے گھٹنوں تک رکوع سجود وغیرھما ہر حال میں ستر حاصل ہے اور اس کا گریبان اتنا کشادہ ہے کہ گریبان سے اپنے ستر تک نظر جاسکتی ہے اور اس نے دیکھا تو کراہت ہے، مگر نماز ہوگئی۔ اگر وضو جاتا رہتا، نماز کیوں کر ہوتی۔ درمختار میں ہے الشرط سترها عن غیره لا نفسه به یفتی فلو راها من لم تفسد زیقه وان کره اور تصریح فرماتے ہیں کہ اگر عورت کو طلاق رجعی دی تھی، ہنوز عدت نہ گزری تھی، یہ نماز میں تھا کہ عورت کی فرج داخل پر نظر پڑ گئی اور شہوت پیدا ہوئی، رجعت ہوگئی۔ اور نماز میں فساد نہ آیا۔ اور اگر قصداً بھی ایسا کرے، تو مکروہ ضرور ہے مگر نماز فاسد نہیں۔۔

اور منکوحہ کی بھی تخصیص نہیں۔ زن بیگانہ کا بھی یہی حکم۔ یہاں بجائے رجعت، حرمت مصاہرت ثابت ہوگی۔ **مراقی الفلاح** میں ہے

لا تبطل صلاته بنظره الی فرج المطلقته او الاجنبیة عینی فرجها الداخل قال فی حاشیتها و ثبت به حرمة المصاهرة فی الاجنبیة دوڑنے کودنے گرنے میں بھی کوئی وجہ نقضِ وضو نہیں، جب تک گرنے



● ستر : چھپانا	● زبان زد : مشہور		
● سترِ عورت : جس کا چھپانا ضروری ہے	● کشف : کھولنا		
● فرج داخل : عورت کی داخلی شرم گاہ	● رجعت : لوٹنا، لوٹانا		
● منکوحہ : جس کا نکاح ہو گیا ہو	● زنِ بیگانہ : دوسرے کی عورت		
● بجائے رجعت، لوٹانے کے بجائے	● نقضِ وضو : وضو کا ٹوٹنا		
● بحال بقائے ہوش: ہوش باقی رہنے کی حالت میں	● مراقبہ یادِ الٰہی : اللہ کی یاد میں ڈوب جانا		

سے بیہوشی نہ ہو، یا خون نہ نکلے بحال بقائے ہوش فقط یہ خیال کہ طبیعت دوسری طرف متوجہ اور اپنے حال سے غافل ہوتی ہے کافی نہیں، ورنہ مطالعۂ کتب بلکہ مراقبۂ یادالٰہی بھی ناقض وضو ہو۔

کس طرح سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کس طرح کے سونے سے وضو جاتا ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب: الحمد لله الذی لا تاخذہ سنة ولا نوم وافضل الصلاة والسلام بعد دأناب کل یوم علی من لا ینام قلبه فماکان وضووہ لینتقض بالنوم وعلی اله وصحبه الذین نبھو فنبھوا امن نوم الغفلة غفلة القوم۔

نیند دو شرطوں سے ناقض وضو ہوتی ہے:

اول: یہ کہ دونوں سرین وقت خوب جمے نہ ہوں۔ دوسرے یہ کہ ایسی ہیئت پر سویا ہو جو غافل ہو کر نیند آنے کو مانع نہ ہو۔ جب یہ دونوں شرطیں جمع ہوں گی تو سونے سے وضو جائے گا اور ایک بھی کم ہے تو نہیں مثلاً:

(۱) دونوں سرین زمین پر ہیں اور دونوں پاؤں ایک طرف پھیلے ہوئے کرسی کی نشست۔ اور ریل کی تپائی بھی اس میں داخل ہے۔

اقول مگر یورپین ساخت کی کرسی، جس کے وسط میں ایک بڑا سوراخ اسی مہمل غرض سے رکھا جاتا ہے، اس سے مستثنیٰ ہے۔ اس کی نشست مانع حدث نہیں ہوسکتی۔

(۲) دونوں سریں پر بیٹھا ہے اور گھٹنے کھڑے ہیں اور ہاتھ ساقوں پر محیط ہیں، جسے عربی میں احتبا کہتے ہیں۔ خواہ ہاتھ زمین وغیرہ پر ہوں اگرچہ سر گھٹنوں پر رکھا ہو۔

(۳) دوزانو سیدھا بیٹھا ہو۔

(۴) چارزانو پالتی مارے۔ یہ صورتیں خواہ زمین پر ہوں یا تخت یا چارپائی پر یا کشتی یا گاڑی کے کھٹولے میں۔

(۵) گھوڑے یا خچر وغیرہ پر زین رکھ کر سوار ہے

(۶۔۷) ننگی پیٹھ پر سوار ہے مگر جانور چڑھائی پر چڑھ رہا ہے۔ یا راستہ ہموار ہے۔ ظاہر ہے کہ ان سب صورتوں

- یورپین ساخت: یورپ کے طرز کی بنی ہوئی
- وسط: بیچ
- ساق: پنڈلی
- محیط: گھیرے ہوئے
- احتبا: یعنی پیٹھ اور پنڈلیوں کو گھیر لینا



میں دونوں سرین جے رہیں گے۔ لہٰذا وضو نہ جائے گا۔ اگر چہ کتنا ہی غافل ہو جائے۔ اگر چہ سر بھی قدرے جھک گیا ہو، نہ اتنا کہ سرین نہ جمے رہیں اگر چہ دیوار وغیرہ کسی چیز پر ایسا تکیہ لگائے ہو کہ وہ شے ہٹالی جائے تو یہ گر پڑے۔ یہی ہمارے امام (امام اعظم رضی اللہ عنہ) کا اصل مذہب وظاہر الروایہ و مفتیٰ بہ و صحیح و معتمد ہے۔ اگر چہ ھدایہ و شرح وقایہ میں حالت تکیہ کو ناقض وضو لکھا ہے۔

(۸) کھڑے کھڑے سو گیا۔

(۹) رکوع کی صورت پر

(۱۰) سجدۂ مسنونہ مرد، ان کی شکل پر کہ پیٹ رانوں اور رانیں ساقوں اور کلائیاں زمین سے جدا ہوں اگر چہ یہ قیام سائت رکوع و سجود غیر نماز میں ہو اگر چہ سجدہ کی اصلاً نیت بھی نہ ہو، ظاہر ہے کہ یہ تینوں صورتیں غافل ہو کر سونے کی مانع ہیں تو ان میں بھی وضو نہ جائے گا۔

(۱۱) اکڑوں بیٹھے سویا۔

(۱۲، ۱۳، ۱۴) چت یا پٹ یا کروٹ پر لیٹ کر

(۱۵) ایک کہنی پر تکیہ لگا کر

(۱۶) بیٹھ کر سویا، مگر ایک کروٹ کو جھکا ہوا کہ ایک یا دونوں سرین اٹھے ہوئے ہیں

(۱۷) ننگی پیٹھ پر سوار ہے اور جانور ڈھال میں اتر رہا ہے۔

اقول: فقیر گمان کرتا ہے کہ کاٹھی بھی ننگی پیٹھ کے مثل ہے اور وہ یورپین وضع کی کاٹھیاں، جن کے وسط میں اسی لئے خلا رکھتے ہیں مانع حدث نہیں ہو سکتیں اگر چہ راہ ہموار ہو۔ واللہ تعالیٰ علم۔

(۱۸) دو زانوں بیٹھا اور پیٹ رانوں پر رکھا ہے کہ دونوں سرین جمے نہ رہے ہوں۔

(۱۹) اسی طرح اگر چار زانوں ہے اور سر رانوں یا ساقوں پر ہے۔

(۲۰) سجدۂ غیر مسنون کی طور پر جس طرح عورتیں گٹھری بن کر سجدہ کرتی ہیں اگر چہ خود نماز یا اور کسی سجدہ مشروعہ یعنی سجدۂ تلاوت یا سجدۂ شکر میں ہوں۔ ان دس صورتوں میں دونوں شرطیں جمع ہونے کے سبب وضو جاتا رہیگا اور جب اصل مناط بتادیا گیا تو زیادہ تفصیل صور کی حاجت نہیں ان دونوں شرطوں کو غور کرلیں جہاں مجتمع ہیں وضو نہ رہے

● ظاہر الروایہ : فقہ حنفی کی



گا ورنہ ہے۔ البتہ فتاویٰ امام قاضی خان میں فرمایا کہ تنور کے کنارے اس میں پاؤں لٹکائے بیٹھ کر سونے سے بھی وضو جاتا رہتا ہے کہ اس کی گرمی سے مفاصل ڈھیل ہوجاتے ہیں۔

اقول: مگر یہ اس ضابطہ منقحہ کے خلاف ہے کہ سرین دونوں جمے ہیں لیکن یہ صورت بہت نادرہ ہے تو احتیاطاً عمل کر لینے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور صورت بستم میں اگر چہ خاص در بارۂ سجدۂ نماز یا سجدہ مشروعہ مطلقاً نزاع طویل وہجوم اقاویل ہے۔

مگر تحقیق احق یہی ہے کہ جملہ صور مذکورہ بستگانہ میں نماز وغیر نماز سب کا حکم یکساں ہے۔ نماز میں بھی سونے سے وضو نہ جانے کے لئے دونوں سرین کا جما ہونا یا ہیئات کا مانع استغراق نوم ہونا ضروری ہے۔ ولہذا ایسی اکابر تصریح فرماتے ہیں کہ اگر نماز میں لیٹ کر سویا وضو نہ رہیگا۔ عام ازیں کہ چت ہو یا پٹ یا کروٹ پر، ایک کہنی پر تکیہ دیے، عام ازیں کہ قصداً لیٹا ہو یا سوتے میں لیٹ گیا اور فوراً فوراً جاگ نہ اٹھا۔ حتی کہ اگر کوئی شخص بیماری کے سبب بیٹھ کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اسے بھی اگر لیٹے لیٹے پڑھنے میں نیند آ گئی وضو جاتا رہے گا۔---------غرض پہلی دس صورتیں جن میں وضو نہیں جاتا، اگر نماز میں واقع ہوں جب بھی نہ جائیگا۔ نہ نماز فاسد ہوا اگر چہ قصداً سوئے ہاں جو رکن بالکل سوتے میں ادا کیا اس کا اعتبار نہ ہوگا اس کا اعادہ ضرور ہے، اگر چہ بلا قصد سو جائے اور جو جاگتے میں شروع کیا اور اس رکن میں نیند آ گئی اس کا جاگتے کا حصہ معتبر رہے گا۔ اور پچھلی دس صورتیں جن میں وضو جاتا رہتا ہے اگر نماز میں واقع ہوں جب بھی جاتا رہے گا پھر اگر ان صورتوں میں قصداً سویا تو نماز بھی گئی وضو کر کے سرے سے نیت باندھے اور بلا قصدہ سویا تو وضو گیا نماز باقی ہے۔ بعد وضو پھر اس جگہ سے پڑھ سکتا ہے جہاں نیند آ گئی تھی پھر سب صورتوں میں سونے کی تخصیص اس لئے ہے کہ اونگھ ناقض وضو نہیں جب کہ ایسا ہوشیار رہے کہ پاس کے لوگ جو باتیں کرتے ہوں اکثر پر مطلع ہو اگر چہ بعض سے غفلت بھی ہو جاتی ہو، یوہیں اگر بیٹھے بیٹھے جھوم رہا ہے وضو نہ جائے گا اگر چہ جھومنے میں کبھی کبھی ایک سرین اٹھ بھی جاتا ہو بلکہ اگر چہ جھوم کر گر پڑے جبکہ فوراً ہی آنکھ کھلجائے ہاں اگر گرنے کے ایک ہی لمحہ بعد آنکھ کھلی تو وضو نہ رہیگا۔

اقول یہ قید ان سب صورتوں میں ہیں جن میں وضو جانا بیان ہوا کہ انہیں صورتوں پر سونا پایا جائے۔ اور اگر سویا اس مشکل پر جس میں وضو نہ جاتا اور جسم بھاری ہو کر یہ شکل پیدا ہوئی جس سے جاتا رہتا مگر پیدا ہوتے ہی فوراً بلا وقفہ جاگ اٹھا



وضو نہ جائے گا۔ جیسے سجدۂ مسنونہ میں سویا اور کلائیاں زمین سے لگتے ہی آنکھ کھل گئی اور یہ بھی یاد رہے کہ آدمی جب کسی کام مثلاً نماز وغیرہ کے انتظا میں جاگتا ہو دل اس طرف متوجہ ہے اور سونے کا قصد نہیں نیند جو آتی ہے اسے دفع کرنا چاہتا ہے تو بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ غافل ہو گیا جو باتیں اس وقت ہوئیں ان کی خبر نہیں بلکہ دو دو تین آوازوں میں آنکھ کھلی اور وہ اپنے خیال میں یہ سمجھتا ہے کہ میں نہ سویا تھا اس لئے کہ اس کے ذہن میں وہی مدافعت خواب کا خیال جما ہوا ہے یہاں تک کہ لوگ اس سے کہتے ہیں تو سو گیا تھا وہ کہتا ہے ہرگز نہیں ایسے خیال کا اعتبار نہیں جب معتمد شخص کہے کہ تو غافل تھا پکارا جواب نہ دیا یا باتیں پوچھی جائیں اور یہ نہ بتا سکے تو وضو لازم ہے۔

اگر ایک جگہ زخم ہے تو اس کی وجہ سے تیمم جائز ہے نہیں؟

سوال: زید کی ران میں پھوڑا یا اور کوئی بیماری ہے۔ ڈاکٹر کہتا ہے پانی یہاں نقصان کرے گا۔ مگر صرف اسی جگہ مضر ہے اور بدن پر ڈال سکتا ہے۔ اس حالت میں وضو یا غسل کے لئے تیمم درست ہے یا نہیں۔ اگر درست ہے تو غسل کا تیمم ویسا ہی ہے جیسا وضو کا، یا کیا حکم ہے۔

الجواب: صورت مسئولہ میں غسل یا وضو کسی کے لئے تیمم جائز نہیں۔ وضو کے لئے نہ جائز ہونا تو ظاہر ہے کہ ران کو وضو سے کوئی علاقہ نہیں۔ اور غسل کے لئے یوں نا روا کہ اکثر بدن پر پانی ڈال سکتا ہے۔ لہذا وضو تو بلا شبہ تمام وکمال کر لے اور غسل کی حاجت ہو تو اگر مضرت صرف ٹھنڈا پانی کرتا ہے گرم (پانی نقصان) نہ کرے گا اور اسے گرم پانی پر قدرت ہے، تو بیشک پورا غسل کرے۔ اتنی جگہ گرم پانی سے دھوئے۔ باقی بدن گرم یا سرد جیسے سے چاہئے اور اگر ہر طرح کا پانی مضر ہے یا گرم مضر تو نہ ہوگا، مگر اسے اس پر قدرت نہیں، تو ضرر کی جگہ بچا کر باقی بدن دھوئے۔ اور اس موضع پر مسح کر لے اور اگر وہاں مسح بھی نقصان دے مگر دوا یا پٹی کے حائل سے پانی کی ایک دھار مضر نہ ہوگی ت وہاں اس حائل ہی پر بہا دے، باقی بدن بدستور دھوئے۔ اور اگر حائل پر بھی پانی بہانا مضر ہو تو دوا یا پٹی پر مسح ہی کرے۔ اگر اس سے بھی مضرت ہو تو اتنی جگہ خالی چھوڑ دے۔ جب وہ ضرر دفع ہو تو جتنی بات پر قدرت ملتی جائے بجا لاتا جائے۔ مثلاً ابھی پٹی پر سے مسح بھی مضر تھا لہذا جگہ بالکل خشک بچا دی۔ چند روز بعد اتنا آرام ہو گیا کہ یہ مسح نقصان نہ دے گا تو فوراً پٹی پر مسح کر لے اسی قدر کافی ہوگا باقی بدن تو پہلے کا دھویا ہی ہوا ہے جب اتنا آرام ہو جائے کہ اب بندش پرسے



نا روا:	نا جائز	مضرت:	نقصان
موضع	جگہ	بندش	: یعنی زخم پر باندھی ہوئی پٹی
موضع مسح	: مسح کی جگہ	اس تک تنزل کر آئے۔	یعنی اب اسے قبول کرے
مقدور	: طاقت بھر		

پانی بہانا بھی ضرر نہ کرے گا فوراً اس پر پانی کی دھار ڈال دے۔ صرف مسح پر، جو پہلے کر چکا تھا، قناعت نہ کرے۔ جب اتنا آرام ہو جائے کہ اب خاص موضع کا مسح بھی ضرر نہ دے گا۔ فوراً وہاں مسح کرے۔ پٹی کے مسح پر قانع نہ رہے۔ جب اتنا آرام ہو کہ اب خود وہاں پانی بہانا مضر نہ ہو گا فوراً اس بدن کو پانی سے دھو لے۔ غرض رخصت کے درجے بتا دیے گئے ہیں۔ جب تک کم درجہ کی رخصت میں کام نکلے، اعلیٰ درجہ کی (رخصت) اختیار نہ کرے اور جب کوئی نیچے کا درجہ، قدرت میں آئے۔ فوراً اس تک تنزل کر آئے۔

اسی طرح اگر یہ حالت ہو کہ اس جسم پر پانی تو نقصان نہ دے گا مگر بندھا ہوا ہے۔ کھولنے سے نقصان پہنچے گا یا کھول کر پھر باندھ نہ سکے گا، تو بھی اجازت ہے کہ بندش پر سے دھونے یا مسح کرنے جس بات کی قدرت ہو، عمل میں لائے ۔ جب وہ عذر جاتا رہے کھول کر جسم کو مسح یا غسل جو مقدور ہو کرے۔ یہی سب حکم وضو میں ہیں اگر اعضائے وضو میں کسی جگہ کوئی مرض ہو۔

الحاصل یہاں اکثر کے لئے حکم، کل کا ہے۔ جب اکثر بدن پر اپنی ڈال سکتا ہو تو ہرگز تیمم کی جازت نہیں بلکہ یہی طریقے جو اوپر گذرے، بجالائے۔ ہاں اگر اکثر بدن پر پانی ڈالنے کی قدرت نہ ہو (خواہ یوں کہ خود مرض ہی اکثر بدن میں ہے یا مرض تو کم جگہ ہے، مگر واقع ایسا ہوا کہ اس کے سبب اور صحیح جگہ کو بھی نہیں دھو سکتا کہ اس کا پانی اس تک پہنچے گا اور کوئی صورت بچا کر دھونے کی نہیں، یوں اکثر بدن دھونے کی قدرت نہیں (مثلاً رانوں، پنڈلیوں، بازوؤں، کلائیوں، پیٹھ پر جا بجا دو دو چار چار انگل کے فاصلہ سے دانے ہیں کہ صرف دانوں کی جگہ جمع کی جائے تو سارے بدن کے نصف حصہ سے کم ہو، مگر وہ پھیلے ہوئے اس طرح ہیں کہ ان کے بیچ بیچ کی خالی جگہ پر بھی پانی نہیں بہا سکتے۔) تو ایسی حالت میں بے شک تیمم کی اجازت ہو گی۔ اب یہ نہ ہو گا کہ صرف تھوڑا سا بدن دھو کر باقی سارے جسم پر مسح کرے۔

ہاں یہ بات کہ فلاں امر ضرر دے گا، کسی کافر یا کھلے فاسق یا ناقص طبیب کے بتائے سے ثابت نہیں ہو سکتی۔ یا تو خود اپنا تجربہ ہو کہ نقصان ہوتا ہے یا کوئی صاف علامت ایسی موجود ہو جس سے واقعی ظن غالب نقصان کا ہو یا طبیب حاذق مسلم مستور بتائے جس کا کوئی فسق ظاہر نہ ہو۔

قانع : پٹی پر ہی مسح کرتا نہ رہ جائے   مستور : جس کا حال چھپا ہو ملئکہ رحمت: رحمت کے فرشتے

ظن غالب : یقین کی حد گمان ہو



اور تیمم، غسل و وضو کا ایک ہی سا ہے بلکہ ایک ہی تیمم دونوں کے لئے کافی ہوسکتا ہے۔ خصوصاً جبکہ نیت دونوں کو شامل ہو۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

حالت جنابت میں ہاتھ دھو کر کلی کر کے کھانا مکروہ ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ حالت جنابت میں ہاتھ دھو کر کلی کر کے کھانا کھانا کراہت رکھتا ہے یا نہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب: نہ اور بغیر اس کے مکروہ۔ اور افضل تو یہ ہے کہ غسل ہی کر لے، ورنہ وضو کہ جہاں جنب ہوتا ہے ملئکہ رحمت اس مکان میں نہیں آتے۔ **کما نطقت به الاحادیث۔** (جیسا کہ حدیثیں شاہد ہیں) درمختار میں ہے **لا باس بالکل و شرب بعد مضمضة و غسل ید و اما قبلها فیکره للجنب اه** ملخصا ردالمحتار میں حاشیہ علامہ حلبی سے ہے **وضوء الجنب لهذه الاشیاء مستحب کوضوء المحدث** امام طحاوی شرح معانی الآثار میں مالک بن عبادہ غافقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روای کہ انہوں نے حضور پر نور علیہ السلام کو دیکھا کہ حاجت غسل میں کھانا تناول فرمایا۔ انہوں نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اس کا ذکر کیا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اعتبار نہ آیا انہیں کھینچتے ہوئے بارگاہ انور علیہ السلام میں حاضر لائے اور عرض کی یارسول اللہ! علیہ السلام یہ کہتے ہیں کہ ”حضور نے بحالِ جنابت کھانا تناول کیا“ فرمایا **نعم اذا توضأت اکلت و شربت ولکنی لا اصلی و لا اقرء حتی اغتسل** ہاں جب میں وضو فرما لوں تو کھاتا پیتا ہوں، مگر نماز و قرآن بے نہائے نہیں پڑھتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حالت ناپاکی میں مسجد میں جانا

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ حالت ناپاکی میں مسجد میں جانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: حرام ہے۔ مگر بضرورت شدیدہ کہ

(۱) نہانے کی ضرورت ہے اور ڈول رسی اندر رکھا ہے اور یہ اس کے سوا کوئی سامان کر نہیں سکتا۔ نہ کوئی اندر سے لا دینے والا ہے۔



(۲) یا کسی دشمن سے خائف ہے اور مسجد کے سوا جائے پناہ نہیں اور نہانے کی مہلت نہیں۔ ایسی حالتوں میں تیمم کرکے جاسکتا ہے۔ صورت اولیٰ میں صرف اتنی دیر کے لئے کہ ڈول رسی لے آئے اور صورت ثانیہ میں جب تک وہ خوف باقی رہے۔

اقول بلکہ صورت ثانیہ میں دشمن سر پر آگیا، تیمم کی بھی مہلت نہیں، تو بے تیمم چلا جائے اور کواڑ بند کرنے کے بعد تیمم کرلے۔ صرف اس ضرورت کے لئے کہ گرم پانی سقائے میں ہے۔ اور سقایہ مسجد کے اندر ہے۔ باہر تازہ پانی موجود ہے۔ گرم پانی لینے کو بے غسل مسجد میں جانا جائز نہیں۔ مگر وہی ضرورت کی حالت میں کہ اگر تازہ پانی سے نہائے گا تو صحیح تجربے یا طبیب حاذق مسلم غیر فاسق کے بتانے سے معلوم ہے کہ بیمار ہوجائے گا یا مرض بڑھ جائے گا اور باہر کہیں گرم پانی کا سامان نہیں کرسکتا، نہ اندر سے کوئی لادینے والا ہے۔ تو تیمم کرکے اندر جاکر لاسکتا ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

ناپاکی کی حالت میں مسجد کے لوٹے وغیرہ کو چھونا!

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان کو نہانے کی حاجت ہو تو اس حالت میں مسجد کے لوٹے وغیرہ کو ناپاک ہاتھ سے چھونا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: ہاتھ پر اگر کوئی نجاست لگی ہے کہ ہاتھ سے چھوٹ کر لگ جائے گی، تو چھونا جائز نہیں۔ اگرچہ لوٹا نہ مسجد کا ہو نہ کسی دوسرے شخص کا بلکہ خود اپنی ملک ہو کہ بلا ضرورت پاک شے کو ناپاک کرنا ناجائز و گناہ ہے۔ بحر الرائق بحث ماء مستعمل میں بدائع سے ہے **تنجیس الطاهر حرام** (یعنی پاک شے کو ناپاک کرنا حرام ہے) اور اگر کوئی نجاست نہیں صرف نہانے کی حاجت ہے، تو جائز ہے۔ اگرچہ ہاتھ یا لوٹا تر ہو۔

وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بقیہ آب وضو سے کہ برتن میں رہ جائے اس سے وضو جائز ہے یا نہیں اور اگر پہلا وضو کرنے میں کچھ پانی ہاتھ سے اس میں گر پڑا تو کیا حکم ہے۔ **بینوا توجرا**

الجواب: بقیہ آب وضو کہ برتن میں رہ جاتا ہے، مائے مستعمل نہیں، بلکہ وہ پانی ہے جو استعمال سے بچ رہا ہے۔ اس لئے وضو



میں کوئی حرج نہیں۔ اور مائے مستعمل اگر غیر مستعمل میں مل جائے تو مذہب صحیح میں اس سے وضو جائز ہے، جب تک کہ مائے مستعمل غیر مستعمل سے زائد نہ ہو جائے۔ اگر چہ مستعمل پانی دھار بندھ کر گرا ہو۔

استنجا کے بچے ہوئے پانی سے وضو جائز ہی یا نہیں؟

سوال: استنجا یعنی پیشاب پاخانے کے بچے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں اور وضو کی حرمت میں اس وجہ سے کچھ فرق تو نہیں آتا؟ **بینوا توجروا**

الجواب: جائز ہے۔ اور اس میں حرمت وضو کا کچھ خلاف نہیں کہ یہ پانی استعمال میں نہ آیا۔ **واللہ تعالیٰ بالصواب**

بارش کا بہتا ہوا پانی پاک یا ناپاک!

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پانی بارش کا جو خاص شہر میں برستا ہے اور نالی وغیرہ کو دھو کر باہر چلا جاتا ہے پاک ہے یا نہیں؟ اس سے وضو درست ہے یا نہیں۔ اس پانی کو جاری کہیں گے یا نہیں۔

الجواب: جس وقت بارش ہو رہی ہے اور وہ پانی بہہ رہا ہے ضرور ماء جاری ہے اور وہ ہرگز ناپاک نہیں ہو سکتا ہے، جب تک نجاست کی کوئی صفت مثلاً بو یا رنگت اس میں ظاہر نہ ہو۔ صرف نجاستوں پر اس کا گزرتا ہوا جانا اس کی نجاست کو موجب نہیں۔ **فان الماء الجاری یطھر بعضه بعضا** (اس لئے کہ بہتا ہوا پانی بہت سی چیزوں کو پاک کر دیتا ہے)
رہا اس سے وضو اگر کسی نجاست مرئیہ کے اجزا اس میں ایسے بہتے جا رہے ہیں کہ جو حصہ پانی کا اس سے لیا جائے ایک آدھ ذرہ اس میں بھی آئے گا جب تو یقیناً حرام و ناجائز ہے۔ وضو نہ ہوگا۔ اور بدن پاک ہو جائے گا کہ حکم طہارت بوجہ جریان تھا۔ جب پانی برتن یا چلو میں لیا جریان منقطع ہوا۔ اور نجاست کا ذرہ موجود ہے۔ اب پانی نجس ہو گیا۔ اور اگر ایسا نہیں جب بھی بلا ضرورت اس سے احتراز چاہئے کہ نالیوں کا پانی غالباً اجزائے نجاست سے خالی نہیں ہوتا۔ اور عام طبائع میں اس کا استقذار یعنی اس سے تنفر اس سے گھن کرتا اسے ناپسند رکھتا ہے۔ اور ایسے امر سے شرعاً احتراز مطلوب۔ احادیث میں ہے **ایاک و مایسوء الاذن۔ ایاک و مایعتذر منه۔ بشروا و لا تنفروا۔**
اور اگر بارش ہو چکی اور پانی ٹھہر گیا اور اب اس میں بعض اجزائے نجاست ظاہر ہیں۔ یا نالی کے پیٹ میں نجاست کی رنگت یا بو تھی اور بارش اتنی نہ ہوئی کہ اسے بالکل صاف کر دیتی۔ انقطاع کے بعد وہ رنگ یا بو ہنوز باقی ہے، تو اب



پانی ناپاک ہے۔اور اگر نالی صاف تھی، یا مینھ نے بالکل صاف کردی اور پانی میں بھی کوئی جزء نجاست محسوس نہیں، تو پاک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

آب مستعمل کی تعریف کیا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں آب مستعمل کی کیا تعریف ہے۔ **بینوا توجرا**

الجواب: اقول وباللہ التوفیق: مائے مستعمل وہ قلیل پانی ہے جس نے یا تو تطہیر حکمیہ سے کسی واجب کو ساقط کیا یعنی انسان کے کسی ایسے پارۂ جسم کو مس کیا جس کی تطہیر وضو یا غسل کے بالعمل لازم تھی۔ یا ظاہر بدن پر اس کا استعمال خود کار ثواب تھا اور استعمال کرنے والے نے اپنے بدن پر اسی امر ثواب کی نیت سے استعمال کیا اور یوں اسقاط واجب تطہیر یا اقامت قربت کر کے عضو سے جدا ہوا، اگرچہ ہنوز کسی جگہ مستقر نہ ہوا بلکہ روانی میں ہے۔ اور بعض نے رواں حرکت و حصول استقراء کی بھی شرط لگائی۔ یہ بعونہ تعالیٰ دونوں مذہب پر حد جامع مانع ہے کہ ان سطرون کے سوا کہیں نہ ملے گی۔

حوض میں اگر کوئی شخص تھوک دے تو کیا حکم ہے؟

سوال: حوض دہ دردہ میں اگر کوئی شخص تھوک یا رینٹھ ڈالے یا پاؤں اس کے اندر ڈال کر دھوئے یا وضو اس طرح کرے کہ تمام غسالہ اس میں گرتا جائے، آیا ان سب صورتوں میں حوض پاک رہے گا یا نہیں بر تقدیر ثانی اگر کوئی نجس سمجھے تو اس کا کیا حکم ہے۔

الجواب: ان سب صورتوں میں وہ حوض پاک ہے اور اسے نجس سمجھنا جہالت ــــــ اور اگر کوئی شخص مسئلہ بتانے کے بعد بھی اصرار کرے، تو سخت گنہگار ہوا۔ مگر حوض میں تھوکنے یا ناک صاف کرنے سے احتراز لازم ہے کہ یہ افعال باعث نفرت ہیں اور بلا وجہ شرعی نفرت دلانا جائز نہیں۔ قال ﷺ **بشروو لا تنفرو۔ اللہ تعالیٰ اعلم۔**

جس تالاب میں ناپاک پانی گرتا ہو اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: ایک تالاب دہ دردہ میں تمام محلہ کے چوبچوں پاخانوں نالیوں وغیرہ کا نجس پانی آکر جمع ہوتا ہے بلکہ بھنگی اس میلے کی ڈھلیاں بھی ایام برسات میں ڈالا کرتے ہیں اور بعض اوقات لوگ اس کے کنارے یا پاخانہ پیشاب بھی پھرتے



ہیں کہ اس میں بہ کر جاتا ہے۔ تو آیا ایسے تالاب میں کپڑے نجس دھونے سے پاک ہوں گے یا نہیں؟ اس تالاب کو حکم پاکی کا دیا جائے گا یا نہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب: اگر ان نجاستوں کے گرنے سے پہلے اس میں دہ در دہ پانی تھا، اس کے بعد گریں اور ان کے گرنے سے اس کا رنگ یا مزہ یا بو متغیر نہ ہوا اور کپڑا دھونے میں عین نجاست کپڑے پر نہ لگ آئی، تو کپڑا پاک ہو گیا ورنہ نہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

جوش دئے ہوئے پانی سے استنجا و وضو کرنا!

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مریض کو دوا ایسے پانی سے وضو یا استنجا کرنا جس میں کوئی شی جوش دی گئی ہو جس سے پانی کا نام پانی نہ رہے، جائز ہے یا نہیں۔ یعنی اس سے طہارت حاصل ہوگی بوجہ اس ضرورت کے یا ضرورت پر لحاظ نہ ہوگا۔ **بینوا توجروا**

الجواب: استنجا تو یقینا جائز ہے کہ اس میں مائے مطلق بلکہ پانی ہی شرط نہیں۔ ہر طاہر پر قالع مزیل سے ہو جاتا ہے مگر وضو جائز نہ ہوگا۔ **لکمال الامتزاج بالطبخ کالمرق ولزوال اسم الماء کالنبیذ** وضو کر لحاظ ضرورت کی کیا حاجت اگر مائے مطلوب سے وضو ہو تیمم کرے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**



بَابُ الغُسُل

ناپاکی کے بعد اگر دانتوں پر چونا کتھا جم گیا تو غسل کیسے؟

سوال: زید برس یا چھ ماہ سے حالت جنابت میں ہے۔ اسے غسل کی ضرورت ہوئی۔ اس نے غسل نہ کیا، اور کوئی وجہ اسے غسل سے روکنے والی بھی نہیں ہے اور اسی حالت جنابت میں وہ پان کھاتا رہا، تو چونا کتھا حالت ناپاکی میں زید کے دانتوں پر جم گیا۔ اب زید نے غسل کیا اور غرغرہ کیا، مگر پانی زید کے دانتوں پر اور دانتوں کی جڑوں میں نہ پہنچا۔ کیوں کہ دانتوں پر اور دانتوں کی جڑوں میں تو چونا کتھا جما ہوا ہے۔ ایسی حالت میں زید کا غسل جائز ہوا یا ناجائز۔ اور اگر ناجائز ہوا تو کیا تدبیر کرنی چاہئے۔ بینوا توجروا!

الجواب: اگر وہ جگہ جہاں چونا جم گیا ہے، جنابت کے بعد کسی طرح کلی کرنے، پانی پینے سے دھل گئی تھی۔ اور چونا ایسا جم گیا ہے کہ اس کا چھڑانا باعث ضرر وایذا ہے تو معاف ہے۔ غرغرہ کافی ہوگا۔ اور اگر بے ضرر چھڑا سکتا ہے۔ تو چھڑانا واجب ہے۔ بغیر چھڑائے غسل نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کیا غسل کے لئے نیت ضروری ہے، بند جگہ پر برہنہ غسل کا حکم!

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) غسل کی نیت کرنی چاہئے یا نہیں؟ اور اس کی کیا نیت ہے۔ غسل جنابت یا احتلام کا ہو۔ اگر اس نے نیت نہیں کی غسل ہوا کہ نہیں

(۲) غسل کرنے والا بند مکان میں غسل کر رہا ہے اور زیادہ تر اس مکان میں تاریکی نہیں ہے، اور اپنی شرم گاہ دیکھ رہا ہے، اور کپڑا نہیں باندھا ہے غسل ہوا یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

(۱) غسل میں نیت سنت ہے۔ اگر نہ کی غسل جب بھی ہوجائے گا۔ اور اس کی نیت یہ کہ ناپاکی دور ہونے اور نماز جائز ہونے کی نیت کرتا ہوں۔



● حالت جنابت: ناپاکی حالت ● باعث ضرر وایذا: نقصان وتکلیف کا سبب

● غرغرہ: کلی

(۲) برہنہ غسل کرنے سے بھی غسل ہو جاتا ہے۔ اور اس میں کچھ حرج نہیں۔ اگر مکان پر دے کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بغیر شہوت اگر احتلام ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، اگر کسی شخص کو احتلام بغیر شہوت دفق کے ہو، یا کسی مرض کی وجہ سے جیسے جریان وغیرہ، کیوں کہ اس میں بھی بلا شہوت دفق کے ہوتا ہے۔ ان دو صورتوں میں محتلم پر غسل واجب ہوگا یا نہیں۔ یا یہ بھی وہی حکم رکھتا ہے جو کہ ذی دفق وشہوت سے خارج ہوتا ہے۔

الجواب: جاگتے میں جو منی بغیر شہوت و دفق کے نکلے اس سے وضو واجب ہوتا ہے، غسل نہیں۔ مگر احتلام کی نسبت اس کو کیا خبر کہ بغیر دفق و شہوت ہے؟ احتیاطاً غسل کرے گا۔ واللہ تعالیٰ بالصواب

غسل کا وضو کرنے کے بعد بغیر کپڑا غسل کرنا؟

سوال: اگر زید غسل خانہ میں غسل جنابت یا احتلام کرتا ہے اور وضو کر کے تہبند نکال کر غسل کرتا ہے۔ تو غسل اترتا یا نہیں۔ غسل خانہ اوپر سے کھلا ہو یا بند دونوں صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب: سارے بدن پر پانی بہنے سے غسل اترتا ہے۔ جس میں حلق تک منہ اور ہڈی کے کناروں تک اندر سے ناک کا بانسا بھی داخل ہے۔ اس کے بعد جیسے بھی ہو غسل اتر جائے گا۔ ہاں کھلے غسل خانہ میں ننگا نہ ہونا بہتر ہے۔ اور اگر وہاں قریب بلند مکان ہوں، جس سے احتمال ہے کہ کسی کی نظر پڑے گی تو وہاں تہبند رکھنے کی تاکید ہے۔ وہ احتمال نظر جتنا قوی ہوگا اتنی ہی یہ تاکید بڑھتی جائے گی۔ یہاں



- دفق: یعنی مشت زنی، ہاتھ سے منی گرانا
- احتلام بغیر شہوت دفق: یعنی بغیر شہوت اور مشت زنی کے منی کا نکلنا
- جریان: دھات کا گرنا
- محتلم: جسے احتلام ہو گیا ہو
- بلا شہوت دفق: بغیر شہوت ومشت زنی کے
- ذی دفق وشہوت: شہوت اور ہاتھ سے منی نکالنے والا
- غسل جنابت: ناپاکی دور کرنے والا غسل

تک کہ اگر نظر پڑنے کا ظن غالب ہوگا، تہبند رکھنا واجب ہوگا۔ اور وہاں برہنہ نہانا گناہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہنود کے جوٹھے پانی سے وضو کا حکم؟

سوال: ان اطراف کے مولوی کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے جوٹھے پانی سے وضو درست ہے۔ اس پر ہم کو شک ہے۔ اس شک کو رفع کیجئے۔

الجواب: ہندو تو ہندو بے وضو مسلمان بھی مثلاً جس کٹورے یا بادیے سے منہ لگا کر پیے، اس پانی سے وضو جائز نہ رہے گا، مگر یہ کہ وہ پانی تھوڑا ہو اور اچھے پانی میں کہ اس سے زائد ہے، ملا دیا جائے۔ پھر بھی کافر کے جھوٹے سے احتراز چاہیے۔ حدیث میں ہے نبی ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ایاك وما یسوء الاذن (یعنی جس بات کا سننا شرعاً ناگوار ہو اس سے بچو) ہاں اگر اس کے سوا اور پانی نہ ملے اور اس کا نجس یا مستعمل ہونا ثابت نہ ہو، تو بضرورت آپ ہی اس سے وضو کرنا ہوگا۔ ایسے مسائل یوں اطلاق کے طور پر بیان کرنا مسلمانوں کی خیر خواہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

وضو کے قطرے کا کپڑے یا مسجد میں گرنا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے: وضو کے پانی کے قطرے کپڑے یا کسی چیز پر گریں گے تو وہ ناپاک ہوجائے گا۔ اور اگر جماعت ختم ہونے پر ہے اس صورت میں وہ بلا ہاتھ پاؤں پونچھے، شریک جماعت ہوگیا تو جو قطرے اس کی ریش وغیرہ سے گریں گے، اس سے رحمت کے فرشتے پیدا ہوں گے۔ حضور کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے۔

الجواب: ان قطروں سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا، مگر مسجد میں ان کا گرانا جائز نہیں۔ بدن اتنا پونچھ کر، کہ قطرے نہ گریں، مسجد میں داخل ہو اور ان قطروں سے رحمت کے



● احتمال نظر	:نظر کا گمان
● ظن غالب	:یقین کی حد تک گمان
● رفع	:دور کرنا
● بادیہ	:بڑا پیالہ
● مستعمل	:استعمال کیا ہوا
● اطلاق	:یعنی فرضی سوال کرنا، یا نام چھپا کر سوال کرنا

فرشتے بننا مجھے معلوم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حقہ کے پانی سے وضو کا حکم!

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حقہ کے پانی سے وضو جائز رکھا گیا ہے۔ وہ کون حالت اور کس وقت پر؟

الجواب: جب آبِ مطلق اصلاً نہ ملے، تو یہ پانی بھی آبِ مطلق ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے تیمم ہرگز صحیح نہیں۔ اور اس تیمم سے نماز باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بغیر غسل کے صحبت جائز یا ناجائز؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ ایک عورت کو آٹھ دن سے کم حیض آتا ہے۔ سپیدی آجانے کے بعد بے نہائے اس سے صحبت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا!

الجواب: جو حیض اپنی پوری مدت یعنی دس دن کامل سے کم میں ختم ہوجائے، اس میں دو صورتیں ہیں

(۱) یا تو عورت کی عادت سے بھی کم میں ختم ہوا یعنی اس سے پہلے مہینے میں جتنے دنوں آیا تھا اتنے دن بھی ابھی نہ گذرے اور خون بند ہوگیا جب تو اس سے ابھی صحبت جائز نہیں۔ اگرچہ نہالے۔

(۲) اور اگر عادت سے کم نہیں مثلاً پہلے مہینے میں سات دن آیا تھا، اب بھی سات یا آٹھ روز آکر ختم ہوا۔ یا پہلا ہی حیض ہے، جو اس عورت کو آیا۔ اور دس دن سے کم میں ختم ہوا تو اس سے صحبت جائز ہونے کے لئے ان دو باتوں سے ایک بات ضرور ہے۔

- یا تو عورت نہالے اور اگر بوجہ مرض یا پانی نہ رہنے کے سبب تیمم کرنا ہو، تو تیمم کرکے نماز پڑھ لے۔ خالی تیمم کافی نہیں۔



- ریش : داڑھی
- آبِ مطلق : جس میں کسی طرح کی کوئی ملاوٹ نہ ہو
- اصلاً نہ ملے : بالکل ہی نہ ملے، کہیں نہ ملے

- یاطہارت نہ کرے تو اتنا ہو کہ اس پر کوئی نماز فرض ہو جائے یعنی نماز پنجگانہ سے کسی نماز کا وقت گزر جائے۔ جس میں کم سے کم اس نے اتنا وقت پایا ہو جس میں نہا کر سر سے پاؤں تک ایک چادر اوڑھ کر تکبیر تحریمہ کہہ سکتی۔ اس صورت میں بے طہارت کے بھی اس سے صحبت جائز ہو جائے گی، ورنہ نہیں۔ مگر یہ کہ عورت کتابیہ، یہودیہ یا نصرانیہ ہو تو اس سے بے غیر نہائے صحبت جائز ہے جب کہ انقطاع حیض ایام عادت سے کم میں نہ ہوا ہو۔

نفاس کی عدت کے درمیان خون بند ہو کر اگر دوبارہ شروع ہو جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نفاس کی اکثر مدت چالیس روز ہے کمتر کی حد نہیں، اگر نفاس کا پانی ہشت روز (۸/دن) میں بند ہوا اور نماز روزہ اور وطی کے بعد پانی پھر آیا اس میں کیا حکم ہے۔

الجواب: پانی کوئی چیز نہیں وہ تو رطوبت ہے۔ نفاس میں خون ہوتا ہے۔ چالیس دن کے اندر جب خون عود کرے، شروع ولادت سے ختم خون تک سب دن نفاس ہی گنے جائیں گے۔ جو دن بیچ میں خالی گئے وہ بھی نفاس ہی میں شمار ہوں گے۔ مثلاً ولادت کے بعد دو منٹ تک خون اگر بند ہو گیا بگمان طہارت غسل کرکے نماز روزہ وغیرہ کرتی رہے۔ چالیس دن پورے ہونے میں ابھی دو منٹ باقی تھے پھر خون آگیا تو یہ سارا چلہ نفاس میں ٹھہرے گا۔ نمازیں بیکار گئیں، فرض یا واجب روزے یا اگلی قضا نمازیں جتنی پڑھیں ہوں، انہیں پڑھے۔



● کتابیہ	: آسمانی کتابوں پر ایمان رکھنے والی	● یہودیہ	: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ماننے والی
● نصرانیہ	: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے والی	● انقطاع حیض	: حیض کا ختم ہو جانا
● رطوبت	: تری	● عود	: لوٹنا
● بگمان طہارت	: پاکی گمان کرکے	● سارا چلہ	: چالیس دن مکمل

حیض والی عورتوں کا کھانا بنانا اور اسے ساتھ کھلانا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حیض والی عورت کی پکائی ہوئی روٹی جائز ہے یا نہیں، اور اپنے ساتھ اس کو کھلانا جائز ہے یا نہیں۔ اور اس عرصہ میں اگر مر جائے تو اس کا کیا حکم ہے کہ حیض کے دن ہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب: اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا جائز۔ اسے اپنے ساتھ کھلانا بھی جائز۔ ان باتوں سے احتراز، یہود و مجوس کا مسئلہ ہے۔ سرکار ﷺ نے اپنا سر مبارک دھلوانے کے لئے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قریب کرتے تھے۔ اس وقت آپ گھر میں ہوتیں اور نبی کریم ﷺ مسجد میں معتکف ہوتے۔ ام المؤمنین عرض کرتیں "میں حائضہ ہوں" آپ ﷺ فرماتے حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

اگر نفاس والی عورت آٹھ دن ہی میں پاک ہو جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کو ولادت ہوئی اور وہ نفاس سے آٹھ دن میں فارغ ہوگئی۔ اب اس کے واسطے روزے نماز کا کیا حکم ہے؟ اور چوڑی وغیرہ چاندی یا کانچ کی یا وہ چارپائی یا مکان پاک رہا یا ناپاک۔ یا چالیس دن کی میعاد لگائی جائے گی۔

الجواب: یہ جو عوام جاہلوں عورتوں میں مشہور ہے کہ جب تک چلہ نہ ہو جائے زچہ پاک نہیں ہوتی، محض غلط ہے۔ خون بند ہونے کے بعد ناحق ناپاک رہ کر نماز روزے چھوڑ کر سخت کبیرہ گناہ میں گرفتار ہوتی ہیں۔ مردوں پر فرض ہے کہ انہیں اس سے باز رکھیں۔



- احتراز: پرہیز کرنا
- یہود و مجوس کا مسئلہ ہے: یعنی ایسا یہودی اور مجوسی کرتے ہیں
- نفاس: وہ خون جو عورت کو ولادت کے بعد آئے
- میعاد: مدت
- چلہ: چالیس دن
- زچہ: وہ عورت جسے ولادت ہوئی ہو (چالیس دن تک وہ زچہ کہلاتی ہے)

نفاس کی زیادہ حد کے لئے چالیس دن رکھے گئے ہیں۔ نہ یہ کہ چالیس دن سے کم کا ہوتا ہی نہ ہو۔ اس کے کم کے لئے کوئی حد نہیں۔ اگر بچہ جننے کے بعد صرف ایک منٹ خون آیا اور پھر بند ہوگیا۔ عورت اسی وقت پاک ہوگئی۔ نہائے اور نماز پڑھے اور روزے رکھے۔ اگر چالیس دن کے اندر اسے خون عود نہ کرے گا، تو نماز روزے سب صحیح رہیں گے۔ چوڑیاں، چارپائی، مکان سب پاک ہے۔ فقط وہی چیز ناپاک ہوگی جسے خون لگ جائے گا۔ بغیر اس کے ان چیزوں کو ناپاک سمجھ لینا ہندوؤں کا مسئلہ ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

حیض ونفاس کی حالت میں صحبت کا کفارہ

سوال: کوئی شخص اپنی بیوی سے حیض یا نفاس کی حالت میں صحبت کرلے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟

الجواب: اگر ابتدائے حیض میں ہے، تو ایک دینار۔ اور ختم پر ہے، تو نصف دینار ـــــ اور دینار دس درہم کا ہوتا ہے اور دس درہم دو روپے تیرہ آنے کچھ کوڑیاں کم۔ **سنن دارمی و ترمذی و ابن ماجہ** میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "**اذ وقع الرجل بأهله و هي حائض فليتصدق بنصف دينار**"۔ جب آدمی اپنی عورت سے حالت میں حیض میں صحبت کرلے تو چاہئے کہ نصف دینار صدقہ دے۔ **سنن نسائی و ابن ماجہ** میں انہیں سے ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے "**يتصدق بدينار او نصف دينار**" ایک یا نصف دینار تصدق کرے رواہ "**الدارمي فجعل الترديد من شك الراوي حيث قال يتصدق بدينار او نصف دينار شك الحكم**"

سند و دارمی و ترمذی میں انہیں سے ہے، نبی ﷺ وسلم نے فرمایا "**اذا كان دما احمر فدينار و اذا كان دما اصفر فنصف دينار**" جب سرخ خون ہو تو ایک دینار اور زرد ہو تو آدھا دینار۔ طبرانی نے معجم کبیر اور حاکم نے بافادۂ صحیح انہیں سے یوں

● خون عود نہ کرے :یعنی دوبارہ نہ آئے



روایت کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا من اتی امراتہ فی حیضھا فلیتصدق بدینار و من اتاھا وقد ادبر الدم عنھا ولم تغتسل فنصف دینار۔ جس نے اپنی عورت سے حیض میں صحبت کی وہ ایک اشرفی تصدق کرلے۔ اور اگر خون بند ہوچکا ہو اور ابھی نہائی نہ تھی تو آدھی۔

بالجملہ حاصل جمع احادیث یہ ٹھہرا کہ جس سے نادانستہ ایسا واقع ہوا، اگر آخر حیض میں تھا (اور اسی میں حکماً وہ صورت داخل کہ خون دس دن سے کم میں منقطع ہوا اور عورت نے ابھی غسل نہ کیا نہ کوئی نماز اس پر دین ہوئی) وہ ایک خمس دینار کفارہ دے۔ اور اگر شباب حیض میں تھا تو دو خمس ——— اور جس نے دانستہ ایسا کیا، اگر آخر حیض میں تھا تو نصف دینار اور اول میں، تو ایک دینار۔ ہاں ایک کی طاقت نہ ہو تو نصف ہی دے۔۔ یہ سب حکم استحبابی ہے واجب نہیں، مگر استغفار۔

یہ سب دربارۂ حیض تھا اور اس پر نفاس واضح القیاس، مرقات میں زیر روایت ثالثہ (تیسری روایت کے تحت) **اذاکان دما احمر ای الحیض و قیس به النفاس** اھ (جب حیض کا خون سرخ ہو اور اسی پر نفاس کا قیاس کیا جائے) **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

ولادت کے بعد عورت کتنے دنوں میں پاک ہوتی ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد کب تک عورت ناپاک رہتی ہے کتنے دن کے بعد عورت غسل کرکے نماز پڑھے۔

الجواب: بچہ پیدا ہونے کے بعد جب تک خون آئے ناپاک رہے گی۔ جس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس روز کامل ہے۔ اور کم کی کوئی حد نہیں۔ اگر پاؤ منٹ تک آکر بند

● حاصل جمع احادیث: یعنی ان تمام احادیث کا خلاصہ ● ایک خمس دینار: دینار کا وزن 4.25 گرام ہوتا ہے اور یہ 22 قیراط یعنی 91.7% سونے کا ہوتا ہے۔ ایک خمس، یعنی دینار کا پانچواں حصہ
● شباب حیض: مراد، حیض ابھی جاری ہی تھا ● واضح القیاس: یعنی نفاس کو اسی پر قیاس کرو
● درہم شرعی: درہم خالص چاندی کا بنا ہوا سکہ ہوتا ہے جسکا وزن 2.975 گرام ہوتا ہے۔ وزن کے اعتبار سے سات دینار کا وزن دس درہم کے برابر ہوتا ہے۔
● انسب: زیادہ مناسب ہے ● دربارۂ حیض: حیض کے بارے میں



ہوگیا، پھر چالیس روز تک نہ آیا، تو اسی پاؤ منٹ کے بعد پاک ہوگئی۔نہا کر نماز پڑھے۔اور اگر چالیس روز کامل تک آیا، یا اس سے کم، تو جس وقت بند ہوا اسی وقت پاک ہوئی۔ بیس، تیس، چالیس جتنے دن ہوں۔اور اگر چالیس دن سے زیادہ آیا تو اس سے پہلے ولادت میں جتنے دن آیا تھا، اتنا نفاس تھا۔اس کے بعد پاک ہوگئی۔باقی استحاضہ ہے۔اس کی نمازیں کہ قضاء ہوئی ہوں ادا کرے۔ اور اگر یہ پہلی ہی ولادت ہے۔تو چالیس دن کامل تک نفاس تھا۔باقی جو آگے بڑھا استحاضہ ہے۔اس میں نہا کر نمازیں پڑھے روزے رکھے۔

خون اگر پورے چالیس دن پر بند ہو، تو نہالے اور نماز پڑھے۔اور اس سے کم پر بند ہو، تو اس سے پہلی ولادت پر جتنے دن آیا تھا اتنے دن پورے کر کے بند ہوا تو ابھی نہا کر نماز پڑھ سکتی ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ نماز کے آخر وقت مستحب تک انتظار کرلے اور اگر عادت سابقہ سے کم پر بند ہوگیا، تو واجب ہے اخیر وقت مستحب تک انتظار کر کے نہائے اور نماز پڑھے۔اگر چالیس دن کے اندر آگیا تو پھر چھوڑ دے۔پھر بند ہوجائے۔تو اسی طرح کرے۔یہاں تک کہ چالیس دن پورے ہوں۔واللہ تعالیٰ اعلم

حیض کی حالت میں عورتیں کلمہ پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟

سوال: نکاح کے وقت عورت کو پانچ کلمے پڑھاتے ہیں۔اب وہ عورت حیض کی حالت میں ہے۔تو وہ پانچ کلمے اپنی زبان سے پڑھے یا نہیں؟

الجواب: حالت حیض میں صرف قرآن عظیم کی تلاوت ممنوع ہے۔کلمے پانچوں پڑھ سکتی ہے کہ اگرچہ ان میں بعض کلماتِ قرآن ہیں، مگر ذکر و ثناء ہیں اور کلمہ پڑھنے میں نیت ذکر ہی ہے، نہ نیتِ تلاوت۔تو جواز یقینی ہے۔۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



● استحاضہ	:وہ خون جو عورت کو حیض ونفاس کے علاوہ کسی بیماری کے سبب آئے
● عادت سابقہ	:اس سے پہلے جتنے دنوں خون آیا
● ممنوع	:ناجائز
● نہ نیت تلاوت	:تلاوت کی نیت سے نہیں
● جواز یقینی	:یقیناً جائز ہے

اخبار یا کتاب میں آیات قرآن ہو تو اس کا بلا وضو چھونا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اگر کسی اردو کتاب یا اخبار میں چند آیات قرآن بھی شامل ہوں، تو اس کو بلا وضو پڑھنا یا چھونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: کتاب یا اخبار میں جس جگہ آیت لکھی ہے، خاص اس جگہ کو بلا وضو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے۔ اسی طرف ہاتھ لگایا جائے جس طرف آیت لکھی ہے، خواہ اس کی پشت پر، دونوں ناجائز ہیں۔ باقی ورق کے چھونے میں حرج نہیں۔ پڑھنا بے وضو جائز ہے، نہانے کی حاجت ہو تو حرام ہے۔ **واللہ تعالیٰ بالصواب**

بواسیر کے مرض میں مبتلا شخص کی طہارت اور نماز کا حکم؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بواسیر کے مرض میں مبتلا ہے اور اس کی یہ حالت ہے کہ شب وروز تمام مسے مقعد سے باہر نکلے ہوئے رہتے ہیں اور ان میں سے ہر وقت رطوبت جاری رہتی ہے۔ اور پاجامہ یا تہبند کو لگتی رہتی ہے۔ اس سے بچاؤ اس شخص کو غیر ممکن ہے۔ کسی صورت سے وہ اپنا کپڑا نہیں بچا سکتا۔ اگر نیچے لنگوٹا رکھتا ہے تو وہ بھی زیادہ دیر میں تر ہو کر تہبند یا پاجامہ کو ناپاک کر دیتا ہے۔ ہاں بعد فراغ اجابت طہارت تو وہ بخوبی باقاعدہ کر لیتا ہے، رطوبت مسوں سے کپڑا اس کا کسی صورت سے پاک نہیں رہ سکتا۔ پس ایسا شخص بغیر کپڑا پاک کئے ویسی حالت میں نماز ادا کر لے، تو یہ نماز اس کی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: مسوں سے اگر رطوبت بہہ کر نہ نکلے، بلکہ ان کی سطح بالا پر تری ہو کہ کپڑا لگ کر چھڑا لائے، جب تو اس سے کپڑا ناپاک نہ ہوگا۔ بے تکلف نماز پڑھے اور اس تقدیر پر

- پشت :یعنی اس کاغذ کے الٹے طرف
- مقعد :پاخانہ کا مقام
- رطوبت :تری
- سطح بالا :اوپری حصہ
- حکم معذور :معذور شخص کے حکم میں



اس کے نکلنے سے وضو بھی نہ جائے گا۔ لان مالیس بحدث لیس بنجس۔ ہاں جب کہ بہہ کر نکلتی ہو تو وضو کی بھی ناقض ہے اور درم بھر سے زائد جگہ میں ہو تو کپڑا بھی نجس کرے گی جب کہ وہ ہر وقت نکلتی ہے۔ تو اسے حکم معذور ہے۔ پانچ وقت تازہ وضو کرے۔ رہا کپڑا، اگر سمجھتا ہے کہ پاک کپڑا بدل کر فرض پڑھے گا، تو اس کے ایک درم سے زائد بھرنے سے پیشتر فرض ادا کرلے گا، جب تو اس پر لازم ہے، ہر وقت پاک کپڑا بدلے۔ اور اگر جانتا ہے کہ فرض پڑھنے کی مہلت نہ ملے گی۔ اور کپڑا پھر اتنا ہی ناپاک ہوجائے گا، تو اسے معافی ہے۔ اسی کپڑے سے پڑھے۔ لایکلف اللہ نفساً الا وسعہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جس پر غسل فرض ہے اس کے پسینہ کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالت جنابت میں اگر پسینہ آئے، اور کپڑے تر ہوجائیں، تو کپڑے نجس ہوجائیں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: نہیں کہ جب کا پسینہ مثل اس کے لعاب دہن کے پاک ہے۔

ناپاک چیز ایک بار پاک کرنے سے پاک ہوگی یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نجس چیز بغیر مبالغہ کے ایک مرتبہ میں پاک ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: نجاست اگر مرئیہ ہو یعنی خشک ہونے کے بعد بھی نظر آئے تو اس کی تطہیر میں عدد اصلاً شرط نہیں، بلکہ زوال عین درکار ہے۔ خواہ ایک بار میں ہوجائے یا دس بار میں مگر بقائے اثر، بقائے عین پر دلیل، تو زوال اثر مثل رنگ و بو ضرور لیکن وہ اثر جس کا زوال دشوار ہو معاف کیا جائے گا۔ صابون یا گرم پانی



● جب	:جس پر غسل فرض ہو	● مرئیہ	:نظر آنے والی
● تطہیر	:پاک کرنا	● زوال عین	:یعنی اس نجاست کا دور کرنا
● بقائے اثر	:نجاست کا اثر باقی رہنا	● بقائے عین پر دلیل	:نجاست باقی رہنے پر دلیل
● زوال اثر	:نجاست کے اثر کا دور کرنا	● غیر مرئیہ	:نظر نہ آنے والی نجاست

وغیرہ سے چھڑانے کی ضرورت نہیں۔ درمختار میں ہے: یطھر محل نجاستة مرئیة بعد جفاف بزوال عینھا و اثرھا و لو بمرة او بما فوق ثلاث فی الاصح ولا یضر بقاء اثر کلون وریح لازم فلا یکلف فی ازالته الی ماء حار او صابون و بنحوه اھ ملخصا۔ اور غیر مرئیہ کہ سوکھنے کے بعد دکھائی نہ دے اس میں علما کے دو قول ہیں۔

ایک قول پر غلبۂ ظن کا اعتبار ہے یعنی جب گمان غالب ہو جائے کہ اب نجاست نکل گئی پاک ہو گیا، اگرچہ ظن ایک ہی بار میں حاصل ہو یا زائد میں۔

اور دوسرے قول پر تثلیث یعنی تین بار دھونا شرط ہے۔ اور ہر بار اتنا نچوڑیں کہ بوند نہ ٹپکے۔ اور نچوڑنے کی چیز نہ ہو تو ہر بار خشک ہونے کے بعد دوبارہ دھوئیں۔ اس قول پر اگر یوں تثلیث نہ کرے گا تو طہارت نہ ہوگی۔

ایک جماعت نے فرمایا کہ یہ طریقہ خاص اہل وسواس کے لئے ہے۔ جسے وسوسہ نہ ہو وہ اسی غلبۂ ظن پر عمل کرے۔ ان علما کا قصد یہ ہے کہ دونوں قولوں کو ہر دو حالت، وسوسہ و عدم وسوسہ پر منقسم کر کے نزاع اٹھا دیں۔

اگر کھانے کے سامان میں چوہے کی مینگنی نکلے تو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر پکی ہوئی کھچڑی یا چاول یا چونے میں چوہے کی مینگنی نکلے تو کیا حکم ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب: چوہے کی مینگنی اگر چاول، کھچڑی، روٹی وغیرہ کھانے کی چیزوں میں نکلے تو اسے پھینک کر وہ اشیاء کھائی جائیں، بشرطیکہ اس کا رنگ بو یا مزا ان میں نہ آگیا ہو۔ اور اگر چونے میں نکلے اور وہ چونا جما ہوا ہے، تو اس کے قریب کا پھینک کر باقی کھالیں اور بہتا ہوا ہے تو اس سب سے احتراز کریں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**



● غلبۂ ظن	:غالب گمان	● تثلیث	:تین بار
● اہل وسواس	:جسے وسوسہ کا مرض ہو	● عدم وسوسہ	:جسے وسوسہ نہ ہو
● نزاع اٹھا دیں	:یعنی مسئلہ واضح کر دیں		

گرم گھی میں مرغی کا بچہ مر گیا کیسے پاک ہو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گھی گرم تھا اس میں مرغی کا بچہ گرا اور فوراً مر گیا۔ یہ گھی کھانا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب: گھی ناپاک ہوگیا ہے۔ پاک کئے اس کھانا حرام ہے۔ پاک کرنے کے تین طریقے ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ اتنا ہی پانی اس میں ملاکر جنبش دیتے رہیں۔ یہاں تک کہ سب گھی اوپر آجائے۔ اسے اتارلیں اور دوسرا پانی اسی قدر ملاکر یوہیں کریں۔ پھر اتار کر تیسرے پانی میں اسی طرح دھوئیں۔ اور اگر گھی سرد ہوکر جم گیا ہو تو تینوں بار اس کے برابر پانی ملاکر جوش دیں۔ یہاں تک کہ گھی اوپر آجائے، اتارلیں۔ بلکہ جوش دینے کی، پہلے ہی بار حاجت ہے، پھر تو گھی رقیق ہوجائے گا۔ اور پانی ملاکر جنبش دینا کفایت کرے گا۔

دوم: ناپاک گھی جس برتن میں ہے، اگر جمنے کی طرف مائل ہوگیا ہو، آگ پر پگھلالیں۔ اور ویسا ہی پگھلا ہوا پاک گھی اس برتن میں ڈالتے جائیں، یہاں تک کہ گھی سے بھر کر ابل جائے۔ سب گھی پاک ہوجائے گا۔

سوم: دوسرا گھی پاک لیں اور مثلاً تخت پر بیٹھ کر نیچے ایک خالی برتن رکھیں اور پرنالے کے مثل کسی چیز میں وہ پاک گھی ڈالیں اور اس کے بعد یہ ناپاک گھی اس پرنالے میں ڈالیں، یوں کہ دونوں کی دھاریں ایک ہوکر پرنالے سے برتن میں گریں۔ اسی طرح پاک و ناپاک دونوں گھی ملاکر ڈالیں یہاں تک کہ سب ناپاک گھی پاک گھی سے ایک دھار ہوکر برتن میں پہنچ جائے۔ سب پاک ہوگیا۔

پہلے طریقہ میں پانی سے گھی کو تین بار دھونے میں گھی خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور دوسرے طریقہ میں ابل کر تھوڑا گھی ضائع ہوجائے گا۔ تیسرا طریقہ بالکل



● جنبش: ہلانا
● رقیق: پتلا
● بقدر درم: ایک درم کے مقدار
● اثرِ پلیدی: ناپاکی کا اثر

صاف ہے مگر اس میں احتیاط بہت درکار ہے کہ برتن میں ناپاک گھی کی کوئی بوند ناپاک سے پہلے پہنچ نہ بعد کو گرے، نہ پرنالے میں بہاتے وقت اس کی کوئی چھینٹ اڑ کر پاک گھی سے جدا برتن میں گرے۔ ورنہ برتن میں جتنا پہنچا یا اب پہنچے گا، سب ناپاک ہوجائے گا۔ **واللہ تعالی اعلم**

(احکام شریعت)

اگر پیشاب کا اثر کپڑے کے متعدد تہہ تک پہنچ جائے؟

سوال: اگر کپڑا بقدر درم کے یا اس سے کم پیشاب سے پلید ہوگیا اور پھر وہ کپڑا تہہ توڑ کر سب میں اثرِ پلیدی سرایت کر گیا تو وہ کپڑا پاک رہے گا یا نہیں۔

الجواب: جب کپڑے کو نجاست پہنچے اور ایک تہہ سے دوسری تہہ تک سرایت کر جائے تو ہر تہہ کی نجاست جدا شمار کی جائے گی۔ اگر سب مل کر قدر درم سے زائد ہو، نماز فاسد ہوگی۔ خواہ وہ تہیں ایک ہی کپڑے کی ہوں جیسے دوہرے لباس یا چند کپڑے تہہ بہ تہہ بدن پر ہوں۔

بچہ کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیر خوار بچہ کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب: آدمی کا بچہ اگرچہ ایک دن کا ہو، اس کا پیشاب ناپاک ہے، اگرچہ لڑکا ہو۔ **واللہ تعالی اعلم**

(احکام شریعت)

وہ ناپاک زمین جو دھوپ سے پاک ہوجائے اس پر گیلا پاؤں رکھنا

سوال: جو زمین ناپاک، دھوپ کی وجہ سے پاک ہوگئی، اب اس زمین پر اگر کوئی



● دوہرے لباس :جس کپڑے کی دو تہہ ہو
● زوال اثر :اثر کا زائل ہونا

گیلا پیر رکھ دے، اور مٹی لگ جائے تو کیا پیر ناپاک ہوگا۔

الجواب: جب زمین کو زوال اثر کے بعد طہارت کا حکم دے دیا گیا۔ اب وہ پانی پڑنے سے ناپاک نہ ہوگی، تر پاؤں اس پر رکھ دینے سے ناپاک نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر کھانے کے سامان میں کتے کے منھ ڈالنے کا شک ہو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، کہ کھانا پلنگ پر کسی برتن میں رکھا تھا اور قریب ہی ایک کتے کو کھڑا دیکھا، کسی نے منہ ڈالتے نہیں دیکھا، البتہ کچھ نشانات کھانے کے گرنے کے اور برتن میں بھی اس طرف جس طرف کتا کھڑا تھا، کچھ جگہ خالی دیکھی، اس صورت میں کیا حکم ہے۔

الجواب: جب کہ اس طرف برتن خالی ہونے، اور کھانا گرنے کی کوئی اور وجہ ظاہر نہ ہو اور کتا موجود ہے، تو ضرور اس نے کھایا اور کھانا ناپاک ہوگیا۔ اگر تر مثل شیر و شوربا ہے، تو سب اور خشک، مثل برنج ہے، تو جہاں منہ لگا ہے، وہاں سے اتار کر پھینک دیں، باقی پاک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جس نطفہ سے آدمی کی پیدائش ہو وہ پاک ہے یا ناپاک؟

سوال: کیا فرماتے ہیں دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں جو کہ نطفہ آدمی کی پیدائش کا قرار پاتا ہے وہ پاک ہے یا ناپاک۔ بینوا و توا جروا

الجواب: منی مطلق ناپاک ہی ہے، سوا ان پاک نطفوں کے جن سے تخلیق حضرات انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام ہوئی، اور خود انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے نطفے، کہ ان کا پیشاب بھی پاک ہے۔ یونہی تمام فضلات۔ واللہ تعالیٰ اعلم

- وجہ ظاہر: ظاہری وجہ
- مثل برنج: جیسے چاول
- تر مثل شیر و شوربا: دودھ اور شوربا کی طرح تر
- منی: دھات، نطفہ
- تخلیق حضرات انبیائے کرام: حضرات انبیائے کرام کی پیدائش



بازار کے خریدے ہوئے کپڑے پاک یا ناپاک؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ کورا کپڑا بازار کا خرید ہوا، دیسی ہو یا انگریزی، جبکہ قیمت دے کر خرید اگیا ہو، وہ بلا دھوئے ہوئے پہننا جائز ہے اور نماز اس پر درست ہے۔ دوسرا کہتا ہے بغیر دھوئے نماز جائز نہیں کہ اس کے طاہر ہونے کا یقین نہیں کس کا قول صحیح ہے **بینوا توجروا۔**

الجواب: طاہر ہونے پر یقین کی اصلاً حاجت نہیں۔ آدمی جو کپڑے پہنے سوتا ہے، جاگنے پر کیا یقین ہے کہ انہیں کوئی نجاست نہیں پہنچی۔ کپڑے کے استعمال اور اس سے نماز پڑھنے کے لئے صرف اتنا درکار ہے کہ اس کا نجس ہونا معلوم نہ ہو۔ دیسی یا انگریزی جتنے کپڑے خریدے جائیں یا بے خریدے ممکنا جب تک ان کی نجاست معلوم نہ ہو، پاک ہیں۔ یہ خیال بے اصل ہے کہ قیمت دینے سے پاک ہوں گے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

کیا انگلی پر لگی نجاست چاٹنے سے انگلی پاک ہوجائے گی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگلی پر نجاست لگ جائے اور اسے چاٹ لیا جائے تو بھی انگلی پاک ہوجائے گی اور منھ بھی پاک رہے گا۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب: انگلی کی نجاست چاٹ کر پاک کرنا کسی سخت گندی ناپاک روح کا کام ہے۔ اور اسے جائز جاننا شریعت پر افترا، اتہام۔ اور تحلیل حرام اور قاطع اسلام ہے۔ اور یہ کہنا محض جھوٹ ہے کہ منھ بھی پاک رہے گا۔ نجاست چاٹنے سے قطعاً ناپاک ہوجائے گا، اگرچہ بار بار وہ نجس ناپاک تھوک یہاں تک نگلنے سے کہ اثر

● طاہر	:پاک	● بے اصل	:بے کار، غلط نا قابل قبول
● تحلیل حرام	:حرام کو حلال کرنا	● قاطع اسلام	:اسلام کو نقصان پہنچانے والا



نجاست کا، منھ سے ڈھل کر سب پیٹ میں چلا جائے، پاک ہو جائے گا مگر اس چاٹنے نگلنے کو وہی جائز رکھے گا جو نجس کھانے والا ہو۔ الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت۔ اولٓئک مبرؤن مما یقولون۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(احکام شریعت)

اگر کھانے کے سامان میں حرام جانور مردہ پایا جائے؟

سوال: اگر تیل یا گھی گرم ہو یا سرد، اس میں حرام جانور مثلاً چوہا، بلی، کتا، یا خنزیر وغیرہ جانور مر گیا یا اس کا جوٹھا گر گیا، تو وہ گھی و تیل وغیرہ کیسے پاک ہوگا اور وہ کھانا درست ہوگا یا نہیں۔

الجواب: گھی اگر رقیق (پتلا) ہے۔ تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ مسئلہ پنجم میں گذرا(کہ اس کے پاک کرنے کے تین طریقے ہیں:

اول: اتنا ہی پانی ملا کر اس کو جنبش دیتے رہیں (یعنی اس کو ہلاتے رہیں) یہاں تک کہ سب گھی اوپر آجائے۔ اسے یوں ہی اتار لیں اور دوسرا پانی اسی قدر ملا کر یوں ہی کریں۔ پھر اتار کر تیسرے پانی سے اسی طرح دھوئیں۔ اور اگر گھی سرد ہو کر جم گیا ہو تو تینوں بار اس کے برابر پانی ملا کر جوش دیں یہاں تک گھی اوپر آجائے۔

دوم: ناپاک گھی جس برتن میں ہے اگر جمنے کی طرف مائل ہو گیا ہو، آگ پر پگھلا لیں۔ اور ویسا ہی پگھلا ہوا پاک گھی اس برتن میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ گھی سے بھر کر ابل جائے، سب گھی پاک ہو جائے گا۔

سوم: دوسرا گھی پاک لیں اور مثلاً تخت پر بیٹھ کر نیچے ایک خالی برتن رکھیں اور پرنالے کی مثل کسی چیز میں وہ پاک گھی ڈالیں۔ اس کے بعد یہ ناپاک گھی اس پرنالے



- پنجم: پانچواں
- جنبش: ہلانا

میں ڈالیں، یوں کہ دونوں کی دھاریں ایک ہو کر پرنالے سے برتن میں گریں اسی طرح پاک و ناپاک دونوں گھی ملا کر ڈالیں یہاں تک کہ سب ناپاک گھی پاک گھی سے ایک دھار ہو کر برتن میں پہنچ جائے، سب پاک ہو گیا (حوالہ فتاوی رضویہ جلد ۴ ص ۵۶۳-۵۶۴)

اور اگر جما ہوا ہے تو اس جانور یا اس کے منہ لگنے کی جگہ سے تھوڑا سا گھی کھرچ کر پھینک دیں باقی پاک ہے (رواہ احمد و ابو داؤد و ابو داؤد و ابو ھریرہ اور دارمی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اذا وقعت الفارۃ فی السمن فان کان جامدا فالقوھا و ماحولھا۔ اگر جمے ہوئے گھی میں چوہا گر جائے تو چوہا اور اس کے آس پاس کا گھی نکال کر پھینک دو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جس پر غسل فرض ہو وہ تلاوت و وظیفہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمر پر جنابت یا احتلام کا غسل ہے۔ اور زید سامنے ملا اور سلام کہا۔ تو اس کا جواب دے یا نہیں۔ اور اگر اپنے دل میں کوئی کلام الٰہی یا درود شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا و توجروا**

الجواب: دل میں بایں معنی، کہ نرے تصور میں بے حرکتِ زبان تو یوں قرآن مجید بھی پڑھ سکتا ہے۔ اور قرآن مجید بحالتِ جنابت جائز نہیں۔ اگرچہ آہستہ ہو۔ اور درود شریف پڑھ سکتا ہے مگر کلی کے بعد چاہئے۔ اور جواب سلام دے سکتا ہے۔ اور بہتر یہ کہ تیمم ہو کما فعلہ رسول اللہ ﷺ۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے کیا۔

تنویر میں ہے: لایکرہ النظر الیہ (ای القرآن) لجنب و حائض و نفساء کادعیۃ (جنبی، حائضہ اور نفساء عورتوں کو قرآن دیکھنا مکروہ نہیں ہے۔ ت)۔ ردالمحتار میں ہے: نص فی الھدایۃ علی استحباب الوضوء لذکر اللہ تعالی۔ (ترجمہ: ہدایہ میں ذکر الٰہی کے لئے وضو کرنا مستحب قرار دیا ہے) واللہ تعالیٰ اعلم (احکام شریعت)



• نرا تصور	:صرف تصور	• بے حرکت زبان	:زبان کو حرکت دیئے بغیر
• بحالت جنابت	ناپاکی کی حالت میں		

بَابُ الْاِسْتِنْجَا

وضو کے بچے ہوئے پانی سے استنجا کرنا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے لوٹے سے وضو کیا۔ اس میں پانی بچ رہا۔ اس بچے ہوئے پانی سے چھوٹا یا بڑا استنجا یا وضو کرنا کیسا ہے اور اسے پھینک دینا جائز ہے یا نہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب: پھینک دینا تو تضیع مال ہے کہ شرع میں قطعا ممنوع ——— اور وضو کرنا بیشک جائز ہے مگر یہ کہ اس میں مائے مستعمل اس قدر گر گیا ہو کہ غیر مستعمل پر غالب آگیا۔ رہا استنجا، جواز میں تو اس کے بھی شبہ نہیں۔ نہ کسی کتاب میں اس کی ممانعت نظر فقیر (حضور اعلیٰ حضرت قبلہ) سے گذری۔ ہاں! اس قدر ہے کہ بقیہ وضو کے لئے شرعاً عظمت واحترام ہے اور نبی ﷺ سے ثابت کہ حضور نے وضو فرما کر بقیہ آب کو کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔ اور ایک حدیث میں روایت کیا گیا کہ اس کا پینا ستر ۷۰ مرض سے شفا ہے۔ تو وہ ان امور میں آب زمزم سے مشابہت رکھتا ہے، ایسے پانی سے استنجا کرنا مناسب نہیں۔ تنویر کے آداب وضو میں ہے ان یشرب بعدہ من فضل وضوئہ مستقبل القبلۃ قائما، اور درمختار میں ہے کہ کماء زمزم۔ جامع ترمذی میں سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کھڑے ہو کر بقیہ وضو پیا۔ پھر فرمایا احببت ان اریٰ کم کیف کان طہور رسول اللہ ﷺ۔ میں نے چاہا کہ تمہیں دکھادوں نبی ﷺ کا طریقہ وضو کیا کرتا تھا۔

ڈھیلوں سے استنجا کرنے والوں کی نماز واقامت؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مصلی کے بائیں ہاتھ میں ایسی چوٹ



• تضیع مال	مال کا ضائع کرنا	• مائے مستعمل	استعمال کیا ہوا پانی
• غیر مستعمل	جو پانی ابھی استعمال نہیں کیا گیا ہو	• ممانعت	منع ہونا
• بقیہ وضو	وضو کا بچا ہوا پانی	• بقیہ آب	بچا ہوا پانی

لگ گئی ہے کہ حرکت نہیں کرسکتا، پانی سے استنجا کرنے سے معذور ہے۔ البتہ داہنے ہاتھ سے ڈھیلوں سے صاف کرسکتا ہے ایسا شخص نماز پڑھ سکتا ہے اور امامت اس کی جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا اگرچہ ممنوع وگناہ ہے، صحیح حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے اس سے نہی فرمائی۔ کما اخرجه احمد و الشیخان عن ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جب عذر ہے تو کچھ مواخذہ نہیں فان الضرورات تبیح المحظورات۔ درمختار میں ہے کرہ تحریما ولا عذر بیسارہ اھ ملخصا۔

اور نجاست جب مخرج بول براز سے مقدار درہم سے زیادہ تجاوز نہ کرے تو ڈھیلے کافی ہوتے ہیں۔ ان کے بعد پانی لینا فقط سنت ہے۔ یہ سنت بھی اگرچہ باقی سنن موکدہ کے مثل ہے جس کا ترک بیشک باعث کراہت مگر حالت عذر ہمیشہ مستثنیٰ ہوتی ہے اور ترک سنت، صحت نماز میں خلل انداز نہیں۔ پس صورت مستفسرہ میں بلا تامل نہ اس شخص کی اپنی نماز میں حرج، نہ امامت میں نقصان —— البتہ اگر نجاست مخرج کے علاوہ قدر درہم سے زیادہ ہو، تو اس وقت پانی سے دھوئے بغیر طہارت نہیں ہوتی۔ ایسی حالت میں اگر پانی پر کسی طرح کسی ہاتھ سے قدرت نہ پائے تو اس کی اپنی نماز ہو جائے گی، مگر امامت نہیں کرسکتا۔

استنجا پانی سے سنت ہے یا ڈھیلوں سے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے اور صحابہ کرام نے پیشاب کے بعد اکثر مرتبہ استنجا پانی سے کیا یا ڈھیلوں سے۔ **بینوا توجروا**

الجواب: صحابہ کرام **رضی اللہ عنہم** کی عادت اس باب میں مختلف تھی۔ امیر المؤمنین فاروق اعظم **رضی اللہ عنہ** اکثر مٹی سے استنجا فرماتے اور حذیفہ **رضی اللہ عنہ** پانی سے۔ کشف الغمہ میں ہے کان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ یبول کثیرا ثم یمسح بالتراب او الحائط ثم یقول ھکذا علمنا و لم یبلغنا انہ کان یغسلہ بالماء بعدہ و کان حذیفۃ لا یجمع بین الماء و الحجر اذا بال و کذالک عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ



● مصلی	: نمازی	● نہی	: منع
● مواخذہ نہیں	: پکڑ نہیں	● مخرج بول براز	: پاخانہ پیشاب نکلنے کی جگہ
● تجاوز	: بڑھنا	● مستثنیٰ	: الگ
● سنن موکدہ	: جس کا پڑھنا ضروری	● صحت نماز	: نماز کا صحیح ہونا
● مخرج	: نکلنے کی جگہ		

عنہما فکان یغسلان بالماء فقط اور حضور اقدس ﷺ سے دونوں صورتیں ثابت ہیں۔ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کی کہ سید عالم ﷺ پیشاب کے بعد پانی سے استنجا فرماتے تھے۔
اور وہی روایت فرماتی ہیں کہ ایک بار حضور اقدس ﷺ نے پیشاب فرمایا۔ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پانی لے کر کھڑے ہوئے۔ فرمایا کیا ہے، عرض کی استنجی کے لئے پانی: فرمایا ''مجھ پر واجب نہیں کیا گیا کہ ہر پیشاب کے بعد پانی سے طہارت کروں''۔

پتھر سے استنجا کرنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اگر کسی جگہ پرانا کپڑا یا مٹی کا ڈھیلا یا ریت نہ ہو۔ وہاں پتھر سے استنجا سکھانا کیسا ہے۔ اور اگر تھوڑی دور پر تمام چیزیں موجود ہے اور یہ کوتاہی کر گیا اور پتھر سے سکھایا تو کیسا ہے۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب: استنجا خشک کرنے میں ہر بے قیمت، بیکار، پاک چیز کہ رطوبت کو جذب کر کے موضع کو صاف کر دے۔ ڈھیلا ہو یا پتھر، مٹی ہو یا پرانا کپڑا، زمین ہو یا دیوار، سب برابر ہے۔ ہاں ہڈیاں، کوئلہ یا پکی اینٹ یا ٹھیکری یا چونا نہ ہو۔

کیا پانی سے استنجا کرنے سے پیشاب کا قطرہ رک جاتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندستان کے اکثر شہروں میں مثل لکھنو و پٹنہ (عظیم آباد) اکثر لوگ بعد فراغت بول، کلوخ سے استنجا نہیں کرتے بلکہ صرف پانی پر اکتفا کرتے ہیں آیا ان کا پائجامہ یا تہبند نجس ہوتا ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کی امامت میں کوئی خرابی لازم آتی ہے یا نہیں؟ اور بعض آدمیوں کا بیان ہے کہ پانی لینے سے قطرہ رک جاتا ہے یہ صرف ان کا خیال ہی خیال ہے۔ یا واقعی امر ہے۔ **بینوا توجروا**

- کوتاہی : سستی
- جذب : سکھانا
- رطوبت : تری
- موضع : جگہ



الجواب: کلوخ وآب میں جمع افضل ہے۔ نفس سنت ایک سے ادا ہو جاتی ہے۔ سب سے اولیٰ جمع ہے۔ پھر تنہا آب، پھر تنہا کلوخ۔ صرف پانی پر قناعت سے کپڑا نجس نہیں ہوتا۔ نماز و امامت میں کوئی حرج نہیں۔

پانی خصوصاً سرد، اکثر امزجہ میں بوجہ تکثیف ضرور انسداد قطرہ پر معین ہوتا ہے۔ اور بحال برودت مثانہ، نزول قطرہ کا ضرور مؤید ہوتا ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

ہڈی سے استنجا کرنا کیوں منع ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہڈی سے استنجا کس وجہ سے ناجائز ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ وہ جن کی خوراک ہے، اس کی اصل ہے یا نہیں اور اگر خوراک جن کی ہے تو ان کے کفاروں کی ہے یا مسلمانوں کی بھی۔ **بینوا توجروا**

الجواب: قوم جن کے وفد جو بارگاہِ اقدس حضور پرنور سید المرسلین ﷺ میں حاضر ہوئے اور اپنے اور اپنے جانوروں کے لئے خوراک طلب کی ان سے ارشاد ہوا کہ **لکم کل عظم ذکر اسم اللہ علیہ یقع فی ایدیکم او فما یکون لحما و کل بعرۃ علف لدوابکم**۔ تمہارے لئے ہر ہڈی ہے جس پر اللہ عزوجل کا نام پڑھ لیا جائے یعنی حلال جانور کی ہڈی ہو، وہ تمہارے ہاتھ میں اس حال پر ہوگی جیسی اس وقت تھی جب اس پر گوشت پورا اور کامل تھا۔ (یعنی گوشت چھڑائی ہوئی ہڈی تمہیں مع گوشت ملے گی) اور ہر مینگنی تمہارے چوپاؤں کے لئے چارہ ہے۔ پھر انسانوں سے ارشاد ہوا **فلا استنجوا بھما فانھما طعام اخوانکم** ہڈی اور مینگنی سے استنجا نہ کرو کہ وہ تمہارے بھائیوں کی خوراک ہے رواہ مسلم فی صحیحہ عن ابی مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ڈھیلے اور پانی سے استنجا کرنے پر اگر پیشاب کا قطرہ آئے؟



● بعد فراغت بول	: پیشاب سے فارغ ہونے کے بعد	● کلوخ وآب	ڈھیلہ اور پانی
● جمع	یعنی ڈھیلہ اور پانی دونوں سے کرنا	● امزجہ	مزاج کی جمع، طبیعت
● بوجہ تکثیف	گاڑھا ہونے کے سبب	● انسداد قطرہ پر معین	پیشاب کے قطرہ کو کنے میں مددگار
● بحال برودت مثانہ	مثانہ کے ٹھنڈا ہونے کے وقت		

سوال: کیا فرماتے علمائے کرام اس مسئلہ میں ڈھیلے اور پانی سے استنجا کرنے پر قطرۂ پیشاب ہمیشہ آجاتا ہے۔ایسی صورت میں کیا حکم ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب: اگر پانی سے استنجا کرنے پر قطرہ آتا ہے۔تو صرف ڈھیلے سے استنجا کرے۔اگر پیشاب روپے بھر سے زائد جگہ میں نہ پھیلا ہو،تو ڈھیلے سے پاک ہوجائے گا۔اور اگر ڈھیلے سے استنجا پر قطرہ آتا ہے اور پانی سے بند ہوجاتا ہے تو پانی سے استنجا ضروری ہے اور اگر دونوں طرح آتا ہے تو اتنا انتظار کرنا اور وہ تدبیریں بجالانا جن سے قطرہ رکے، واجب ہے۔اور اگر کسی طرح نہ رکے اور ایک نماز کا وقت اول سے آخر تک گذر جائے کہ وضو کرکے فرض پڑھنے کی مہلت نہ پائے،تو وہ معذور ہے۔جب تک نماز کے ہر وقت میں کم از کم ایک بار آتا رہے گا،اسے وضو تازہ کرلینا کافی ہوگا۔

گلے میں قرآن شریف کی تعویذ کے ساتھ استنجا جانا کیسا ہے؟

سوال: بچوں کے گلے میں بچوں کے ماں باپ بچوں کی حفاظت کے لئے چھوٹی چھوٹی حمائل شریف، ٹین کے تعویذ میں اور اوپر پاک کپڑا چڑھا کر ڈالتے ہیں۔غرض بہت احتیاط سے یہ کام ہوتا ہے۔یا فقط ایک دو آیت (تعویذ کی شکل میں) بچے پاخانے میں لے جاتے ہیں۔طرح طرح کی بے ادبیاں ظہور میں آتی ہیں۔یہ کام شرع میں جائز ہے یا نہیں **بینوا توجروا**

الجواب: تعویذ موم جامہ وغیرہ میں کرکے،غلافِ جداگانہ میں رکھ کر بچوں کے گلے میں ڈالنا جائز ہے۔اگرچہ اس میں بعض آیات قرآنیہ ہوں۔اور اس احتیاط کے ساتھ پاخانے میں لے جانا بھی جائز ہے۔ہاں افضل احتراز ہے۔اس مقصد کی تفصیل ہمارے رسالہ" **الحرف الحسن فی الکتابه علی الکفن** "میں ہے۔مگر تعویذ پر قرآن عظیم کا قیاس نہیں ہوسکتا

- حمائل شریف — گلے میں ڈالنے کی چیز،چھوٹے سائز کا قرآن شریف
- احتراز — پرہیز،بچنا



اولا: قرآن مجید اگرچہ دس غلافوں میں ہو، پاخانہ میں لے جانا بلاشبہ مسلمانوں کی نگاہ میں شنیع اور ان کے عرف میں بے ادبی ٹھہرے گا اور ادب وتوہین کا مدار عرف پر ہے۔ تعویذ کہ بعض آیات پر مشتمل ہو وہ آیات ضرور قرآن عظیم ہیں مگر اسے تعویذ کہیں نہ قرآن ـــ مصحف شریف، دارالحرب میں لے جانا منع ہے اور کتاب کے لے جانے میں کسی نے منع نہ کیا۔ مصحف کے پٹھے کو بے وضو چھونا حرام اور کتاب کے ورق کو بھی چھونا جائز۔

ثانیا: اس کا ٹین میں رکھ کر بند کر دینا یا موم جامہ یا کپڑے ہی کے غلاف میں سینا یہ خود خلاف شرع ہے کہ اس کی تلاوت سے منع ہے۔ ائمۂ سلف تو غلافِ مصحف شریف میں بند لگانے کو مکروہ جانتے تھے۔ کہ بند باندھنا بظاہر منع کی صورت ہوگا۔ تو یوں ٹین وغیرہ میں ہمیشہ کے لئے سی دینا کہ حقیقۃً منع ہے کس درجہ مکروہ اور مورد شنیع ہے

ثالثا: قرآن عظیم، چھوٹی تقطیع پر لکھنا، حمائل بنانا، شرعا مکروہ وناپسندیدہ ہے۔ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے پاس قرآن مجید باریک لکھا ہوا دیکھا اسے مکروہ رکھا اور اس کو مارا اور فرمایا عظموا کتاب اللہ اللہ کتاب کی عظمت کرو۔ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ مصحف کو چھوٹا بنانا مکروہ رکھتے۔ تو اس قدر چھوٹا بنانا کہ معاذ اللہ ایک کھلونہ اور تماشہ ہو کس طرح مقبول ہو سکتا ہے ــــ اور وہ جری لوگ یہ فعل مردود، انہیں تعویذوں کی خاطر کرتے ہیں اگر مسلمان ان کو تعویذ نہ بنائیں تو کیوں خریدیں۔ اور نہ خریدیں تو وہ کیوں اسے چھاپیں۔ تو ان کا تعویذ بنانا ان اس فعل کا باعث ہے اور اس کے ترک میں اس کا انسداد۔ تو اس کا تعویذ بنانا ضرور مستحق الترک ہے۔





● غلاف جداگانہ	دوسرا غلاف
● غلاف مصحف شریف	قرآن شریف کا جزدان
● مورد شنیع	برائی کی جگہ
● انسداد	روکنا
● بند لگانے	بندھن لگانے
● چھوٹی تقطیع	چھوٹا سائز
● مستحق الترک	چھوڑنے کے لائق

بَابُ التَّيَمُّمِ

کیا کوئی نماز بغیر وضو پڑھی جاسکتی ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عیدین یا جمعہ یا پنج گانہ کی جماعت تیار ہے۔ زید بے وضو ہے اور اگر وضو کرے گا تو نماز ختم ہوجائے گی ایسی حالت میں کون سی نماز میں بے وضو شامل ہوسکتا ہے۔

الجواب: بے وضو کوئی نماز نہیں ہوسکتی۔ عیدین یا جنازہ کی نماز جاتی رہنے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرے۔ جمعہ و پنجگانہ کے لئے وضو کرنا لازم ہے اگرچہ جمعہ و جماعت فوت ہوجائے۔ **واللہ تعالی اعلم**

بیوی سے صحبت حلال تو غسل ضروری کیوں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی بیوی سے صحبت کر کے سوگیا، اب اس کی آنکھ ایسے وقت کھلی جب کہ وقتِ نمازِ فجر تنگ ہوگیا کہ اگر غسل کرتا ہے تو نماز قضا ہوئی جاتی ہے۔ ایسے وقت میں ستر دھو کر نماز پڑھ لینا جائز ہے یا نہیں۔ اگر بلا غسل نماز جائز نہیں تو کس وجہ سے؟ جب کہ بیوی سے صحبت کرنا حلال ہے۔

الجواب: جب کہ نماز کا وقت تنگ ہو، نجاست دھو کر تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔ پھر نہا کر بعد بلندیِ آفتاب اس کا اعادہ کرے۔ اور عورت سے صحبت حلال ہونے کے سبب طہارت کا حکم ساقط نہیں ہوسکتا۔ یہاں تین صورتیں ہیں۔

(۱) اگر وقت ایسا تھا کہ بعدِ جماع، غسل کر کے نماز کا وقت نہ ملے گا تو ایسی صورت میں جماع ہی حرام ہے کہ قصداً تفویتِ نماز ہے۔ اور عورت کا زوجہ ہونا اسے مستلزم نہیں کہ ہر حال میں اس سے صحبت جائز ہو۔ نماز ہے، روزہ ہے، احرام ہے، اعتکاف ہے، حیض ہے، نفاس ہے اور بہت سی صورتیں ہے کہ ان میں منکوحہ سے صحبت حرام ہے

(۲) اور اگر وقت ایسا تھا کہ غسل و نماز کو کافی تھا مگر صبح ہوچکی تھی، یا ہونے کے قریب تھی اور یہ ظن غالب تھا کہ اب سو کر آنکھ نہ کھلے گی، تو صحبت جائز تھی اور سونا حرام۔

(۳) اور اگر سونے کے لئے بھی وقت وسیع تھا اور اتفاقاً آنکھ ایسے تنگ وقت کھلی تو صحبت اور سونا دونوں حلال اور گناہ مرفوع —— بہر حال حکم وہی ہے کہ جب وقت تنگ ہے، تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور غسل کر کے اعادہ کرے **واللہ تعالی اعلم**

بعد بلندیِ آفتاب	:	آفتاب طلوع ہونے کے بعد
تفویت نماز	:	نماز کا فوت ہونا
مستلزم نہیں	:	ضروری نہیں
گناہ مرفوع	:	گناہ ختم



اگر پاؤں دھونا نقصان کرتا ہو تو مسح کی اجازت ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا ایک پاؤں عارضہ فیل پایہ میں مبتلا ہے۔ بدیں وجہ اس پاؤں کا دھونا اس کے حق میں مضر ہے۔ ایسی صورت میں وہ شخص اس پر بجائے غسل کے مسح کر سکتا ہے یا نہیں؟ یا بجائے وضو کے صورت ہٰذا میں (وہ شخص) تیمم کرے گا؟ **بینوا توجروا**

الجواب: اس صورت میں تیمم کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ضرر نہ ہو تو پاؤں دھونا فرض ہوگا۔ ضرر کرے تو مسح کا حکم لازم ہوگا۔ مثلاً ٹھنڈے وقت پاؤں دھونا ضرر کرتا ہے تو گرم وقت میں پاؤں دھوئے اور سرد وقت میں پاؤں پر مسح کرے۔ یا سرد پانی سے دھونا نقصان دیتا ہے تو گرم سے پاؤں دھوئے، مسح نہ کرے۔ یا پاؤں کے ایک حصہ پر پانی ضرر پہنچاتا ہے دوسرے پر نہیں اور وہ دوسرا حصہ یوں دھو سکتا ہے کہ نقصان والے حصے کو پانی نہ پہنچے تو اس حصہ کا دھونا فرض ہے اور اس حصے پر مسح کرے۔ غرض مقدار قدرت دیکھی جائے گی۔ پھر جتنے عضو پر مسح کا حکم ہوگا اس پورے ٹکڑے پر بھیگا ہاتھ ایک ایک ذرے پر پہنچنا لازم ہوگا۔ اگر کوئی حصہ خشک رہا وضو نہ ہوگا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

کیا ضرورۃً تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے؟

سوال: زید صبح کو ایسے تنگ وقت میں سو کر اٹھا کہ صرف وضو کر کے نماز فجر ادا کر سکتا ہے مگر اس کو غسل کی حاجت ہے۔ پس اس کو غسل کر کے قضا نماز ادا کرنا چاہئے یا وقت ختم ہو جانے کے خیال سے غسل کا تیمم کر کے اور وضو کر کے نماز فجر ادا کرے اور بعدہ غسل کر کے نماز فجر کا اعادہ کرے۔

الجواب: تیمم کر کے نماز وقت میں پڑھ لے۔ بعد کو نہا کر اعادہ کرے **بہ یفتی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔**

☆☆☆



عارضہ فیل پا	:	پاؤں بھولنے کا مرض
بدیں وجہ	:	اس سبب سے
مقدار قدرت	:	تکلیف سہنے کی طاقت، مرض بڑھنے اور نہ بڑھنے کی صورت دیکھی جائے گی۔

كِتَابُ الصَّلٰوۃ

بے نمازی کے ساتھ کھانا، اس کی نماز جنازہ پڑھنا؟

سوال: یہاں ایک مولوی صاحب آئے اور بیان کیا کہ بے نمازی کے ساتھ کھانا کھانا اور اس کی نماز جنازہ پڑھنا نیز وہ بیمار ہوجائے تو اس کے گھر جانا بہت بڑا ثواب ہے۔ بعض علما اس سے اجتناب اور اس پر کفر اور قید کا فتویٰ دیتے ہیں محض غلطی پر ہیں (دونوں میں کون صحیح ہے)۔ **بینوا وتوجروا**

جواب: بے نمازی کو ہمارے امام نے کافر نہ کہا مگر بہت صحابہ کرام اور تابعین عظام وائمہ اعلام نے اس کی تکفیر کی۔ اور خود صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا **من ترك الصلاة متعمدا فقد كفر جهارا**۔ جس نے قصداً نماز ترک کی وہ اعلانیہ کافر ہوگیا۔ جو ائمہ اس کی تکفیر کرتے ہیں، ان کے نزدیک اس کی عیادت کو جانا بھی ناجائز ہوگا۔ اس کے جنازہ کی نماز ناجائز ہوگی۔ ہمارے امام کہ (اس کی) تکفیر نہیں فرماتے، ان کے نزدیک بھی ضرب شدید وقید مدید کا حکم ہے، جس کا اختیار سلطان اسلام کو ہے۔ اور کسی کی عیادت کو جانا واجب نہیں۔ بہ نظر زجر اگر بے نمازی کی عیادت کو نہ جائیں تو کوئی الزام نہیں۔ ہاں جب کہ ہمارے نزدیک وہ کافر نہیں، فقط فاسق، فاجر، مرتکب کبائر ہے، تو اس کے جنازہ کی نماز ضرور ہے۔ پھر بھی علما، پیشوایانِ قوم اگر اوروں کی عبرت کے لئے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور بعض عوام سے پڑھوا دیں، تو یہ بھی مستحسن ہے **واللہ تعالیٰ اعلم**

نماز پڑھتے پڑھتے اگر سورج نکل آئے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نابینا نے صبح کی نماز پڑھاتے وقت ایسی بڑی سورہ پڑھی کہ جب نماز شروع کی تھی اس وقت سورج نہیں نکلا تھا اور جب سلام پھیرا تو سورج نکل آیا۔ یہ نماز ہوئی یا نہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب: نماز فجر میں اگر قعدہ سے پہلے آفتاب نکل آیا یعنی ہنوز اتنی دیر جس میں **التحیات** پڑھ لی جائے، نہ بیٹھنے پایا کہ سورج کی کرن چمکی۔ تو بالاتفاق جاتی رہی اور اگر تحریمۂ نماز سے باہر آنے کے بعد نکلا، تو بالاتفاق ہوگئی۔ مثلاً جب تک پہلی بار لفظ السلام نہیں کہا تھا، سورج نہ نکلا تھا، السلام کہتے ہی فوراً چمک آیا، **علیکم ورحمۃ اللہ** سورج نکلنے

● اجتناب	پرہیز کرنا	● ائمہ	امام کی جمع مراد فقہ کے امام
● ضرب شدید وقید مدید	سخت مار اور لمبی قید	● بہ نظر زجر	تنبیہ کی غرض سے
● پیشوایان قوم	قوم کے رہنما		



میں کہا تو نماز صحیح ہوگئی کہ فقط السلام کہنا تحریمہ سے باہر کر دیتا ہے۔ اور اگر طلوع شمس دونوں امر کے بیچ میں ہو یعنی بقدر تشہد کر چکا اور ہنوز تحریمہ نماز میں تھا کہ آفتاب طالع ہوا، تو ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جاتی رہے گی یعنی یہ فرض نفل ہو کر رہ گئے۔ فرضوں کی قضا ذمہ پر رہی۔ مقتدیوں کو چاہئے کہ اپنے اس نابینا امام کو پیش از شروع متنبہ کر دیا کریں کہ آج وقت اس قدر ہے۔ پھر بھی اگر تطویل سے باز نہ آئے اور یوہیں نماز کھوئے تو آپ ہی امامت سے معزولی کا مستحق ہے۔

طلوع آفتاب کے کتنے دیر بعد قضا نماز پڑھے؟ بغیر سنت پڑھے امامت جائز ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طلوع آفتاب ہونے کے کتنی دیر کے بعد قضا نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ اور وہ شخص جس نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اور دس بارہ منٹ طلوع میں باقی ہوں سنتیں پڑھ سکتا ہے کہ نہیں۔ اور اسی طرح ظہر کی سنت پڑھے بغیر امامت کر سکتا ہے کہ نہیں۔

الجواب: طلوع کے بعد کم از کم بیس منٹ کا انتظار واجب ہے۔ دس بارہ منٹ میں سنتیں اور فرض دونوں ہو سکتے ہیں۔ سنتیں پڑھ کر نماز پڑھائے اگر وقت بقدر فرض ہی کے باقی ہے، تو آپ ہی سنتیں چھوڑے گا پھر اگر جماعت میں کسی نے ابھی سنتیں نہ پڑھیں یا جس نے پڑھی وہ قابل امامت نہیں، تو جس نے نہ پڑھیں وہی امامت کرے گا اور اگر وقت میں وسعت ہے تو سنت قبلیہ کا ترک گناہ ہے اور اس کی امامت مکروہ ہے۔

عصر کی نماز کے بعد تلاوت جائز ہے یا نہیں؟

سوال: بعد نماز عصر قرآن شریف دیکھ کر یا زبانی پڑھنا، امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: بعد نماز عصر تلاوت قرآن مجید جائز ہے۔ دیکھ کر ہو خواہ بغیر دیکھے، مگر جب آفتاب قریب غروب پہنچے اور وقت کراہت آئے، اس وقت تلاوت ملتوی کی جائے اور اذکار الہیہ کئے جائیں کہ آفتاب نکلتے، ڈوبتے اور ٹھیک دوپہر کے وقت نماز ناجائز اور تلاوت مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم



● قعدہ	نماز کا وہ رکن جس میں تحیات و درود و عاسب پڑھتے ہیں	● ہنوز	ابھی
● طلوع شمس	سورج طلوع ہونا	● بقدر تشہد	تحیات پڑھنے کے برابر
● طالع	طلوع ہوا	● پیش از شروع	شروع کرنے سے پہلے
● تطویل	لمبی	● بقدر فرض	فرض پڑھنے کے برابر

فجر وعصر کی نماز کے بعد سجدہ کرنا کیسا؟

سوال: بعد نماز عصر وفجر سجدہ کرنا، یافقہ پڑھنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: جائز ہے، مگر جب عصر میں وقت کراہت آجائے، تو قضا بھی جائز نہیں۔ اور سجدہ مکروہ۔ اگرچہ (سجدہ) سہو یا تلاوت کا ہو۔ اور سجدۂ شکر تو بعد نمازِ عصر وفجر مطلقاً مکروہ ہے۔

نماز فجر پڑھتے سورج نکل آیا، یا مغرب پڑھتے پڑھتے سورج غروب ہو گیا؟

سوال:

(۱) زید نے نماز فجر، طلوع آفتاب سے قبل شروع کی اور اس کے پڑھنے میں آفتاب نکل آیا تو وہ نماز ہوئی یا نہیں؟

(۲) نماز مغرب، غروب آفتاب سے پہلے شروع کی اور نماز پڑھتے ہی آفتاب غروب ہو گیا تو نماز ہوئی یا نہیں۔

الجواب:

(۱) نماز فجر میں سلام سے پہلے اگر ذرا سا کنارہ طلوع ہوا نماز نہ ہوگی۔

(۲) اگر ایک نقطہ کنارہ شمس غروب کو باقی ہے اور اس نے مغرب کی تکبیر تحریمہ کہی نماز نہ ہوگی۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین، سفر کے عذر سے، جس میں قصر لازم آتا ہے دو نماز کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: ناجائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتاً کہ نماز نہ وقت سے پہلے صحیح نہ وقت کھوکر پڑھنا روا۔ بلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو۔ حضور پرنور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظه ان توخر الصلوۃ حتی ید خل وقت صلوۃ اخری۔ یہ حدیث خود حالت سفر میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمائی تھی۔ (رواہ مسلم و احمد و ابوداؤد والطحاوی۔ و ابن حبان عن ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

● بقدرِ فرض	فرض پڑھنے کے برابر	● وسعت	گنجائش
● سنت قبلیہ	فجر سے پہلے کی سنت	● اذکار الہیہ	ذکر و وظائف



کہ سفر وحضر میں حاضر بارگاہ رسالت پناہ، ہمرکاب نبوت مآب رہا کرتے تھے، صاف صریح انکار فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو کبھی دو نمازیں جمع کرتے نہیں دیکھا، مگر مزدلفہ، عرفات میں ظہر وعصر پھر نویں شب مزدلفہ میں مغرب وعشاء ملاکر پڑھتے۔ صحیح بخاری مسلم سنن ابی دائود نسائی و شرح معانی الاثار امام طحاوی اس جناب سے ہے قال مارائیت النبی ﷺ صلیٰ صلوۃ لغیر میقاتھا الا صلاتین جمع بین المغرب و العشاء و صلی الفجر قبل میقاتھا وفی لفظ للنسائی کان رسول اللہ ﷺ یصلی الصلوۃ لوقتھا الا بجمع عرفات۔ (ترجمہ) سیدنا امام محمد موطا شریف میں بسند صحیح امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے راوی انہ کتب فی الافاق فیھا ھم ان یجمعو ابین الصلوتین و یخبرھم ان الجمع بین الصلوتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر یعنی اس جناب خلافت مآب، ناطق بالحق والصواب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام آفاق میں فرمان تحریر فرما بھیجے کہ کوئی شخص دو نمازیں جمع نہ کرے۔ اوران میں ارشاد فرمادیا کہ ایک وقت میں دو نماز جمع فرمانا کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔

مخالفین کے جمع حقیقی پر قرآن وحدیث سے اصلا کوئی دلیل نہیں۔ جو کچھ پیش کرتے ہیں یا تو جمع صوری صریح ہے یعنی ظہر یا مغرب کو اس کے ایسے وقت میں پڑھنا کہ فارغ ہوتے ہی فوراً ایک وقفہ قلیل کے بعد عصر یا عشاء کا وقت آجائے۔ پھر وقت ہوتے ہی عصر یا عشاء کا پڑھ لینا کہ حقیقت میں تو ہر نماز اپنے وقت پر ہوئی مگر دیکھنے میں مل گئیں۔ ایسی جمع، مریض ومسافر کے لئے ہم بھی جائز مانتے ہیں اور حدیثوں سے یہی ثابت ہے یا محض مجمل ہے، جس میں جمع حقیقی کی اصلاً بو نہیں۔ یا صاف محتمل کہ احادیث جمع صوری سے بہت اچھے طور پر متفق ہوسکتی ہے۔ غرض کوئی حدیث صحیح وصریح مفسران کے ہاتھ میں اصلاً نہیں۔ بعونہ تعالیٰ اس کا نہایت شافی وافی بیان فقیر نے رسالہ حاجز البحرین الواقی عن جمع صلاتین میں لکھا ہے کہ اس سوال کے آنے پر تحریر کیا جسے تحقیق حق منظور ہو، اس کی طرف رجوع کرے۔

ناپاک زمین ہو تو نماز کیسے پڑھی جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو ایسی جگہ نماز کا وقت آیا کہ دور دور تک زمین تر اور ناپاک ہے



● نقطہ کنارۂ شمس	سورج کا تھوڑا سا حصہ	● تکبیر تحریمہ	نماز شروع کرنے والی تکبیر، پہلی تکبیر
● سفر وحضر	سفر اور قیام	● ہمرکاب	ساتھی
● مزدلفہ	حج میں عرفات کے واپسی پہ یہاں رُک کر کنگریاں چنتے ہیں	● عرفات	حج میں جس میدان میں ٹھہرنا فرض ہے
● شب مزدلفہ	میدان مزدلفہ کی رات		

۔اگر سجدہ کرتا ہے تو کپڑے تر اور ناپاک ہوتے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں کہ نیچے بچھا کر اس پر کپڑا ڈال کر نماز پڑھے، تو ایسی صورت میں کس طرح نماز پڑھے۔ اشارے سے یا سجدہ ورکوع کرے۔

الجواب: شرع مطہرہ کسی وقت سوال کے جواب سے عاجز نہیں۔ مگر ایسی صورت میں قبل از وقوع، بے اندیشہ صحیحہ، وقوع، فرض کر سوال کرنا وبال لاتا ہے اور کبھی اسے مشکل میں مبتلا کر دیتا ہے۔ حدیث میں ہے نہی رسول اللہ ﷺ عن نفل المسائل (یعنی رسول اللہ ﷺ نے بے ضرورت سوال سے منع فرمایا ہے) رہا سوال کا جواب وہ قرآن مجید میں موجود ہے۔ لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا الخ (یعنی اللہ رب العزت طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا ہے) نماز کھڑے یا اشارے سے پڑھے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

جس مکان میں کوئی شراب پئے تو اس میں نماز پڑھنا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) جس مکان میں کوئی شخص شراب پیئے، اس میں نماز پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

(۲) کسی شخص کی چارپائی کے برابر جائے نماز بچھا کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔ اس صورت میں کہ اس چارپائی پر وہ شخص سوتا ہو یا بیٹھا۔ **بینوا و توجروا**

الجواب:

(۱) اگر وہ شخص وہاں اس وقت شراب پینے میں مشغول نہیں۔ نہ وہاں شراب کی نجاست ہے۔ تو ایسے وقت وہاں نماز پڑھ لینے میں حرج نہیں۔ اور اگر بالفعل وہ شخص وہاں شراب پی رہا ہے۔ تو بلاضرورت وہ وہاں نماز نہ پڑھے کہ شراب خور پر بحکم احادیث صحیحہ لعنتِ الٰہیہ اترتی ہے اور محل نزول لعنت میں نماز نہ پڑھنی چاہئے۔ اس لیے سید عالم ﷺ نے قوم ثمود کی جائے ہلاکت میں نماز نہ پڑھی کہ وہاں عذاب نازل ہوا تھا۔ نیز شراب پیتے وقت شیطان وہاں حاضر اور اس کا غلبہ واستیلا ظاہر ہے۔ اور محل غلبۂ شیطان میں نماز نہ پڑھنی چاہئے



خلافت مآب	لقب، یعنی خلافت کے مستحق
تمام آفاق میں	پوری دنیا میں
جمع صوری	صورت کے اعتبار سے جمع
محتمل	جس کا احتمال ہو
شافی وافی	یعنی بہت کافی
قبل از وقوع	واقع ہونے سے پہلے
وقوع	واقع ہونا
ناطق بالحق والصواب	حق اور سچ بولنے والے
جمع حقیقی	یعنی واقع میں دو نمازوں کو ایک ہی وقت میں پڑھنا
وقت قلیل	تھوڑا وقت
بعونہ تعالیٰ	اللہ تعالیٰ کی مدد سے
تحقیق حق	حق کی تلاش
بے اندیشہ صحیحہ	صحیح اندازے کے بغیر
وبال	پریشانی

۔اس لئے کہ حضور سید عالم ﷺ نے شب تعریس جب نماز فجر سوتے میں قضا ہوئی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا کہ نماز آگے چل کر پڑھو کہ یہاں تمہارے پاس شیطان حاضر ہوا تھا حالاں کہ وہ فوت، قصدی نہ تھا۔ سوتے سے آنکھ بحکمتِ الٰہی نہ کھلی تھی ــــ اور اگر وہ مکان ہی شراب خواری کا ہو کہ فساق وفجار اپنا یہ مجمع ناجائز وہاں کیا کرتے ہوں۔ جب تو بدرجہ اعلیٰ وہاں نماز مکروہ ہے کہ اب وہ مکان حمام سے زیادہ مرجع و ماوائے شیاطین ہے۔ اور علماء نے حمام میں کراہتِ نماز کی یہ وجہ ارشاد فرمائی کہ وہ شیطان کا ماویٰ ہے۔ کمافی در المختار و غیرہ۔

(۲) اگر کوئی شخص چار پائی پر بیٹھا، خواہ لیٹا ہے اور اس طرف اس کی پیٹھ ہے۔ تو اس کے پیچھے جا نماز بچھا کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر اس طرف پیٹھ کئے سو رہا ہے جب بھی مضائقہ نہیں۔ مگر سوتے کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز مناسب ہے۔ دو وجہ سے:

ایک یہ کہ کیا معلوم، اس کے نماز پڑھنے میں وہ اس طرف کروٹ لے اور ادھر اس کا منھ ہو جائے

دوسرے محتمل ہے کہ سوتے میں اس سے کوئی ایسی شے صادر ہو جس سے نماز میں اسے ہنسی آجانے کا اندیشہ ہو۔ المسألة فی رد المحتار عن الغنیة و الوجه الاول مما زدته۔ (ترجمہ یہ مسئلہ ردالمحتار میں غنیّۃ کے حوالہ سے منقول ہے اور احتراز کی پہلی وجہ کا اضافہ میں نے کیا ہے)

دوسرے کے کھیت یا بنجر زمین میں نماز پڑھنا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص



● بالفعل	یعنی یہ کام کرتا ہے	● بحکم احادیث صحیحہ	حدیث پاک کے حکم کے مطابق	● محل نزول لعنت	لعنت نازل ہونے کی جگہ
● قوم ثمود	جس پر عذاب نازل ہوا	● جائے ہلاکت	ہلاکت کی جگہ	● غلبہ و استیلا	کامیابی
● محل غلبہ شیطان	: شیطان کے غالب ہونے کی جگہ	● فساق وفجار	فاسق وفاجر کی جمع	● قصدی	ارادہ سے نہ تھا
● حکمت الٰہی	اللہ تعالیٰ کی حکمت	● کراہت نماز	نماز مکروہ ہونے	● مجمع ناجائز	ناجائز کاموں کا انبار
● مرجع و ماوائے شیاطین	شیطانوں کی جگہ				

جنگل میں ہے اور نماز کا وقت ہوگیا تو وہ کھیت یا بنجر ملکیت غیر میں نماز پڑھ لے، تو نماز ہوگی یا نہیں۔ اور ٹانڈ پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: دوسرے کی کھیتی میں نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ بے اس کی اجازت صریح کے گنہگار ہوگا۔ مگر نماز ادا ہوجائے گی اور بنجر زمین میں پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یونہیں وہ کھیت جس میں کھیتی نہ ہو۔ ٹانڈ پر نماز نہیں ہو سکتی۔ مگر اس حالت میں کہ وہ مثل تخت کے ہو مثلا لکڑیاں باندھ کر اس پر تختے رکھ لئے ہوں۔ یا خود تخت ہی باندھ لیا ہو۔ یا ایسا تخت بنا ہوا ہو کہ سجدہ میں سر ٹھہر جائے زور کرنے سے زیادہ نیچا نہ جھکے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

چار پائی پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چار پائی پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور یہ جو مشہور ہے کہ اگلی امتوں میں کچھ لوگ چار پائی پر نماز پڑھنے کی وجہ سے بندر ہوگئے یہ بات ثابت ہے یا نہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب: اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ جو چیز ایسی ہو کہ سجدہ میں سر اس پر مستقر ہوجائے، یعنی اس کا دبنا ایک حد پر ٹھہر جائے کہ پھر کسی قدر مبالغہ کریں، اس سے زائد نہ دبے، ایسی چیز پر نماز جائز ہے۔ خواہ وہ چار پائی ہو یا زمین پر رکھا ہوا گاڑی کا کھٹولا، یا کوئی شے ـــــ اور یہ جو جاہلوں میں بلکہ عورتوں میں مشہور ہے کہ کچھ لوگ چار پائی پر نماز پڑھنے سے مسخ ہوگئے، محض غلط و باطل ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**





● احتراز	بچنا	● محتمل	امکان، ممکن
● صادر ہو	عمل میں آئے	● ملکیت غیر	دوسرے کا مالک ہونا
● اجازت صریح	صاف اجازت		

بَابُ الْاَذَانِ والْاِقَامَہُ

نماز کے بعد صلوٰۃ پکارنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان کے بعد صلوٰۃ کہنا جس طرح یہاں رمضان مبارک میں معمول ہے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: اسے فقہ میں تثویب کہتے ہیں یعنی مسلمانوں کو نماز کی اطلاع اذان سے دے کر پھر دوبارہ اطلاع دینا۔ اور شہروں کے عرف پر جہاں جس طرح اطلاع مکرر رائج ہو، وہی تثویب ہے، خواہ عام طور پر ہو جیسے صلوٰۃ کہی جاتی ہے یا خاص طریقہ پر مثلاً کسی سے کہنا اذان ہوگئی۔ یا جماعت کھڑی ہوتی ہے۔ یا امام آگئے۔ یا کوئی قول یا فعل ایسا جس میں دوبارہ اطلاع دینا ہو، وہ سب تثویب ہے۔ اس کا اور صلوٰۃ کا ایک حکم ہے یعنی جائز ہے۔

مؤذن کی اجازت کے بغیر اقامت کہنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مؤذن کی اجازت کے بغیر دوسرا شخص اقامت کہہ سکتا ہے یا نہیں۔ درصورت عدم جواز بدون اجازت موذن سائل حدیث شریف سے سند چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کہتے اور اقامت دوسرے صاحب کہا کرتے۔ بینوا وتاجروا

الجواب: ناجائز نہیں۔ ہاں خلاف اولیٰ ہے۔ اگر موذن حاضر ہو اور اسے گراں گذرے، ورنہ اتنا بھی نہیں۔ مسند امام احمد وسنن اربعہ وشرح معانی الآثار" میں زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے" میں نے اذان کہی تھی بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تکبیر کہنی چاہی، فرمایا یقیم اخو صداء فان من اذن فھو یقیم قبیلہ صدا کا بھائی اقامت کہے گا کہ جو اذان دے وہی تکبیر کہے فی الدر المختار (درمختار میں ہے) اقام غیر من اذن بغیبته ای الموذن لایکرہ مطلقاً و ان بحضورہ کرہ ان لحقه الخ.... یعنی مؤذن کی غیر موجودگی میں دوسرے کا تکبیر اقامت کہنا مطلقاً مکروہ نہیں۔ البتہ جب مؤذن موجود ہو اور اسے گراں گذرے تو مکروہ ہے۔

پھر یہ استمرار کا دعویٰ کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کہتے اور اقامت دوسرے صاحب کہا کرتے رہے کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ ہاں حدیث میں ایک بار کا ذکر آیا ہے کہ جب عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے



- صلوٰۃ پکارنا: الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہنا
- تثویب: صلوٰۃ ہی پکارنے کے معنی میں ہے
- عرف: یعنی مسلمانوں کے عام معمولات
- اقامت: جماعت کے لئے جو تکبیر کہی جاتی ہے
- درصورت عدم جواز: جائز نہ ہونے کی صورت میں
- بدون اجازت موذن: مؤذن کی اجازت کے بغیر
- سائل: مسئلہ پوچھنے والا

خواب میں اذان دیکھی اور حضور ﷺ سے عرض کی، ارشاد ہوا "بلال کو سکھا دو کہ ان کی آواز بلند تر ہے۔ بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی جب تکبیر کہنی چاہی، عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نادم ہوئے اور عرض کی "خواب تو میں نے دیکھا تھا، میں تکبیر کہنا چاہتا ہوں" فرمایا "تو تمہیں کہو" انہوں نے تکبیر کہی (رواہ الامام احمد وابوداؤد وطحاوی عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے امام احمد اور ابوداؤد اور طحاوی نے انہیں صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے) یہ حدیث کچھ ہمارے مخالف نہیں کہ کلام اس صورت میں ہے جب موذن کو ناگوار گزرے اور حضور اقدس ﷺ کے اذان کے بعد بلال رضی اللہ عنہ کی ناگواری کا کیا احتمال، مع ہذا، یہ حدیث ابتدائے امر کی ہے۔ وہ پہلی اذان تھی کہ اسلام میں کہی گئی اور حدیث متقدم اس سے متاخر ہے۔ تاہم ثبوت صرف افضلیت کا ہے نہ کہ اقامت غیر کی ممانعت۔ کمالا یخفیٰ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر وقت سے پہلے فجر کی اذان دے دی جائے تو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر صبح کی اذان لوگوں کو سحری کے وقت کے اختتام سے آگاہی کے واسطے، صبح صادق نکلنے سے آٹھ یا دس منٹ پہلے دے دی جایا کرے تو اس میں کوئی حرج ہے یا نہیں۔

الجواب: اذان وقت سے پہلے دینی مطلقا ناجائز و ممنوع ہے۔ تبیین الحقائق میں ہے لا یوذن قبل الوقت ویعاد فیہ و انکار السلف علی من یوذن بلیل دلیل علی انہ لم یجز قبل الوقت (وقت سے پہلے اذان نہ دی جائے اور اگر دے دی تو دہرائی جائے اور اسلاف کا رات کو اذان دینے والے پر انکار اس بات کی دلیل ہے کہ وقت ہونے سے پہلے اذان دینی جائز نہیں) بحر الرائق میں ہے لا یجوز قبلہ۔ ختم سحری کے لئے صلوٰۃ وغیرہ کوئی اور اصطلاح مقرر کر سکتے ہیں اور وہ بھی چار پانچ منٹ سے زیادہ وقت صحیح سے مقدم نہ ہو کہ تاخیر سحور سنت اور اس میں برکت ہے۔ اور زیادہ اول سے منع کر دینا فتوائے باطل و بدعت و خلاف شریعت ہے۔ پھر یہ بھی اس کے لئے ہے، جو وقت صحیح جانتا ہو۔ نہ وہ جو آج کل کی عام جنتریوں میں چھاپا چھپتا ہے کہ اکثر باطل وضلالت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔



- سنن اربعہ: احادیث کی چار کتابیں جو سنن کے نام سے ہیں، جیسے سنن ابن ماجہ، سنن نسائی، سنن ابی داؤد، سنن بیہقی
- استمرار کا دعویٰ: ہمیشہ ہونے کا دعویٰ
- قبیلہ صدائی: عرب کا ایک قبیلہ
- مع ہذا: اس کے باوجود
- ابتدائے امر کی ہے: یعنی شروع کی ہے

جمعہ کی اذان ثانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کہاں ہوتی تھی؟

سوال:

(۱) کیا فرماتے علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر۔

(۲) خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں کہاں ہوتی تھی۔

(۳) فقہ حنفی کے معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان دینے کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے یا نہیں

(۴) اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے۔ تو ہمیں اس پر عمل لازم ہے یا رسم ورواج پر۔ اور جو رسم ورواج حدیث شریف واحکام فقہ سب کے خلاف پڑ جائے تو وہاں مسلمانوں کو پیروی حدیث وفقہ کا حکم ہے یا رسم ورواج پر اڑا رہنا۔

(۵) نئی بات وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وخلفاے راشدین واحکام ائمہ کے مطابق ہو۔ یا وہ بات نئی ہے جو ان سب کے خلاف لوگوں میں رائج ہوگئی ہو۔

(۶) مکہ معظمہ ومدینہ منورہ میں یہ اذان مطابق حدیث وفقہ ہوتی ہے یا اس کے خلاف۔ اگر خلاف ہوتی ہے تو وہاں کے علماے کرام کے ارشادات درباره عقائد حجت ہیں یا وہاں کے تنخواہ دار موذنوں کے فعل۔ اگر چہ خلاف شریعت و حدیث وفقہ ہوں۔

(۷) سنت کے زندہ کرنے کا حدیثوں میں حکم ہے۔ اور اس پر سو شہیدوں کے ثواب کا وعدہ ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو سنت زندہ کی جائے گی یا سنت مردہ۔ سنت اس وقت مردہ کہلائے گی جب اس کے خلاف لوگوں میں رواج پڑ جائے یا جو سنت خود رائج ہو، وہ مردہ قرار پائے گی۔

(۸) علما پر لازم ہے یا نہیں کہ سنت مردہ زندہ کریں۔ اگر ہے، تو کیا اس وقت ان پر یہ اعتراض ہو سکے گا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے اگر یہ اعتراض ہو سکے گا تو سنت زندہ کرنے کی صورت کیا ہوگی۔

(۹) جن مسجدوں کے بیچ میں حوض ہے، اس کی فصیل پر کھڑے ہو کر منبر کے سامنے اذان ہو تو بیرون مسجد کا حکم ادا



● تاخیر سحور	:سحری میں تاخیر کرنا
● اذان ثانی	:یعنی جمعہ میں خطبہ سے قبل والی اذان
● خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم	:یعنی حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہم
● باطل وضلالت ہے	:یعنی گمراہی اور نا قابل قبول ہے

ہوجائے گا یانہیں۔

(۱۰) جن مسجدوں میں منبر ایسے بنے ہیں کہ ان کے سامنے دیوار ہے اگر باہر اذان دے تو خطیب کا سامنا نہ رہے گا وہاں کیا کرنا چاہئے۔ امید کہ دسوں مسئلوں کا جدا جدا جواب مفصل مدلل ارشاد ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب:

(۱) رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ اقدس میں یہ اذان، مسجد سے باہر دروازے پر ہوتی تھی۔ سنن ابی داؤد شریف جلد اول (ص ۱۵۶) میں ہے: عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالی عنہ قال یؤذن بین یدی رسول اللہ ﷺ اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد و ابی بکر و عمر۔ یعنی جب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی اور ایسا ہی ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالی عنہما کے زمانے میں۔ اور کبھی منقول نہیں کہ حضور اقدس ﷺ یا خلفاے راشدین نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو۔ اگر اس کی اجازت ہوتی تو بیان جواز کے لئے کبھی ایسا ضرور فرماتے۔

(۲) جواب اول سے واضح ہو گیا کہ خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم سے بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مروی ہے۔ اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ بعض صاحب جو بین یدیہ سے مسجد کے اندر ہونا سمجھتے ہیں۔ غلط ہے۔ دیکھو حدیث میں بین یدیہ ہے اور ساتھ ہی علی باب المسجد ہے۔ یعنی حضور اقدس ﷺ و خلفاے راشدین رضی اللہ تعالی عنہم کے چہرۂ انور کے مقابل مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی بس اسی قدر بین یدیہ کے لئے درکار ہے۔

(۳) بے شک فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے۔ فتاویٰ قاضی خان طبع مصر جلد اول صفحہ ۷۸، لایوذن فی المسجد مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔ فتاویٰ خلاصہ قلمی ۶۲ لایوذن فی المسجد مسجد میں اذان نہ ہو۔ خزانۃ المفتین قلمی فصل فی الاذان لایوذن فی المسجد مسجد کے اندر اذان نہ کہیں۔ فتاویٰ عالم گیری طبع مصر جلد اول صفحہ ۵۵ لایوذن فی المسجد مسجد کے اندر اذان کی ممانعت ہے۔ بحر الرائق طبع مصر جلد اول ص ۲۶۸ پر ہے لایوذن فی المسجد مسجد کے اندر اذان کی ممانعت ہے۔ شرح نقایہ علامہ برجندی صفحہ ۸۴ فیہ اشعار بانہ لایوذن فی المسجد (اس میں اس بات کی طرف کی توجہ دلائی گئی ہے کہ مسجد میں اذان نہ دی



● دربارۂ عقائد: یعنی عقیدہ کے مسئلے میں
● بیرون مسجد: مسجد کے باہر
● تن خواہ دار موذن: جس کی ماہانہ اجرت مقرر ہو
● زمانۂ اقدس: حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں
● مفصل مدلل: تفصیل اور دلیل کے ساتھ

جائے) امام صدر الشریعہ کے کلام میں اس پر تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ ہو۔ غنیۃ شرح منیہ میں ہے الاذان انما یکون فی المئذنہ او خارج المسجد والاقامۃ فی داخلہ (ص ۳۵۷) اذان نہیں ہوتی مگر منارہ پر، یا مسجد سے باہر اور تکبیر مسجد کے اندر۔ فتح القدیر طبع مصر جلد اول (صفحہ ۱۷۱) قالوا لا یوذن فی المسجد علما نے مسجد کے اندر اذان دینے سے منع فرمایا۔ فتح القدیر طبع مصر جلد اول (صفحہ ۱۷۱) قالوا لا یوذن فی المسجد علما نے مسجد میں اذان دینے کو منع فرمایا ہے۔ ایضاً باب الجمعہ (صفحہ ۴۱۴) وذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراھتہ الاذان فی داخلہ۔

جمعہ کا خطبہ مثل اذان کے ذکر الٰہی ہے، مسجد میں یعنی حدود مسجد میں اس لئے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح طبع مصر جلد اول صفحہ ۱۲۸ یکرہ ان یوذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم یعنی نظم امام زندویسی پھر قہستانی میں ہے کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے۔ یہاں تک کہ اب زمانہ حال کے ایک عالم عبدالحئ صاحب لکھنوی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۲۴۵ میں لکھتے ہیں قولہ بین یدیہ ای مستقبل الامام فی المسجد کان او خارجہ والمسنون ھو الثانی یعنی بین یدیہ کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ امام کے روبرو ہو، مسجد میں خواہ باہر۔ اور سنت یہی ہے کہ مسجد کے باہر ہو۔ جب وہ تصریح کر چکے کہ باہر ہی ہونا سنت ہے تو اندر ہونا خلاف سنت ہوا تو اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ چاہے سنت کے مطابق کرو یا سنت کے خلاف۔ دونوں باتوں کا اختیار ہے۔ ایسا کون عاقل کہے گا بلکہ معنی وہی ہیں بین یدیہ سے یہ سمجھ لینا کہ خواہی نہ خواہی مسجد کے اندر ہو، غلط ہے۔ اس کے معنی صرف اتنے ہیں کہ امام کے روبرو ہو۔ اندر باہر کی تخصیص اس لفظ سے مفہوم نہیں ہوتی۔ لفظ دونوں صورتوں پر صادق ہے اور سنت یہی ہے کہ اذان مسجد کے باہر ہو تو ضرور ہے کہ وہی معنی لئے جائیں جو سنت کے مطابق ہیں۔ بہر کیف اتنا ان کے کلام میں بھی صاف مصرح ہے کہ اذان ثانی جمعہ کا بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مطابق سنت ہے۔ تو بلاشبہ مسجد کے اندر ہونا خلاف سنت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴) ظاہر ہے کہ حکم حدیث وفقہ کے خلاف رواج پر اڑا رہنا مسلمانوں کو ہرگز نہ چاہئے۔

(۵) ظاہر ہے کہ جو بات رسول اللہ ﷺ وخلفاے راشدین واحکام فقہ کے خلاف نکلی ہو، وہی نئی بات ہے، اسی سے بچنا



- منقول نہیں: کسی کتاب میں نہیں
- بیان جواز: جائز ہونے کو بیان کرنے کے لئے
- بین یدیہ: سامنے

چاہئے نہ کہ سنت وحکم حدیث وفقہ سے۔

(۲) مکہ معظمہ میں یہ اذان کنارہ مطاف پر ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس میں مسجد الحرام شریف مطاف ہی تک تھی۔ "منسک متوسط علی قاری"، طبع مصر صفحہ ۲۸۰ میں ہے المطاف هو ماکان فی زمنه ﷺ مسجداً، (یعنی رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیات میں مسجد حرام مطاف ہی تک تھی) تو حاشیہ مطاف، بیرون مسجد محل اذان تھا۔ اور مسجد جب بڑھائی جائے تو پہلے جو جگہ اذان یا وضو کے لئے مقرر تھی، بدستور مستثنیٰ رہے گی۔ ولہذا مسجد اگر بڑھا کر کنواں اندر کر لیا وہ بند نہ کیا جائے گا جیسے زمزم شریف۔ حالاں کہ مسجد کے اندر کنواں بنانا ہرگز جائز نہیں۔ فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ عالم گیری صفحہ ۴۰ تکره المضمضة والوضو فی المسجد الاان یکون ثمه موضع اعدلذلك ولا یصلی فیه (یعنی مسجد میں وضو اور کلی کرنا مکروہ ہے ہاں اگر اس کے لئے جگہ بنادی گئی اور وہاں نماز نہ ہوتی ہو تو جائز ہے) وہیں پر ہے لایحفر فی المسجد ولو قدیمته ترك کبئر زمزم (یعنی مسجد میں کنواں نہ کھودا جائے گا ہاں قدیم کنواں ہے تو اسے چھوڑ دیا جائے جیسے زمزم کا کنواں) تو مکہ معظمہ میں اذان ٹھیک محل پر ہوتی ہے۔ مدینہ طیبہ میں خطیب سے بیس ہل کہ زائد ذراع کے فاصلہ پر ایک بلند مکبرہ پر کہتے ہیں۔ طریق ہند کے تو یہ بھی خلاف ہوا۔ اور وہ جو بین یدیہ وغیرہ سے منبر کے متصل ہونا سمجھتے تھے، اس سے بھی رد ہو گیا۔ تو ہندی فہم و طریقہ دونوں حرم محترم سے جدا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ مکبرہ، قدیم سے ہے یا بعد کو حادث ہوا ——— اگر قدیم ہے تو مثل منارہ ہوا کہ وہ اذان کے لئے مستثنیٰ ہے، جیسا کہ غنیۃ سے گزرا۔ اور اسی طرح "خلاصہ و فتح القدیر و برجندی" کے صفحات مذکورہ میں ہے کہ اذان منارہ پر ہو یا مسجد سے باہر، مسجد کے اندر نہ ہو۔ اس کی نظیر موضع وضو و چاہ ہیں کہ قدیم سے جدا کر دئے ہوں۔ نہ اس میں حرج، نہ اس میں کلام۔

اور اگر حادث ہے تو اس پر اذان کہنا بالائے طاق ——— پہلے یہی ثبوت دیجئے کہ وسط مسجد میں ایک جدید مکان ایسا کھڑا کر دینا جس سے صفیں قطع ہوں، کس شریعت میں جائز ہے۔ قطع صف بلا شبہ حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں من قطع صفا قطعه الله جو صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کر دے۔ رواه نسائی والحاکم بسند صحیح ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نیز علما نے تصریح فرمائی کہ "مسجد میں پیڑ بونا منع ہے کہ نماز کی جگہ گھیرے



● مصرح	:صراحت سے بیان کیا ہوا ہے	● مطاف	:طواف کرنے کی جگہ
● کنارہ مطاف	:مطاف کے کنارے	● محل اذان	:اذان کی جگہ
● حاشیہ مطاف،	:مطاف کے کنارے	● بدستور مستثنیٰ	:اس سے الگ رہے گی

گا" نہ کہ یہ مکبرہ، کہ چار جگہ سے جگہ گھیرتا ہے اور کتنی صفیں قطع کرتا ہے ــــــ بالجملہ اگر وہ جائز طور پر بنا، تو مثل منارہ ہے، جس سے مسجد میں اذان ہونا نہ ہوا۔ اور ناجائز طور پر ہے تو اسے ثبوت میں پیش کرنا کیا انصاف ہے۔
اب ہمیں افعال موذنین سے بحث کی حاجت نہیں۔ مگر جواب سوال کو گزارش کہ ان کا فعل کیا حجت ہو۔ حالاں کہ خطیب خطبہ پڑھتا ہے اور یہ بولتے جاتے ہیں جب وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کا نام لیتا ہے یہ باآواز ہر نام پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے جاتے ہیں۔ جب وہ سلطان کا نام لیتا ہے تو یہ بہ آواز دعا کرتے ہیں اور یہ سب بالاتفاق ناجائز ہے۔ صحیح حدیثیں اور تمام کتابیں ناطق ہیں کہ خطبہ کے وقت بولنا حرام ہے۔ در مختار و رد المحتار جلد اول صفحہ ۸۵۹ ا اما مایفعله الموذنون حال الخطبة من الترضی و نحوہ فمکروہ اتفاقاً یعنی وہ جو یہ موذن خطبے کے وقت رضی اللہ عنہ وغیرہ کہتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔ اسے کون عالم جائز کہہ سکتا ہے۔ مگر سلطنت کے وظیفہ داروں پر علما کا کیا اختیار؟ علمائے کرام نے تو اس پر یہ حکم فرمایا کہ تکبیر درکنار اس طرح تو ان کی نمازوں کی بھی خیر نہیں۔ دیکھو فتح القدیر جلد اول صفحہ ۲۶۲ و ۲۶۳ در مختار و رد المحتار صفحہ ۲۱۵ ــــــ خود مفتی مدینہ منورہ علامہ سید اسعد حسینی مدنی تلمیذ علامہ صاحب مجمع الانہر رحمهما الله تعالیٰ نے تکبیر میں اپنے یہاں کے مکبروں کی سخت بے اعتدالیاں تحریر فرمائی ہیں۔ دیکھو فتاویٰ اسعدیہ جلد اول صفحہ ۸۔ آخر میں فرمایا ہے، اما حرکات المکبرین وضعهم فانا ابرو الی الله تعالیٰ منه۔ یعنی ان مکبروں کی جو حرکتیں جو کام ہیں، میں ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف برأت کرتا ہوں" اور اوپر اس سے بڑھ کر لفظ لکھا۔ پھر کسی عاقل کے نزدیک ان کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے۔ نہ وہ علما ہیں نہ علما کے زیر حکم۔

(۷) بے شک احادیث میں سنت زندہ کرنے کا حکم اور اس پر بڑے بڑے ثوابوں کے وعدے ہیں۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں من احیا سنتی فقد احبنی و من احبنی کان معی فی الجنه۔ جس نے میری سنت زندہ کی بے شک اسے مجھ سے محبت ہے اور جسے مجھ سے محبت ہے، وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ اللهم ارزقنا رواہ البحری فی الابانةوالترمذی بلفظ من احب۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں من احیا سنته من سنتی قد امیتت بعدی فان له من الاجر مثل اجور من عمل بها من غیر ان ینقص من اجورهم شیاء۔ جو میری کوئی سنت زندہ کرے کہ لوگوں



• ذراع	:ایک گز	• متصل :ملا ہوا
• دونوں حرم محترم	:یعنی مکہ معظمہ و مدینہ منورہ	• حادث :نئی
• موضع وضوء چاہ	وضو اور کنویں کی جگہ	• وسط مسجد :مسجد کے بیچ میں
• جدید مکان	:نیا مکان	• قطع صف / صفیں قطع :صف کا ٹوٹنا، صف کا متصل نہ رہنا
• افعال مؤذنین	:موذنین کی حرکتیں	

نے میرے بعد چھوڑ دی ہو، جتنے اس پر عمل کریں سب کے برابر اسے ثواب ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔ رواہ الترمذی و راہ ابن ماجہ عن عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مأة شهيد ج وفساد کے وقت میری سنت مضبوط تھامے، اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے۔ راوہ بیہقی فی الزھد اور ظاہر ہے کہ زندہ وہی سنت کی جائے گی جو مردہ ہوگئی اور سنت مردہ جبھی ہوگی کہ اس کے خلاف رواج پڑ جائے۔

(۸) احیائے سنت علما کا تو خاص فرض منصبی ہے اور جس مسلمان سے ممکن ہو اس کے لیے حکم عام ہے۔ ہر شہر کے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے شہر یا کم از کم اپنی اپنی مسجد میں اس سنت کو زندہ کریں اور سو سو شہیدوں کا ثواب لیں اور اس پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا ہے کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے۔ یوں ہو تو کوئی سنت زندہ ہی نہ کر سکے۔ امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے کتنی سنتیں زندہ فرمائیں اس پر ان کی مدح ہوئی، نہ کہ الٹا اعتراض کہ تم سے پہلے تو صحابہ و تابعین تھے رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

(۹) حوض کہ بانئ مسجد نے قبل مسجدیت بنایا اگرچہ وسط مسجد میں ہو، وہ اور اس کی فصیل ان احکام میں خارج مسجد ہے۔ لانہ موضع اعد للوضوء کما تقدم یعنی وہ ایسی جگہ ہے جو وضو ہی کے لئے بنائی گئی ہے جیسا کہ اس سے قبل گزرا۔

(۱۰) لکڑی کا منبر بنائیں کہ یہی سنت مصطفی ﷺ ہے، اسے گوشۂ محراب میں رکھ کر محاذات ہو جائے گی اور اگر صحن کے بعد مسجد کی بلند دیوار ہے، تو اسے قیام موذن کے لائق تراش کر باہر کی جانب جالی یا کواڑ لگالیں۔

اذان جمعہ کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

دوسری اذان کا اضافہ کب ہوا؟

سوال: کیا فرماتے علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں بروز جمعہ حضرت تاجدار مدینہ، ختم المرسلین کے زمانہ میں اذانیں کہاں ہوا کرتی تھیں اور ان کے کون کون مواقع تھے۔ پہلی اذان جو ہوتی ہے، وہ کہاں ہوتی تھی۔ اور دوسری جو اس زمانہ میں وقتِ خطبہ، خطیب کے سامنے، قریب منبر ہوتی ہے، وہ کہاں ہوتی تھی اور اگر حضرت کے زمانے

• سلطنت کے وظیفہ دار: گورنمنٹ کے ملازم	• بے اعتدالیاں: یعنی غیر شرعی حرکتیں
• نہ علما کے زیر حکم: یعنی علماء کے تابع نہیں	• کتابیں ناطق ہیں: یعنی کتابوں میں یہی باتیں لکھی ہیں



میں ایک ہی اذان علی باب المسجد ہوتی تھی، تو دوسری جو خطیب کے سامنے قریب منبر ہوتی ہے، وہ کس کے حکم سے شروع ہوئی اور ائمہ کرام کے نزدیک اس کے جواز کی بابت کیا حکم ہے فقط۔

الجواب: زمانہ اقدس حضور علیہ السلام میں صرف ایک اذان ہوتی تھی جب حضور علیہ السلام منبر پر تشریف فرما ہوتے، حضور کے سامنے مواجہ اقدس میں مسجد کریم کے دروازے پر------زمانہ اقدس میں مسجد (نبوی) شریف کے صرف تین دروازے تھے۔

(۱) ایک مشرق کو جو حجرہ شریف کے متصل تھا جس میں سے حضور علیہ السلام مسجد میں تشریف لاتے، اس کی سمت پر اب باب جبرئیل ہے۔

(۲) دوسرا مغرب میں جس کی سمت پر اب باب الرحمہ ہے۔

(۳) تیسرا شمال میں جو خاص محاذی منبر اطہر تھا۔ صحیح بخاری شریف میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے دخل رجل یوم الجمعۃ من باب کان وجاہ المنبر و رسول اللہ ﷺ قائم بخطبہ فاستقبل رسول اللہ ﷺ قائم فقال یا رسول اللہ الحدیث۔ اس دروازے پر اذان جمعہ ہوتی تھی کہ منبر کے سامنے بھی ہوتی اور مسجد سے باہر بھی۔ زمانہ صدیق اکبر و عمر فاروق و ابتدائے خلافت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں یہی ایک اذان ہوتی رہی۔ جب لوگوں کی کثرت ہوئی اور شتابی حاضری میں قدرے کسل واقع ہوا۔ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک اذان شروع خطبہ سے پہلے بازار میں دلانی شروع کی۔ مسجد کے اندر اذان کا ہونا ائمہ نے منع فرمایا ہے اور مکروہ لکھا ہے اور خلاف سنت ہے۔ یہ نہ زمانہ اقدس میں تھا، نہ زمانہ خلفائے راشدین، نہ کسی صحابی کی خلافت میں، نہ تحقیق معلوم کہ یہ بدعت کب سے ایجا ہوئی، نہ ہمارے ذمہ اس کا جاننا ضروری ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہشام بن عبد الملک مروانی بادشاہ ظالم کی ایجاد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بہر حال جب کہ زمانہ رسالت و خلافت ہائے راشدہ میں نہ تھی اور ہمارے ائمہ کی تصریح ہے کہ مسجد میں اذان نہ ہو۔ مسجد میں اذان مکروہ ہے۔ تو ہمیں سنت اختیار کرنا چاہئے، بدعت سے بچنا چاہئے۔ اس تحقیقات سے کیا کام کہ سنت پہلے کس نے بدلی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو توفیق دے کہ اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کی سنت اور اپنے فقہائے کرام کے احکام پر عامل ہوں۔ اور ان کے سامنے رواج کی آڑ نہ لیں و باللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم۔



- احیائے سنت: سنت کو زندہ کرنا
- قبل مسجدیت: مسجد بنانے سے پہلے
- قیام ماذن: مؤذن کے کھڑے ہونے
- بانی مسجد: مسجد قائم کرنے والا
- محاذات: مقابل، سامنے
- مواقع: جگہیں

اگر اذان باہر دلانے میں فساد کا اندیشہ ہو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اذان جو خارج مسجد کہنا مسنون ثابت ہوا ہے۔ اب بہ نظر فساد پھر یہ دستور قدیم اذان منبر کے پاس دینا جائز ہے یا نہیں۔ کیوں کہ در صورت عدم جواز اور فتنے کا احتمال قوی ہے۔ بینوا و توجروا

الجواب: یہاں دو چیزیں ہیں: (ایک) اتیان معروف واجتناب منکر۔ (دوسرے) امر بالمعروف ونہی عن المنکر مسجد میں اذان دینا ممنوع ہے اور اس میں دربار الٰہی کی بے ادبی ہے۔ تو جو مسجد اپنی ہے، اس میں خود مخالفتِ سنت نبی کریم ﷺ وارتکاب بے ادبی دربار عزت کا مواخذہ اس کی ذات پر ہے ـــــــ اور جو مسجد پرائی ہے، اوروں کا اس میں اختیار ہے، اس کا مواخذہ اس پر ہے۔ اس کے ذمہ صرف اتنا رکھا گیا ہے کہ ازالۂ منکر پر قدرت نہ ہو تو زبان سے منع کردے اور اس میں بھی فتنہ وفساد ہو، تو دل سے برا جانے۔ پھر ان کے فعل کا اس سے مطالبہ نہیں قال اللہ تعالیٰ لاتزروازرۃ وزری اخری الخ..... (کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) وقال اللہ تعالیٰ یاایھاالذین آمنوا علیکم انفسکم لاضرکم من ضل اذا اھتدیتم (پارہ ۵ ترجمہ: اے اہل ایمان تم پر اپنی جان لازم ہے تمہیں کوئی گمراہ نقصان نہیں پہنچا سکتا جب کہ تم ہدایت یافتہ ہو) وقال ﷺ من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان (تم میں سے جب کوئی برائی دیکھے تو ہاتھ سے اسے روکنے کی کوشش کرے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے منع کرے اور اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے) اور جس طرح یہ دوسروں کو حکم شرع ماننے پر مجبور نہیں کرسکتا۔ یونہیں دوسرے، حکم شرع کی مخالفت پر اسے مجبور نہیں کرسکتے۔ یہ اپنے نزدیک جو طریقہ اپنے رب کی عبادت اور اپنے نبی ﷺ کے اتباع سنت کا اپنی کتب دینیہ سے جانتا ہے دوسرا اگر اس میں مزاحمت کرے گا اور فتنہ وفساد اٹھائے گا تو اس کا ذمہ دار وہ دوسرا ہوگا۔ حکومت ہر مفسد کا ہاتھ پکڑنے کو موجود ہے۔ اس کے ذریعہ سے بندوبست کرا سکتا ہے۔ ہاں اگر یہ صورت بھی ناممکن ہوتی اور مفسدوں کا خوف حد مجبوری تک پہنچا تا تو حالت اکراہ تھی اس وقت اس پر مواخذہ نہ ہوتا قال تعالیٰ الامن اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان (مگر وہ شخص جس کو مجبور کردیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے)۔



• مواجہ اقدس	حضور ﷺ کے روبرو	• مشرق	:پورب
• باب جبریل	مسجد نبوی شریف کا ایک دروازہ جس سے حضرت جبریل امین آتے تھے۔		
• باب الرحمہ	مسجد نبوی شریف کا ایک دروازہ	• محاذی منبر اطہر	منبر شریف کے سامنے
• شتابی حاضری	یعنی جلدی حاضر ہونے کا جذبہ	• قدرے کسل	:تھوڑی سستی واقع ہوئی

بالجملہ دوسروں کو حکم کرنا ان کی سرکشی اور فتنہ پردازی کے وقت مطلقا ساقط ہوجاتا ہے۔ کما نص علیہ فی الھندیۃ وغیرھا اور خود عمل کرنا اس وقت ساقط ہوگا جب یہ بذریعہ حکومت بھی بندوبست نہ کرسکے اور حقیقی مجبوری ہوکر استطاعت اصلا نہ رہے قال اللہ تعالیٰ فاتقوا اللہ ماستطعتم واسمعو واطیعوا (تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو جہاں تک ہوسکے اور حکم مانو)——باوصف قدرت بندوبست واستطاعت بحکومت، مجرد خوف یا کاہلی یا خودداری یا رورعایت یا نئی تہذیب یا صلح کل کی پالیسی سے اتباع شرع چھوڑ بیٹھنا جائز نہیں ہوسکتا۔ اسے یوں خیال کریں کہ مفسدین، آج اس امر کے لئے کہتے ہیں۔ کل کو اگر انہوں نے خود نماز پر فتنہ اٹھایا تو کیا نماز بھی چھوڑ دے گا نہیں نہیں، بلکہ اس پر خیال کرے کہ مفسدوں نے کہا کہ اپنا مکان خالی کردو، ورنہ ہم فساد کرتے ہیں۔ یا اپنی جائداد کا ہبہ نامہ لکھدو، ورنہ ہم فتنہ اٹھاتے ہیں۔ اس وقت ان کا کچھ بندوبست کرے گا، استغاثہ کرے گا، یا چپکے سے جائیداد ومکان چھوڑ بیٹھے گا۔ جو جب کرے گا وہ اب کرے۔ اور اتباع احکام شرع کو مکان وجائیداد سے ہلکا نہ جانے۔ ہاں دوسروں کے سر چڑھنے اور فتنہ وفساد کے اٹھانے کی اجازت نہیں ہوسکتی۔ قال تعالیٰ والفتنۃ اشد من القتل فتنہ قتل سے بدتر ہے وقال تعالیٰ لاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ وقال تعالیٰ لھا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولاتسئلون ماکانوا تعملون اس امت کے لئے وہ ہے جو اس نے کیا اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم نے کیا۔ تم سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔ نسئل اللہ العفو والعافیۃ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومالانا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم واللہ تعالیٰ اعلم

حی علی الصلوٰۃ کے جواب میں کیا کہنا چاہئے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں جس وقت موذن حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح کہے، تو سننے والے کو اس کے جواب میں کیا کہنا چاہئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: حی علی الصلاۃ و حی علی الفلاح دونوں کے جواب میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہنا چاہئے اور بعض اول (حی علی الصلاۃ) کے جواب میں یہی لاحول اور دوم (حی علی الفلاح) کے جواب میں ماشاء اللہ کان و مالم یشا



● خارج مسجد	:مسجد کے باہر	● اب بہ نظر فساد	:فساد کے خوف سے
● اتیان معروف	:اچھی اور جائز باتوں پر عمل	● اجتناب منکر	:بری باتوں سے پرہیز
● امر بالمعروف ونہی عن المنکر: اچھی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا			
● مخالفتِ سنتِ نبی کریم ﷺ: حضور نبی کریم ﷺ کے سنت کی مخالفت			
● ازالہ منکر:	برائی دور کرنا	● کتب دینیہ	:دینی کتابیں

لم یکن کہتے ہیں۔ اور افضل یہ ہے کہ حی علی الصلاۃ کے جواب میں حی علی الصلاۃ لا حول و لا قوۃ الا باللہ اور حی علی الفلاح کے جواب میں کہے حی علی الفلاح لا حول و لا قوۃ الا باللہ ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضور علیہ السلام کا نام پاک سن کر انگوٹھا چومنا کیسا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ حضور پرنور علیہ ﷺ کے نام مبارک کو سن کر ہاتھ چوم کر آنکھوں پر لگانا کیسا ہے؟

الجواب: جائز بلکہ مستحب ہے۔ جب کہ ممانعت شرعی نہ ہو، مثلاً حالتِ خطبہ میں یا جس وقت قرآن شریف سن رہا ہے، یا نماز پڑھ رہا ہے، ایسی حالتوں میں اجازت نہیں، باقی سب اوقات میں جائز ہیں۔ بلکہ مستحب ہے جبکہ بہ نیت محبت و تعظیم ہو اور تفصیل ہمارے رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل ابہامین میں ہے۔

جو حضور علیہ السلام کا نام پاک سن کر انگوٹھا چومنا منع کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسول خدا علیہ ﷺ کا نام مبارک سن ہم کر درود شریف پڑھتے ہیں لیکن ہاتھوں کو چومتے نہیں ہیں۔ ایک شخص کہتا ہے کہ جو ہاتھ نہ چومے وہ مردود وملعون ہے۔ اب گزارش ہے کہ ہاتھ چومنا کیسا ہے اور نہ چوما جائے تو کیا ہمارے ذمہ گناہ ہوگا۔ اگر چومنا منع ہے تو وہ شخص کہ جو نہیں چومنے والوں کو کلمات مندرجہ بالا کہتا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے۔ آیا وہ کافر ہوا، یا اسلام میں رہا۔

الجواب: رسول اللہ ﷺ کا نام اقدس، اذان میں سن کر انگوٹھے چومنا مستحب ہے، اچھا ہے، ثواب ہے۔ کما فی کنز العباد و جامع الرموز ورد المحتار وغیرھا۔ مگر فرض واجب نہیں کہ نہ کرنے سے گناہ ہو۔ اور صرف اس قدر پر مردود وملعون کہنا سخت باطل ومردود ہے۔ ہاں جو بربنائے وہابیت اسے برا جان کر نہ چومے، تو وہابی ضرور مردود وملعون ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اذان کے بعد درود شریف پڑھنا کیسا ہے؟



• حالت اکراہ	: مجبوری کی حالت	• ساقط	: ختم
• باوصف قدرت	: طاقت کے باوجود	• استطاعت حکومت	: حکومت کے تعاون کے ذریعہ
• مجرد خوف	: صرف خوف	• اتباع احکام شرع	: شریعت کے احکام کی اتباع

تکبیر اقامت بیٹھ کر سننا سنت ہے یا کھڑے ہو کر؟

سوال:

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ صلاۃ جو بعد اذان بلفظ الصلاۃ و السلام علیك یارسول الله پڑھی جاتی ہے، مخالف کا کہنا ہے کہ یہ فعل قرآن شریف اور حدیث شریف کے باہر ہے۔ اور شارع اسلام کے خلاف ہے۔ یا کوئی مجھے بتائے کہ فرض ہے یا واجب یا سنت ہے یا مستحب۔ اور یہ فعل نیم مولوی کا ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز ہے یا نہیں۔ اس کو امام بنانا چاہئے یا نہیں۔

(۲) جماعت کے وقت جو تکبیر پڑھی جاتی ہے اس کو زید کہتا ہے کہ امام ومقتدی بیٹھ کر سنیں۔ عمرو کہتا ہے کہ کھڑے ہو کر سننا چاہئے اور یہ رواج نئے مولویوں کی فتنہ انگیزی کی بات ہے۔

الجواب:

(۱) مخالف جھوٹا ہے اور شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے، ثبوت دے۔ شرع مطہر نے اسے کہاں منع فرمایا ہے کہ خلاف شرع کہتا ہے۔ ہاں وہ فرداً مستحب ہے اور اصلاً فرض ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ ان الله و ملئكة يصلون على النبي يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما. بے شک اللہ اور اس کے سب فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر، اے ایمان والو درود بھیجو ان پر اور خوب سلام عرض کرو ﷺ۔ رب عز وجل کا حکم مطلق ہے۔ اس میں کوئی استثنا (نہیں) فرمایا ہے کہ "مگر اذان کے بعد نہ بھیجو" جب پڑھا جائے اسی حکم الہی کا امتثال ہوگا۔ فلہٰذا ہر بار درود پڑھنے میں ادائے فرض کا ثواب ملتا ہے کہ سب اسی مطلق فرض کے تحت داخل ہے۔ تو جتنا بھی پڑھیں گے سب اسی میں داخل ہوگا۔ نظیر اس کی تلاوت قرآن کریم ہے کہ ایسے تو فرض ایک ہی آیت ہے اور اگر ایک رکعت میں سارا قرآن عظیم تلاوت کرے، تو سب فرض ہی میں داخل ہوگا۔ اور فرض ہی کا ثواب ملے گا کہ سب ۔"فاقرؤا ما تيسر من القرآن" کے اطلاق میں ہے۔ آج کل ایسا انکار کرنے والے کوئی نہیں، مگر وہابیہ۔ اور وہابیہ کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ والله تعالیٰ اعلم

(۲) مسئلہ شرعیہ کو نئے مولویوں کی فتنہ انگیزی کہنا اگر برائے جہالت نہ ہو، کلمہ کفر ہے کہ توہین شریعت ہے۔ مقتدیوں کو حکم

- ممانعت شرعی : شریعت نے جس کام سے منع کیا ہو
- حالت خطبہ : یعنی جمعہ کے خطبہ کے وقت
- اعلیٰ حضرت کا یہ رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل ابھامین مختلف جگہوں سے چھپ چکا ہے۔ رضا اکیڈمی ممبئی سے بھی طلب کیا جاسکتا ہے۔



یہ ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سنیں۔ جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے، اس وقت کھڑے ہوں کہ اس کے قول کی مطابقت ہو جو وہ اس کے بعد کہے گا کہ قد قامت الصلاۃ جماعت کھڑی ہوئی۔ یہاں تک کہ اگر تکبیر ہو رہی ہے اور اس وقت کوئی شخص باہر سے آیا تو یہ خیال نہ کرے کہ چند کلمات رہ گئے ہیں پھر کھڑا ہونا ہوگا۔ بلکہ فورا بیٹھ جائے اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہو۔

اقامت کے وقت امام ومقتدی کو بیٹھا رہنا چاہئے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کہ تکبیر اولیٰ کے شروع ہونے کے وقت امام ومقتدی کو کھڑا رہنا چاہیے یا بیٹھ جانا چاہئے۔ اور بیٹھ جانے میں کیا فضیلت ہے اور کھڑا رہنے میں کیا نقصان ہے۔

الجواب: امام کے لئے اس میں کوئی خاص حکم نہیں۔ مقتدیوں کو حکم ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سنیں حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں۔ کھڑے کھڑے تکبیر سننا مکروہ ہے۔ یہاں تک کہ "عالمگیری" وغیرہ میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایسے وقت مسجد میں آئے کہ تکبیر ہو رہی ہو تو فورا بیٹھ جائے اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہو۔ اور اس میں راز، مکبر کے اس قول کی مطابقت ہے کہ قد قامت الصلاۃ ادھر اس نے حی علی الفلاح کہا کہ آؤ! مراد پانے کو جماعت کھڑی ہوئی، اس نے کہا کہ قد قامت الصلاۃ جماعت قائم ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

پنج وقتہ نماز کے لئے اذان کی اہمیت!

مسجد سے باہر جماعت سے نماز کے لئے اذان ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ مسجد میں نماز جماعت کے لئے اذان پنج وقت کی کیا اہمیت ہے۔ مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ دو چار شخص جماعت سے نماز پڑھیں تو اذان ضروری ہے یا نہیں بینوا توجروا!

الجواب: مسجد میں پانچ وقت جماعت سے پہلے اذان سنت موکدہ قریب الوجوب ہے۔ اور اس کا ترک بہت شنیع یہاں تک کہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "اگر کسی شہر کے لوگ اذان دینا چھوڑ دیں تو میں ان پر جہاد کروں گا" شہر میں اگر کچھ لوگ مکان، دوکان یا میدان میں اذان نہ کہیں تو حرج نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے



- بربنائے وہابیت : وہابی عقیدہ رکھنے کی بنا پر
- شارع اسلام : یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
- صلاۃ بعد اذان : یعنی اذان کے بعد جو درود پڑھا جاتا ہے

فرمایا اذان الحی یکفینا محلہ کی اذان ہمیں کفایت کرتی ہے۔ یوں ہی مسافر کو ترک اذان کی جازت ہے لیکن اگر اقامت بھی ترک کرے گا تو مکروہ ہوگا۔

بغیر اذان کے نماز ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) اگر اذان نہ ہوئی ہو یا ہوئی ہو مگر غلط، تو نماز میں کیا خرابی ہے جب کہ ان صورتوں میں نماز پڑھی۔

(۲) نماز تراویح حافظ نابالغ پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔

(۳) نابالغ اذان دے سکتا ہے یا نہیں۔ اگر دے دی ہو تو لوٹانی چاہئے یا نہیں؟ بینو توجروا

الجواب:

(۱) بغیر اذان کے جماعت کرنا مکروہ ہے۔ اور نماز مکروہ ہوگی۔ اور اذان اگر ایسی غلط ہوئی کہ شرعا اذان نہ ٹھہری، تو وہ بھی بغیر اذان ہے۔ واللہ تعالی اعلم

(۲) نابالغ کے پیچھے بالغ کی کوئی نماز نہیں ہوسکتی، اگر چہ تراویح یا نفل محض ہو۔ واللہ تعالی اعلم

(۳) نابالغ اگر عاقل ہے کہ اس کی اذان اذان سمجھی جائے تو حرج نہیں۔ اور اگر اس کی اذان کو اذان نہ سمجھیں، نقل گمان کریں گے، تو لوٹائی جائے گی۔ واللہ تعالی اعلم

(احکام شریعت)





• امتثال	:حکم پر عمل کرنا	• نظیر	:مثال
• اطلاق میں ہے	:یعنی سب اس کے حکم میں شامل ہے	• مکبر	:تکبیر کہنے والا، اقامت کہنے والا
• مطابقت	:موافقت، برابری	• قریب الوجوب	:واجب ہونے کے قریب ہے
• ترک	:چھوڑ دینا	• شنیع	:برا
• ترک اذان	:اذان چھوڑ دینا		

بَابُ صِفَةِ الصَّلٰوةِ

[فتاویٰ رضویہ]

جلد نمبر ۳-ص ۴۶ تا ۸۷

رفع یدین کرنے کا مسئلہ!

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ رفع یدین حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا یا نہیں اور کب تک کیا؟ یہ بات ثابت ہے کہ ہمیشہ آپ نے کیا؟ مسلمانوں کو کرنا چاہئے یا نہیں؟ مکمل ارشاد فرما کر مشکور و ممنون فرمائیے، فقط۔

الجواب: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہرگز کسی حدیث میں ثابت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیشہ رفع یدین فرمایا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا خلاف ثابت ہے۔ نہ احادیث میں اسکی مدت مذکور۔ ہاں حدیثیں اس کے فعل و ترک دونوں میں وارد ہیں، سنن ابی داؤد و سنن نسائی و جامع ترمذی وغیرہا میں ایسی سند سے جس کے رجال صحیح و مسلم ہیں بطریق عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی: قال الا اخبر کم بصلاۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فقام فرفع یدیہ اول مرۃ ثم لم یعد۔ یعنی انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے، یہ کہہ کر نماز کو کھڑے ہوئے تو صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائے پھر نہ اٹھائے (ت)

ترمذی نے کہا: حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث حسن وبہ یقول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والتابعین وهو قول سفیان واهل الکوفه۔ یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث حسن ہے اور یہی مذہب تھا متعدد علماء منجملہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تابعین کرام و امام سفیان و علمائے کوفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا (ت)

مسند امام الائمہ مالک الازمہ امام اعظم رضی اللہ عنہ میں ہے: حدثنا حماد عن ابراهیم عن علقمه والاسود عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کان لایرفع یدیه الاعند افتتاح الصلوٰۃ ثم لایعود لشیء من ذلك۔ ہمیں حماد نے ابراہیم سے علقمہ و اسود سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صرف نماز کے شروع میں رفع یدین فرماتے پھر کسی جگہ ہاتھ نہ اُٹھاتے۔



- رفع یدین: تکبیر تحریمہ کے بعد بھی نماز میں کانوں تک ہاتھ اٹھانا
- فعل و ترک: کرنا اور چھوڑنا
- منجملہ: تمام

امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں: حدثنا ابو بکرۃ قال ثنا مؤمل حدثنا سفیان عن المغیرۃ قال قلت لابراهیم حدیث وائل انه رأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یرفع یدیه اذا افتتح الصلاۃ واذا رکع واذا رفع رأسه من الرکوع فقال ان کان وائل رأہ مرۃ یفعل ذلك فقد رأہ عبداللہ خمسین مرۃ لا یفعل ذلك۔ ابوبکرہ نے ہمیں حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں مؤمل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی ہے مغیرہ سے اور مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابراہیم نخعی سے حدیث وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت دریافت کیا کہ انھوں نے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے نماز شروع کرتے اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین فرمایا، ابراہیم نے فرمایا وائل نے اگر ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا تو عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پچاس بار دیکھا کہ حضور نے رفع یدین نہ کیا۔

صحیح مسلم شریف میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلاۃ۔ کیا ہوا کہ میں تمہیں رفع یدین کرتے دیکھتا ہوں گویا تمہارے ہاتھ چنچل گھوڑوں کی دمیں ہیں۔ نماز میں قرار سے رہو۔

اصول کا قاعدہ متفق علیہا ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا۔ اور حاظر مبیح پر مقدم ہے۔ ہمارے ائمہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے احادیث ترک پر عمل فرمایا۔ حنفیہ کو ان کی تقلید چاہئے، شافعیہ وغیرہم اپنے ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی پیروی کریں کوئی محلِ نزاع نہیں، ہاں وہ حضرات، (جو) تقلیدِ ائمہ دین کو شرک وحرام جانتے اور باآنکہ علمائے مقلدین کا کلام سمجھنے کی لیاقت نصیب اعداء، اپنے لئے منصب اجتہاد مانتے اور خواہی نخواہی تفریق کلمہ مسلمین واثارت فتنہ بین المومنین کرنا چاہتے بلکہ اسی کو اپنا ذریعہ شہرت وناموری سمجھتے ہیں ان کے راستے سے مسلمانوں کو بہت دور رہنا چاہئے۔ مانا کہ احادیث رفع ہی مرجع ہوں تاہم آخر رفع یدین کسی کے نزدیک واجب نہیں، غایت درجہ اگر ٹھہرے گا تو ایک امرِ مستحب ٹھہرے گا کہ کیا تو اچھا، نہ کیا تو کچھ برائی نہیں، مگر مسلمانوں میں فتنہ اٹھانا دو گروہ کردینا، نماز کے مقدمے انگریزی گورنمنٹ تک پہنچانا، شاید اہم واجبات سے ہوگا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: والفتنۃ اشد من القتل۔ فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔ خود ان صاحبان میں بہت لوگ صدہا گناہ کبیرہ



- حاظر مبیح پر مقدم ہے
- محل نزاع نہیں
- تفریق کلمہ مسلمین
- اثارت فتنہ بین المومنین

حکم ممنوع حکم مباح پر مقدم ہے
تکرار کی کوئی بات نہیں
مسلمانوں کے درمیان تفرقہ پیدا کرنا
مومنوں کے درمیان فتنہ اٹھانا

کرتے ہوں گے انھیں نہ چھوڑنا، اور رفع یدین نہ کرنے پر ایسی شورشیں کرنا کچھ بھلا معلوم ہوتا ہوگا (ہرگز نہیں) اللہ سبحنہ وتعالیٰ ہدایت فرمائے آمین، واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

بیٹھ کر نماز پڑھنے میں رکوع کس طرح کیا جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نفل نماز بیٹھ کر ادا کرے تو رکوع کس طرح ادا کریں یعنی سرین اٹھیں یا نہیں؟ درصورت مخالف نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا فاسد؟ بینوا توجروا۔

الجواب: رکوع میں قدر واجب تو اسی قدر ہے کہ سر جھکائے اور پیٹھ کو قدرے خم دے، مگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو اسکا درجہ کمال و طریقہ اعتدال یہ ہے کہ پیشانی جھک کر گھٹنوں کے مقابل آ جائے۔ اس قدر کے لئے سرین اٹھانے کی حاجت نہیں تو قدر اعتدال سے جس قدر زائد ہوگا وہ عبث وبیجا میں داخل ہو جائے گا۔

کیا تکبیر تحریمہ کھڑا ہو کر ضروری ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص نماز کھڑے ہو کر بوجہ عذر بیماری کے نہیں پڑھ سکتا، لیکن اس قدر طاقت اس کو ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہی ہو کر باندھ لے اور باقی بیٹھ کر رکوع وسجود کے ساتھ ادا کر سکتا ہے تو اس صورت میں آیا اس کو ضروری ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہی ہو کر کہے اور پھر بیٹھ جائے یا سرے سے بیٹھ کر نماز شروع کرے اور ادا کرلے، دوسری شق میں نماز اس کی ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورتِ مستفسرہ میں بیشک اس پر لازم کہ تحریمہ کھڑے ہو کر باندھے جب قدرت نہ رہے بیٹھ جائے۔ یہی صحیح ہے، بلکہ ائمہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے اس کا خلاف اصلاً منقول نہیں۔ تنویر الابصار ودرمختار (۱/۱۰۴) میں ہے: ان قدر علی بعض القیام ولو متکا علی عصا او حائط قام لزوما بقدر مایقدر ولو قدر اٰی او تکبیر علی المذہب لان البعض معتبر بالکل (یعنی اگر نمازی قیام پر قادر ہو اگرچہ وہ عصا یا دیوار کے ذریعے ہو تو اس پر حسبِ طاقت قیام کرنا لازم ہے خواہ وہ ایک آیت یا تکبیر کی مقدار ہو۔ مختار مذہب یہی ہے کیونکہ بعض کا کل کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے۔ (ت) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للعلامۃ الزیلعی میں ہے: ولو

● درصورت مخالف	مسئلہ کے خلاف عمل کرنے میں
● طریقہ اعتدال	بہتر طریقہ



قدر علی بعض القیام دون تمامه بان کان قدر علی التکبیر قائما او علی التکبیر وبعض القرائۃ فانه یؤمر بالقیام و یأتی بماقدر علیه ثم یقعد اذا عجز۔ اگر کچھ قیام پر قادر ہو تمام پر نہ ہو، مثلاً کھڑے ہوکر تکبیر یا تکبیر اور کچھ قرأت پر قادر ہو تو اسے قیام کا حکم دیا جائے اور وہ حسب طاقت قیام کے ساتھ بجالائے، پھر جب عاجز آئے تو بیٹھ جائے۔ (ت) آج کل بہت جہال ذرا سی ناطاقتی مرض یا کبرسن میں سرے سے بیٹھ کر فرض پڑھتے ہیں حالانکہ:

اولاً: ان میں بہت ایسے ہیں کہ ہمت کریں تو پورے فرض کھڑے ہوکر ادا کرسکتے ہیں اور اس ادا سے نہ ان کا مرض بڑھے نہ کوئی نیا مرض لاحق ہو، نہ گر پڑنے کی حالت ہو، صرف ایک گونہ مشقت و تکلیف ہے جس سے بچنے کو صراحۃً نمازیں کھوتے ہیں ہم نے مشاہدہ کیا ہے۔ وہی لوگ جنھوں نے بحلیہ ضعف و مرض فرض بیٹھ کر پڑھتے اور وہی باتوں میں اتنی دیر کھڑے رہے کہ اتنی دیر میں دس بارہ رکعت ادا کرلیتے۔ ایسی حالت میں ہرگز قعود کی اجازت نہیں بلکہ فرض ہے کہ پورے فرض قیام سے ادا کریں۔ کافی شرح وافی میں ہے: ان لحقه نوع مشقة لم یجز ترک القیام۔ اگر ادنٰی مشقت لاحق ہو تو ترک قیام جائز نہ ہوگا۔ (ت)

ثانیاً: مانا کہ انھیں اپنے تجربہ سابقہ خواہ کسی طبیب مسلمان حاذق عادل مستور الحال غیر ظاہر الفسق کے اخبار خواہ اپنے ظاہر حال کے نظر صحیح سے جو کم ہمتی و آرام طلبی پر مبنی نہ ہو، بظن غالب معلوم ہے کہ قیام سے کوئی مرض جدید یا مرض موجود شدید و مدید ہوگا مگر یہ بات طول قیام میں ہوگی تھوڑی دیر کھڑے ہونے کی یقیناً طاقت رکھتے ہیں تو ان پر فرض تھا کہ جتنے قیام کی طاقت تھی اتنا ادا کرتے یہاں تک کہ اگر صرف اکبر کھڑے ہوکر کہہ سکتے تھے تو اتنا ہی قیام میں ادا کرتے جب وہ غلبہ ظن کی حالت پیش آتی تو بیٹھ جاتے یہ ابتدا سے بیٹھ کر پڑھنا بھی ان کی نماز کا مفسد ہوا۔

ثالثاً: ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی اپنے آپ بقدر تکبیر بھی کھڑے ہونے کی قوت نہیں رکھتا مگر عصا کے سہارے سے یا کسی آدمی خواہ دیوار یا تکیہ لگا کر کل یا بعض قیام پر قادر ہے، تو اس پر فرض ہے کہ جتنا قیام اس سہارے یا تکیہ کے ذریعے سے کرسکے بجالائے، کل تو کل یا بعض تو بعض، ورنہ صحیح مذہب میں اس کی نماز نہ ہوگی۔ فقد مر من الدر ولو متکا علی عصا او حائط۔ (درر کے حوالے سے گزرا اگرچہ عصا یا دیوار کے سہارے سے کھڑا ہوسکے، ت)

یہ سب مسائل خوب سمجھ لئے جائیں۔ باقی اس مسئلہ کی تفصیل تام و تحقیق ہمارے فتاوٰی میں ہے جس پر اطلاع



● جہال	بہت سے جاہل	● ناطاقتی	طاقت کا نہیں ہونا
● کبرسن	بڑھاپا	● بحلیہ ضعف و مرض	مرض اور کمزوری لئے ہوئے
● قعود	بیٹھنا	● مستور الحال غیر ظاہر الفسق	جس کا فسق ظاہر نہ ہو
● مرض جدید یا مرض موجود شدید و مدید ہوگا	نیا مرض ہوگا یا جو مرض ہے وہ اور بڑھ جائے گا		

نہایت ضرور واہم، کہ آجکل ناواقفی سے جاہل تو جاہل بعض مدعیانِ علم بھی ان احکام کا خلاف کرکے ناحق اپنی نمازیں کھوتے اور صراحۃً مرتکب گناہ وتارک صلوٰۃ ہوتے ہیں۔ اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

نماز میں ثنا پڑھنا فرض ہے یا واجب؟

سوال: نماز میں سبحانك اللهم پڑھنا فرض یا واجب، مقتدی سبحان ختم نہ کرنے پایا تھا کہ امام نے قرأت شروع کردی۔ اس کو ناتمام چھوڑ کر خاموش ہوجانا چاہئے یا فوراً ختم کرکے خاموش ہوجانا چاہئے، ایک وہابی واعظ نے سبحانك اللهم کے بارہ میں ایک شخص سے یہ مسئلہ بیان کیا کہ اگر امام نے قرأت شروع کردی ہو اور اب کوئی شخص اگر جماعت میں شامل ہو تو اس کو چاہئے کہ سبحانك اللهم اس طرح پڑھے کہ جہاں جہاں امام سانس لینے کی غرض سے ذرا بھی رکے اس وقت ایک ایک کلمہ بول کر کے **سبحانک اللھم** پڑھ لیا جائے مثلاً جب اوّل مرتبہ رکا تو فوراً کہے سبحانك اللهم پھر جب دوسری مرتبہ ٹھہرا تو کہے وبحمدك پھر جب تیسری بار سانس لے تو کہنا چاہئے وتبارك اسمك غرض اسی طرح ختم کرلیا جائے ایسا ہر نماز میں کرسکتے ہیں مگر مغرب میں خواہ پہلی رکعت میں شامل ہو یا دوسری میں سبحانك اللهم تیسری رکعت میں اور عشاء میں تیسری یا چوتھی رکعت میں بھی پڑھ سکتے ہیں خواہ دوسری ہی رکعت میں شامل ہوں، کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے؟ بغیر سبحانك اللهم کے نماز ہوجاتی یا نہیں؟

الجواب: سبحانك اللهم اسی وقت پڑھ سکتے ہیں کہ امام قرأت با آواز شروع نہ کرلے جب قرأت جہری شروع کردی اب خاموش رہنا اور سننا فرض ہے۔ وہ جو وہابی نے بتایا کہ امام کی ٹھہرنے کی جگہ ایک ایک دو دو لفظ کہہ کر پورا کرے ضعیف وغیر مختار، اور جیسے استثناء کیا کہ ایسا ہر نماز میں کرسکتے ہیں مگر مغرب میں نہیں یہ محض باطل اور اسکی اپنی ایجاد ہے۔ جس روایت ضعیفہ میں یہ طریقہ ہے اس میں مغرب میں بھی ایسا ہی ہے اور مذہب صحیح میں کہ اس کی اجازت نہیں۔ فجر ومغرب وعشا کسی میں ایسا نہیں اور اس کا یہ کہنا بھی محض غلط ہے کہ جو دوسری رکعت میں شامل ہوا وہ تیسری یا چوتھی رکعت میں **سبحانک** پڑھ سکتا ہے،

سبحانك اللهم کی جگہ ابتدائے نماز ہے جب دوسری میں ملا تو تیسری یا چوتھی ابتدائے نماز کب ہے کہ اس میں



• مفسد	فاسد کرنے والی
• عصا	لاٹھی
• تفصیل تام وتحقیق	مکمل محققانہ تفصیل
• مرتکب گناہ وتارک صلوٰۃ	گناہ کے مرتکب اور نماز چھوڑنے والے

سبحانك پڑھے، ہاں وہ جو ایک رکعت رہ گئی، بعد سلامِ امام جب اسے پڑھنے کے کھڑا ہو اس کی ابتدا میں پڑھے کہ یہ اس کی پہلی رکعت ہے۔

(ثنا) سبحانك پڑھنا سنت ہے، بغیر اس کے نماز ہو جاتی ہے مگر بلا ضرورت ترک سنت کی اجازت نہیں۔ اور عادت ڈالنے سے گنہگار ہوگا اور جو مثلاً پہلی رکعتِ جہریہ میں ملا اور قرأت شروع ہو جانے کے باعث سبحانك نہ پڑھ سکا اس پر کوئی الزام نہیں کہ اس نے یہ ترک، ادائے فرض ''خاموشی'' کے لئے بحکم شرع کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کون سا وظیفہ افضل ہے؟

سوال: عرض یہ ہے کہ مجھے درود شریف جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اس کی یا کسی دوسرے درود شریف کی جو سب درودوں سے افضل ہو اجازت فرمائیں۔ مجھے درود شریف یا کلمہ شریف یا استغفار پڑھنے کا نہایت شوق ہے۔ خدا حضور کو اجر دے گا۔ عام طور پر راستہ چلتا ہوں و دیگر بازار وغیرہ جگہ میں بھی پڑھتا ہوں مجھے عام طور پر درود شریف ہر جگہ پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں۔ حضور برائے مہربانی تحریر فرمائیں میں ہر وقت وظیفہ رکھنا چاہتا ہوں یا آیت کریمہ کا یا کوئی دوسرا، یہ اس لئے کہ محبت خدا اور رسول کی پورے طور پر حاصل ہو جائے۔ جناب مہربانی کر کے ضرور بالضرور جلد مجھے آگاہ کر دیں، درود شریف یا کلمہ شریف اور استغفار کی نسبت ضرور بالضرور تحریر فرمائیں، ان شاء اللہ تعالٰی تحریر حضور پر عملدر آمد ہوگا۔

الجواب: سب درودوں سے افضل درود وہ ہے جو سب اعمال سے افضل یعنی نماز میں مقرر کیا گیا ہے۔ درود شریف راہ چلتے بھی پڑھنے کی اجازت ہے۔ جہاں نجاست پڑی ہو وہاں رک جائے۔ بہتر یہ ہے ایک وقت معین کر کے ایک عدد مقرر کر لے۔ اس قدر باوضو، دو زانو، ادب کے ساتھ، مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے روزانہ عرض کیا کرے جس کی مقدار سَو بار سے کم نہ ہو، زیادہ جس قدر نبھا سکے بہتر ہے۔ علاوہ اس اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے باوضو بے وضو ہر حال میں درود جاری رکھے، اور اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ ایک صیغہ خاص کا پابند نہ ہو بلکہ وقتاً فوقتاً مختلف صیغوں سے عرض کرتا رہے تاکہ حضورِ قلب میں فرق نہ ہو، درود شریف اور کلمہ طیبہ اور استغفار ان سب کی کثرت نہایت محبوب و مطلوب ہے، کلمہ طیبہ کو افضل الذکر فرمایا اور یہ کہ اللہ عزوجل تک اس کے پہنچنے میں روک نہیں۔ اور استغفار کے لئے فرمایا



● قرأت جہری	بلند آواز سے قرأت
● بعد سلام امام	امام کے سلام پھیرنے کے بعد
● ترک سنت	سنت چھوڑنا
● رکعت جہریہ	وہ رکعت جس میں قرأت بلند آواز سے کرتے ہیں

''شادمانی ہے اسے جو اپنے نامہ اعمال میں استغفار بکثرت پائے'' اور اپنے تمام اوقات کو درود شریف میں صرف کردینے کو فرمایا کہ ایسا کرے گا تو اللہ تیرے سب کام بنادے گا اور تیرے گناہ معاف فرمادے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا چاہئے یانہیں، آمین بلند آواز کہنا کیسا ہے؟ تراویح کتنی رکعت ہے، وتر کی رکعت ایک ہے یا تین

سوال:

(۱) امام کے پیچھے مقتدی سورہ فاتحہ پڑھے یا نہ پڑھے؟

(۲) آمین با آوازِ بلند کہنا درست ہے یانہیں

(۳) بجائے بیس رکعت تراویح کے آٹھ رکعت پڑھے تو کیسا ہے؟

(۴) بجائے تین وتر کے ایک وتر پڑھنا درست ہے یانہیں؟

الجواب:

(۱) مقتدی کو قرآن مجید پڑھنا مطلقاً جائز نہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے: واذاقرء القراٰن فاستمعو له وانصتوا لعلکم ترحمون اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ (۷/ ۲۰۴) نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبرفکبروا اذاقرأفانصتوا۔ امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے، جب تکبیر تحریمہ کہے تم تکبیر کہو جب قرأت کرے خاموش رہو۔ (ت) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: ''مجھے تمنا ہے کہ جو امام کے پیچھے پڑھے اس کے منہ میں آگ ہو''۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما فرماتے ہیں: ''قدرت پاتا تو اسکی (امام کے پیچھے پڑھنے والے کی) زبان کاٹ دیتا'' واللہ تعالٰی اعلم

(۲) آمین با آواز بلند کہنا، نماز میں مکروہ وخلافِ سنت ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: وادعوا ربکم تضرعا وخفیة۔ (۷/ ۵۵) تم اپنے رب کو عاجزی اور تواضع سے آہستہ آہستہ پکارو۔ (ت) نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے



● حضورِ قلب — دلی کیفیت کے ساتھ
● استغفار — استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیه پڑھنا
● نہایت محبوب ومطلوب — بہت پسندیدہ

ہیں: واذاقال ولاالضالین فقولوا اٰمین فان الامام یقولھا (سنن انسائی ۱ / ۳۱۱)۔جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کیونکہ امام اسے کہہ رہا ہے۔(ت)

نوٹ: حدیث شریف کے الفاظ سنن نسائی میں ابو ہریرہ کے حوالہ سے یوں منقول ہیں: اذاقال الامام غیر المغضوب علیھم ولاالضالین فقولوا اٰمین فان الملئکۃ تقول اٰمین وان الامام یقول اٰمین۔ اور فتح الباری جلد دوم مطبوعہ بیروت صفحہ ۹۱۲ میں یوں منقول ہیں: اذقال الامام ولاالضالین فقولو اٰمین فان الملئکۃ تقول اٰمین و ان الامام یقول اٰمین۔

(۳) تراویح بیس رکعت سنت مؤکدہ ہیں۔ سنّت مؤکدہ کا ترک بد ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین عضوا علیھا بالنواجذ (سنن ابی داؤد ۲ / ۹۷۲)۔تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے اسے اپنی داڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے تھام لو: (ت)

دوسری حدیث میں ہے: انہ سیحدث بعدی اشیاء وان من احبھا الی لما احدث عمر (کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ۲۱ / ۷۸۵) میرے بعد بہت سی اشیاء ایجاد ہوں گی ان میں سے مجھے وہ سب سے زیادہ پسند ہیں جو عمر ایجاد کریں گے۔(ت)

(۴) ایک رکعت وتر خواہ نفل باطل محض ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا آخری فعل تین رکعت وتر ہے: وانما یؤخذ بالاٰخر فھو الاخر من فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ آپ کے آخری عمر کے اعمال پر عمل کیا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہی ہے (ت)

اتنا یاد رہے کہ یہاں ان مسائل میں مخالفت کرنے والے غیر مقلدین وہابیہ ہیں جن پر بوجوہ کثیرہ ان کے ضالہ کے سبب کفر لازم، جس کی قدرے تفصیل ہمارے رسالہ **الکوکبۃ الشھابیۃ** میں ہے وہ کہ مسلمان ہی نہیں، انھیں ایسے فروعی مسائل اسلامی میں نیا دخل دینے کا کیا حق، ان سے تو اصول پر گرفت کی جائے گی کہ مقتدی فاتحہ پڑھے نہ پڑھے۔ آمین جہر سے کہے یا آہستہ، تراویح آٹھ رکعت ہوں یا بیس، وتر ایک ہو یا تین، یہ تو سب اس پر موقوف ہیں کہ نماز بھی صحیح ہو۔ جس کا اسلام صحیح نہیں اس کی نماز کیسے صحیح ہوسکتی ہے۔ وہ ان مسائل میں اس طرف عمل کرے تو



- سنت مؤکدہ: جس کا پڑھنا ضروری ہے
- بد: برا

اس کی نماز باطل، اس طرف عمل کرے تو باطل، پھر لایعنی فضول زق زق سے کیا فائدہ! اور مسلمان کو ہوشیار رہنا چاہئے کہ نہ ان سے ملنا جائز، نہ ان کی بات سنی جائز، نہ اس کے پاس بیٹھنا جائز۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: واما ینسینك الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین (القرآن ۶/۸۶)۔ اور جب کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت) نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم (صحیح مسلم ۱/۱۰)۔ تم ان سے سخت بچو کہ نہ وہ تمھیں گمراہ کریں نہ ہی فتنہ میں ڈالیں۔

☆☆☆



● بوجوہ کثیرہ : کئی طرح سے
● ضالہ : گمراہ
● زق زق : بک بک کرنا

بَابُ الْقِرأتُ

[فتاویٰ رضویہ جلد سوم، واحکام شریعت]

قرآن مجید ترتیب سے پڑھنا فرض ہے یا واجب؟

سوال: نمازی یا غیر نمازی کو قرآن مجید ترتیب سے پڑھنا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب اور امام نماز میں بے ترتیب سورہ پڑھے کیا حکم ہے۔

جواب: نماز ہو یا تلاوت بطریق معہود دونوں میں لحاظِ ترتیب واجب ہے۔ اگر عکس کرے گا گنہگار ہوگا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص خوف نہیں کرتا کہ اللہ عزوجل اس کا دل الٹ دے۔

ہاں اگر خارج نماز ہے ایک سورہ پڑھ لی پھر خیال آیا کہ دوسری سورہ پڑھوں، وہ پڑھ لی اور یہ اس سے اوپر کی تھی، تو اس میں حرج نہیں۔ یا مثلاً حدیث میں شب کے وقت چار سورتیں پڑھنے کا ارشاد ہوا ہے۔

- یٰسین شریف کہ جو اسے رات میں پڑھے گا صبح کو بخشا ہوا اٹھے گا۔
- سورہ دخان شریف کہ جو اسے رات میں پڑھے گا، صبح اس حالت میں اٹھے گا کہ ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہوں گے۔
- سورہ واقعہ شریف کہ اسے ہر رات پڑھے گا، محتاجی اس کے پاس نہ آئے گی
- سورہ **تبارک الذی** شریف کہ جو اسے ہر رات پڑھے گا، عذاب قبر سے محفوظ رہے گا

ان سورتوں کی ترتیب یہی ہے مگر اس غرض کے لئے پڑھنے والا چار سورتیں متفرق پڑھنا چاہتا ہے کہ ہر ایک مستقل جدا عمل ہے۔ اسے اختیار ہے جس کو چاہے پہلے پڑھے۔ جسے چاہے پیچھے پڑھے۔

امام نے سورتیں بے ترتیبی سے سہوا پڑھیں تو کچھ حرج نہیں قصدا پڑھیں تو گنہگار رہوا۔ نماز میں کچھ خلل نہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

امام کے پیچھے قرأت کرنا کیسا

سوال: زید کہتا ہے قرأت خلف الامام کرنا چاہئے، نہ کی جائے گی تو نماز صحیح نہ ہوگی۔ اور اس کے ثبوت میں احادیث پیش کرتا ہے عمرو کہتا ہے نہ کرنا چاہئے۔ زید احادیث وتفاسیر کے علاوہ اور کسی دلیل کو نہیں مانتا۔ کہتا ہے کہ فقہ قیاسی ہے



● بطریق معہود	مشہور طریقے کے مطابق
● لحاظ ترتیب	ترتیب کا لحاظ، جس ترتیب سے لکھا ہے اسی ترتیب سے پڑھنا
● خارج نماز	نماز سے باہر۔ نماز نہ ہونے کی صورت میں
● خلف الامام	امام کے پیچھے
● قیاسی	قیاس کیا ہوا ہے۔

احادیث وتفاسیر کے مقابل عمل نہیں۔

الجواب: فقہ کا نہ ماننے والا شیطان ہے۔ ائمہ کا دامن جو نہ تھامے وہ قیامت تک کوئی اختلافی مسئلہ، حدیث سے پیش نہیں کر سکتا، جسے دعوی ہو سامنے آئے۔ اور زیادہ نہیں اسی کا ثبوت دے کہ کتا کھانا حلال ہے یا حرام، کون سی حدیث میں آیا ہے کہ کتا کھانا حرام ہے۔ آیت نے تو کھانے کی حرام چیزوں کو صرف چار میں حصر فرمایا ہے (۱) مردار (۲) رگوں کا خون (۳) خنزیر کا گوشت (۴) وہ جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے۔ تو کتا در کنار سور کی چربی اور گردے اور اجھڑی کہاں سے حرام ہوگی۔ کسی حدیث میں ان کی تحریم نہیں۔ اور آیت میں لحم فرمایا ہے جو ان کو شامل نہیں۔ غرض یہ لوگ شیاطین ہیں ان کی بات سننا جائز نہیں۔ **واللہ تعالی اعلم**

امام نے تیسری یا چوتھی میں قرأت بلند آواز سے پڑھا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام یا منفرد تیسری یو چوتھی رکعت میں کچھ قرأت جہر سے پڑھ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں، **بینوا توجروا**

الجواب: اگر امام ان رکعتوں میں جن میں آہستہ پڑھنا واجب ہے جیسے ظہر وعصر کی سب رکعات اور عشاء کی پچھلی دو اور مغرب کی تیسری اتنا قرآن عظیم، جس سے فرض قرأت ادا ہو سکے (اور وہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب میں ایک آیت ہے) بھول کر بآواز پڑھ جائے گا تو بلا شبہہ سجدہ سہو واجب ہوگا اگر بلا عذر شرعی سجدہ نہ کیا یا اس قدر قصداً بآواز پڑھا تو نماز کا پھیرنا واجب ہے اور اگر اس مقدار سے کم مثلاً ایک آدھ کلمہ بآواز بلند نکل جائے تو مذہب راجح میں کچھ حرج نہیں۔۔۔۔۔۔۔ **واللہ تعالی اعلم**

امام نے آیت بھول جانے کے سبب دوسری آیت پڑھی کیا حکم ہے؟

سوال: امام نے نماز جمعہ میں ایک آیت پڑھی، بھول جانے کے سبب اس کو دوسری بار پڑھ کر دوسری آیتوں کی طرف منتقل کیا۔ ایسی صورتوں میں نماز مکروہ تحریمی، یا تنزیہی، یا جائز بلا کراہت یا سجد سہو لازم ہے یا نہیں۔ **بینوا توجروا**

جواب: جب کہ مجبوری سہو تھا کچھ کراہت نہیں اور اگر آیت کے یاد کرنے میں بقدر رکن ساکت نہ رہا تو سجدہ سہو بھی نہیں

• ائمہ	امام کی جمع، مراد	ائمہ اربعہ یعنی امام اعظم، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہم
• تحریم	حرام کرانا	
• لحم	گوشت	
• مذہب راجح	یعنی راجح قول کے مطابق	
• بقدر رکن ساکت نہ رہا	یعنی ۳ بار تسبیح سبحان ربی الاعلی العظیم پڑھنے کے برابر خاموش نہ رہا	

ورنہ سجدہ سہو لازم۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

نماز کے لئے کتنی قرأت ضروری ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیت **مایجوز به الصلوٰۃ** (جس سے نماز جائز ہوجائے) کتنی مقدار ہے؟

جواب: وہ آیت کہ چھ حرف سے کم نہ ہو۔ اور بہت نے اس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی کہ صرف ایک کلمہ کی نہ ہوتو ان کے نزدیک **مدھامتٰن** اگرچہ پوری آیت اور چھ حرف سے زائد ہے، جواز نماز کو کافی نہیں۔ اور امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی نے فرمایا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صرف **مدھامتٰن** سے بھی نماز جائز ہے اور اس میں اصلاً کرخلاف نہ فرمایا

اقول: اظہر یہی ہے مگر جب کہ ایک جماعت اسے ترجیح دے رہی ہے تو احتراز ہی میں احتیاط ہے۔۔۔۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

تین آیت کے بعد غلطی ہوتو نماز ہوگی یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے تین آیتوں کے بعد غلطی ہوئی، معنی بگڑ گیا جب کہ سورۂ یوسف شریف میں چار آیات کے بعد **رأیتُھم** کی جگہ **رأیتھم** پڑھا اس حالت میں نماز ہوگی یا نہیں۔

جواب: فسادِ معنی اگر ہزار آیت کے بعد نماز جاتی رہے گی۔ مگر یہاں **رأیتُھم** میں **تاؤ** زبر پڑھنا مفسد نماز نہیں **واللہ تعالیٰ اعلم**

☆☆☆



● جوازِ نماز	نماز جائز ہونا
● اظہر	بہت زیادہ واضح
● فسادِ معنی	معنی کا بگڑنا
● مفسدِ نماز	نماز کو فاسد کرنے والی

بَابُ الامَامَتُ

[فتاویٰ رضویہ مترجم]

جلد نمبر ۶ - ص ۵۴۶ تا ۶۲۵

سودی دستاویز لکھنے والے کی امامت!

امام، جماعت سے کتنے فاصلے پر کھڑا ہو؟

سوال: جو شخص کہ سودی دستاویز لکھا تا ہو لیکن لیتا نہ ہو اور جو ملازمان گورنمنٹ، مثل تھانہ دار، یا سب رجسٹرار اور نیز ملازمان چونگی، اگر پنج وقتہ نماز کے پابند نہیں۔ وہ امامت کر سکتے ہیں یا نہیں۔

(۲) امام جماعت سے کس قدر فاصلہ سے کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ کھڑا ہو۔ اس صورت میں کہ مقتدیوں کی صف پوری ہو۔

الجواب:

(۱) سودی دستاویز لکھانا، سود کا معاہدہ کرنا ہے اور وہ بھی حرام ہے۔ صحیح حدیث میں ہے **لعن رسول اللہ ﷺ أکل الربوا وموکله وکاتبه وشاهدیه وقال هم سواء،** رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی، سود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر۔ اور فرمایا وہ سب برابر ہیں جب اس کا تمسک لکھنا، موجب لعنت اور سود کھانے کے برابر ہے، تو خود اس کا معاہدہ کرنا کس درجہ خبیث و بدتر ہے۔ ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے۔ ہر وہ نوکری جس میں خلاف شریعت حکم دینا پڑتا ہو حرام ہے۔ اور رجسٹراری کا حال ابھی گزر چکا کہ اس میں سودی تمسکوں کا لکھنا اور اس کی تصدیق کرنا پڑتی ہے۔ تھانہ دار اگر رشوت لے یا جھوٹ مقدمے بنائے، جھوٹی گواہیاں دلوائے، لوگوں سے دبا دھمکا کر مال حاصل کرے، جب تو ظاہر ہے کہ یہ سب افعال سخت حرام ہیں۔ ورنہ چالان میں خلاف شریعت احکام کی اعانت ضرور ہوتی ہے۔ تو ایسی حالت میں شرعاً امامت کے لائق نہیں۔ ہاں چونگی کا ملازم اگر چونگی تحصیل کرنے پر نوکر ہے اور اس میں یہ نیت رکھتا ہے کہ لوگوں پر آسانی کرے اور لوگ خود دباؤ ڈال کر اور زیادہ روپیہ وصول کرتے ہیں، اس سے بچائے۔ تو اس میں حرج نہیں **کما فی الدر المختار** وہ اگر قابل امامت ہو، تو اس کی امامت میں مضائقہ نہیں۔

(۲) صف سے اتنا آگے کھڑا ہو کہ جو مقتدی اس کے پیچھے ہے اس کا سجدہ بطور مسنون بآسانی ہو جائے۔ بلا ضرورت اس سے کم فاصلہ رکھنا جس کے سبب مقتدیوں کو سجدہ میں تنگی ہو، منع ہے۔ یوں ہی فاصلہ کثیر عبث چھوڑنا خلاف سنت مکروہ

- تمسک — اقرار نامہ
- موجب لعنت — لعنت کا سبب
- تحصیل — حاصل کرنا



ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عاق کئے ہوئے انسان کی امامت؟

سوال:

(۱) باپ نے بیٹے کو عاق کر دیا اور پھر اس کی خطا معاف بھی کر دی، تو اس کی خطا معاف ہوئی یا نہیں۔ اور اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی؟

(۲) اگر کسی شخص سے چار جمعہ، حالت مرض میں پے درپے ساقط ہو گئے۔ تو پانچویں جمعہ میں نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:

(۱) ہاں، اگر وہ باپ کی نافرمانی اور باپ کو ناراض کرنے سے باز آیا اور سچے دل سے توبہ کی۔ تو خطا معاف ہو گئی۔ اور اب اس کے پیچھے نماز جائز ہو جائے گی۔ اور اگر وہ نافرمانی وایذائے پدر سے باز نہ آیا تو ضرور سخت اشد فاسق ہے۔ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ جس کا پھیرنا واجب ہے اور اسے امام بنانا گناہ۔ اگرچہ باپ اپنی مہربانی سے ہزار بار خطا معاف کر دے کہ یہ صرف باپ کی خطا نہیں، اللہ عزوجل کا بھی گناہ اور سخت گناہ شدید کبیرہ ہے، تو یہ فقط باپ کے معاف کئے کیوں کر معاف ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر مرض ایسا تھا کہ قابل حاضری جمعہ نہ تھا، تو اس پر کچھ الزام نہیں۔ اور اگر حاضر ہو سکتا تھا اور کاہلی اور بے ہمتی سے نہ آیا تو فاسق ہے۔ اسے امام کرنا گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سلام وقیام کے منکر کی امامت کیسی ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ قیام کرنا محفل مولد خیر الانام اور نماز تراویح کے بعد ختم قرآن مجید کے موقع پر اپنے پاس سے خواہ چندہ سے، شیرنی تقسیم کرنا جائز ہے یا بدعت۔ اور ایسا شخص جو قیام کا منکر اور جو تراویح کے بعد ختم قرآن کی شیرنی کا تقسیم کرنا بدعت سمجھتا ہو اور ناجائز کہتا ہو، اس کے پیچھے نماز کی اقتداء کرنا بروئے مذہب حنفی کیا ہے۔ ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں۔ یا کیا ہے۔ فقط

● بطور مسنون	سنت طریقے کے مطابق	● فاصلہ کثیر	لمبا فاصلہ
● ایذائے پدر	باپ کو تکلیف دینا	● محفل مولد خیر الانام	مراد حضور ﷺ کی محفل میلاد



الجواب: قیام وقت ذکرِ ولادت حضور سید الانام علیہ و علی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم جس طرح حرمین طیبین ومصر وشام وسائر بلاد اسلام میں رائج ومعمول ہے، ضرور مستحسن ومقبول ہے۔ علامہ سید جعفر برزنجی رحمہ اللہ تعالیٰ جن کا رسالہ میلاد پاک حرمین طیبین ودیگر بلاد عرب وعجم میں پڑھا جاتا ہے، اس رسالہ میں فرماتے ہیں **قد استحسن القیام عند ذکر ولادتہ ﷺ ائمۃ ذو روایۃ و درایۃ فطوبیٰ لمن کان تعظیمہ ﷺ غایۃ مرامہ و مرماہ** بے شک ذکر ولادت اقدس کے وقت قیام کرنا، ان اماموں نے مستحسن جانا، جو اصحاب روایت وارباب درایت تھے، تو خوشی اور شادمانی ہو اس کے لئے، جس کی نہایت مراد وغایت مقصود محمد ﷺ کی تعظیم ہو۔

یہاں آج کل اس قیام مبارک کو بدعت وناجائز کہنے والے حضرات وہابیہ ہیں **خذلھم اللہ تعالیٰ** اور وہابیہ زمانہ اب بدعت وضلالت سے ترقی کر کے معراج کفر تک پہنچ چکے ہیں۔ بہر حال ان کے پیچھے نماز ناجائز اور انہیں امام بنانا حرام۔ یوں ہی ختم قرآن عظیم کے وقت مسلمانوں میں شیرنی کی تقسیم بھی ایک امر حسن ومحمود ہے، اسے بدعت بتانا، انہیں اصول ضالہ وہابیت پر مبنی ہے۔ اللہ عزوجل نے تو وجوب ممانعت کی یہ معیار بتائی تھی **ما اتاکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنہ فانتھوا** رسول ﷺ جس بات کا تمہیں حکم دیں وہ اختیار کرو اور جس بات سے منع فرمائیں باز رہو۔ مگر وہابی صاحبوں نے معیار ممانعت یہ رکھی ہے کہ جسے ہم منع کر دیں اس سے بچو۔ اگر چہ اللہ رسول نے کہیں منع نہ فرمایا ہو۔ غرض یہ اس کا شرک فی الرسالۃ ہے۔ اس کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھی جائے۔ **واللہ عیاذ باللہ تعالیٰ**

جہاں کوئی سنی صحیح العقیدہ مسلمان نہ ہو، وہاں نماز وجنازہ کیسے؟

سوال: حضور مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ دیوبندی کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی، تو حضور ہم نے جو بے خبری میں ان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، ان کا کیا جائے اور حضور حسن پور (مراد آباد کا ایک علاقہ) سب مسجدوں میں وہی لوگ امام ہیں، تو اب ہم کیا کریں۔ اور اگر اپنی اپنی نماز پڑھ بھی لی، تو نماز جمعہ کو کیا کیا جائے۔ کیوں کہ جہاں جہاں جمعہ ہوتا ہے وہی امام ہیں اور عیدین بھی وہی پڑھاتے ہیں اور جنازہ کی بھی اور نماز تراویح بھی۔ پھر یہ کہ جب ہم مریں گے تو ہمارے جنازوں کی نماز بھی یہی پڑھائیں گے۔ تو حضور ہم بے نمازی ہی دفن ہوں گے، کیوں کہ اگر انہوں نے پڑھائی بھی تو وہ نماز ہی کیا ہوئی اور سنی بس ہم دو تین شخص ہیں۔ اول حضور کوئی ایسی ترکیب ارشاد ہو کہ جو نمازیں ہم نے ان کے پیچھے پڑھی ہیں



• حرمین طیبین	مکہ معظمہ و مدینہ منورہ	• سائر بلاد اسلام	تمام اسلامی شہر
• مستحسن	بہتر	• نہایت مراد وغایت مقصود	یعنی اصل مراد ومقصد
• ضلالت	گمراہی	• وجوب ممانعت	ممانعت کا واجب ہونا
• اصول ضالہ وہابیت	وہابیوں کے گمراہ کن اصول	• معیار ممانعت	منع کرنے کا معیار

معاف ہوجائے۔ کیوں کہ ہمارے ایمان ایسے کمزور ہیں کہ ہم سے پنج وقتہ نماز بھی ادا نہیں ہوتی تو حضور ان کی ادا کی کیا صورت ہو، وہ تو معاف ہونی چاہئے، کیوں کہ بے خبری میں ایسی خطا ہوئی۔ اور یہ بھی ناممکن ہے کہ حسن پور چھوڑ دیا جائے۔ حضور اس پر کچھ توجہ فرمائی جائے اور کوئی سبیل نکالی جائے۔ اور فوراً جو مسئلہ دریافت کرنا ہو کس سے دریافت کیا جائے کیوں کہ وہاں جو عالم ہیں وہ وہی ہیں۔ گو حسن پور میں میلاد شریف، تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ کثرت سے ہوتا ہے، مگر یہ خبر نہیں کہ ان کے پیچھے نماز بھی نہ پڑھی جائے۔

الجواب: دیوبندی عقیدے والوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ ہوگی ہی نہیں۔ فرض سر پر رہے گا۔ اور ان کے پیچھے پڑھنے کا شدید عظیم گناہ۔ امام محقق علی الاطلاق **فتح القدیر شرح ھدایہ** میں ہمارے تینوں ائمہ مذہب امام اعظم وامام ابو یوسف وامام محمد رضی اللہ تعالی عنہم سے نقل فرماتے ہیں **لا تجوز الصلوۃ خلف اھل الاھواء** اس میں سب برابر ہیں۔ نماز پنجگانہ ہو خواہ جمعہ یا عید یا جنازہ یا تراویح، کوئی بھی نماز۔ ان کے پیچھے ہوسکتی ہی نہیں۔ بلکہ اگر (ان کو قابل امامت یا مسلمان جاننا بھی درکنار) ان کے کفر میں شک ہی کرے تو خود کافر ہے۔ جب کہ ان کے خبیث اقوال (۱-حاشیہ) پر مطلع ہو۔ علماء کرام حرمین شریفین بالاتفاق فرماتے ہیں **من شک فی عذابہ و کفرہ فقدکفر**۔ جو شخص ان کے کافر ہونے میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔ جب وہاں میلاد شریف اور سوم وغیرہ کرنے والے بکثرت ہیں تو ضرور وہ لوگ دیوبندی نہیں، انہیں علماء کرام مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے فتوے (کہ دس برس سے چھپ کر تمام ملک میں شائع ہو رہے ہیں) دکھائیں اور رسالہ **تمہید ایمان** پڑھ پڑھ کر سنائیں۔ الحمد للہ مسلمان ایسے نہیں کہ محمد ﷺ کو گالیاں دینے والے کے پیچھے نماز جائز جانیں یا اسے مسلمان مانیں۔ انشاء اللہ تعالی اللہ عزوجل ضرور ہدایت واثر بخشے گا اور مسلمان ہوشیار ہوکر ان کے پیچھے نماز چھوڑ دیں گے اور سنی امام اپنے لئے پنجگانہ و جمعہ وعیدین و جنازہ سب کے لئے مقرر کریں گے ——— اور اگر بالفرض کوئی نہ سنے، تو دو آدمی مل کر سوائے جمعہ، سب نمازوں پنجگانہ وعیدین و جنازہ وغیرہ میں جماعت کر سکتے ہیں۔ ایک اور ایک مقتدی بس کافی ہے

اور جمعہ کے لئے ایک شخص اہل کو امام مقرر کیجئے کہ وہی عیدین کی بھی امامت کرے اور جمعہ میں کم سے کم تین مقتدی ہوں، جمعہ ہوجائے گا۔ زیادہ نہ مل سکیں تو کچھ حرج نہیں مگر یہ ضرور ہے کہ جمعہ وعیدین اعلان کے ساتھ ہوں۔ ظاہر کر

● خبیث اقوال: کفری باتیں، گندہ عقیدہ



دیا جائے کہ مسلمانوں کا جمعہ وعیدین فلاں جگہ ہوگی۔ جسے اللہ تعالی ہدایت دے گا شریک ہو جائے گا۔
ان کے پیچھے جو نمازیں بے خبری میں پڑھیں، ان کا علاج ایک تو توبہ ہے۔ دوسرے یہ ضرور ہے کہ ان نمازوں کی قضا پڑھی جائے۔ اندازہ اتنا کر لیا جائے کہ کوئی نماز باقی نہ رہ جائے۔ زیادہ ہو جائیں تو حرج نہیں۔
اگر کوئی شخص دارالحرب خاص کفار کی بستی میں بسے، جہاں مثلاً صرف ہندو ہوں اور وہ کہے کہ میں یہاں کی سکونت تو چھوڑ نہیں سکتا، یہ بتاؤ کہ فوری ضرورت کے مسئلہ کس سے پوچھوں؟ تو کیا اس سے یہ کہہ دیا جائے گا کہ پنڈت سے پوچھ لیا کرو **انا للہ و انا الیہ راجعون**۔ واللہ تعالی اعلم

اگر امام کا عقیدہ معلوم نہ ہو اور جماعت تیار ہو؟ امام میں نقص ہو اور جماعت تیار تو کیا کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسئلوں میں

(۱) کسی مسجد میں جماعت تیار ہے لیکن اتنا وقت نہیں کہ دریافت کیا جائے کہ امام سنی ہے یا وہابی۔ تو جماعت سے نماز پڑھنا چاہیے یا اپنی علیحدہ۔

(۲) مسجد میں جماعت ہو رہی ہے اور امام میں نقص شرعی ہے، تو جماعت چھوڑ کر فوراً ہی اپنے فرض پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

(۳) عاق شدہ کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) جب کہ شبہ کی کوئی وجہ قوی نہ ہو جماعت سے پڑھے۔ پھر اگر تحقیق ہو وہ امام وہابی تھا، نماز پھیرے۔ **واللہ تعالی اعلم**

(۲) اگر امام میں ایسا نقص ہے کہ اس کے پیچھے نماز باطل ہے، مثلاً وہابی ہے یا قرآن مجید غلط پڑھتا ہے یا طہارت صحیح نہیں، جب تو وہ نماز نماز ہی نہیں، اگر صحیح جماعت کر سکتا ہو تو اس جماعت کے ہوتے ہوئے اپنی جماعت قائم کرے اگر فتنہ نہ ہو۔ اپنی جماعت نہ مل سکے تو تنہا پڑھے۔ اور اگر نقص ایسا ہے کہ اسکے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے جیسے فاسق

● دارالحرب — وہ ملک جہاں ہمیشہ غیر مسلموں کی حکومت ہو اور مسلمانوں کو مذہبی کاموں سے روکا جائے
● نقص شرعی — شرعی کمی



معلن تو دوسری جگہ جماعت کو چلا جائے ورنہ نہیں۔ اس جماعت کے بعد دوسری جماعت کرے یا تنہا پڑھے اور اگر صرف کراہت تنزیہیہ ہے تو اس جماعت کا ترک جائز نہیں، شامل ہوجائے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

(۳) شرعاً عاق وہ ہے جو بلاوجہ شرعی ماں باپ کو ایذا دے۔ ان کی نافرمانی کرے۔ ایسا شخص فاسق ہے۔ پھر وہ یہ گناہ علانیہ کرتا ہے تو فاسق معلن ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ اور اگر علانیہ نہیں کرتا تو اسکے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کہ پڑھنی جائز اور پھیرنی مستحب۔ اور اگر یہ ان کو ایذا نہیں دیتا، غیر معصیت میں ان کی نافرمانی نہیں کرتا، اگرچہ معصیت میں ان کا کہنا نہ مانتا ہو، اگرچہ اس سے ایذا ہوتا ہو، تو وہ عاق نہیں۔ اگرچہ وہ سو بار کہیں کہ ہم نے تجھے عاق کیا۔ جب اس کے ذمہ مواخذہ شرعی نہ ہو، تو اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اگرچہ جاہل اسے عاق شدہ سمجھیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

نافرمان شاگرد کی امامت!

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ زید نے عمرو سے مثلاً بوستاں گلستاں کے بچپن میں دو یا تین سبق پڑھے تھے، اب ان میں رنج ہوگیا اور عمرو نے اسے عاق کر دیا، تو زید کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر شاگرد کا قصور تا حد فسق ہے اور بوجہ اعلان مشہور و معروف ہے، تو اسے امام بنانا جائز نہیں اور اس کے پیچھے نماز گناہ۔ اور اس کا قصور نہیں یا حد فسق تک نہیں، یا وہ بالاعلان اس کا مرتکب نہیں، تو ان پہلی دو صورتوں میں اس کے پیچھے نماز میں اس وجہ سے کوئی کراہت نہیں اور پچھلی صورت میں مکروہ تنزیہی خلاف اولیٰ ہے۔ باقی عاق کر دینا کوئی شے نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کس کی امامت جائز اور کس کی ناجائز؟

سوال: کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ امامت کن کن شخصوں کی جائز ہے اور کن کن کی ناجائز اور مکروہ۔ اور سب سے بہتر امامت کس شخص کی ہے۔

الجواب:



● غیر معصیت	جو گناہ کا کام نہ ہو	● مواخذہ شرعی	شرعی گرفت
● عاق شدہ	نافرمان قرار دیا ہوا	● تا حد فسق	فسق کی حد تک
● بوجہ اعلان	اعلانیہ نافرمانی کرنے کے سبب		

● جو قرات غلط پڑھتا ہو جس سے معنی فاسد ہوں ● یا وضو یا غسل صحیح نہ کرتا ہو ● یا ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو جیسے وہابی رافضی، غیر مقلد، نیچری، قادیانی، چکڑالوی وغیرہم ● یا وہ جو ان میں سے کسی کے عقائد پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے ● یا اس کے کافر کہنے میں تامل کرے ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔

اور جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو جیسے ● تفضیلیہ کہ مولی علی کو شیخین سے افضل بتاتے ہیں **رضی اللہ تعالی عنہم** ● یا تفسیقیہ کہ بعض صحابہ کرام مثل امیر معاویہ و عمرو بن عاص و ابوموسیٰ اشعری و مغیرہ بن شعبہ **رضی اللہ تعالی عنہم** کو برا کہتے ہیں، ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمیہ مکروہ ہے کہ انہیں امام بنانا حرام اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جتنی پڑھی ہوں سب کا پھیرنا واجب ——— اور انہیں کے قریب ہے ● فاسق معلن مثلا داڑھی منڈوا ● یا خشخاشی رکھنے والا ● یا کتروا کر حد شرع سے کم کرنے والا ● یا کندھوں سے نیچے عورتوں کے سے بال رکھنے والا ● خصوصا وہ جو چوٹی گندھوائے اور اس میں موباف ڈالے، ● یا ریشمی کپڑے پہنے، ● یا مغربی ٹوپی ● یا ساڑھے چار ماشے سے زائد کی انگوٹھی ● یا کئی نگ کی انگوٹھی ● یا ایک نگ کی دو انگوٹھی اگرچہ مل کر ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی ہوں ● یا سود خوار ● یا ناچ دیکھنے والا ان کے پیچھے بھی نماز مکروہ تحریمی ہے ——— اور جو فاسق معلن نہیں یا قرآن عظیم میں وہ غلطیاں کرتا ہے جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی، یا نابینا، یا جاہل، یا غلام، یا ولد الزنا، یا خوبصورت امرد، یا جذامی، یا برص والا جس سے لوگ کراہت و نفرت کرتے ہوں اس قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کہ پڑھنی خلاف اولی اور پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں۔

اور اگر یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین میں سب سے زائد مسائل نماز و طہارت کا علم رکھتے ہوں تو انہیں کی امامت اولی ہے، بخلاف ان سے پہلی دو قسم والوں سے کہ اگرچہ عالم تبحر ہو وہی حکم کراہت رکھتا ہے۔ مگر جہاں جمعہ و عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور ان کا امام بدعتی یا فاسق معلن ہے اور دوسرا امام نہ مل سکتا ہو، وہاں ان کے پیچھے جمعہ و عیدین پڑھ لئے جاویں بخلاف قسم اول مثل دیوبندی وغیرہم، نہ ان کی نماز نماز ہے۔ نہ ان کے پیچھے نماز نماز۔

بالفرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لئے نہ مل سکے تو جمعہ و عیدین کا ترک فرض ہے۔ جمعہ کے بدلے ظہر پڑھیں اور عیدین کا کچھ عوض نہیں۔ امام اسے کیا جائے جو سنی صحیح العقیدہ، صحیح الطہارۃ، صحیح القراۃ مسائل نماز و طہارت کا عالم، غیر فاسق ہو۔ نہ اس میں کوئی ایسا جسمانی یا روحانی عیب ہو جس سے لوگوں کو تنفر ہو۔ یہ

● بکراہت شدیدہ	سخت ناپسندیدہ	● موباف ڈالے	فیتہ، ربن والے
● مغربی ٹوپی	انگریزی طرز کی ٹوپی	● ولد الزنا	حرام زادہ
● خوبصورت امرد	کمسن خوبصورت لڑکا		



ہے اس مسئلہ کا اجمالی جواب اور تفصیل، موجب تطویل واطناب **واللہ تعالی اعلم بالصواب۔**

کس کی امامت جائز، کس کی ناجائز اور کس کی بہتر!

سوال: کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ امامت کس کس شخص کی جائز ہے اور کس کس کی ناجائز اور مکروہ۔ اور سب سے بہتر امامت کس شخص کی ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب: جو قرأت غلط پڑھتا ہو جس سے معنی فاسد ہوں، یا وضو یا غسل صحیح نہ کرتا ہو، یا ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو، جیسے وہابی، رافضی، غیر مقلد، نیچری، قادیانی، چکڑالوی وغیرہم۔ ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔

اور جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو، جیسے:

(۱) تفضیلیہ کہ مولی علی کو شیخین سے افضل بتاتے ہیں، **رضی اللہ تعالی عنہم۔**

(۲) یا تفسیقیہ، کہ بعض صحابۂ کرام مثل امیر معاویہ و عمرو بن عاص و ابو موسیٰ اشعری و مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہم کو برا کہتے ہیں، ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمہ مکروہ ہے۔ کہ انہیں امام بنانا حرام، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ، اور جتنی پڑھی ہوں، سب کا پھیرنا واجب۔

اور انہیں کے قریب ہے فاسق معلن۔ مثلاً ڈاڑھی منڈا، یا خشخاشی رکھنے والا، یا کترواکر حد شرع سے کم کرنے والا، یا کندھوں کے نیچے عورتوں کے سے بال رکھنے والا، خصوصاً وہ جو چوٹی گندھوائے اور اس میں مباف ڈالے، یا ریشمی کپڑا پہنے، یا مغربی ٹوپی، یا ساڑھے چار ماشہ سے زائد کی انگوٹھی، یا ایک نگ کی دو انگوٹھی اگرچہ مل کر ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی ہوں، یا سود خوار، یا ناچ دیکھنے والا۔ ان سب کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

اور جو فاسق معلن نہیں، یا قرآن عظیم میں وہ غلطیاں کرتا ہے جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی، یا نابینا یا جاہل یا غلام یا ولد الزنا یا خوبصورت امرد یا جذامی یا برص والا جس سے لوگ کراہت ونفرت کرتے ہوں اس قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کہ پڑھنی خلاف اولی اور پڑھ لیں تو حرج نہیں۔

اگر یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین میں سب سے زائد مسائل نماز وطہارت کا علم رکھتے ہوں تو انہیں کی امامت اولی ہے بخلاف ان سے پہلی دو قسم والوں سے، اگرچہ عالم متبحر ہو، وہی حکم کراہت رکھتا ہے۔ مگر جہاں جمعہ یا عیدین ایک



- عالم متبحر: ماہر اور بڑا عالم
- بکراہت شدیدہ تحریمہ مکروہ: سخت مکروہ تحریم
- موجب تطویل واطناب: تفصیلی طوالت کا سبب
- شیخین: حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ
- صحیح الطہارۃ، صحیح القراۃ: طہارت اور قرآن پاک کو صحیح طور پہ ادا کرنے والا

ہی جگہ ہوتے ہوں اوران کا امام بدعتی یا فاسق معلن ہے اور دوسرا امام نہ مل سکتا ہو، وہاں ان کے پیچھے جمعہ یا عیدین پڑھ لئے جائیں۔ بخلاف قسم اول مثل دیوبندی وغیرہم، کہ نہ انکی نماز نماز ہے نہ ان کے پیچھے نماز نماز۔ بالفرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لئے نہ مل سکے تو جمعہ وعیدین کا ترک فرض ہے۔ جمعہ کے بدلے ظہر پڑھے اور عیدین کا کچھ عوض نہیں۔

امام اسے کیا جائے جو (۱) سنی صحیح العقیدہ (۲) صحیح الطہارت (۳) صحیح القرأۃ ہو (۴) مسائل نماز وطہارت کا عالم غیر فاسق ہو۔ (۵) نہ اس میں کوئی ایسا جسمانی یا روحانی عیب ہو جس سے لوگوں کو تنفر ہو۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

احکام شریعت

☆☆☆



● جذامی : کوڑھ کا مریض

● برص والا سفید داغ والا مریض

بَابُ الجَمَاعَتُ

[فتاوی رضویہ مترجم]

جلد نمبر ۷ - صفحہ ۹۳ تا ۲۴۹

طالب علم پر جماعت واجب ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طالب العلم پر جو طلب علم دین کرتا ہے، جماعت نماز پنجگانہ واجب ہے یا نہیں۔ بینو تواجروا

الجواب: علماء نے طالب و مشتغل علم کو احیاناً ترک جماعت میں معذور رکھا ہے بچند شرائط ● اس کا اشتغال خاص علم فقہ سے ہو کہ مقصود اصلی ہے، نہ نحو و صرف ولغت و معانی و بیان و بدیع وغیرہا اگر چہ بوجہ آلیت، داخل علم دین ہیں ● اور وہ اشتغال بدرجہ استغراق ہو جس کے سبب فرصت نہ پائے، نہ یہ کہ اشتغال فقہ کا بہانہ کر کے جماعت تو ترک کرے اور اپنا وقت بطالت و فضولیات میں گذارے، جیسا کہ بہت طلباء زمانہ کا انداز ہے۔ ● یا حالت ایسی ہو کہ کسی وقت اہتمام جماعت کے سبب اس کے کام میں حرج واقع ہو، جس کا بندوبست نہ کر سکے۔ نہ دوسرا وقت اس کا بدل سکتا ہو مثلاً ایک مجمع طلباء کے ساتھ فقہ کا درس رکھتا ہے اگر اس جماعت کو جائے یہ جماعت نہ پائے۔ پھر باایں ہمہ کسل نفس کے لئے اس مسئلہ کو حیلہ بنا کر ترک جماعت پر مداومت نہ کرے بلکہ احیاناً واقع ہو ورنہ معذور نہ ہوگا بلکہ مستحق تعزیر ٹھہرے گا۔

آٹھ نو برس کا لڑکا صف میں کہاں کھڑا ہو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سمجھ دار لڑکا آٹھ نو برس کا، جو نماز خوب جانتا ہے، اگر تنہا ہو تو آیا اسے یہ حکم ہے کہ صف سے دور کھڑا ہو یا صف میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: صورت مستفسرہ میں اسے صف سے دور یعنی بیچ میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا کرنا تو منع ہے فان الصبی الممیز الذی یعقل الصلاۃ صحیحۃ قطعاً و قد امر النبی ﷺ بسد الفرج والتراص فی الصفوف ونھی عن خلافہ بنھی شدید (کیوں کہ وہ بچہ جو صاحب شعور ہو اور نماز کو سمجھتا ہو اس کی نماز یقیناً درست ہے۔ حضور علیہ ﷺ نے

● طالب و مشتغل	طلب کرنے والا، مشغول رہنے والا	● احیاناً	کبھی کبھی
● بچند شرائط	چند شرطوں کے ساتھ	● اشتغال	مشغول ہونا
● نحو و صرف ولغت و معانی و بیان و بدیع	یہ سب فنون کے نام ہیں	● بوجہ آلیت	آلہ ہونے کے سبب، یعنی یہ سارے فنون اصل علم فقہ کے سمجھنے سمجھانے کا آلہ ہیں
● بدرجہ استغراق	اسی میں مشغول رہنے کے سبب	● بطالت و فضولیات	لغو اور فضول کام
● کسل نفس	سستی	● مداومت	ہمیشہ ایسا ہی کرنا
● مستحق تعزیر	سزا کا مستحق	● صورت مستفسرہ:	پوچھے گئے سوال کی صورت میں



صفوں کو پُر کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کے خلاف کرنے کا منع فرمایا ہے) اور یہ بھی کوئی ضروری امر نہیں کہ وہ صف کے بائیں ہی ہاتھ کو کھڑا ہو۔ علماء اسے صف میں آنے اور مردوں کے درمیان کھڑے ہونے کی صاف اجازت دیتے ہیں۔ درمختار میں ہے لو احد ا دخل الصف مراقی الفلاح میں ہے ان لم یکن جمع من الصبیان یقوم الصبی بین الرجال (یعنی اگر بچے زیادہ نہ ہوں تو بچہ مردوں کے درمیان کھڑا ہو جائے) بعض بے علم جو یہ ظلم کرتے ہیں کہ لڑکا پہلے سے داخل نماز ہے، اب یہ آئے، تو اسے نیت بندھا ہوا ہٹا کر کنارے کر دیتے ہیں اور خود بیچ میں کھڑے ہو جاتے ہیں، یہ محض جہالت ہے۔ اسی طرح یہ خیال کہ لڑکا برابر کھڑا ہو تو مرد کی نماز نہ ہوگی غلط و خطا ہے، جس کی کچھ اصل نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

مقتدی التحیات پڑھ رہا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ابھی مقتدی التحیات پوری نہ کرنے پایا تھا کہ امام کھڑا ہو گیا، یا سلام پھیر دیا تو مقتدی التحیات پوری کر لے یا اتنی ہی پڑھ کر چھوڑ دے۔ بینوا توجروا

الجواب: ہر صورت میں پوری کرلے، اگرچہ اس میں کتنی دیر ہو جائے لان التشھد واجب والواجب لا یترك لسنة والمسئلة منصوص علیھا فی الخانیة وغیرھا وفی کتب العلماء (یعنی تشہد واجب ہے اور واجب کو سنت کی وجہ سے ترک نہیں کیا جا سکتا۔ اس پر "خانیہ" اور دیگر علماء کی کتابوں میں نصوص موجود ہیں) واللہ سبحانہ و تعالٰی اعلم۔

دوسری جماعت کرنا، نہ کرنا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ کی نسبت کیا حکم ہے۔ یہاں بعض لوگوں کو اس کی ممانعت میں تشدد ہے۔ جماعت اولیٰ کے بعد آٹھ آٹھ دس دس آدمی جمع ہو جاتے ہیں، مگر جماعت نہیں کرتے۔ برابر کھڑے ہو کر علیحدہ علیحدہ پڑھتے ہیں۔ یہ کیسا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:

(۱) مسجد اگر شارع عام یا بازار کی ہے، جس کے لئے اہل معین نہیں۔ جب تو بالاجماع اس میں تکرار جماعت باذان جدید



• نصوص	:دلائل	• جماعت ثانیہ	:دوسری جماعت
• ممانعت	منع کرنا	• تشدد	سختی
• شارع عام	عام راستہ	• اہل	یعنی لائق امامت
• بالاجماع	:تمام حنفی اماموں کا اتفاق	• تکرار جماعت	پہلی جماعت کے علاوہ جماعت کرنا

تکبیر جدید جائز۔ بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ نوبت بہ نوبت جو لوگ آئیں، نئی اذان و اقامت سے جماعت کرتے جائیں۔

(۲) اگر مسجدِ محلہ ہے، تو اگر اس کے غیر اہل جماعت کر گئے ہیں، تو اہل محلہ کو تکرار جماعت بلاشبہ جائز۔

(۳) یا اول اہل ہی نے جماعت کی، مگر بے اذان پڑھ گئے:

(۴) یا اذان آہستہ دی، تو ان کے بعد آنے والے باذان جدید بروجہ سنت اعادہ جماعت کریں۔

(۵) یا اگر امام میں کسی نقص قرات وغیرہ یا فسق یا مخالفت مذہب کے باعث جماعت اولی فاسدہ یا مطلقاً مکروہ یا باقی ماندہ لوگوں کے حق میں غیر اکمل واقع ہوئی، جب بھی انہیں اعادہ جماعت سے مانع نہیں۔

یہ سب صورتیں تو قطعی یقینی ہیں۔ اب رہی ایک صورت کہ مسجد، مسجدِ محلہ ہے اور اس کے اہل بروجہ مسنون اذان دے کر امام نظیف، موافق المذہب کے پیچھے جماعت کر چکے۔ اب غیر لوگ یا اہل محلہ ہی سے جو باقی رہ گئے تھے، آئے۔ انہیں بھی اس مسجد میں جماعت ثانیہ جائز ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔ ظاہر الروایہ سے حکم کراہت نقل کیا گیا۔ اور علامہ محقق اجل مولیٰ خسرو نے دررو غرر اور مدقق اکمل علامہ محمد بن علی دمشقی حصکفی نے خزائن الاسرار میں فرمایا کہ اس کراہت کا محل صرف اس صورت میں ہے جب یہ لوگ باذان جدید جماعت ثانیہ کریں، ورنہ بالاجماع مکروہ نہیں۔ اور اسی طرف درمختار میں اشارہ فرمایا اور ایسے ہی منبع وغیرہ میں تصریح کی اور قول محقق منقح یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اذان جدید کے ساتھ اعادہ جماعت کریں تو مکروہ تحریمی، ورنہ اگر محراب نہ بدلیں تو مکروہ تنزیہی، ورنہ اصلاً کسی طرح کی کراہت نہیں۔ یہی صحیح ہے اور یہی ماخوذ للفتویٰ۔

بالجملہ جماعت ثانیہ جس طرح عامۂ بلاد میں رائج و معمول دررو منبع و خزائن شروح معتمدہ کے طور پر تو بالاجماع اور عند التحقیق قول صحیح و مفتی بہ پر بلا کراہت جائز ہے کہ دوسری جماعت والے تجدید اذان نہیں کرتے اور محراب سے ہٹ ہی کر کھڑے ہوتے ہیں اور ہم پر لازم کہ ائمہ فتویٰ جس امر کی ترجیح و تصحیح فرما گئے، اس کا

● باذان جدید	نئی اذان کے ساتھ	● نوبت بہ نوبت	ایک کے بعد دوسرا
● اقامت	تکبیر کہنا	● بروجہ سنت	سنت کے مطابق
● غیر اکمل	کامل طور پہ ادا نہ ہونا	● مانع	روکنے والا
● نظیف	ستھرا	● مختلف فیہا	جس میں اختلاف ہو
● ظاہر الروایہ	حنفیوں کی وہ ۶ مستند کتابیں جن سے فتویٰ دیا جاتا ہے	● محقق منقح	واضح اور ظاہر قول
● عامۂ بلاد	عام شہر		



اتباع کریں۔ درمختار میں ہے اما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ کما لو افتونا فی حیاتھم پھر خلاف صحیح مذہب اختیار کرکے اسے ناجائز و ممنوع بتانا اور اس کے سبب لاکھوں کروروں مسلمانوں کو گنہگار ٹھہرانا محض بیجا ہے

ثم اقول حال زمانہ کی رعایت اور مصلحت وقت کا لحاظ بھی مفتی پر واجب۔ علماء فرماتے ہیں من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل۔ اب دیکھئے نا کہ جماعت ثانیہ کی بندش میں کوشش وکاوش سے یہ تو نہ ہوا کہ عوام جماعت اولی کا التزام تام کرلیتے۔ رہا وہی کہ کچھ آئے کچھ نہ آئے۔ ہاں یہ ہوا کہ آٹھ آٹھ، دس دس جورہ جاتے ہیں ایک مسجد میں ایک وقت میں اکیلے اکیلے نماز پڑھ کر ناحق روافض سے مشابہت پاتے ہیں۔ حضرات مجتہدین رضوان اللہ تعالی اجمعین کے زمانے میں ایسی مشابہت پیدا ہونا درکنار، خود جماعت کی برکات عالیہ ظاہریہ و باطنیہ سے محروم رہنا ایک سخت تازیانہ تھا، جس کے ڈر سے عوام خواہی نخواہی جماعت اولی کی کوشش کرتے۔ اب وہ خوف بالائے طاق اور اہتمام التزام معلوم۔ جماعت کی جو قدرے وقعت نگاہوں میں ہے کہ اگر رہ گئے اور تنہا پڑھی، ایک طرح کی خجالت وندامت ہوتی ہے جب بفتوی مفتیان یہی انداز رہے اور گروہ کے گروہ اکیلے اکیلے پڑھا کئے، تو ایک تو "مرگ انبوہ جشنے دارد" دوسرے شدہ شدہ عادت سی پڑجاتی ہے۔ چند روز میں یہ رہی سہی وقعت بھی نظر سے گرجائے گی اور اس کے ساتھ ہی سستی وکاہلی اپنی نہایت پر آئے گی۔ اب تو یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ خیر اگر پہلی جماعت فوت ہوئی، ایسی دیر تو نہ کیجئے کہ اکیلے ہی رہ جائیں اور تنہا پڑھ کر محرومی وندامت کا صدمہ اٹھائیں۔ جب یہ ہوگا کہ جماعت تو آخر ہوچکی اول تو ہوچکی، اب جماعت ملنے سے رہی، اپنی اکیلی نماز ہے، جب جی میں آیا، پڑھ لیں گے۔ یا پھر مسجد کی بھی کیا حاجت ہے، لاؤ گھر ہی میں سہی .... یا ھذا ائمہ فتوی رحمھم اللہ تعالی کچھ سوچ سمجھ کر ترجیح وتصحیح فرمایا کرتے ہیں۔ من وتو ان کے علوم وسیعہ و عقول رفیعہ لاکھوں درجے بلند وبالا ہیں۔ روایت درایت ومصالح شریعت وزمانہ وحالت کو جیسا وہ جانتے ہیں، دوسرا کیا جانے گا۔ فاللہ الھادی وولی الایادی اس مسئلہ میں کلام طویل ہے اور عبد ذلیل پر فیض مولی عزیز و جلیل۔ اگر تفصیل کیجئے رسالہ مبسوط ہوتا ہے لیکن ع



- بندش: یعنی قائم کرنا
- عالیہ ظاہریہ وباطنیہ: یعنی جماعت کی ظاہری اور باطنی برکتیں
- شدہ شدہ: یعنی آہستہ آہستہ
- علوم وسیعہ وعقول رفیعہ: بلند بالا علم اور اعلی سمجھ
- روایت درایت ومصالح شریعت: یعنی شریعت کے تمام پہلوؤں اور حالات پہ جتنی گہری نگاہ ان کی تھی
- کلام طویل: یعنی لمبی بحثیں ہیں
- التزام تام: یعنی پابندی سے
- بفتوی مفتیان: مفتیوں کے فتوے سے
- من وتو: یعنی ہم جیسے لوگ

درخانہ اگر کس است یک حرف بس است

تنبیہ: مگر یہ ان کے لئے ہے جو احیاناً کسی عذر کے باعث حاضری جماعت اولی سے محروم رہے، نہ یہ کہ جماعت ثانیہ کے بھروسہ پر قصداً بلا عذر مقبول شرعی، جماعت اولی ترک کریں۔ یہ بلاشبہ ناجائز ہے۔ کما حققناہ فی فتاونا. واللہ تعالی اعلم

ایک مقتدی کے ساتھ جماعت ہو رہی تھی، دوسرا آیا، کیا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے ساتھ ایک مقتدی برابر کھڑا ہے۔ دوسرا اور آیا۔ نہ وہ مقتدی اول، پیچھے ہٹا۔ نہ امام آگے بڑھا، تو یہ، اس مقتدی کو نیت باندھ کر کھینچے یا بے نیت باندھے بینوا توجروا

الجواب: دونوں صورتیں جائز ہیں۔ فتح القدیر سے مستفاد کہ نیت باندھ کر کھینچنا اولی ہے اور خلاصہ میں تصریح فرمائی کہ پہلے کھینچ کر نیت باندھنی مناسب ہے۔ بہر حال دونوں طریقے روا ہیں۔ فتح القدیر کی عبارت یہ ہے لو اقتدی واحد بآخر فجاء ثالث یجذب المقتدی بعد التکبیر و لو جذبہ قبل التکبیر لا یضرہ خلاصہ کا نص یہ ہے ینبغی ان یجذب احدا من الصف فی المسجد او فی الصحرا اولا ثم یکبر.

مگر یہاں واجب التنبیہ یہ بات کہ کھینچنا اسی کو چاہئے جو ذی علم ہو یعنی اس مسئلہ کی نیت سے آگاہ ہو۔ ورنہ نہ کھینچے کہ مبادا وہ بسبب ناواقفی اپنی نماز فاسد کر لے۔ تحقیق منقح اس مسئلہ میں یہ ہے کہ نماز میں جس طرح اللہ اور اللہ کے رسول کے سوا دوسرے سے کلام کرنا مفسد ہے، یونہی اللہ و رسول کے سوا کسی کا کہنا ماننا جل جلالہ و ﷺ ـــــ پس اگر ایک شخص نے کسی نمازی کو پیچھے کھینچا یا آگے بڑھنے کو کہا اگر وہ اس کا حکم مان کر ہٹا، نماز جاتی رہی۔ اگرچہ یہ حکم دینے والا نیت باندھ چکا ہو۔ اور اگر اس کے حکم سے کام نہ رکھا بلکہ مسئلہ شرع کے لحاظ سے حرکت کی تو نماز میں کچھ خلل نہیں، اگرچہ اس کہنے والے نے نیت نہ باندھی ہو۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس کے کہتے ہی فوراً حرکت نہ کرے، بلکہ ایک ذرا تامل کر لے، تا کہ بظاہر غیر کے حکم ماننے کی صورت بھی نہ رہے۔ جب فرق صرف نیت کا ہے اور زمانہ پر جہل غالب، تو عجب نہیں کہ اس فرق سے غافل ہو کر بلاوجہ اپنی نماز خراب کر لیں۔ ولہذا علماء نے فرمایا غیر ذی علم کو اصلاً نہ کھینچے اور یہاں ذی علم وہ جو اس مسئلہ اور نیت کے فرق سے آگاہ ہو۔

● حاضری جماعت اولی	پہلی جماعت کی حاضری
● مستفاد	یعنی خلاصہ
● بسبب ناواقفی	واقفیت نہ ہونے کے سبب
● تحقیق منقح	واضح تحقیق
● زمانہ پر جہل غالب	یعنی اس دور کے لوگ علم کم رکھتے ہیں



رہا یہ کہ جب نہ مقتدی ہٹے نہ امام بڑھے نہ وہ ذی علم ہو کہ یہ کھینچ سکے، یا مثلاً امام قعدہ اخیرہ میں ہو جہاں ان باتوں کا محل ہی نہیں تو ایسی صورت میں ان آنے والے کو کیا کرنا چاہئے؟ اگر امام کے ساتھ ایک ہی مقتدی ہو اس کے بائیں ہاتھ پر یہ مل جائے کہ امام کے برابر دو مقتدیوں کا ہونا صرف خلاف اولی ہے۔ اور اگر پہلے سے دو ہیں تو یہ پیچھے شامل ہو جائے کہ امام کی برابر تین مقتدیوں کا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ تعالی اعلم

دوسری جماعت کے لئے اقامت کہی جائے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ میں اقامت کہی جائے یا نہیں اور جماعت ثانیہ میں امام کو زور سے جہری نماز میں قرات کرنی چاہئے، یا جماعت اولی کے لوگ جو سنتیں پڑھ رہے ہیں ان کے خیال سے، برائے نام آواز سے پڑھے، تاکہ دوسروں کی نماز میں ذہن نہ منتقل ہو۔ جو شرعی حکم ہو، ارشاد فرمائیں۔

الجواب: جماعت ثانیہ کے لئے اعادہ اذان ناجائز ہے۔ تکبیر میں حرج نہیں اور اس کا امام نماز جہری میں بقدر حاجت جماعت جہر کرے گا، اگرچہ اور لوگ سنتے پڑھتے ہوں۔ واللہ تعالی اعلم

امامت کے دوران اگر امام کا وضو ٹوٹ جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر نماز پڑھاتے میں امام کا وضو جاتا رہے تو مقتدی کیا کریں اور ان کی نماز کیوں کر درست رہے۔ بینوا توجروا

الجواب: یہ صورت استخلاف کی ہے کہ امام قبل اس کے کہ وضو کرنے کو مسجد سے باہر نکلے مقتدیوں میں سے کسی صالح امامت کو اپنا خلیفہ کر دے اور وہ خلیفہ نہ کرے تو مقتدی اپنے میں سے ایک کو امام کر دیں۔ یا ان میں سے کوئی خود ہی آگے بڑھ جائے، بشرطے کہ امام ابھی مسجد سے خارج نہ ہوا ہو، کہ خلیفہ اس کی جگہ جا کھڑا ہو۔ ان صورتوں میں بعد لحاظ شرائط کثیرہ نماز قائم رہے گی۔ اور اگر پانی مسجد ہی میں مل سکے کہ وضو کے لئے باہر جانا نہ پڑے، تو ان باتوں کی حاجت نہیں بلکہ مقتدی اپنی حالت پر باقی رہیں اور امام وضو کر کے آجائے اور نماز جہاں سے چھوڑی تھی شروع کر دے۔



- غیر ذی علم: جو اس مسئلہ سے واقف نہ ہو
- اعادہ اذان: اذان کا لوٹانا
- نماز جہری میں: جن نمازوں میں قرأت بلند آواز سے پڑھنے کا حکم ہے
- بقدر حاجت جماعت: جماعت میں شامل لوگوں کو جتنی آواز کی ضرورت ہو
- اصلا: بالکل
- اقامت: جماعت کے لئے کہی جانے والی تکبیر

مگر یہ مسئلہ استخلاف ایک سخت دشوار و کثیر الشقوق مسئلہ ہے، جس میں بہت شرائط اور بکثرت اختلافِ صور سے اختلاف احکام ہے، جن کی پوری مراعات عام لوگوں سے کم متوقع۔ لہٰذا وہ ان امور کے خیال میں نہ پڑیں بلکہ جو بات احسن وافضل واعلیٰ واکمل ہے، اسی پر کاربند رہیں یعنی اس نیت کو توڑ کر از سرِ نو نماز پڑھنا کہ جو لوگ علم کافی رکھتے اور مراعات جمیع احکام پر قادر ہیں، ان کے لئے بھی افضل یہی ہے تو عام لوگ ایک خلاف افضل بات کے حاصل کرنے کو ایسے راہ دشوار گزار میں کیوں پڑیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆



- استخلاف: خلیفہ بنانا
- بعد لحاظ شرائط کثیرہ: بہت ساری شرطوں کو پورا کرنے کے بعد
- بکثرت اختلاف صور: اختلاف کی مختلف صورتیں
- متوقع: توقع، امید
- صالح امامت: امامت کے لائق
- کثیر الشقوق: بہت ساری شقیں
- اختلاف احکام: مختلف احکام
- مراعات جمیع احکام: تمام احکام کی رعایت

بَابُ مُفسِدَاتِ الصَّلوٰۃ

[فتاویٰ رضویہ مترجم]

جلد نمبر ۷ - ص ۲۵۴ تا ۲۷۹

اگر مقتدی نے امام کے ساتھ رکوع سجدہ نہ کیا!

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی نے رکوع یا سجدہ امام کے ساتھ نہ کیا بلکہ امام کے فارغ ہو نے کے بعد کیا تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب: ہوئی۔ اگر چہ بلا ضرورت ایسی تاخیر سے گنہگار رہوا۔ اور بوجہ ترک واجب اعادۂ نماز کا حکم دیا جائے۔ تحقیق مقام یہ ہے کہ متابعت امام جو مقتدی پر فرض میں فرض ہے، تین صورتوں کو شامل:

(۱) ایک یہ کہ اس کا ہر فعل، فعلِ امام کے ساتھ کمال مقارنت پر محض بلا فصل واقع ہوتا ہے۔ یہ عین طریقہ مسنونہ ہے۔ اور ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مقتدی کو اسی کا حکم۔

(۲) دوسرے یہ کہ اس کا فعل، فعلِ امام کے بعد پر واقع ہو، اگر چہ بعدِ فراغِ امام۔ فرض یوں بھی ادا ہو جائے گا۔ پھر یہ فصل بضرورت ہوا تو کچھ حرج نہیں۔ ضرورت کی یہ صورت کہ مثلاً مقتدی قعدۂ اولیٰ میں آکر ملا۔ اس کے شریک ہوتے ہی امام کھڑا ہو گیا۔ اب اسے چاہئے کہ التحیات پوری پڑھ کر کھڑا ہو، اور کوشش کرے کہ جلد جا ملے۔ فرض کیجئے کہ اتنی دیر میں امام رکوع میں آگیا، تو اس کا قیام، قیامِ امام کے بعدِ اختتام واقع ہوگا، مگر حرج نہیں کہ یہ تاخیر بضرورت شرعیہ تھی ------ اور اگر بلا ضرورت فصل کیا، تو قلیل فصل میں، جس کے سبب امام سے جا ملنا فوت نہ ہو، ترک سنت ------ اور کثیر میں جس طرح صورتِ سوال ہے کہ فعل امام ختم ہونے کے بعد اس نے فعل کیا، ترک واجب۔ ------ جس کا حکم اس نماز کو پورا کر کے اعادہ کرنا۔

(۳) تیسرے یہ کہ اس کا فعل، فعلِ امام سے پہلے واقع ہو، مگر امام اسی فعل میں اس سے آملے۔ مثلاً اس نے رکوع امام سے پہلے رکوع کر دیا، لیکن یہ ابھی رکوع ہی میں تھا کہ امام رکوع میں آگیا اور دونوں کی شرکت ہو گئی۔ یہ صورت اگر چہ سخت ناجائز و ممنوع ہے۔ اور حدیث میں اس پر وعید شدید وارد، مگر نماز یوں بھی صحیح ہو جائے گی، جب کہ امام سے مشارکت ہولے۔ اور اگر ابھی امام مثلاً رکوع یا سجود میں نہ آنے پایا کہ اس نے سر اٹھا لیا اور پھر امام کے ساتھ یا بعد، اس فعل کا اعادہ نہ کیا، تو مقتدی کی نماز اصلاً نہ ہوگی کہ اب فرض متابعت کی کوئی صورت نہ پائی گئی، تو فرض ترک ہوا۔ اور نماز باطل۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**



- بوجہ ترک واجب — واجب چھوڑنے کے سبب
- متابعت امام — امام کی پیروی
- بعدِ فراغِ امام — امام کے فارغ ہونے کے بعد
- قلیل فصل — یعنی امام اور مقتدی کے ادائے رکن میں اگر تھوڑا فرق ہو جائے
- جب کہ امام سے مشارکت ہولے — یعنی اس رکن میں یہ امام کے ساتھ شامل ہو جائے
- تحقیق مقام یہ کہ — یعنی تحقیقی بات یہ کہ
- کمال مقارنت — بالکل ساتھ ساتھ
- قیام امام کے بعد اختتام واقع ہوگا — قیام امام کے ختم ہونے کے بعد ہوگا
- فصل بضرورت — ضرورت کے سبب فرق

امام نے اگر نماز میں درود شریف والی آیت پڑھی!

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما پڑھی مقتدی کے منھ سے عادۃً صلی اللہ علیہ وسلم نکل گیا، نماز فاسد ہوئی یا نہیں۔

الجواب: اس میں جوابِ امام مقصود نہیں ہوتا، بلکہ امتثال امر الٰہی۔ لہٰذا فسادِ نماز نہیں۔

☆☆☆

● امتثال امر الٰہی — یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنا



بَابُ مَکْرُوْھَاتِ الصَّلٰوۃُ

[فتاویٰ رضویہ مترجم]

جلد نمبر ۷- ص ۲۹۱ تا ۳۸۹

امام کا دوستونوں کے بیچ میں کھڑا ہونا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کا دوستونوں کے بیچ میں اور مقتدیوں سے تین گرہ اونچی جگہ پر کھڑا ہونا کیسا ہے۔ **بینوا ایوجروا**

الجواب: امام کا دوستونوں کے بیچ کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ اسی طرح امام کا تمام مقتدیوں سے بلند جگہ میں ہونا بھی مکروہ۔ سنن ابی داؤد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

جب کوئی شخص نمازیوں کی امامت کرے تو ان کے مقام سے اونچی جگہ میں نہ کھڑا ہو۔ ابوداؤد وابن حبان وحاکم حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی کہ حضور پر نور ﷺ نے منع فرمایا کہ امام اونچا کھڑا ہو اور مقتدی نیچے رہیں۔ پھر ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالی عنہم نے **ظاہر الروایہ** میں اس کراہت بلندی و پستی کو کسی مقدارِ معین مثلاً ایک ذراع شرعی وغیرہ پر موقوف نہ مایا، بلکہ جس قدر سے امام و قوم کا مقام میں امتیاز واقع ہو، مطلقاً باعثِ کراہت جانا اور اسی کو امام ملک العلماء ابو بکر مسعود کاشانی **قدس سرہ الربانی** نے 'بدائع'' میں صحیح، اور صاحبِ فتح القدیر وغیرہ محققین نے اوجہ وارجح فرمایا اور یہی اطلاقِ احادیث کا مفاد تو اسی پر فتوی اور اسی پر اعتماد ــــــ ولہٰذا منیہ ونقایہ وجامع الرموز وغیرہا میں کراہت کو مطلق رکھا۔ ہمارے مذہب کے قواعد مقررہ سے ہے کہ **عند اختلاف الفتیا ظاهر الرواية** پر عمل واجب ہے۔ بحر الرائق میں ہے **اذا اختلف التصحيح وجب الفحص عن ظاهر الرواية والرجوع اليها** فرماتے ہیں جب روایت و درایت مطابق ہوں تو عدول کی گنجائش نہیں۔ علامہ حلبی نے غنیہ میں فرمایا **لا يعدل عن الدراية ماوافقتها رواية** یہاں جب کہ یہی ظاہر الروایہ اور اسی کے مطابق دلیل و روایت تو لاجرم قول یہی ہے کہ ادنی مابہ الامتیاز بلندی بھی مکروہ ہے۔ ہاں ایسا قلیل



● کراہت بلندی وپستی	یعنی امام کا بلند جگہ اور مقتدی نیچی جگہ ہونے کی کراہت		
● ذراع شرعی	شرعی گز	● باعثِ کراہت	کراہت کا سبب
● اطلاق احادیث کا مفاد	حدیث کے مطلق یعنی بغیر قید کے ہونے کا فائدہ	● اوجہ وارجح	یعنی زیادہ مستند
● ادنی مابہ الامتیاز	تھوڑا سا امتیاز	● قلیل تفاوت	ایسا تھوڑا فرق
● عفو	معاف		

تفاوت، جس سے امتیاز ظاہر نہ ہو عفو ہے فان فی اعتبارہ حرجا والحرج مدفوع بالنص یونہیں اگر پہلی صف امام کے ساتھ ہو باقی صفیں نیچی، تو بھی مذہب اصح میں کچھ حرج نہیں۔

اقول: وربما یشیر الیہ ما فی حدیث الحاکم ویبقی الناس خلفہ فافھم اور شک نہیں کہ تین گرہ بلندی، قطعاً ممتاز و باعث امتیاز ہے کہ ہر شخص بنگاہ اولیں فوراً تفاوت بیّن جان لے گا، تو مذہب معتمد پر اس کی کراہت میں شبہہ نہیں۔ بلکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ امام کے لئے تخصیص مکانی کی کراہت میں یہ صورت بھی داخل، مثلاً وہ مکان مسقف میں ہو اور مقتدی صحن میں۔ شرح نقایہ میں بعد عبارت مذکور ہے واما بان یکون فی صفۃ وھم فی وسط الدار مثلا کما فی الجواھر و اما بان یقوموا فی المسجد و الامام فی طاق یتخذ فی المحراب یہاں تک کہ امام کے مقتدیوں سے تقدم کو فرماتے ہیں یہ بھی تخصیص مکانی ہے۔ اگر شریعت مطہرہ میں اس کا حکم نہ آتا مکروہ ہوتا۔ علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں فرمایا یدخل فی تخصیص الامام بمکان قیامہ فی الطاق ای المحراب بحیث یکون قدماہ فیہ والتقدم علی القوم وان کان تخصیصا لہ بمکان لکنہ مستثنی شرعا جب ایسے فرق کو بھی تخصیص مکانی ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ مکان واحد اور زمین ہموار ہے۔ جس میں فی نفسہ اصلاً کوئی فرق و امتیاز نہیں۔ تو مثلاً کرسی مکان یا چبوترہ کی بلندی اگرچہ دو تین ہی گرہ ہو، بدرجہ اولی تخصیص مکانی، باعث کراہت ہوگی، کہ یہاں نفس مکان میں تفرقہ و تفاوت موجود اور دالان و صحن کے فرق میں سرے سے درجہ ہی بدل گیا، تو یہ سب صورتیں، ارشاد امام علامہ صدر الشریعہ قدس سرہ و تخصیص الامام بمکان میں داخل ہیں جزاہ اللہ خیر جزاء کیا دو لفظوں میں تمام صور کا احاطہ فرما لیا اور بہت نزاعوں کا تصفیہ فرما دیا فالحمد للہ رب العلمین



● تفاوت بیّن	بہت زیادہ فرق	● تخصیص مکانی	جگہ کا خاص کرنا
● مسقف	چھت دار	● کرسی مکان	مکان کا چبوترہ،
● تفرقہ و تفاوت	امتیاز	● صور	صورتوں
● نزاعوں کا تصفیہ	الجھے مسئلہ کو حل فرما دیا	● عوام ہند میں مشاہد ہے	ہندوستانی عوام کے یہاں دیکھنے میں آتا ہے
● بین الساریتین	ستونوں کے درمیان	● زیر سقف	چھت کے نیچے

پس ثابت ہوا کہ جہاں دالان مسجد کی کرسی، صحن مسجد سے بلندی ممتاز رکھتی ہو جیسا کہ اکثر مساجد میں ہے وہاں امام کا دوستونوں کے درمیان کھڑا ہونا جیسا کہ عوام ہند میں مشاہد ہے، نہ صرف ایک کراہت بلکہ تین کراہتوں کا جامع ہوگا:

اولا: یہی بین الساریتین قیام امام

ثانیا: مقتدیوں پر بلندی ممتاز۔

ثالثا: اس کا زیر سقف اور مقتدیوں کا صحن پر ہونا۔

سجدہ جاتے وقت کپڑا اسنبھالنا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ

(۱) بعض شخص نماز میں رکوع کے بعد سجدہ کو جاتے وقت دونوں ہاتھوں سے پائچوں کو گھٹنوں سے اوپر کو چڑھالیا کرتے ہیں یعنی ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے ہیں اس کی نسبت کیا حکم ہے۔

(۲) ہاتھوں کی کہنی کھول کر آستین اوپر کو چڑھا کر نماز پڑھنے میں کس قدر نقصان ہے کس درجہ کی وہ نماز ہوگی۔ زید کا خیال ہے وہ نماز مکروہ ہوئی۔ مگر عمرو کا خیال ہے کہ مکروہ نہیں ہوئی اور عمرو کا سوال ہے کہ اگر مکروہ ہوئی تو صحت کے ساتھ بتلا دیا جائے۔

الجواب:

(۱) مکروہ ہے۔

(۲) نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ اگر نہ پھیرے گا گناہگار ہوگا۔ واللہ تعالی اعلم

ریشمی کپڑا پہن کر نماز پڑھنا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کو ریشمی کپڑا پہن کر نماز کیسی ہے۔ اور جب امام لباس ریشمی پہن کر امامت کیا کرے تو وبال امام پر ہوگا یا نہیں۔

الجوب: فی الواقع ریشمی کپڑا پہن کر نماز مرد کے لئے مکروہ تحریمی ہے کہ اسے اتار کر پھر

● واجب الاعادہ: دہرانا واجب
● موجب ناراضی: ناراضگی کا سبب
● ترجمہ شعر: یعنی بے ادب تنہا اپنے آپ کو برباد نہیں کرتا بلکہ اس کی بے ادبی پوری دنیا کو برباد کر دیتی ہے



پڑھنا واجب۔ جب کہ اللہ عزوجل نے مرد کو ریشمی کپڑا گھر میں پہننا حرام کیا تو خود اس کے دربار میں اسے پہن کر حاضر ہونا کس درجہ گستاخی و بے ادبی ہوگا۔ جو بات گھر بیٹھ کر تنہائی میں کرنا قانون سلطانی میں جرم ہو، وہ خود بارگاہ سلطانی میں اس کے حضور کھڑے ہو کر کرنا کیسی صریح بے باکی اور بادشاہ کا موجب ناراضی ہوگا۔ والعیاذ باللہ اور پُر ظاہر کہ نماز امام کی کراہت، نمازِ مقتدیان کی طرف بھی سرایت کرے گی۔ تو ان سب کی نمازیں خراب وناقص ہونے کا یہی شخص باعث ہوا اور معاذ اللہ ارشاد حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی کا مصداق ٹھہرا ؏

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

بعینہ یہی حکم ان سب چیزوں کا ہے جن کا پہننا ناجائز ہے جیسے
ریشمیں کمر بند
یا مغربی ٹوپی
یا وہ کپڑا جس پر ریشم یا چاندی یا سونے کے کام کا کوئی بیل بوٹا، چار انگل سے زیادہ عرض کا ہو
یا ہاتھ خواہ پاؤں میں تانبے، سونے، چاندی، پیتل، لوہے کے چھلے
یا کان میں بالی
یا بندا
یا سونے خواہ تانبے پیتل لوہے کی انگوٹھی اگر چہ ایک تار کی ہو
یا ساڑھے چار ماشے چاندی
یا کئی نگ کی انگوٹھی
یا کئی انگوٹھیاں اگر چہ سب مل کر ایک ہی ماشہ کی ہوں
کہ یہ سب چیزیں مردوں کو حرام وناجائز ہیں۔ اور ان سے نماز مکروہ تحریمی۔ اور تانبے پیتل لوہے کے زیور تو عورتوں کو



● ریشمیں کمر بند	کمر باندھنے کا ریشمی کپڑا
● مغربی ٹوپی	انگریزی وضع کی ٹوپی
● صحاح ستہ	حدیث پاک ۶ مشہور کتابیں
● صحیحین	بخاری شریف ومسلم شریف

بھی حرام ہیں۔ انہیں پہن کران کی نماز بھی مکروہ تحریمی۔ اللہ عزوجل مسلمانوں کو ہدایت فرمائے۔ واللہ تعالی اعلم

آستین کہنی تک چڑھا کر نماز پڑھنا!

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آستین کہنی تک چڑھی ہوئی نماز پڑھنی مکروہ ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: ضرور مکروہ ہے اور سخت وشدید مکروہ ہے۔ صحاح ستہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں امرت ان اسجد علی سبعة اعضاء وان لا اکف شعرا ولا ثوبا۔ صحیحین میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں امرت ان لا اکف الشعر والثیاب تمام متون مذہب میں ہے کرہ کف ثوبہ فتح القدیر و بحر الرائق میں ہے یدخل ایضا فی کف الثوب تشمیر کمیہ۔ علامتین محققین جلیلین شارحین "منیہ" تحقیق فرماتے ہیں کہ اکثر کلائی پر سے آستین چڑھی ہونا ہی کراہت کو کافی ہے اگر چہ کہنی تک نہ ہو۔ تو لازم ہے کہ آستینیں اتار کر نماز میں داخل ہو، اگر چہ رکعت جاتی رہے۔ اور اگر آستین چڑھی نماز پڑھی تو اعادہ کی جائے کما ھو حکم کل صلوة ادیت مع الکراھة کما فی الدرر وغیرہ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالی اعلم

الٹی سورہ پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پہلی رکعت میں قل یاایھاالکافرون پڑھے دوسری رکعت میں انا اعطینا پڑھے۔ الٹا قرآن پڑھنے سے ترتیب واجب میں فرق آیا؟۔ بینوا توجروا

الجواب: ترتیب الٹنے سے نماز کا اعادہ واجب نہ سجدۂ سہو (لازم) آئے۔ ہاں یہ فعل نا جائز ہے۔ اگر قصدا کرے گنہگار ہوگا، ورنہ نہیں۔ اور اگر بعد کی سورت پڑھنا چاہتا تھا، زبان سے اوپر کی سورت کا کوئی حرف نکل گیا، تو اب اسی کو پڑھے، اگر چہ خلاف ترتیب ہوگا کہ یہ اس نے قصداً نہ کیا اور اس کا حرف نکل جانے سے اس کا حق ہوگیا کہ اب اسے چھوڑنا قصدا چھوڑنا ہوگا۔ واللہ تعالی اعلم

● متون مذہب	مذہب احناف کی بنیادی کتابیں
● علامتین محققین جلیلین	جلیل القدر علامہ و محقق
● اکثر کلائی پر سے آستین چڑھی ہونا	یعنی کلائی کے اکثر حصہ تک آستین کا چڑھا ہونا



کپڑا ٹخنے سے نیچے پہن کر نماز پڑھنا!

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو امام ازار ٹخنوں کے نیچے تک پہن کر نماز پڑھائے، وہ نماز مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔ قبلہ رخ ایک قدم کو نہ رکھنا یا ایک قدم پر کھڑا رہنا نماز میں جائز ہے یا خلاف سنت اور مکروہ تنزیہی ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب: ازار کا ٹخنوں سے نیچے رکھنا اگر براہ تکبیر ہو حرام ہے اور اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی ورنہ صرف مکروہ تنزیہی اور نماز میں بھی اس کی غایت خلاف اولی۔ صحیح بخاری شریف میں ہے صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! علیہ السلام میرا تہبند لٹک جاتا ہے جب تک میں اس کا خاص لحاظ نہ رکھوں۔ فرمایا **انت لست ممن یصنعہ خیلاء** تم ان میں نہیں ہو جو براہ تکبر ایسا کریں۔ فتاوی عالمگیریہ میں ہے **اسبال الرجل ازارہ اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیہ کراھۃ تنزیہ کذا فی غرائب واللہ تعالی اعلم**۔ دونوں باتیں خلاف سنت و مکروہ ہیں۔ ہاں "تراوح بین القدمین" یعنی تھوڑی دیر ایک پاؤں پر زور رکھنا پھر تھوڑی دیر دوسرے پر، سنت ہے۔ **واللہ تعالی اعلم**

ننگا سر نماز پڑھنا؟

سوال: آج کل دیار بنگال کے بعض بعض شہروں میں بعض لوگوں نے فرض جماعت میں سر ننگا کر کے نماز پڑھنا اختیار کیا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ جماعت کی اہانت ہوتی ہے تو اس کے جواب میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ عاجزی وانکساری کی وجہ سے پڑھتا ہوں۔ اسی طرح عاجزی وانکساری کے بہانے سے بعض لوگوں نے علاوہ نماز کے بھی سر پر ٹوپی رکھنا چھوڑ دیا ہے۔ تو کیا ننگا سر فرض جماعت میں نماز پڑھنے سے نماز جائز ہوگی یا مکروہ ہوگی۔ اگر جائز ہوگی تو کیا حضور سرور کائنات یا حضرت مولائے کائنات یا حضرات امامین مطہرین یا حضرات صحابۂ

- غایت خلاف اولی — انتہا یہ ہے کہ بہتر کے خلاف ہے
- نماز مع کلاہ وعمامہ — عمامہ اور ٹوپی کے ساتھ نماز
- امامین مطہرین — مراد حضرت امام حسن وحضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہما



کرام یا اولیاء عظام نے کبھی فرض جماعت میں ننگا سر نماز پڑھی ہے یا نہیں اور علاوہ نماز کے بھی ان حضرات نے کبھی کبھی سر کو ننگا رکھا ہے یا نہیں اور صوفیاء عظام کی کتابوں میں ننگا سر رہنا تہذیب اور آداب آیا ہے یا نہیں اور احادیث شریف وفقہ سے اس کی کراہت ثابت ہے یا نہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب: حضور اقدس ﷺ کی سنت کریمہ نماز مع کلاہ وعمامہ ہے۔ اور فقہائے کرام نے ننگے سر نماز پڑھنے کو تین قسم کیا ہے۔

(۱) اگر بہ نیت تواضع وعاجزی ہو تو جائز

(۲) اور بوجہ کسل ہو تو مکروہ

(۳) اور معاذ اللہ نماز کو بے قدر اور ہلکا سمجھ کر ہو تو کفر

جب وہ مسلمان اپنی نیت تواضع بتاتے ہیں تو اسے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں۔ مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔ ننگے سر رکھنے کا احرام میں حکم ہے اور اس حالت پر شبانہ روز برابر سر برہنہ رہنا، حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام سب سے ثابت۔ بغیر اس کے ننگے سر کی عادت ڈالنا کوچہ وبازار میں اسی طرح پھرنا نہ ہرگز ثابت ہے نہ شرعاً محمود۔ بلکہ وہ منجملہ اسباب شہرت ہے اور ایسی وضع جس پر انگلیاں اٹھیں شرعاً مکروہ۔ **مجمع البحار** وغیرہ میں ہے **الخروج عن عادۃ البلد شھرۃ مکروہ** صوفیاء کرام کا اس بارے میں کوئی قول اس وقت ذہن میں نہیں آیا۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

جوتے سجدہ کی جگہ رکھ کر نماز پڑھنا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وقت نماز اپنی جوتیاں سجدہ کے روبرو رکھ کر نماز ادا کرے، تو نماز میں کیا شرعاً کراہت آتی ہے۔ اور داہنے یا بائیں طرف رکھنے سے کیا نفع نقصان ہے۔ اگر سجدہ کے برابر رکھ کر کپڑے وغیرہ سے چھپا دی جائیں تو علیحدہ ہونے کے مرتبے میں ہوئی یا نہیں۔ اور کس حدیث سے جوتیوں کو سجدہ کے روبرو رکھنا منع آیا ہے۔ اور ایسے وقت میں نزول رحمت کا بند ہونا کیوں ہے۔

معمولی جوتیاں جو ہر شخص پہنے پھرتے ہیں پہنے ہوئے مسجد میں چلا آئے اور پہنے ہوئے نماز ادا کرے جائز ہے یا



● بوجہ کسل	سستی کے سبب	● احرام	وہ سفید بغیر سلا ہوا کپڑا جو حاجی استعمال کرتے ہیں
● شبانہ روز	رات ودن	● نہ شرعاً محمود	یعنی شرعی اعتبار سے پسندیدہ
● اسباب شہرت	یعنی صرف مشہور ہونے کے لئے	● وضع	یعنی ایسی ظاہری ہیئت جو اعتراض کا سبب ہو

نہیں۔ کن بزرگان دین نے ایسا فعل کیا تھا؟

الجواب: سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول ﷺ فرماتے ہیں اذا صلی احدکم فلا یضع نعلیه عن یمینه ولا عن یسارہ فتکون عن یمین غیرہ الا ان لایکون احد ولیضعهما بین رجلیه جب تم میں کوئی نماز پڑھے، تو جوتی اپنے داہنے طرف نہ رکھے نہ اپنے بائیں طرف رکھے کہ دوسرا جو اس کے بائیں ہاتھ کو ہے اس کے داہنی طرف ہوں گی۔ ہاں اگر بائیں طرف کوئی نہ ہو تو بائیں جانب رکھے۔ ورنہ اپنے پاؤں کے بیچ میں رکھے رواہ الحاکم ایضا والبیهقی

دوسری روایت میں اس سے ممانعت کے لئے یوں حدیث آئی فلا یؤذبهما احدا کسی کو ایذا نہ ہو۔ ایک حدیث میں اس ایذا کی یوں تصریح آئی "انھیں ایذا ہوگی" علما نے اس ایذا کی وجہ فرمائی یعنی **وفیه نوع اهانة** جس کی طرف جوتا رکھا جائے اس کی ایک طرف کی اہانت ہوتی ہے قاله الطیبی و نقله فی المرقاۃ اعلی درجہ کی حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ "جب تم میں کوئی نماز میں ہو تو سامنے نہ تھوکے کہ نمازی کے سامنے اللہ عزوجل کا فضل وجلال ورحمت وعظمت ہوتا ہے۔ ائمہ دین اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں کہ یجب علی المصلی اکرام قبلته بما یکرم به من یناجیه من المخلوقین عند استقبالهم بوجهه یعنی نمازی پر واجب ہے کہ معظمین کے سامنے کھڑے ہونے میں جس بات میں ان کی تعظیم جانتا ہے، وہی ادب اپنی اپنی جانب قبلہ میں ملحوظ رکھے کہ اللہ عزوجل سب سے زیادہ احق بالتعظیم ہے۔ ان احادیث میں دہنے بائیں کا حکم صاف مصرح ہے اور سامنے کا حکم اس حدیث صحیح کہ دلالۃ النص اور اسی ارشاد علماء کے عموم اور نیز اس قاعدہ مسلمہ مرعیہ شرعیہ سے معلوم کہ توہین وتعظیم کا مدار عرف وعادت ناس وبلاد پر ہے اور شک نہیں کہ اب عرف عام تمام بلاد یہی ہے کہ دربار شاہی میں بحضور سلطانی باتیں کرنے کھڑا ہو اور جوتا سامنے رکھے، بے ادب گنا جائے گا۔ فقیر نے بچشم خود دیکھا ہے کہ کعبہ معظمہ پر پھوہار برستی تھی، میزاب رحمت سے بوندیں ٹپک رہی تھیں، مسلمین حاضر تھے۔ ان بوندوں کو لیتے اور چشم ودل سے ملتے۔ ان میں کوئی ہندی شخص جوتا ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔ ترکی خادم دوڑا اور اس کی گردن دبا دی تناجی ربك و نعلاك بیدك جوتیاں ہاتھ میں لیے ہوئے اللہ عزوجل سے مناجات کرتا ہے۔ بلکہ سنن ابن ماجہ میں حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ میں یوں ہے فاجعلهما بین رجلیك ولا تجعلهما عن



● احق بالتعظیم: تعظیم کے زیادہ لائق	● مصرح: کتابوں میں اس کی صراحت ہے
● دلالۃ النص: جو اصل عبارت سے ثابت ہو	● قاعدہ مسلمہ مرعیہ شرعیہ: یعنی شرعی اصول
● مدار: بنیاد	● عرف وعادت ناس وبلاد: کسی شہر کے لوگوں کی عادتیں اور عام معمولات

یمینک ولا عن یمین صاحبک ولا ورائک فتوذی من خلفک یعنی جوتے اپنے پیچھے بھی نہ رکھے کہ جو پیچھے ہے اس کے آگے ہوں گے اسے ایذا ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جوتا پہن کر نماز پڑھنا؟

سوال: جوتا پہن کر نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ غیر مقلدین پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سرور عالم ﷺ نے پڑھی ہے۔

جواب: نہیں (پڑھنا چاہئے)۔ ''عالم گیری'' میں تصریح ہے کہ مسجد میں جوتا پہن کر جانا بے ادبی ہے ـــــــ بعض احکام میں عرف ومصالح کے سبب تغیر وتبدل ہوتا ہے۔ میں نے خاص اس بارے میں ایک رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلوۃ بالنعال'' لکھا ہے، اوراس کی ایک شرح ''کمال الاکمال'' کی ہے۔ تعظیم وتوہین عرف پر مبنی ہیں، ایک چیز سے ایک زمانہ میں تعظیم یا توہین ہوتی ہے، دوسرے زمانہ میں نہیں، یا ایک قوم میں ہوتی ہے دوسری قوم میں نہیں، مثلاً عرب میں بڑے چھوٹے سب کو صیغۂ مفرد سے خطاب ہے (جیسی انت، قلت یعنی تو نے کہا)، یہ وہاں کوئی توہین نہیں، اور ہمارے یہاں توہین ہے۔ یا یورپ کا ادب یہ ہے کہ ملاقات معظم کے وقت سر ننگا کرلے اور جوتا پہنے ہو، ہمارے یہاں یہ توہین ہے، ادب اس میں ہے کہ پاؤں ننگے ہوں اور سر پر عمامہ ہو۔ جب ہمارے یہاں یہ دربارِ بادشاہانِ مجازی کی توہین ہے تو دربارِ الٰہی، کہ ملک الملوک اور حقیقی شہنشاہ، سچے بادشاہ کا دربار ہے، احق بالتعظیم ہے۔

باریک کپڑوں میں عورتوں کی نماز!

سوال: عورتوں کی نماز باریک کپڑوں میں ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: آزاد عورتوں کو سر سے پاؤں تک تمام بدن کا چھپانا فرض ہے، مگر چہرہ، یعنی پیشانی سے ٹھوڑی اور ایک کنپٹی سے دوسری کنپٹی تک (جس میں سر کے بالوں یا کان کا کوئی حصہ داخل نہیں نہ ٹھوڑی کے نیچے کا) یہ تو بالاتفاق نماز میں چھپانا فرض نہیں۔ اور گٹوں تک دونوں ہاتھ، ٹخنوں تک دونوں پاؤں، ان میں اختلاف روایات ہے۔ ان کے سوا اگر کسی عضو کا چوتھائی حصہ نماز میں قصداً کھولے، اگرچہ ایک آن کو، یا بلا قصد بقدر ادائے رکن یعنی تین بار سبحان اللہ



- عرف ومصالح کے سبب تغیر وتبدل: عرف اور مصلحت کے سبب احکام میں تبدیلی
- دربار بادشاہان مجازی: مجازی یعنی دنیا کے بادشاہوں کا دربار
- ملک الملوک: تمام بادشاہوں کا بادشاہ
- احق بالتعظیم: سب سے زیادہ تعظیم کے لائق

کہنے کی دیر تک کھلا رہے تو نماز نہ ہوگی۔ اور باریک کپڑے جن سے بدن نظر آئے یا رنگت دکھائی دے یا سر کے بالوں کی سیاہی چمکے تو نماز نہ ہوگی۔

کھانا کھانے کے لئے اعتکاف کیسا ہے؟

سوال: کھانے پینے کے لئے اعتکاف جائز ہے یا نہیں۔

جواب: اعتکاف صرف ذکر الٰہی کے لئے کیا جائے بالتبع اس کے منافع اور ہوسکتے ہیں مثلاً روزے کے بارے میں حدیث ہے ''صوموا تصحوا'' (مجمع الزوائد، جلد ۵ ص ۳۲۴) روزہ رکھو تندرست ہوجاؤ گے، تو یہ نہیں ہوسکتا کہ روزہ تندرستی کی نیت سے رکھا جائے بلکہ روزہ اللہ کے لئے ہوگا اور تندرستی کی منفعت بھی اس سے تبعاً حاصل ہوگی، پھر اسی حدیث میں فرمایا ''حجوا تستغنوا'' (کنز العمال جلد ۵ ص ۴) حج کرو غنی ہوجاوگے، تو یہ نہیں کہ حج مال کی نیت سے کیا جائے بلکہ حج اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگا اور یہ نفع بھی ضمناً ملے گا تو جس طرح یہ دونوں اللہ ہی کے لئے ہیں اور صحت وغنا ان کے ضمنی منافع۔ اسی طرح اعتکاف اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگا اور کھانے پینے کا جواز نفع بالتبع۔ فتاویٰ عالمگیری وغیرہا میں ہے۔ اگر مسجد میں سونا چاہے اعتکاف کی نیت کرلے کچھ دیر ذکر الٰہی میں مشغول رہے پھر جو (جائز عمل) چاہے کرے۔

نمازی کے آگے سے گزرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازی کے آگے سے نکلنے والا گناہ گار ہوتا ہے کہ نہیں؟ اور اس کی نماز میں تو کوئی خلل واقع نہیں ہوتا؟ اور نمازی کے آگے سے کس قدر دور تک گزر کر جانا نہ چاہئے؟

الجواب: نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ نکلنے والا گناہ گار ہوتا ہے۔ نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو تو دیوار قبلہ تک نکلنا جائز نہیں جب تک بیچ میں آڑ نہ ہو۔ اور صحرا یا بڑی مسجد میں پڑھتا ہو تو صرف موضع سجود تک نکلنے کی اجازت نہیں۔ اس سے باہر نکل سکتا ہے۔ موضع سجود کے یہ معنی کہ آدمی جب قیام میں اہل خشوع وخضوع کی طرح اپنی نگاہ خاص جائے سجود پر یعنی جہاں سجدہ میں اس کی پیشانی ہوگی تو نگاہ کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے روک نہ تو جہاں جما ہے وہاں سے



• بالتبع	کسی کا تابع ہوکر	• منفعت	نفع
• ضمناً	اصل کے سبب	• نفع بالتبع	وہ نفع جو کسی کے طفیل یعنی تابع ہوکر ملے
• موضع سجود	سجدے کی جگہ	• اہل خشوع وخضوع	خوف الٰہی اور خشیت ربانی والے

آگے بڑھ کر جائے وہ سب موضع سجود ہے اس کے اندر نکلنا حرام ہے اور اس سے باہر جائز۔

(درمختار، ردالمحتار، منحۃ الخالق)

رہا یہ کہ مسجد صغیر و کبیر میں کیا فرق ہے؟ فاضل قہستانی نے لکھا کہ چھوٹی مسجد وہ کہ چالیس گز مکسر سے کم ہو: **رد المحتار** میں ہے چھوٹی مسجد وہ ہے جو ساٹھ گز سے کم ہو، اور کہا گیا ہے چالیس سے، اور یہی مختار ہے جیسا کہ اشارہ کیا اس کی طرف جواہر میں۔

اقول: یہاں گز سے گز مساحت مراد ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہی زیادہ لائق ہے پیائش کردہ چیزوں کے ساتھ، جیسا کہ کہا ہے قاضی خاں نے پانی کے بارے میں۔ پس یہاں بطریق اولی وہی متعین ہے۔

اور گز مساحت ہمارے اس گز سے کہ اڑتالیس انگلی یعنی تین فٹ کا ہے ایک گز دو گرہ اور دو تہائی گرہ ہے۔ تو اس گز سے چالیس گز مکسر ہمارے گز سے چون (۵۴) گز، سات گرہ اور گرہ کا نواں حصہ ہوا۔ **کما لا یخفی علی المحاسب** ۔ تو اس زعم علامہ پر ہمارے گز سے چون گز سات گرہ مکسر مسجد صغیر ہوئی۔ اور ساڑھے چون گز مکسر مسجد کبیر۔ یہ وہ کہ انہوں نے لکھا اور علامہ شامی نے اتباع کیا۔

اقول: مگر یہ شبہ ہے کہ فاضل مذکور کو عبارت جواہر سے گزرا۔ عبارت جواہر الفتاوی در بارۂ دار ہے، نہ در بارۂ مسجد۔ مسجد کبیر صرف وہ ہے جس میں مثل صحرا اتصال صفوف شرط ہے۔ جیسے مسجد خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر ہے باقی تمام مساجد اگرچہ دس ہزار گز مکسر ہوں، مسجد صغیر ہیں، اور ان میں دیوار قبلہ تک بلا حائل مرور نا جائز۔ **واللہ تعالی اعلم**

(احکام شریعت)



• گز مساحت	زمین ناپنے والا گز
• پیائش کردہ	ناپا ہوا
• در بارۂ دار ہے، نہ در بارۂ مسجد	گھر کے بارے میں ہے مسجد کے بارے میں نہیں
• اتصال صفوف	صفوں کا ملا ہوا ہونا
• بلا حائل مرور	بغیر کسی چیز کا پردہ کئے گزرنا

بَابُ الوِتْرِ وَالنَّوَافِلِ

[فتاویٰ رضویہ مترجم]

جلد نمبر ۷ - ص ۳۹۸ تا ۴۵۵

وتر کی نماز پڑھنے کا وقت کیا ہے؟

سوال: آج کل وتر با جماعت پڑھنا بوجہ فضل جماعت افضل یا بوقت تہجد بھی بہتر ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: وتر رمضان المبارک میں ہمارے علماء کرام قدست اسرارھم کو اختلاف ہے کہ مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے یا مثل نماز گھر میں تنہا۔ دونوں قول باقوت ہیں۔ اور دونوں طرف تصحیح وترجیح:

اول کو یہ مزیت کہ اب عامہ مسلمین کا اس پر عمل ہے۔ اور حدیث سے بھی اس کی تائید نکلتی ہے۔

ثانی کو یہ فضیلت کہ وہ ظاہر الروایۃ ہے۔ ردالمحتار میں زیرِ قولِ درمختار الجماعۃ فی وتر رمضان مستحبۃ علی قول (یعنی ایک قول کے مطابق رمضان میں وتر کی جماعت مستحب ہے) فرمایا وغیرہ مستحبۃ علی قول آخر بل یصلیلھا وحدہ فی بیتہ وھما قولان مصححان وسیاتی قبیل ادراک الفریضہ ترجیح الثانی بانہ المذھب (ترجمہ یعنی ایک اور قول کے مطابق مستحب نہیں ہے بلکہ انہیں تنہا گھر میں ادا کرے اور یہ دونوں اقوال صحیح قرار دیئے گئے ہیں۔ آگے اس کا بیان آرہا ہے کہ دوسرے قول (یعنی تنہا گھر میں پڑھنا) کو ترجیح ہے کہ یہی مذہب ہے)۔ بالجملہ اس مسئلہ میں اپنے وقت وحالت اور اپنی قوم وجماعت کی موافقت سے جیسے انسب جانے، اس پر عمل کا اختیار رکھتا ہے واللہ اعلم بالصواب

عشاء کی آخری نفل نماز کھڑے ہو کر پڑھنا ہے یا بیٹھ کر!

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عشاء میں آخری نفل بیٹھ کر

● باقوت	مدلل	● تصحیح وترجیح	صحیح ہونا اور راجح ہونا
● مزیت	فضیلت	● ظاہر الروایۃ	فقہ حنفی کی چھ بنیادی معتبر کتابیں
● بالجملہ	حاصل کلام	● انسب	زیادہ مناسب
● باعث زیادتی ثواب	زیادہ ثواب کا سبب		



پڑھنا چاہئے یا کھڑے ہو کر۔ سرکار اقدس ﷺ نے کس طور پر ہمیشہ ان نفلوں کو ادا فرمایا اور کس طرح پڑھنا باعث زیادتی ثواب ہے۔ بینوا و توجروا

الجواب: حضور پرنور سرور عالم ﷺ نے یہ نفل بیٹھ کر پڑھی، مگر ساتھ ہی فرمادیا کہ "میں تمہارے مثل نہیں۔ میرا ثواب، قیام وقعود دونوں میں یکساں ہے" تو امت کے لئے کھڑے ہو کر پڑھنا افضل اور دونا ثواب ہے اور بیٹھ کر پڑھنے میں بھی کوئی اعتراض نہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کی ترکیب کیا ہے

مسئلہ: کیا فرماتے علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کی کیا ترکیب ہے اور اس کا کیا وقت ہے۔

الجواب: اس نماز کی بہت فضیلت، بڑا ثواب اور اس میں بڑی معافی کی امید ہے۔ وہ چار رکعت نفل ہے کہ غیر وقت مکروہ میں ادا کی جائے۔ یعنی:

- صبح صادق کے طلوع ہونے سے آفتاب نکل کر بلند ہونے تک جائز نہیں۔
- اور ٹھیک دوپہر کو جائز نہیں
- اور جب آفتاب ڈوبنے کے قریب آئے کہ اس پر نگاہ بے تکلف ٹھہرنے لگے اس وقت جائز نہیں۔
- نماز عصر کے فرض پڑھنے کے بعد شام تک جائز نہیں۔
- جس وقت امام خطبہ پڑھ رہا ہو اس وقت جائز نہیں

غرض جتنے وقت نفل نماز کی کراہت کے ہیں ان اوقات سے بچ کر جس وقت چاہے پڑھے۔ اور بہتر یہ ہے کہ ظہر سے پہلے پڑھے۔ اور افضل دن جمعہ کا ہے اور اس کا مناسب طریقہ ہمارے ائمۂ کرام کے مذہب سے موافق یہ ہے کہ:

● قیام وقعود: کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر نماز پڑھنے میں
● غیر وقت مکروہ: یعنی صبح دوپہر شام کے مکروہ اوقات
● صبح صادق: صبح صادق اس روشنی اور سفیدی پر بولا جاتا ہے جو افق میں ظاہر ہوتی ہے اور جس میں نماز پڑھی جاتی ہے



- سبحانك اللھم پڑھ کر پندرہ بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر
- پھر الحمد وسورت پڑھ کر یہی کلمہ دس بار
- پھر رکوع میں تسبیحات رکوع (سبحان ربی الاعلیٰ) کے بعد دس بار
- پھر رکوع سے کھڑے ہوکر ربنا ولک الحمد کے بعد دس بار
- پھر سجدہ میں تسبیحوں کے بعد دس بار
- پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس بار
- پھر دوسرے سجدہ میں اسی طرح دس بار

یہ ایک رکعت میں پچھتر (۷۵) بار ہوا

- پھر دوسری رکعت کو کھڑا ہوکر الحمد سے پہلے پندرہ بار پھر
- الحمد وسورت کے بر دس بار
- پھر رکوع میں بدستور (سبحان ربی الاعلیٰ) کے بعد دس بار، کہ یہ بھی پچھتر ہوئے۔ اسی طرح باقی دونوں رکعتوں میں بھی کہ یہ سب مل کر تین سو بار ہوجائیں گے۔

سورت کا اختیار ہے جو چاہے پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں الھکم التکاثر دوسری میں والعصر تیسری میں قل یاایھا الکافرون چوتھی میں قل ھو اللہ۔ یہ نماز ہر روز پڑھے، ورنہ ہر جمعہ، ورنہ ہر مہینہ، ورنہ سال میں ایک بار تو ہوجایا کرے۔ اور نہ ہو تو عمر بھر میں ایک بار تو ہوجائے کہ اس میں بڑی دولت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

چار رکعت والی نماز کی تیسری رکعت میں ثنا پڑھے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چار رکعت تراویح یا اور نوافل ایک نیت سے پڑھے۔ قعدہ اولیٰ میں درود شریف و دعا اور تیسری رکعت

● اس میں بڑی دولت ہے — یعنی دنیوی اور اخروی دونوں فائدے ہیں



میں سبحانك اللھم پڑھے یا نہیں۔

الجواب: پڑھنا بہتر ہے۔ در مختار میں ہے لا یصلی علی النبی ﷺ فی القعدۃ الاولی فی الاربع قبل الظھر والجمعۃ وبعدھا ولا یستفتح اذا قام الی الثالثۃ منھا و فی البواقی من ذوات الاربع یصلی علی النبی ﷺ و یستفتح ویتعوذ ولو نذرا لان کل شفع صلوٰۃ (ترجمہ ظہر اور جمعہ کی پہلی چار سنتوں اور بعد کی چار سنتوں کے پہلے قعدہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں درود شریف نہ پڑھا جائے اور تیسری رعت میں ثنا بھی نہ پڑھی جائے اور باقی چار رکعتوں والی سنتوں اور نفلوں میں درود شریف پڑھا جائے، تیسری رکعت میں اعوذ باللہ۔ بھی پڑھا جائے گا اگر چہ اس نے نوافل کی نذر مانی ہو کیوں کہ یہ جوڑا جوڑا نماز ہے)

مگر تراویح خود ہی دو رکعت بہتر ہے۔ لانہ ھو المتوارث (یعنی طریقہ متوارثہ یہی ہے)"تنویر" میں ہے عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات۔ (بیس رکعتیں دس سلاموں سے پڑھائی جائیں) سراجیہ میں ہے کل ترویحۃ اربع رکعۃ بتسلیمتین۔ (ترجمہ ہر ترویحہ چار رکعتوں کا، دو سلاموں کے ساتھ پڑھا جائے) یہاں تک کہ اگر چار یا زائد ایک نیت سے پڑھے گا تو بعض ائمہ کے نزدیک دو ہی رکعت کے قائم مقام ہوں گی، اگر چہ صحیح یہ ہے کہ جتنی پڑھیں، شمار ہوں گی، جب کہ ہر دو رکعت پر قعدہ کرتا رہا ہو۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

نابالغ کی امامت کیسی اور بالغ ہونے کی عمر کون سی ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نابالغ کے پیچھے نماز تراویح جائز یا ناجائز۔ اور جس حافظ کا سن چودہ سال کا ہو۔ حد بلوغ میں داخل ہے یا خارج؟ اور شرعاً حدِ بلوغ کی ابتداء از روئے سن کتنے سال سے معتبر ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب: مسئلہ میں اختلافِ مشائخ اگرچہ بکثرت ہے۔ مگر اصح وارجح واقویٰ یہی کہ بالغوں کی کوئی نماز اگرچہ نفل مطلق ہو، نابالغ کے پیچھے صحیح نہیں۔ **ھدایہ** میں ہے المختار انہ لا یجوز فی الصلوات کلھا۔ بحر الرائق میں ہے و ھو قول العامۃ وھو ظاھر الروایۃ اور اقل مدت بلوغ، پسر کے لئے بارہ سال اور زیادہ سے زیادہ سب کے لئے پندرہ

● اصح وارجح واقویٰ: صحت قوت اور ترجیح کے اعتبار سے زیادہ بہتر ● اقل مدت بلوغ، پسر: لڑکے کے بالغ ہونے کی کم سے کم عمر
● اثر بلوغ الغلام: لڑکے کے بالغ ہونے کی پہچان ● انزال منی: منی کا نکلنا



برس ہے۔ اگر اس تین سال میں اثر بلوغ الغلام یعنی انزال منی خواب، خواہ بیداری میں واقع ہو۔ فبھا ورنہ بعد تمامی پندرہ سال کے شرعا بالغ ٹھہر جائے گا۔ اگرچہ اثر اصلا ظاہر نہ ہو فی التنویر "بلوغ الغلام بالانزال فان لم یوجد فحتی تتم خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی و ادنی مدتہ لہ اثنا عشرۃ سنۃ ھو المختار الی آخرہ ملخصا

پسر چاردہ سالہ کا بالغ ہونا اگر معلوم ہو (اگرچہ یوہیں کہ وہ خود اپنی زبان سے اپنا بالغ ہو جانا اور انزال منی واقع ہونا، بیان کرتا ہو اور اس کی ظاہر صورت وحالت اس بیان کی تکذیب نہ کرتی ہو) تو وہ بالغ مانا جائے گا، ورنہ نہیں۔ **واللہ تعالی اعلم**

نوافل میں رکوع کا طریقہ؟

سوال: نوافل میں رکوع کس طرح کرنا چاہئے اگر بیٹھ کر پڑھ رہا ہے؟۔

جواب: اتنا جھکے کہ سر گھٹنے کے محاذی آجائے۔ اور اگر کھڑا ہو کر پڑھے، تو پنڈلیاں مقوس نہ ہوں۔ اور کف دست گھٹنوں پر قائم کر کے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے سے علیحدہ رکھے۔ ایک صاحب کو میں نے دیکھا کہ حالت رکوع میں پشت بالکل سیدھی، اور منہ اٹھائے تھے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے۔ پوچھا گیا یہ آپ نے کیسا رکوع کیا، حکم تو یہ ہے کہ گردن نہ اتنی جھکاؤ جیسے بھیڑ اور نہ اتنی اٹھاؤ جیسے اونٹ۔ وہ صاحب کہنے لگے کہ منہ اس وجہ سے اٹھا لیا تھا کہ سمت قبلہ نہ پھر جائے۔ میں نے کہا تو آپ سجدہ بھی تھوڑی پر کرتے ہوں گے، ان کی سمجھ میں بات آگئی اور آئندہ کے لئے اصلاح ہو گئی۔





● پسر چاردہ سالہ	چودہ سالہ لڑکا	● محاذی	مقابل
● تکذیب	جھٹلانا	● مقوس	جھکی
● کف دست	ہتھیلی	● پشت	پیٹھ

بَابُ اَحکامِ المَسجِدُ

[فتاوی رضویہ مترجم]

جلد نمبر ۸ - صفحہ ۵۷ تا ۱۳

مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سقف مسجد پر گرمی کے سبب نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: مکروہ ہے، کہ مسجد کی بے ادبی ہے۔ ہاں اگر مسجد جماعت پر تنگی کرے۔ نیچے جگہ نہ رہے۔ تو باقی ماندہ لوگ چھت پر صف بندی کرلیں۔ یہ بلا کراہت جائز ہے کہ اس میں ضرورت ہے، بشرطے کہ حال امام مشتبہ نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کیا مسجد کسی کی ملکیت ہوتی ہے؟

سوال: ایک جگہ بستی میں بستی کے سارے مسلمانوں نے مل کر مسجد بنوائی لیکن زمین دوسرے آدمی کے نام سے ہے، جس کے نام سے زمین ہے، وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مسجد ہماری ہے، ہم جس کو حکم دیں گے، وہ نماز پڑھے گا اور ہم جس کو حکم دیں گے، وہ امامت کرے گا۔ وہ جسے روک دیتا ہے اس مسجد میں اس کی نماز جائز ہوگی یا نہیں اور اس مسجد کو کیا کہا جائے گا۔

الجواب: اللہ عزوجل فرماتا ہے ان المساجد للہ مسجد خاص اللہ کی ہیں۔ ان میں کسی کا کوئی دعویٰ نہ زمین والے کو نہ عملے والوں کا۔ اور بلا وجہ شرعی کسی سنی مسلمان کو مسجد سے منع کرنا حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا۔ اس سے بڑھ کر ظالم کون، جو اللہ کی مسجدوں کو روکے، ان میں اللہ کا نام لیے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، مگر اس کے منع کرنے سے نہ مسجد میں کوئی نقصان آئے گا، نہ وہ جسے منع کیا اسے مسجد میں نماز پڑھنا منع ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

چھوٹی اور بڑی مسجد میں کیا فرق ہے؟

سوال: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد صغیر و کبیر میں کیا فرق ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذوی التحقیق۔ (اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور اسی کے ذریعہ تحقیق تک رسائی ہوتی ہے) تحقیق یہ ہے کہ علماء کرام ۱۱ر مسئلوں میں مسجد صغیر و کبیر میں فرق فرماتے ہیں۔

ایک مسئلہ صحت اقتداء و اتصال صفوف کہ مسجد بقعہ واحدہ ہے۔ اس میں امام و مقتدی کا فصل، مانع صحت اقتداء نہیں۔ اگرچہ امام محراب میں اور مقتدی یا صف، قریب باب ہو۔ مگر مسجد کبیر میں حکم مثل صحرا ہے کہ اگر امام و صف میں اتنا فاصلہ ہو، جس میں دو صفیں ہوسکتیں، تو اقتداء صحیح نہ ہوگی۔



• سقف مسجد	: مسجد کی چھت
• باقی ماندہ	باقی بچے ہوئے لوگ
• حال امام مشتبہ	امام کی حالت پوشیدہ نہ ہو

دوسرے مسئلہ اثم مرور پیش مصلی کہ مسجد میں دیوار قبلہ تک جائز نہیں۔ جب تک بیچ میں حائل نہ ہو۔ ہاں مسجد کبیر مثل صحرا ہے کہ مصلی جب خاشعین کی سی نماز پڑھے کہ نگاہ موضع سجود پر جمائے رہے، تو اس حالت میں جہاں تک اس کی نظر پہنچے کہ نظر کا قاعدہ ہے جہاں جمائی جائے اس سے کچھ آگے بڑھتی ہے، وہاں تک گزرنا ممنوع و ناجائز ہے۔ اس سے آگے روا ——— ان دونوں مسئلوں میں مسجد کبیر سے ایک ہی مراد ہے یعنی نہایت درجہ عظیم و وسیع مسجد، جیسی جامع خوارزم، کہ سولہ ہزار ستون پر تھی۔ یا جامع قدس شریف کہ تین مسجدوں کا مجموعہ ہے۔ باقی عام مساجد جس طرح عامہٴ بلاد میں ہوتی ہیں، سب ان دونوں حکموں میں متحد ہیں اگرچہ طول و عرض میں سو سو گز ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں کھانا پینا سونا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عالم یا اور کوئی شخص مسجد میں سوئے یا مسند، تکیہ مسجد میں مسجد کے اندر لگائے اور کھانا مسجد میں ایک جماعت کے ساتھ کھائے اور اگالدان مسجد میں رکھے اور گھوڑے کی زین اور اسباب وغیرہ مسجد میں رکھے۔ یہ سب شرع سے درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: مسجد میں سونا کھانا بحال اعتکاف جائز ہے۔ اگر ایک جماعت معتکف ہو، تو مل کر کھا سکتے ہیں۔ بہر حال یہ لازم ہے کہ کوئی چیز شوربا یا شیرے وغیرہ کی چھینٹ مسجد میں نہ گرے۔ اور سوائے حالت اعتکاف مسجد میں سونا یا کھانا دونوں مکروہ ہیں۔ خاص کر ایک جماعت کے ساتھ کہ مکروہ فعل کا اور لوگوں کو بھی اس میں مرتکب بنانا ہے۔ عالمگیری میں ہے یکرہ النوم والاکل فیہ لغیر المعتکف مسند لگانا اگر براہ تکبر ہے، تو یہ خارج مسجد بھی حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ الیس فی جہنم مثوی للمتکبرین اور اگر براہ تکبر نہیں، کسی دوسرے نے اس کے لئے رکھ دی یہ اس کی خاطر سے بایں لحاظ کہ امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں لایابی الکرامۃ الا الحمار یعنی عزت و احترام کا انکار کوئی گدھا ہی کر سکتا ہے۔ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تو بھی یہ مسجد میں نہ ہونا چاہئے کہ ادب مسجد کے خلاف ہے۔ ہاں ضعف یا درد کے سبب مجبور ہو، تو معذور ہے۔ اگالدان اگر پیک کے لئے رکھا ہے تو غیر معتکف کو مسجد میں پان کھانا خود مکروہ ہے اور اگر کھانسی ہے بلغم بار بار آتا ہے۔ اس غرض کے لئے رکھا تو حرج نہیں۔ اور



- صحت اقتداء و اتصال صفوف: اقتداء کے صحیح ہونے اور صفوں کے متصل ہونے کا مسئلہ
- بقعہ واحدہ: ایک ہی جگہ
- فصل: جدا ہونا
- مانع صحت اقتداء: اقتداء صحیح نہیں ہونے دینے والی
- قریب باب: دروازے کے قریب
- صحرا: جنگل
- اثم مرور پیش مصلی: نمازی کے آگے سے گزرنے کا گناہ
- خاشعین: خوف الٰہی رکھنے والے
- موضع سجود: سجدے کی جگہ
- روا: جائز
- جامع خوارزم: ازبکستان میں واقع دنیا کی سب سے بڑی مسجد
- عامہ بلاد میں: عام شہروں میں
- متحد: ایک ساتھ
- طول و عرض: لمبائی، چوڑائی

گھوڑے کا زین وغیرہ اسباب بھی بلا ضرورت شرعیہ مسجد میں رکھنا نہ چاہئے۔ مسجد کو گھر سے مشابہ کرنا بھی نہ چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ان المساجد لم تبن لهذا (مسجدیں ان چیزوں کی خاطر نہیں بنائی جاتیں) خصوصاً اگر چیزیں رکھے، جن سے نماز کی جگہ رکے، تو سخت ناجائز و گناہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ و من اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه بااین ہمہ یہ بھی یادرکھنا فرض ہے کہ جو حقیقۃً عالم دین، ہادیٔ خلق سنی صحیح العقیدہ ہو، عوام کو اس پر اعتراض، اس کے افعال میں نکتہ چینی، اس کی عیب بینی حرام حرام حرام اور باعث سخت محرومی اور بد نصیبی ہے۔ اول تو لاکھوں مسائل واحکام، فرق نیت سے متبدل ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں انما الاعمال بالنيات و انما لكل امرء ی ما نوی۔

علمِ نیت ایک عظیم واسع علم ہے، جسے علماء ماہرین ہی جانتے ہیں۔ عوام بے چارے فرق پر مطلع نہ ہو کر ان کے افعال کو اپنی حرکات پر قیاس کرتے اور حکم لگا دیتے اور کارِ پاکاں را از قیاس خود مگیر کے مورد بنتے ہیں۔ اسی مسئلہ میں دیکھئے۔ شرعاً اعتکاف کے لئے نہ روزہ شرط ہے، نہ کسی قدر مدت کی خصوصیت۔ ولہٰذا مستحب ہے کہ آدمی جب مسجد میں جائے، اعتکاف کی نیت کرلے۔ جب تک مسجد میں رہے گا۔ اعتکاف کا بھی ثواب پائیگا۔ علماء اعتکاف ہی کی نیت سے مسجد میں داخل ہوتے ہیں اور اب ان کا سونا کھانا پیک کے لئے اگالدان رکھنا، روا ہوگا اور اس سے قطع نظر بھی ہو، تو جاہل کو کسی عالم پر اعتراض نہیں پہنچتا۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں عالم بے عمل کی مثال شمع سے دی ہے کہ آدمی آپ جلے اور تمہیں روشنی و نفع پہنچائے۔ احمق وہ جو اس کے جلنے کے باعث اسے بجھا دینا چاہے۔ اس سے یہ خود ہی اندھیرے میں رہ جائے گا۔ علماء کو چاہئے کہ اگرچہ خود نیت صحیحہ رکھتے ہوں، عوام کے سامنے ایسے افعال جن سے ان کا خیال پریشان ہو، نہ کریں کہ اس میں دو فتنے ہیں جو معتقد نہیں ان کا معترض ہونا، غیبت کی بلا میں پڑنا، عالم کے فیض سے محروم رہنا۔ اور جو معتقد ہیں ان کا اس کے افعال کو دستاویز بنا کر بے علم نیت خود مرتکب ہونا۔ عالم فرقہ ملامتیہ سے نہیں کہ عوام کو نفرت دلانے میں اس کا فائدہ ہو۔ مسند ہدایت پر ہے، عوام کو اپنی طرف رغبت دلانے میں ان کا نفع ہے۔ حدیث میں ہے راس العقل بعد الایمان بالله التودد الى الناس (ایمان باللہ کے بعد سب سے بڑی عقل مندی لوگوں کے ساتھ محبت کرنا ہے) دوسری حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں بشروا و لا تنفروا۔ (محبت پھیلاؤ نفرت نہ پھیلاؤ)۔ احیاناً ایسے افعال کی حاجت ہو تو اعلان کے ساتھ اپنی نیت اور مسئلہ شریعت عوام کو بتادے۔ واللہ تعالیٰ اعلم



● بحال اعتکاف	: اعتکاف کی حالت میں	● شیر	: دودھ
● بایں لحاظ	: اس سبب سے	● ہادیٔ خلق	: لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ
● عیب بینی	عیب نکالنا	● فرق نیت	: نیت کے فرق
● متبدل	بدل جانا	● واسع	: بہت زیادہ

مسجد میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم جائز ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولود خوانی مسجد میں جائز ہے یا نہیں۔ کیوں کہ مرزائی وغیرہ اعتراض کرتے ہیں کہ مسجد میں راگ منع ہے اور حتی الامکان منع ہیں۔ چونکہ مولود بھی راگ ہیں۔ اس لئے یہ قطعاً ناجائز ہیں۔ کیا ایسا کہنا صحیح ہے؟ بینو توجروا

الجواب: مجلس میلاد مبارک کہ روایت صحیحہ سے ہو اور اشعار کہ پڑھے جائیں مطابق شرع مطہر ہوں اور الحان سے پڑھنے والے مرد غیر امرد ہوں، مسجد میں بھی جائز ہے کہ مساجد ذکر الٰہی کے لئے بنیں۔ اور نبی کریم ﷺ کا ذکر بھی، ذکر الٰہی ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔ رب عزوجل نے آیت کریمہ ورفعنا لك ذكرك ے نزول کے بعد کہ ہم نے بلند کیا تمہارے لئے تمہارا ذکر۔ جبریل امین علیہ الصلاۃ والتسلیم کو خدمت اقدس حضور سید عالم ﷺ میں بھیج کر ارشاد فرمایا اتدری کیف رفعت لك ذكرك جانتے ہو میں نے تمہارا ذکر تمہارے لئے کیوں کر بلند فرمایا؟ حضور نے عرض کی تو خوب جانتا ہے جعلتك ذكرا من ذكري فمن ذكرك فقد ذكرني میں نے تمہیں اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنایا تو جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔ قادیانی مرتدین ہیں ان کی بات پر کان لگانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فرض پڑھنے کے بعد مسجد میں جماعت قائم ہوئی، اب کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فرض تنہا پڑھ چکا تھا، اب مسجد میں جماعت قائم ہوئی اور یہ اس وقت مسجد میں موجود ہے۔ تو اب اسے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: نماز ظہر و عشاء میں ضرور شریک ہو جائے کہ اگر تکبیر سن کر باہر چلا گیا، یا وہیں بیٹھا رہا، تو دونوں صورت میں مبتلائے کراہت وتہمت ترکِ جماعت ہوا۔ اور فجر و عصر و مغرب میں شریک نہ ہو کہ قول جمہور پر تین رکعت نفل نہیں ہوتے اور چوتھی ملائے گا تو بسبب مخالفت امام کراہت لازم آئے گی۔ اور فجر و عصر کے تو نوافل مکروہ ہی ہیں اور ویسے بیٹھا رہے گا تو کراہت اور اشد ہوگی۔ لہٰذا ان نمازوں میں ضرور ہوا کہ باہر چلا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



- کار پاکاں را از قیاس خود مگیر: نیکوں کے کام کو اپنے اوپر قیاس مت کرو
- مور د بنتے ہیں: یعنی اچھوں کو بھی اپنے اوپر قیاس کر لیتے ہیں
- جو معتقد نہیں: یعنی جو عالم پر اعتقاد رکھنے والا نہیں
- مسند ہدایت: ہدایت کا منصب، یعنی عالم ہدایت حاصل کرنے کے لئے ہے۔
- نیت بیگہ: اچھی نیت
- فرقہ ملامتیہ: جس کی ملامت کی جائے
- مرزائی: مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والے جس نے دعوی نبوت کیا

کھانا کھانے کے لئے اعتکاف کیسا ہے؟

سوال: کھانے پینے کے لئے اعتکاف جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: اعتکاف صرف ذکر الٰہی کے لئے کیا جائے بالتبع اس کے منافع اور ہو سکتے ہیں مثلاً روزے کے بارے میں حدیث ہے "صوموا تصحوا" (مجمع الزوائد، جلد ۵ ص ۳۲۴) روزہ رکھو تندرست ہو جاؤ گے، تو یہ نہیں ہو سکتا کہ روزہ تندرستی کی نیت سے رکھا جائے بلکہ روزہ اللہ کے لئے ہوگا اور تندرستی کی منفعت بھی اس سے تبعاً حاصل ہوگی، پھر اسی حدیث میں فرمایا "حجوا تستغنوا" (کنز العمال جلد ۵ ص ۴) حج کرو غنی ہو جاوگے، تو یہ نہیں کہ حج مال کی نیت سے کیا جائے بلکہ حج اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگا اور یہ نفع بھی ضمناً ملے گا تو جس طرح یہ دونوں اللہ ہی کے لئے ہیں اور صحت وغنا ان کے ضمنی منافع۔ اسی طرح اعتکاف اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگا اور کھانے پینے کا جواز نفع بالتبع۔ فتاویٰ عالمگیری وغیرہا میں ہے۔ اگر مسجد میں سونا چاہے اعتکاف کی نیت کر لے کچھ دیر ذکر الٰہی میں مشغول رہے پھر جو (جائز عمل) چاہے کرے۔ (الملفوظ)

اذان کے بعد مسجد سے باہر جانا!

سوال: مؤذن اذان کہنے کے بعد مسجد کے باہر جا سکتا ہے کہ نہیں؟۔

الجواب: اگر کوئی ضرورت درپیش ہو، اور جماعت میں دیر ہو، تو حرج نہیں، ورنہ بلاضرورت اجازت نہیں۔ اور مؤذن ہی نہیں ہر اس شخص کے لئے یہی حکم ہے، جس نے ابھی اس وقت کی نماز نہ پڑھی ہو، جس کی یہ اذان ہوئی۔ اور اذان ہونے ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ مراد دخول وقت ہے۔ جو مسجد میں ہو اور کسی نماز کا وقت شروع ہو جائے اور یہ دوسری مسجد کا مقیم جماعت نہ ہو، اسے نماز پڑھے بغیر مسجد سے باہر جانا جائز نہیں۔ مگر یہ کہ کسی حاجت سے نکلے اور قبل جماعت واپسی کا ارادہ رکھے، ورنہ حدیث میں فرمایا وہ منافق ہے۔

مسجد کا درخت اپنے مصرف میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے حقانی اس مسئلہ میں کہ جس مسجد میں امرود، بیلہ، گلاب وغیرہ کا درخت ہو اور حجرہ و غسل خانہ



● مطابق شرع مطہر	: شریعت کے مطابق	● الحان	: اچھی آواز سے پڑھنا
● غیر امرد	: خوبصورت لڑکا کے علاوہ	● مبتلائے کراہت	: مکروہ کام میں مبتلا ہوا
● بسبب مخالفت امام	: امام کی مخالفت کے سبب	● اور اشد ہوگی	: یعنی اور سخت ہوگی

تعمیر کرنے کے سبب ان درختوں کو کاٹا جائے۔ تو کوئی شخص ان درختوں کو اپنے مکان میں لگا سکتا ہے کہ نہیں؟
دوسرے یہ کہ پیال یا کرسی موسم سرما میں جو مسجدوں میں ڈالی جاتی ہے اور موسم سرما گزر جانے کے بعد اس کو نکال کر پھینک دیتے ہیں۔ تو جو شخص پیال یا کرسی یا چٹائی جو پھینک دینے کے قابل ہو اس کو اپنے صرف میں لا سکتا ہے کہ نہیں؟
تیسرے یہ کہ منڈیر یا فصیل مسجد جس پر وضو کرتے ہیں یا اذان دیتے ہیں وہ مسجد کے حکم میں ہے؟ کیا مسجد کی طرح وہاں دنیاوی بات کرنے کی ممانعت ہوگی؟ **بینوا توجروا**

الجواب: ان درختوں کو مسجد سے واجبی ومناسب قیمت پر مول لے کر لگا سکتا ہے۔ پیال یا چٹائی بیکار شدہ کہ پھینک دی جائے، لے کر صرف کر سکتا ہے۔ فصیل مسجد بعض باتوں میں حکم مسجد میں ہے۔ معتکف بضرورت اس پر جا سکتا ہے۔ اس پر تھوکنے یا ناک صاف کرنے یا کوئی نجاست ڈالنے کی اجازت نہیں۔ بیہودہ باتیں، قہقہے سے ہنسنا وہاں بھی نہ چاہئے۔ اور بعض باتوں میں حکم مسجد میں نہیں۔ اس پر اذان دیں گے، اس پر بیٹھ کر وضو کر سکتے ہیں۔ جب تک مسجد میں جگہ باقی ہو اس پر نماز فرض میں مسجد کا ثواب نہیں۔ دنیا کی جائز قلیل بات جس میں نہ چپقلش ہو، نہ کسی نمازی یا ذاکر کی ایذا، اس میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (احکام شریعت)

مسجد میں کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے اندر کھانا پینا جائز ہے۔ یا مکروہ۔ یا حرام؟ کیا وہ شخص جو نفل اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں داخل ہوا ہو۔ کھا پی سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کھا پی سکتا ہے تو کیا کچھ ذکر الٰہی کرنے کے بعد۔ یا داخل ہوتے ہی فوراً کھا پی سکتا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب: مسجد میں ایسا کھانا پینا کہ مسجد میں گرے۔ اور مسجد آلودہ ہو مطلقاً حرام ہے۔ معتکف ہو یا غیر معتکف۔ اسی طرح ایسا کھانا جس سے نماز کی جگہ گھرے۔ اور اگر یہ دونوں باتیں نہیں تو غیر معتکف کو مکروہ۔ اور معتکف کو مباح۔ کہ اگر واقعی اسے اعتکاف منظور ہی تھا، جب تو نیت کرتے ہی معاً کھا پی سکتا ہے۔ اور اگر اعتکاف کی نیت اس لئے کی کہ کھانا پینا جائز ہو جائے۔ تو پہلے کچھ دیر ذکر الٰہی کرے پھر کھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (احکام شریعت)

مسجد میں کسی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا!

سوال: نماز کے وقت مسجد میں تمام نمازیوں کا کسی شخص کے آنے پر تعظیماً کھڑا ہونا اور قدموں پر سر رکھ کر بوسہ دینا جائز ہے یا



- بالتبع: تابع ہو کر، مراد اعتکاف کے سبب کھانا پینا روا ہوگا۔
- ضمناً: یعنی حج کے سبب
- دخول وقت: یعنی نماز کے وقت کا ہونا
- منفعت: فائدہ
- نفع بالتبع: کسی سبب سے نفع ملنا
- مقیم جماعت: دوسری مسجد میں نماز قائم کرنے والا جیسے کسی مسجد کا امام و مؤذن

نہیں؟ بینوا توجروا

الجوب: عالم دین اور سلطان الاسلام اور علم دین میں اپنا استاد، ان کی تعظیم مسجد میں بھی کی جائے گی، اور مجالس خیر میں بھی۔ اور تلاوت قرآن عظیم میں بھی۔ عالم دین کے قدموں پر بوسہ دینا سنت ہے اور قدموں پر سر رکھنا جہالت۔ واللہ تعالی اعلم

(احکام شریعت)





بَابُ قَضَاءِ الْفَوَائِتُ

[فتاویٰ رضویہ مترجم]

جلد نمبر ۸ - ص ۱۴۱ تا ۲۱۹

فجر کی سنت چھوٹ جائے تو اسے کب پڑھی جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی نے جماعت کے فوت ہونے کے خوف سے فجر کی سنتیں ترک کیں اور جماعت میں شامل ہو گیا۔ اب وہ ان سنتوں کو فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے یا بعد۔ بینوا توجروا

الجواب: جبکہ فرض فجر پڑھ چکا تو سنتیں سورج بلند ہونے سے پہلے ہرگز نہ پڑھے۔ ہمارے سب ائمہ رضی اللہ تعالی عنہم کا اس پر اجماع ہے۔ بلکہ پڑھے تو سورج بلند ہونے کے بعد دو پہر سے پہلے پڑھ لے۔ نہ اس کے بعد پڑھے نہ اس سے پہلے۔ ردالمحتار میں ہے اذا فاتت وحدھا فلا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع لکراھۃ النفل بعد الصبح و اما بعد طلوع الشمس فکذٰلک عندھما و قال محمد احب الی ان یقضیھا الی الزوال کما فی الدرر (ترجمہ جب فرض کی سنت چھوٹ تنہا جائے تو بالاتفاق طلوع آفتاب سے پہلے ادا نہ کی جائے کیوں کہ نماز فجر کے بعد نوافل مکروہ ہیں۔ رہا معاملہ طلوع فجر کے بعد کا تو شیخین کے نزدیک قضا نہیں اور امام محمد نے فرمایا کہ زوال تک سنتیں قضا کر لینا میرے نزدیک پسندیدہ ہے جیسا کہ "درر" میں ہے) اور یہ خیال کہ اس میں قصدا وقت قضا کر دینا ہے، ناواقفی سے ناشی۔ یہ سنتیں جب فرض سے پہلے نہ پڑھی گئیں، خود ہی قضا ہو گئیں کہ ان کا وقت یہی تھا کہ فرضوں سے پیشتر پڑھی جائیں۔ اب اگر فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے گا، جب بھی قضا ہی ہوں گے۔ ادا ہرگز نہ ہوں گی۔ لیکن طلوع سے پہلے قضا کرنے میں فرض فجر کے بعد نوافل کا پڑھنا ہے اور یہ جائز نہیں۔ لہٰذا ہمارے اماموں نے اس سے منع فرمایا اور بعد طلوع وہ حرج نہ رہا۔ لہٰذا اجازت دی۔ واللہ تعالی اعلم

قضائے عمری کی کیا صورت ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس نے عمر بھر نماز کبھی نہ پڑھی۔ اب یہ شخص مر گیا تو اس وقت اس کی قضائے عمری کی کیا صورت ہے۔ اس کا اگر کوئی تدارک ہو سکے تو کیا ہے۔ بینوا توجروا

- پیشتر: پہلے
- اجماع: تمام حنفی ائمہ کا اتفاق
- شیخین: حضرت امام اعظم اور حضرت امام ابو یوسف
- ناواقفی سے ناشی: ناواقفی کی دلیل



الجواب: اگر وقت بلوغ نہ معلوم ہو، تو مرد کے لئے اس کی عمر سے بارہ برس اور عورت کے لئے نو برس کم کریں اور باقی تمام برسوں کے دن کر کے ہر دن کی نماز کے لئے آٹھ سو دس (۸۱۰) تولے گیہوں کہ سو روپے بھر کے سیر سے کچھ کم نو سیر ہوئے ——— یا سولہ سو بیس (۱۶۲۰) تولہ جو یا ان کی قیمت ادا کریں۔ کل کے ادا کی طاقت نہ ہو تو جس قدر پر قدرت ہو، محتاج کو دے کر قابض کر دیں۔ محتاج اپنی طرف سے پھر ان کو ہبہ کر دے۔ یہ قبضہ کر کے پھر کفارہ میں محتاج کو دیں۔ وہ بعد قبضہ پھر ان کو ہبہ کر دے۔ یہ پھر قبضہ کر کے کفارہ میں دیں۔ یونہیں دَور کرتے رہیں۔ یہاں تک کہ ادا ہو جائے۔

عورت کی عادت حیض اگر معلوم ہو تو اس قدر دن اور نہ معلوم ہو تو ہر مہینہ سے تین ۳/نو برس کی عمر سے پچاس برس کی عمر تک مستثنیٰ کریں، مگر جتنے بار حمل رہا ہو مدت حمل کے مہینوں سے ایام حیض کا استثناء نہ کریں، عورت کی عادت در بارہ نفاس اگر معلوم ہو تو ہر حمل کے بعد اتنے دن مستثنیٰ کرے اور نہ معلوم ہو تو کچھ نہیں کہ نفاس کے لئے جانب اقل میں شرعاً کچھ تقدیر نہیں ممکن ہے کہ ایک ہی منٹ آ کر فوراً پاک ہو جائے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

قضا نمازوں کی ادائیگی کی نیت کیسے کی جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس پر قضا نمازیں زیادہ ہوں۔ وہ ان کی نیت کیوں کر کرے اور قضا میں کیا کیا نماز پھیری جاتی ہے اور جس کے ذمہ قضائیں بہت زیادہ ہیں جن کی ادا سخت دشوار ہے، تو آیا اس کے لئے کوئی تخفیف نکل سکتی ہے۔ جس سے ادا میں آسانی ہو جائے کہ ادا میں جلدی منظور ہے کہ موت کا وقت معلوم نہیں۔

بینوا توجروا

الجواب: قضا ہر روز کی نماز کی فقط بیس رکعتوں کی ہوتی ہے۔ دو فرض فجر کے، چار ظہر، چار عصر، تین مغرب، چار عشاء اور تین وتر اور قضا میں یوں نیت کرنی ضرور ہے کہ نیت کی میں نے پہلی فجر جو مجھ سے قضا ہوئی یا پہلی ظہر جو مجھ سے قضا ہوئی اسی طرح ہمیشہ ہر نماز میں کیا کرے ——— اور جس پر قضا نماز بہت کثرت سے ہیں وہ آسانی کے لئے اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں تین تین بار **سبحٰن ربی العظیم سبحٰن ربی الاعلیٰ** کی جگہ صرف ایک بار کہے مگر یہ ہمیشہ ہر طرح کی نماز میں یاد رکھنا چاہئے کہ جب آدمی رکوع میں پورا پہنچ جائے اس وقت

● تدارک	:یعنی قضا نمازیں ادا ہونے کی صورت	● وقت بلوغ	:بالغ ہونے کا وقت
● قابض کردے	:مالک بنادے	● مستثنیٰ کریں	:الگ کریں

سبحٰن کا سین شروع کردے اور جب عظیم کا میم ختم کرے، اس وقت رکوع سے سر اٹھائے۔ اسی طرح جب سجدوں میں پورا پہنچ لے اس وقت تسبیح شروع کرے اور جب پوری تسبیح ختم کر لے اس وقت سجدہ سے سر اٹھائے۔ بہت سے لوگ جو رکوع، سجدہ میں آتے جاتے یہ تسبیح پڑھتے ہیں، بہت غلطی کرتے ہیں۔ ایک تخفیف کثرت قضا والوں کے لئے یہ ہوسکتی ہے۔

دوسری تخفیف یہ کہ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف کی جگہ فقط سبحٰن اللہ سبحٰن اللہ سبحٰن اللہ تین بار کہہ کر رکوع میں چلے جائیں، مگر وہی خیال یہاں بھی ضرور ہے کہ سیدھے کھڑے ہو کر سبحٰن اللہ شروع کریں اور (قیام میں) سبحٰن اللہ پورا کھڑے کھڑے کہہ کر رکوع کے لئے سر جھکائیں۔ یہ تخفیف فقط فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت میں ہے۔ وتروں کی تینوں رکعتوں میں الحمد شریف اور سورہ دونوں ضرور پڑھی جائیں۔

تیسری تخفیف پچھلی التحیات کے بعد دونوں درودوں اور دعاء کی جگہ اللھم صل علی محمد و الہ کہہ کر سلام پھیر دیں۔

چوتھی تخفیف وتروں کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت کی جگہ **اللہ اکبر** کہہ کر فقط ایک بار یا تین بار **رب اغفرلی** کہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

قضا نمازوں کی جماعت ہوسکتی ہے یا نہیں؟

سوال: قضا نماز کی جماعت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ تنہا پڑھنا افضل ہے یا با جماعت۔ اور مسجد میں یا مکان پر۔ اگر جماعت ہو سکتی ہے، تو صبح وعشاء ومغرب کی نماز خاموش پڑھنا چاہئے یا با آواز۔ اور ہر ایک قضا عین وقت ہی پر پڑھی جائے، مثلاً عشاء کی عشاء کے وقت اور ظہر کی ظہر کے وقت۔ علی ہذا القیاس۔ یا حتی الامکان جلد بلا تعین وقت۔

الجواب: اگر کسی امر عام کی وجہ سے جماعت بھر کی نماز قضا ہوگئی، تو جماعت سے پڑھیں۔ یہی افضل ومسنون ہے اور مسجد میں بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اور جہری نمازوں میں امام پر جہر واجب ہے اگر چہ قضا ہو۔ اور اگر بوجہ خاص بعض اشخاص کی نماز جاتی رہی، تو گھر پر تنہا پڑھیں کہ معصیت کا اظہار بھی معصیت ہے۔ قضا حتی الامکان جلد ہو۔ تعیین وقت کچھ نہیں۔ ایک وقت میں سب وقتوں کی پڑھ سکتا ہے۔

- کثرت قضا — بہت ساری قضا نمازیں
- تخفیف — آسانی



جس نے فجر کی نماز نہ پڑھی ہو اس کی جمعہ وعیدین ہوگی یا نہیں؟

سوال: جس شخص نے نماز صبح نہ پڑھی ہو تو اس کی جمعہ اور عید کی نماز ادا ہو سکتی ہے یا نہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب: عید کی تو مطلقاً ہو جائے گی اور جمعہ کی بھی، اگر "صاحب ترتیب" نہ ہو، یعنی اس کے ذمہ پانچ نمازوں سے زیادہ قضا جمع ہو گئی ہوں، اگرچہ ادا کرتے کرتے اب کم باقی ہوں۔ اگر صاحب ترتیب ہے تو جب تک صبح کی نماز نہ پڑھ لے جمعہ نہ ہوگا۔ اگر صبح کی نماز اسے یاد ہے اور وقت اتنا تنگ ہو گیا کہ صبح کی پڑھے، تو ظہر کا وقت ہی نکل جائے اور یہ جمعہ میں ہونا متوقع نہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

میت کے ذمہ بہت قضا نمازیں ہیں اس کی ادائیگی کی صورت کیا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ملک پنجاب میں رواج ہے کہ میت کے جنازہ کے وقت اسقاط کرتے ہیں۔ یہ درست ہے یا نہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب: اسقاط کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ اگر میت پر نماز، روزہ قضا ہیں اور اس نے اتنا مال نہ چھوڑا جس کے ثلث سے بحالت وصیت اس کا فدیہ ادا ہو سکے، یا وصیت نہ کی اور سب ورثہ، ادائے فدیہ پر راضی نہیں، تو پہلی صورت میں اس کے تہائی مال کا حساب لگائیں کہ اس سے کس قدر کا فدیہ ادا ہو سکتا ہے۔ مثلاً فرض کرو کہ چہارم کی قدر ہے، تو ثلث مال فقیر کو بہ نیت فدیہ دیں۔ فقیر اسے لے کر پھر وارث کو ہبہ کر دے، یہ پھر بہ نیت فدیہ دے، فقیر پھر لے کر ہبہ کر دے اور ہر بار فقیر و وارث قبضہ کرتے جائیں۔ یہاں تک کہ فدیہ ادا ہو جائے اور صورت ثانیہ جو وارث جس قدر مال دینے پر راضی ہے، اتنے مال کا الٹ پھیر اتنی بار کریں کہ فدیہ ادا ہو جائے۔

یا مال بالکل نہیں ہے، تو وارث ڈیڑھ سیر گیہوں یا اس کی قیمت کسی سے قرض لے کر اس کا الٹ پھیر کر لے، اگرچہ ہزار بار یا زائد میں فدیہ کی حد تک پہنچے ——— اس کے سوا یہ جو عوام میں رائج ہے کہ سارے فدیہ کے عوض ایک قرآن دے دیا کہ وہ تو بے بہا ہے۔ یوں ادا نہیں ہوتا۔ قرآن مجید بے شک بے بہا ہے، یعنی کلام الٰہی کہ ورقوں میں لکھا ہے وہ مال نہیں، نہ وہ دینے کی چیز ہے۔ تو جو مال ہے یعنی کاغذ اور پٹھے، اسی کی قیمت معتبر ہوگی اور وہ



• بلاتعین وقت	وقت متعین کئے بغیر	• معصیت	گناہ
جہر واجب	: قرأت بلند آواز سے کرنا ضروری	• علیٰ ہٰذا القیاس	اسی پر قیاس
• بوجہ خاص	: کسی سبب سے	• متوقع نہیں	امید نہیں
• اسقاط	: یعنی گناہوں کی مغفرت کے لئے صدقہ وغیرہ کرنا		

جب مقدار فدیہ کو نہ پہنچے گی، فدیہ کیوں کر ادا ہوگا۔ وھذا ظاہر جدا واللہ تعالی اعلم۔

اگر جمعہ میں سجدۂ سہو لازم تھا نہ کیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نماز جمعہ رکعت اول میں بقدر ما یجوز بہ الصلاۃ (نماز ہو جانے کی مقدار) کے پڑھ کر ایک منٹ سے زیادہ ساکت رہا اور نماز تمام کرنے کے بعد سجدہ بھی نہ کیا۔ جب لوگوں نے کہا تم نے سجدۂ سہو نہیں کیا، تو جواب دیا کہ مسئلہ اسی طرح ہے جیسا میں نے کیا۔ آیا زید کا یہ قول صحیح ہے یا غلط۔ اور وہ نماز کامل ہوئی یا ناقص۔ **بینوا توجروا**

الجواب: ایک منٹ تو بہت ہوتا ہے اگر بقدر تین تسبیح کے بھی ساکت رہا، تو سجدہ سہو لازم ہے۔ اصل حکم یہی ہے۔ **ردالمحتار** میں اس کی خاص تصریح ہے۔ مگر نماز جمعہ میں جب کہ ہجوم نمازیاں کثیر ہو، سجدۂ سہو ساقط کر دیا گیا ہے۔ **کمافی ردالمحتار** پس اس نماز میں ہجوم کثیر تھا، تو زید نے سجدۂ سہو کا ترک بجا کیا۔ اور اگر تھوڑے آدمی تھے تو بے جا اور سخت بے جا۔ اور وہ نماز ناقص ہوئی۔ ظہر اعادہ کریں۔ **واللہ تعالی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واکرم۔**

پہلا قعدہ بھول کر کھڑا ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز فرض یا وتر میں پہلا قعدہ بھول کر کھڑا ہو گیا، یا کھڑا ہونے لگا تو اس صورت میں کیا حکم ہے۔ لوٹ آئے یا نہ لوٹے۔ اور اگر کھڑا ہو گیا یا کھڑا ہونے کے قریب تھا۔ اس کے بعد لوٹ آیا تو نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ اگر ہو جائے گی تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب: اگر ابھی قعود سے قریب ہے کہ نیچے کا آدھا بدن ہنوز سیدھا نہ ہونے پایا جب تو بالاتفاق لوٹ آئے۔ اور مذہب اصح میں اس پر سجدۂ سہو نہیں۔ اور اگر قیام سے قریب ہو گیا یعنی بدن کا نصف زیریں سیدھا اور پیٹھ میں خم باقی ہے، تو بھی مذہب اصح وارجح میں پلٹ آنے کا ہی حکم ہے۔ مگر اب اس پر سجدۂ سہو واجب۔ اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو پلٹنے کا اصل حکم نہیں، بلکہ ختم پر سجدۂ سہو کرلے ـــــ پھر بھی اگر پلٹ آیا، بہت بڑا گنہگار ہوا۔ یہاں تک کہ حکم ہے کہ فورا کھڑا



● ثلث	تہائی
● چہارم کی قدر	چار حصے کے برابر
● مقدار فدیہ	یعنی فدیہ کا جو وزن یا جو رقم بنتی ہے
● بقدر تین تسبیح	تین بار سبحان ربی الاعلی کہنے تک
● ساکت	خاموش

ہو جائے اور امام ایسا کرے تو مقتدی اس کی پیروی نہ کریں، کھڑے رہیں۔ یہاں تک کہ وہ پھر قیام میں آئے۔ مگر مذہب اصح میں نمازیوں بھی نہ جائے گی۔ صرف سجدۂ سہولازم رہے گا۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

بغیر قنوت پڑھے رکوع میں چلا جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتروں میں رکعت ثالث میں امام بجائے قنوت پڑھنے کے تکبیر قنوت کہہ کر رکوع کو چلا گیا اور مقتدیوں کی تکبیر کہنے سے واپس ہو کر قنوت پڑھا اور پھر دوبارہ رکوع کیا اور سجدہ سہو کیا۔ نماز ادا ہوگئی یا نہیں۔ رکوع میں پورا جھک گیا تھا جب قنوت کی طرف رجوع کیا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جو شخص قنوت بھول کر رکوع میں چلا جائے، اسے جائز نہیں کہ پھر قنوت کی طرف پلٹے۔ بلکہ حکم ہے کہ نماز ختم کر کے اخیر میں سجدہ سہو کرلے۔ پھر اگر کسی نے اس حکم کا خلاف کیا، تو بعض ائمہ کے نزدیک اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اصح یہ ہے کہ برا کیا گنہگار ہوا مگر نماز نہ جائے گی۔ بہر حال اس عود کو جائز کوئی نہیں بتاتا، تو جن مقتدیوں نے اسے اس عود ناجائز کی طرف بلانے کے لئے تکبیر کہی، ان کی نماز فاسد ہوئی۔ امام ان کے کہنے کی بنا پر نہ لوٹتا نہ ان کے بتائے سے اسے یاد آتا بلکہ اسے خود ہی یاد آتا اور لوٹتا اگرچہ اس کا یاد کرنا اور ان کا تکبیر کہنا برابر واقع ہوتا، تو اس صورت میں مذہب اصح پر امام اور باقی مقتدیوں کی نماز ہو جاتی، یعنی واجب اتر جاتا، اگرچہ اس کی کراہت تحریم کے باعث اعادہ واجب ہوتا۔ اب کہ وہ ان مقتدیوں کے بتانے سے پلٹا اور یہ نماز سے خارج تھے تو خود اس کی نماز بھی جاتی رہی۔ اور اس کے سبب سب کی گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کفارۂ نماز ادا کرنے کی صلاحیت نہیں کیا کیا جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مر گیا اس نے

• اعادہ	پھر سے پڑھیں	• نصف زیریں	نیچے کا آدھا حصہ
• خم	جھکنا	• مذہب اصح وارجح	صحیح اور راجح مذہب کے مطابق
• رکعت ثالث	تیسری رکعت		



عمر بھر نماز نہ پڑھی یا کبھی کبھی پڑھی۔ اس کی عمر ستر پچھتر برس کی ہوئی۔ کفارہ نماز کے بہت سے گیہوں یا جو ہوں گے اور اس قدر مال نہیں، تو اس کے ادا ہونے کا کیا طریقہ ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب: اس کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً بارہ برس ادنیٰ مدتِ بلوغ کی نکال کر، ساٹھ برس کی نمازیں اس کے ذمہ تھیں۔ سال کے دن تین سو پچپن ہیں۔ تو ایک سال کی نمازوں کے فدیے، دو ہزار ایک سو تیس ہوئے۔ اور ساٹھ برس کے ایک لاکھ ستائیس ہزار آٹھ سو۔ ایک نماز کا فدیہ گیہوں سے نصف صاع یعنی بریلی کی تول سے ایک سیر سات چھٹانک دو ماشے ساڑھے چھ رتی۔ اور انگریزی سیر سے کہ اسی ۸۰/ روپیہ بھر کا ہے، پونے دو سیر اور پون چھٹانک اور بیسواں حصہ چھٹانک کا، یعنی ایک سیر تیرہ چھٹانک پانچواں حصہ چھٹانک کا کم۔ اس مقدار کو ۲۱۳۰ میں ضرب دیں تو سال بھر کی نمازوں کا کفارہ ہو، اور ۱۲۷۸۰۰ میں ضرب دیں تو ساٹھ سال کا۔ یہ تقریباً پونے پانچ ہزار من گیہوں ہوئے۔ اس قدر دینے کی طاقت نہیں، تو جتنے کی قدرت ہو، اس قدر فقیر کو دے کر مالک کردیں۔ قبضہ دلادیں۔ پھر فقیر اپنی طرف سے انھیں ہبہ کردے۔ یہ پھر دوبارہ بہ نیت کفارہ، اسے دے کر قبضہ دلادیں۔ وہ پھر انھیں ہبہ کردے۔ یہ سہ بار ایسا ہی کریں، یہاں تک کہ یہ الٹ پھیر اس مقدار کو پہنچ جائے، جتنے بڑی مقدار سے دَور کریں گے، جلد ختم ہوگا۔

دَور کے لیے یہ بھی کرسکتے ہیں کہ کسی سے مثلاً سو روپیہ کی تھیلی قرض لے کر وہ کفارے میں فقیر کو دیں۔ اور یوہیں الٹ پھیر کریں کہ روپے سے دور آسان ہوگا۔ اخیر میں فقیر کو کچھ دے کر راضی کریں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

☆☆☆



● عود: لوٹنا ● عودنا جائز: لوٹنا نا جائز

● کراہت تحریم: مکروہ تحریمی ● نصف صاع: یعنی آج کے اعتبار سے دو کیلو ۴۵ گرام

سجدۂ سَہو

فرض کی پچھلی دو رکعت میں بھولے سے سورہ ملانا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز فرض پڑھتا ہے اور اس نے سہوا پچھلی دو رکعت میں بھی بعد الحمد کے ایک سورت پڑھی۔ بعدہ سلام پھیرا۔ اب اس کی نماز فرض ہوئی یا سنت؟ اور اگر وہ سجدہ سہو کر لیتا تو اس کی نماز فرض ہو جاتی یا نہیں؟

الجواب: فرض ہوئے، اور نماز میں کچھ خلل نہ آیا نہ اس پر سجدۂ سہو تھا۔ بلکہ اگر قصدا بھی فرض کی پچھلی رکعتوں میں سورت ملا لے تو کچھ مضائقہ نہیں، صرف خلاف اولی ہے۔ بلکہ بعض ائمہ نے اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی۔ فقیر کے نزدیک ظاہرا یہ استحباب تنہا پڑھنے والے کے حق میں ہے۔ امام کے لئے ضرور مکروہ ہے۔ بلکہ مقتدیوں پر گراں گزرے تو حرام۔ درمختار میں ہے: ضم سورۃ فی الاولیین من الفرض و ھل یکرہ فی الاخریین المختار لا۔ (فرض کی دو پہلی رکعتوں میں سورۃ کا ملانا فرض ہے۔ اور کیا پچھلی دو رکعتوں میں مکروہ ہے مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں)۔ واللہ تعالی اعلم

سورہ سوچنے میں دیر لگائی کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص الحمد شریف پڑھ کر سوچتا رہا کہ کون سی سورہ پڑھوں اور اس میں کچھ دیر لگ گئی تو اس میں کیا حکم ہے؟ بینوا و توجروا

جواب: اگر بقدر ادائے رکن ای مع سنتہ کما فی الغنیہ یعنی مثلا جتنی دیر میں تین سبحان اللہ کہہ لیتا اتنے وقت تک سوچتا رہا تو سجدہ سہو لازم ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قعدہ اولیٰ کے بعد بھول کر کھڑا ہو گیا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قعدہ اخیرہ کے بعد گمان ہوا کہ یہ قعدہ اولی تھا کھڑا ہو گیا اور قبل سجدہ کے یاد آ گیا تو اب عود کر کے دوبارہ التحیات پڑھ کر سجدہ سہو میں جائے یا ویسے ہی سجدہ کو چلا جائے بینوا و توجروا

جواب: عود کر کے بیٹھنا چاہئے۔ اور معاً سجدہ سہو میں چلا جائے۔ دوبارہ التحیات نہ پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم



● استحباب	مستحب ہونا
● بقدر ادائے رکن	تین سبحان اللہ پڑھنے کے مقدار
● قعدہ اخیرہ	نماز کا آخری قعدہ
● قعدہ اولی	پہلا قعدہ
● عود کر کے	پلٹ کر

فرض کی پچھلی دو رکعت میں بھولے سے سورہ ملانا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز فرض پڑھتا ہے اور اس نے سہواً پچھلی دو رکعت میں بھی بعد الحمد کے ایک سورت پڑھی۔ بعدہ سلام پھیرا۔ اب اس کی نماز فرض ہوئی یا سنت؟ اور اگر وہ سجدہ سہو کر لیتا تو اس کی نماز فرض ہو جاتی یا نہیں؟

الجواب: فرض ہوئے، اور نماز میں کچھ خلل نہ آیا نہ اس پر سجدۂ سہو تھا۔ بلکہ اگر قصداً بھی فرض کی پچھلی رکعتوں میں سورت ملا لے تو کچھ مضائقہ نہیں، صرف خلاف اولیٰ ہے۔ بلکہ بعض ائمہ نے اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی۔ فقیر کے نزدیک ظاہراً یہ استحباب تنہا پڑھنے والے کے حق میں ہے۔ امام کے لئے ضرور مکروہ ہے۔ بلکہ مقتدیوں پر گراں گزرے تو حرام۔ درمختار میں ہے: ضم سورة فی الاولیین من الفرض و ھل یکرہ فی الاخریین المختار لا۔ (فرض کی دو پہلی رکعتوں میں سورۃ کا ملانا فرض ہے۔ اور کیا پچھلی دو رکعتوں میں مکروہ ہے مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سورہ سوچنے میں دیر لگائی کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص الحمد شریف پڑھ کر سوچتا رہا کہ کون سی سورہ پڑھوں اور اس میں کچھ دیر لگ گئی تو اس میں کیا حکم ہے؟ بینوا و توجروا

جواب: اگر بقدر ادائے رکن ای مع سنتہ کما فی الغنیہ یعنی مثلاً جتنی دیر میں تین سبحان اللہ کہہ لیتا اتنے وقت تک سوچتا رہا تو سجدہ سہو لازم ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قعدہ اولیٰ کے بعد بھول کر کھڑا ہو گیا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قعدہ اخیرہ کے بعد گمان ہوا کہ یہ قعدہ اولیٰ تھا کھڑا ہو گیا اور قبل سجدہ کے یاد آ گیا تو اب عود کر کے دوبارہ التحیات پڑھ کر سجدہ سہو میں جائے یا ویسے ہی سجدہ کو چلا جائے بینوا و توجروا

جواب: عود کر کے بیٹھنا چاہئے۔ اور معاً سجدہ سہو میں چلا جائے۔ دوبارہ التحیات نہ پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم



● استحباب	مستحب ہونا
● بقدر ادائے رکن	تین سبحان اللہ پڑھنے کے مقدار
● قعدہ اخیرہ	نماز کا آخری قعدہ
● قعدہ اولی	پہلا قعدہ
● عود کر کے	پلٹ کر

پہلا قعدہ کے بعد بھول کر کھڑا ہوا یا ہونے لگا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز فرض یا وتر میں پہلا قعدہ بھول کر کھڑا ہو گیا یا کھڑا ہونے لگا تو اس صورت میں کیا حکم ہے۔ لوٹ آئے یا نہ لوٹے۔ اور اگر کھڑا ہو گیا یا کھڑا ہونے کے قریب تھا اس کے بعد لوٹ آیا تو نماز ہو جائے گی یا نہیں اگر ہو جائے گی تو سجدہ سہو واجب ہو گا یا نہیں۔ **بینوا و توجروا**

جواب: اگر ابھی قعود سے قریب ہے کہ نیچے کا آدھا بدن ہنوز سیدھا نہ ہونے پایا جب تو بالاتفاق لوٹ آئے اور مذہب اصح میں اس پر سجدہ سہو نہیں۔ اور اگر قیام سے قریب ہو گیا یعنی بدن کا نصف زیریں سیدھا اور پیٹھ میں خم باقی ہے تو بھی مذہب اصح وارجح میں پلٹ آنے کا حکم ہے۔ مگر اب اس پر سجدہ سہو واجب۔ اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو پلٹنے کا اصلاً حکم نہیں، بلکہ ختم نماز پہ سجدہ سہو کر لے۔ پھر بھی اگر پلٹ آیا بہت برا کیا گنہگار ہوا یہاں تک حکم ہے فوراً کھڑا ہو جائے اور امام ایسا کرے تو مقتدی اس کی پیروی نہ کریں کھڑے رہیں یہاں تک وہ پھر قیام میں آئے۔ مگر مذہب اصح میں نماز یوں بھی نہ جائے گی صرف سجدۂ سہو لازم رہے گا۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

اگر امام نے بھول کر سجدہ سہوا کر لیا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی امام نے بھول کر سجدہ سہو کر لیا تو اس صورت میں نماز امام و مقتدیان اور بعد سجدہ سہو کے جو مقتدی ملے ان سب کی نماز کیسی ہو گی۔ اور حقیقت میں سہو نہیں تھا **بینوا اتجروا**

جواب: امام اور مقتدیان سابق کی نماز ہو گئی۔ جو مقتدی اس سجدہ سہو میں جانے کے بعد ملے ان کی نماز نہیں ہوئی کہ جب واقع میں سجدہ سہو نہ تھا، داہنا سلام کہ امام نے پھیرا ختم نماز کا موجب ہوا۔ یہ سجدہ بلا سبب لغو تھا تو اس تحریمہ نماز کی طرف عود نہ ہوا اور مقتدیان مابعد کو کسی جزء نماز میں شرکت امام نہ ملی، لہٰذا ان کی نماز نہ ہوئی۔ لہٰذا اگر سجدہ سہو میں مسبوق اتباع امام کرے بعد کو معلوم ہو کہ یہ سجدہ بے سبب تھا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کہ ظاہر ہوا کہ محل انفراد میں ابتدا کیا تھا۔ ہاں اگر معلوم نہ ہوا تو اس کے لئے حکم فساد نہیں کہ وہ حال امام کو صلاح و ثواب پر حمل کرنا ہی چاہئے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

☆☆☆



- قعود: بیٹھنا
- موجب: سبب
- مقتدیان مابعد: بعد میں آنے والے مقتدی حضرات
- مسبوق اتباع امام کرے: بعد میں جماعت میں شامل ہونے والا اگر سجدہ سہو میں امام کے ساتھ سجدہ کرے
- محل انفراد میں: یعنی تنہا
- نصف زیریں: نیچے کا آدھا حصہ
- عود نہ ہوا: پلٹنا نہ ہوا
- جزء نماز میں: نماز کے کسی رکن میں

باب سجود التلاوة

اگر کتابوں میں آیت سجدہ لکھی ہوتو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر کتب نظم ونثر میں آیات سجدہ لکھی ہوتی ہیں ان کا کیا حکم ہے آیا سجدہ کرنا چاہیے یا نہیں جیسے منقبت میں جناب مولوی عبدالقادر صاحب کا شعر ہے ؎

راہ حق میں کردیا سجدہ میں قرباں اپنا سر
ایسی واسجدوا قترب کی کس نے کی تفسیر ہے

الجواب: وجوب سجدہ تلاوت۔ تلاوت کلمات معینہ قرآن مجید سے منوط ہے، وہ کلمات جب تلاوت کیے جائیں گے سجدہ تالی و سامع پر واجب ہوگا۔ کسی نظم یا نثر کے ضمن میں آنے سے غایت یہ ہے کہ اول وآخر کچھ غیر عبارت مذکور ہوئی جسے ایجاب سجدہ میں دخل نہ تھا۔ نہ یہ کہ حکم سجدہ کی رافع ومزیل ہو، تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہوا۔ جس طرح حرف اسی قدر کلمات تلاوت کریں اور اول وآخر کچھ نہ کہیں سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ ایسی ہی یہاں بھی کہ جس عبارت کا عدم ووجود یکساں ہے، وہ نظر سے ساقط اور حکم سکوت میں ہے وھٰذا ظاھر جدا

ہاں قابل غور یہ بات ہے کہ سجدۂ تلاوت کس قدر قراءت سے ہوتا ہے۔ اصل مذہب وظاہر الروایہ میں ہے کہ ساری آیت بتمامہا اس کا سبب ہے۔ یہاں تک کہ اگر ایک حرف باقی رہ جائے گا، سجدہ نہ آئے گا۔ مثلاً اگر حج میں الم تر ان اللہ سے ان اللہ یفعل ما تک پڑھ گیا، سجدہ نہ ہوا۔ جب تک ''یشاء'' بھی نہ پڑھے۔ اور یہی مذہب آثار صحابہ عظام وتابعین کرام سے مستفاد اور ایسا ہی امام مالک وامام شافعی وغیرہما ائمہ کا ارشاد بلکہ ائمہ متقدمین سے اس بارے میں اصلاً خلاف معلوم نہیں۔ کتب اصحاب متون کہ نقل مذہب کے لیے موضوع ہیں اسی طرف گئے اور دلائل وکلمات عامۂ شروح کہ تحقیق وتنقیح کی متکفل ہیں اسی پر مبنی ومتبنی ہوئے اور اکابر اصحاب فتاویٰ بھی ان کے ساتھ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر نماز میں سورہ اقرا پڑھے تو سجدہ تلاوت کیسے کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص فرضوں میں اقراء پڑھے اور ضم دو سورتوں کا (یعنی فرض نماز میں

رافع ومزیل	اٹھانے والا ختم کرنے والا	تالی وسامع	تلاوت کرنے والا سننے والا
حکم سکوت	خاموشی کا حکم	عدم ووجود	نہیں پایا جانا اور پایا جانا
		بتمامہا	مکمل



دوسورتوں کا پڑھنا) آیا نہیں اور سجدہ سورہ کے آخر میں ہے اور امام ہے، اگر رکوع میں نیت کرے تو مقتدی کا سجدہ تلاوت ادا نہ ہوگا آیا یوں جائز ہوگا کہ سورت ختم کر کے سجدہ کرے، پھر کھڑا ہوکر رکوع کرے یا تین سجدے کرے۔ مطلع فرمائیے۔

الجواب: فی الواقع اگر صورت مستفسرہ میں امام نے فورا رکوع کیا اور رکوع میں نیت سجدہ تلاوت کر لی، تو اس کا سجدہ تو ادا ہوگیا۔ مگر جن مقتدیوں نے نیت نہ کی ان کا سجدہ ایک مذہب علما پر ادا نہ ہوگا اعنی عند من لا یجزی للمامور بنیة الامام لهما قولان حکاهما القهستانی نہ وہ آپ جداگانہ سجدہ کریں گے للزوم خلاف الامام (امام کے خلاف واقع ہونے کے سبب) نہ سجدۂ نماز انہیں سجدہ تلاوت سے کافی ہوگا۔ اگرچہ اس میں وہ سجدہ تلاوت کی نیت بھی کرلیں لانه لمانواها الامام فی رکوعه تعین لها افاده بلکہ اس کی سبیل یہ ہوگی کہ بعد سلام امام، سجدۂ تلاوت کریں پھر یہ سجدہ رافع قعدہ ہوگا۔ تو فرض ہوگا کہ قعدہ کا اعادہ کریں نہ کریں گے تو نماز جاتی رہے گی۔

آیت سجدہ کے ترجمہ پڑھنے سے سجدہ واجب ہوگا یا نہیں؟

سوال: منظوم

عالمان شرع سے ہے اس طرح میرا سوال — دیں جواب اس کا برائے حق مجھے وہ خوش خصال
گر کسی نے ترجمہ سجدہ کی آیت کا پڑھا — تب بھی سجدہ کرنا کیا اس شخص پر واجب ہوا
اور ہوں سجدے تلاوت کے ادا کرنے جسے — پھر ادا کرنے سے ان سجدوں کے پہلے وہ مرے
پس سبک دوشی کی اس کے شکل کیا ہوگی جناب — چاہیے ہے آپ کو دینا جواب باصواب

سوال: منظوم

ترجمہ بھی اصل سا ہے وجہ سجدہ بالیقیں — فرق یہ ہے فہم معنی اس میں شرط اس میں نہیں
آیت سجدہ سنی جانا کہ ہے سجدہ کی جا — اب زباں سمجھے نہ سمجھے سجدہ واجب ہو گیا
ترجمہ میں اس زباں کا جاننا بھی چاہیے — نظم و معنی دو ہیں ان میں ایک تو باقی رہے



● مستفاد	حاصل	● کلمات عامہ شروح	یعنی عام مستند شرح کی کتابوں میں لکھا ہے
● تحقیق تنقیح کی متکفل	یعنی جس میں محققانہ بحث کی گئی ہے	● ضم دوسورتوں کا	دوسورتوں کا ملانا
● یہ سجدہ رافع قعدہ	یعنی جو قعدہ پہلے کیا تھا وہ اس سے ختم ہوجائے گا	● قعدہ کا اعادہ	یعنی قعدہ دوبارہ کرنا ہوگا

تاکہ من وجہ تو صادق ہو سنا قرآن کو
ورنہ اک موج ہوا تھی چھو گئی جو کان کو

ہے یہی مذہب به یفتیٰ علیه الاعتماد
شامی از فیض و نہر والله اعلم بالرشاد

سجدہ کا فدیہ نہیں اشباہ میں تصریح کی
صیرفیه میں اسی انکار کی تصحیح کی

کہتے ہیں واجب نہیں اس پر وصیت وقت موت
فدیہ گر ہوتا تو کیوں واجب نہ ہوتا جبر فوت

یعنی اس کا شرع میں کوئی بدل ٹھہرا نہیں
جز ادا یا تو یہ وقت عجز کچھ چارہ نہیں

یہ نہیں معنی کہ ناجائز ہے یا بے کار ہے
آخر اک نیکی ہے نیکی ماحی اوزار ہے

قلته اخذا من التعليل فی امر الصلاة
و هو بحث ظاهر والعلم حقاً للالٰه

بے وضو تلاوت میں اگر آیت سجدہ آجائے؟
تلاوت کے وقت سجدۂ تلاوت کر لینا چاہئے یا بعد کو؟

سوال:

(۱) اگر بے وضو تلاوت میں لفظ سجدہ آجائے تو بعد کو سجدہ کس طرح کرے۔ کیا بعد کو سجدہ کی نیت کرنا ہوگی یا اور کسی طرح سے۔ **بینوا توجروا۔**

(۲) اگر باوضو مصلّٰی پر تلاوت کرتا ہو اور کلام مجید سامنے رکھا ہو۔ اس وقت لفظ سجدہ آجائے تو کلام مجید علاحدہ رکھ کر سجدہ کرنا چاہیے یا اور کسی طرح سے۔ اور اگر علاحدہ رکھا جائے تو بند کر کے یا کھلا ہوا۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) بعد کو بھی سجدہ اسی طرح کرنا ہوگا جیسا اس وقت کیا جاتا۔ یہ نیت ہر وقت کرنی ہوتی ہے کہ تلاوت کے سبب جو سجدہ مجھ پر واجب ہوا، اسے ادا کرتا ہوں۔ یہ سمجھ کر اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑے سے سجدہ میں جائے پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائے۔ اس کے سوا اور کوئی نیت زبان سے نہیں کہی جاتی۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

(۲) اس کے لیے کوئی خاص حکم نہیں، جو آسان ہو۔ اور قرآن عظیم کے ادب کا لحاظ ضرور ہے۔ اور سجدہ میں اس کا سامنے ہونا کوئی حرج نہیں **واللہ تعالیٰ اعلم**



● خوش خصال	اچھی عادت والے
● من وجہ	کسی طرح
● جبر فوت	فوت کرنے کا کفارہ
● ماحی اوزار	برائیوں کو مٹانے والا

بَابُ صَلوٰةِ الْمُسَافِرُ

قصر کتنی منزل کے بعد ہے؟

منزل طے کرنے میں راہ کا اعتبار ہے یا سفر کے راستے کا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل کے جواب میں:

(۱) منزل کتنے فرسنگ کی ہوتی ہے۔

(۲) کے منزل پر قصر ہوگا

(۳) منزل طے کرنے میں راہ راست کا اعتبار ہے یا جس راستے پر چلے

(۴) یہاں سے بیسلپور ۱۸ ر کوس براہ سواری گاڑی اور براہ ریل گاڑی چھتیس کوس ہو جاتا ہے وہاں جانے میں قصر کب ہوگا۔

(۵) ایک شخص نے ایک مسجد میں جمعہ کی نماز کے واسطے دریاں وغیرہ بنوائیں مگر کچھ دنوں وہاں جمعہ ہو کر رہ گیا اب وہ چاہتا ہے کہ یہ دریاں کسی دوسری مسجد میں دے دوں پس یہ جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:

(۱) عرف میں منزل بارہ کوس ہے اور ان بلاد میں ہر کوس 5/8 میل یعنی ایک میل اور میل کے تین خمس اور تین میل کا ایک فرسنگ تو ایک منزل چھ فرسخ اور دو خمس فرسخ کی ہوئی۔

(۲) تین منزل پر قصر ہے

(۳) جس راستے سے جائے اس کا اعتبار ہے

(۴) ریل میں جائے تو قصر کرے ورنہ نہیں

(۵) جب دریاں سپردِ مسجد کر دیں ملک مسجد ہو گئیں، جب تک نا قابل استعمال نہ ہو جائیں واپس نہیں لے سکتا، نہ دوسری مسجد میں دے سکتا ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

ثواب کی نیت سے بجائے قصر کے پوری نماز پڑھنا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس پر نماز قصر ہو وہ شخص سفر میں اگر دیدہ و دانستہ بہ نیت زیادہ ثواب

● فرسنگ	کوس	● بلاد	شہروں
● قصر	آج کے حساب سے ۹۲ ر کیلو میٹر کا سفر کرنے یا اس کے ارادہ سے نکلنے پر قصر ہے		
● ریل میں جائے تو	یعنی اعتبار راستے کی دوری کا ہے	● ملک مسجد	مسجد کے قبضہ میں
● دیدہ و دانستہ بہ	جان بوجھ کر		



پوری نماز پڑھے تو گنہ گار ہوگا یا نہیں۔

الجواب: بے شک گنہ گار و مستحق عذاب ہوگا۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں صدقة تصدق الله بها علیکم فاقبلوا صدقته (یعنی یہ تم پر اللہ کا انعام ہے، اسے قبول کرو)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عارضی مسکن جانے سے قصر ہے یا نہیں؟

جہالت میں اگر قصر کے بجائے پوری نماز پڑھتا رہا کیا حکم ہے؟

سوال: زید کی سسرال اس کے مکان سے بسفر ریل ۱۱۴ رمیل کے فاصلے پر ہے اور بیوی بچے اس کے سبب سسرال میں رہتے ہیں مگر زید اپنے کاروبار کی وجہ سے زیادہ تر اپنے مسکن پر رہتا ہے اور بال بچے جو اس کے سسرال میں رہتے ہیں بلکہ ضرورتا ۸ رماہ سے ان کو وہاں چھوڑ رکھا ہے۔ ایسی صورت میں جب زید اپنے مسکن سے اپنے بال بچوں میں ہونے کے واسطے بایں ارادہ گیا کہ میں چوتھے روز یا پندرہ دن کے بعد یا مہینہ بھر کے بعد واپس آؤں گا تو اس پر قصر واجب ہے یا نہیں۔ اور اگر کسی موقع سے اس نے قصر نماز ادا نہ کی ہو جس کو کہ وہ اپنے علم کے موافق قصر نہیں جانتا مگر شرعی اصول کے موافق اس پر قصر واجب ہو تو اس کے ذمہ کچھ مواخذہ ہے یا نہیں۔

الجواب: جب کہ مسکن زید کا دوسری جگہ ہے اور بال بچوں کا یہاں رکھنا عارضی ہے تو جب یہاں آئے گا اور پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے گا، قصر کرے گا اور پندرہ دن یا زیادہ کی نیت سے مقیم ہو جائے گا پوری پڑھے گا۔ جس پر شرعاً قصر ہے اور اس نے جہلاً پوری پڑھی، اس پر مواخذہ ہے اور اس نماز کا پھیرنا واجب۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

جو مسلسل سفر میں رہے اس پر قصر ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ریل میں ایک کثیر عملہ ریلیونگ رہتا ہے جس کا یہی کام کہ ہفتہ عشرہ ایک دن دو دن زیادہ کم کسی ملازم ریلوے کے بیمار ہو جانے، تخفیف میں آجانے، رخصت جانے پر اس کی جگہ جاتے رہتے ہیں اور اسی طرح تین چار برس رات دن پھرتے رہتے ہیں جس سے کہیں بیس دن مہینہ اور زیادہ دو دو چار چار

• مقیم ہو جائے گا	سفر ختم ہو جائے گا
• جہلاً	نادانی میں
• ہفتہ عشرہ	سات دن / دس دن



دن ہی رہنا پڑتا ہے۔ان کے لیے نماز میں قصر کا حکم ہے یا نہیں۔

الجواب: اگر اپنے مقام اقامت سے ساڑھے ستاون میل کے فاصلے پر علی الاتصال جانا ہو کہ وہیں جانا مقصود ہے، بیچ میں جانا مقصود نہیں۔اور وہاں پندرہ دن کامل ٹھہرنے کا قصد نہ ہو، تو قصر کریں گے۔ورنہ پوری پڑھیں گے۔ہاں یہ جو بھیجا گیا اگر اس وقت حالت سفر میں ہے، مقیم نہیں، تو کم و بیش جتنی دور بھی بھیجا جائے گا مسافر ہی رہے گا، جب تک پندرہ دن کامل ٹھہرنے کی نیت نہ کرے یا اپنے وطن نہ پہنچے۔**واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

مسافر اگر چار رکعت پڑھا دے تو مقیم کی نماز ہوگی یا نہیں؟

سوال: مسافر اگر نماز پوری چار رکعت پڑھا دے تو مقیم کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: مسافر اگر بے نیت اقامت چار رکعت پوری پڑھے گا، گنہ گار ہوگا اور مقیمین کی نماز اس کے پیچھے باطل ہو جائے گی۔ اگر دو رکعت اولیٰ کے بعد اس کی اقتدا باقی رکھیں گے۔**واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

☆☆☆



● مقام اقامت	اپنے مسکن سے	● علی الاتصال	مسلسل، راستے میں کہیں ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو
● مقیم	جو سفر پہ نہ ہو	● بے نیت اقامت	بغیر اقامت کی نیت کئے
● مقیمین	اقامت کرنے والے، وہ لوگ جو مسافر نہیں ہیں	● دو رکعت اولیٰ	پہلی دو رکعت

بَابُ الجُمُعَہ والعیدین

[فتاویٰ رضویہ مترجم]

جلد نمبر ۸ ص ۳۰۲ تا ۳۶۵

خطبہ جمعہ اردو میں پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ میں جو اردو قصائد پڑھے جاتے ہیں، یہ شرعاً کیسا ہے اور عوام کا یہ عذر کہ عربی ہماری سمجھ میں نہیں آتی، لہٰذا اردو کی ضرورت ہے، قابل قبول ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: یہ امر خلاف سنت متوارثہ مسلمین اور سنت متوارثہ کا خلاف مکروہ۔ قرناًفقرناً اہل اسلام میں ہمیشہ خالص عربی میں خطبہ معمول ومتوارث رہا ہے اور متوارث کا اتباع ضرور ہے۔ در مختار میں ہے توارثه المسلمین فوجب اتباعهم زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بحمد اللہ ہزار ہا بلاد عجم فتح ہوئے۔ ہزاروں عجمی حاضر ہوئے۔ مگر کبھی منقول نہیں کہ انہوں نے ان کی غرض سے خطبہ غیر عربی میں پڑھا، یا اس میں دوسری زبان خلط کیا ہو۔ عوام کا یہ عذر جب صحابہ کرام کے نزدیک لائق لحاظ نہ تھا، اب کیوں مسموع ہونے لگا۔ بات یہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے علم سیکھنا سب پر واجب کیا ہے۔ عوام کہ نہیں سمجھتے سبب یہ ہے کہ نہیں سیکھتے، تو قصور ان کا ہے نہ کہ خطیب کا۔ آخر عوام قرآن مجید بھی تو نہیں سمجھتے، کیا ان کے لئے قرآن اردو میں پڑھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نابالغ کا خطبہ جمعہ پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نابالغ کا خطبہ جمعہ پڑھنا اور نماز غیر خطیب کا پڑھانا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: غیر خطیب کا نماز پڑھانا اولیٰ نہیں فی تنویر الابصار ولا ینبغی ان یصلی غیر الخطیب وهکذا فی الفتاوی عالمگیریة ناقلا عن الکافی اور اگر نابالغ خطبہ پڑھے اور بالغ نماز پڑھائے تو اس میں اختلاف ہے۔ عالمگیری میںناقلا عن الزاهدی خطیب کا صالح امامت جمعہ ہونا شرط ٹھہرایا اور نابالغ صالح امامت نہیں، تو اس کا خطبہ پڑھنا ناجائز اور فرض اس سے ساقط نہ ہوگا۔



● سنت متوارثہ مسلمین: عہد قدیم سے مسلمانوں کا طریقہ	● قرناًفقرناً: ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ تک
● بلاد عجم: عرب کے علاوہ دیگر ممالک کے شہر	● عجمی: جو عرب کا رہنے والا نہ ہو
● منقول نہیں: کتابوں میں کہیں نہیں آیا	● متوارث: شروع سے ہوتا آیا ہے
● خلط: ملا ہوا	● لائق لحاظ: قابل قبول
● کیوں مسموع ہونے لگا: کیوں سنی جائے	● غیر خطیب: جس نے خطبہ نہیں دیا

فرض نماز کے بعد امام کا دائیں بائیں پھر کر دعا مانگنا!

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ انحراف قبلہ یعنی امام کا دائیں بائیں پھر کر مناجات کرنا جائز ہے یا نہیں۔ باوجودیکہ فقہ کی کتابوں میں یہ بھی ہے کہ جس نماز کے بعد سنت مؤکدہ ہو نہ پھرے۔ بالدلائل تحریر فرمایئے۔ بینوا توجروا

الجواب: امام کا بعد سلام، قبلہ سے انحراف تو مطلقا سنت ہے اور اس کا ترک یعنی بعدِ سلام رو بقبلہ بیٹھا رہنا امام کے لئے بالاجماع مکروہ ہے۔ جمعہ وغیرہ سب نمازیں اس حکم میں برابر ہیں اور بعدِ سلام دعا و مناجات بھی بالاجماع جائز ہے۔ مگر جس نماز کے بعد سنت ہے یعنی ظہر و جمعہ و مغرب وعشاء اس کے بعد تاخیر طویل کسی کو بہتر نہیں۔ اور اگر کرے، تو منع بھی نہیں، مگر اس قدر نہ ہو کہ مقتدیوں پر گراں گزرے۔ عادت مسلمین یوں جاری ہے کہ امام بعد سلام جب تک دعا سے فارغ نہ ہو، مقتدی شریک دعا رہتے ہیں اور اس سے قبل اسے چھوڑ کر نہیں اٹھتے۔ اور یہ اگرچہ شرعاً واجب نہیں مگر حسن ادب سے ہے۔ فقہ کی کسی کتاب معتمد میں یہ نہیں کہ جس نماز کے بعد سنت ہے اس کے امام کو قبلہ سے پھرنا ہی منع۔ ہاں فصل طویل کو منع فرماتے ہیں۔ واللہ تعالی اعلم

دیہات میں بعد نماز احتیاطی ظہر پڑھنا!

خطبہ میں اگر حضور ﷺ کا نام پاک آئے تو درود شریف پڑھنا!

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) بعد نماز جمعہ احتیاطاً ظہر پڑھنا کیسا ہے چاہئے یا نہیں؟

(۲) خطبۂ جمعہ میں جب نام پاک محمد ﷺ آئے اس وقت سامعین کو درود شریف پڑھنا کیسا ہے۔ چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا



● صالح امامت جمعہ	:امامت جمعہ کے لائق	● انحراف قبلہ	:قبلہ سے پھرنا
● مناجات	:دعا کرنا	● بالدلائل	دلائل کے ساتھ
● انحراف	:پھرنا	● رو بقبلہ	:قبلہ کی طرف چہرہ کر کے
● بالاجماع	تمام ائمہ کا اسی پر اتفاق ہے	● فصل طویل	زیادہ وقفہ،

الجواب:

(۱) احتیاطی ظہر کی عام لوگوں کو حاجت نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

(۲) خطبے میں حضور اقدس ﷺ کا نام پاک سن کر دل میں درود شریف پڑھیں زبان سے سکوت فرض ہے۔ واللہ تعالی اعلم

خطبہ والی اذان کا جواب دینا!
اور دو خطبوں کے درمیان دعا کرنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کے سامنے جو اذان ہوتی ہے، مقتدیوں کو اس کا جواب دینا اور جب وہ خطبوں کے درمیان جلسہ کرے مقتدیوں کو دعا کرنا چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: ہرگز نہ چاہیے، یہی احوط ہے۔ رد المحتار میں ہے اجابته الاذان مکروهة ۔نهر الفائق پھر در مختار میں ہے ينبغی ان لا يجيب بلسانه اتفاقا فی الاذان بين يدی الخطيب ۔اسی میں ہے اذا خرج الامام من الحجرة ان كان و الا فقيامه للصعود فلا صلا ولا كلام الى تمامها و قال لا باس بالكلام قبل خطبة و بعد ما اذا جلس عند الثانی والخلاف و فی كلام يتعلق بالآ خرة اما غيرها فيكره اجماعا وعلى هذا فالترقية المتعارفة فی زماننا تكره عنده والعجب ان المرقی ينهی عن الامر بالمعروف بمقتضی حديثه ثم يقول انصتوا رحمكم الله اه ملخصا ،ہاں یہ جوابِ اذان یا دعا اگر صرف دل سے کریں، زبان سے تلفظ اصلا نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اور امام یعنی خطیب تو اگر زبان سے بھی جواب دے یا دعا کرے ،بلا شبہ جائز ہے۔

جمعہ وعیدین کے خطبے میں عربی فارسی اردو اور اشعار کا شامل کرنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ وعیدین میں پورا خطبہ اشعار عربی و فارسی و ہندی میں پڑھنا اور



● سکوت	:خاموش رہنا
● جلسہ کرے	:دو خطبوں کے درمیان بیٹھے
● احوط	:زیادہ محتاط طریقہ

اشعار کا داخل کرنا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: شعر کی نسبت حدیث پاک میں فرمایا "وہ ایک کلام ہے، جس کا حسن حسن اور قبیح قبیح"، یعنی مضمون پر مدار ہے اگر اچھا ذکر ہے، شعر بھی محمود، اور برا تذکرہ ہے تو شعر بھی مذموم۔ بحور، عروض پر موزوں ہو جانا خواہی نخواہی قبح کلام کا باعث نہیں۔ اگر چہ اس میں انہماک و استغراق تام، متکلم کے حق میں شرع کو سخت ناپسند۔ خود حضرت پرنور سید المرسلین ﷺ حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد اقدس میں منبر بچھاتے۔ وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اقدس ﷺ کی مدح وثنا و مفاخرت کا خطبہ بلیغہ اشعار میں پڑھتے۔ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے "یہ جب تک اس کام میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ جبریل سے اس کی مدد فرماتا ہے" تو اگر خطبۂ جمعہ یا عیدین میں احیاناً دو چار عربی اشعار حمد ونعت، وعظ وتذکیر وذم دنیا ومدح عقبیٰ کے پڑھے جائیں، کوئی مانع نہیں، بلکہ خود اشد الامۃ فی امر اللہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطبہ میں بعض اشعار پڑھنا مروی کہ جب امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے منبر پر تشریف لے گئے۔ لوگوں کو اپنے سے نیچا دیکھ کر حمد الٰہی بجالائے پھر ثنائے خدا ونعت مصطفیٰ جل جلالہ و ﷺ کے بعد پہلا کلام جو زبان مبارک پر لائے یہ اشعار تھے ؎

هون عليك فان الامور　　بكف الاله مقاديرها

فليس بآيتك منهيها　　ولا قصر عنك ومامورها

یعنی اپنے اوپر نرمی کر، کہ سب کاموں کے اندازے اللہ عزو جل کے دست قدرت میں ہیں۔ جو مقدر نہیں وہ تیرے پاس آنے کا نہیں اور جو مقدر ہے وہ تجھ سے کمی کرنے کا نہیں۔

مگر ان خطبوں کا تمام وکمال نظم ہی میں پڑھنا نہ چاہیے کہ بلا وجہ کلمات مسنونہ سے اعراض بلکہ طریقہ متوارثہ کی تغییر ہے اور نظمِ خالص، خطبہ میں، ترکِ سنت کو مستلزم، جس کی کراہت کلمات علما میں مصرح۔

جمعہ وعیدین میں کثرت جماعت کے سبب سجدہ سہو چھوڑنا!

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عیدین یا جمعہ میں آدمیوں کی کثرت سے سجدۂ سہو امام کو ترک کرنا



● مدار ہے　　: یعنی مضمون کا اعتبار ہے　　● محمود ومذموم　　اچھا اور برا
● بحور، عروض پر موزوں ہو جانا ہی قبح کلام کا باعث نہیں: یعنی شعر میں ہو جانا ہی کلام کے برا ہونے کا سبب نہیں ہے
● انہماک واستغراق تام،　　یعنی پورے طور پا اسی میں ڈوب جانا　　● متکلم　　شاعر
● مفاخرت　　فخر کرنا　　● احیانا　　کبھی کبھی
● وعظ وتذکیر وذم دنیا ومدح عقبیٰ　　ذکرو اذکار، دنیا کی مذمت اور آخرت کی تعریف

چاہیے یا نہیں۔

الجواب: ہاں، علمائے کرام نے بحالت کثرت جماعت جب کہ سجدہ سہو کے باعث مقتدیوں کے خبط و افتتان کا اندیشہ ہو، اس کے ترک کی اجازت دی، بلکہ اسی کو اولیٰ قرار دیا۔

ایک مسجد میں پردہ ڈال کر دو امام کا جمعہ پڑھانا

ایک مسجد میں دو دفعہ جمعہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک مسجد میں دو امام کا درمیان میں پردہ ڈال کر جمعہ پڑھانا جائز ہوگا یا نہیں۔

(۲) ایک مسجد میں دو دفعہ جمعہ پڑھنا جائز ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: عدم جواز بمعنی گناہ تو جمیع فرائض میں ہے۔ صورت سوال سے ظاہر کہ دیدہ و دانستہ دو جماعتیں بالقصد اس طرح کیں۔ اور کسی فرض کی دو جماعتیں ایک مسجد میں ایک وقت میں بالقصد قائم کرنا ہرگز جائز نہیں۔ دونوں فریق یا لا اقل دونوں میں سے ایک ضرور گنہگار ہوگا کہ جماعت فرائض کی ایسی تفریق صراحۃً بدعت سیئہ شنیعہ ہے۔ اگر دونوں امام میں صرف ایک صالح امام بلا کراہت ہے مثلاً دوسرا فاسق معلن یا بدمذہب ہے، جب تو کراہت صرف اس دوسرے پر ہے اور اگر دونوں صالح تو جس کی نیت پہلے بندھ گئی اس پر الزام نہیں۔ دوسرے پر ہے اور معاً باندھیں، تو دونوں پر۔

اور جمعہ میں تو جواز بمعنی صحت ہی نہیں کم از کم ایک فریق کا جمعہ سرے سے ادا ہی نہ ہوگا۔ صحت جمعہ کے شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بادشاہ اسلام یا اس کا مامور اقامت کرے یعنی سلطان خود یا اس کا ماذون خطبہ پڑھے، امامت کرے اور جہاں یہ صورت متعذر ہو جیسے ان بلاد ہندستان میں کہ ہنوز دار الاسلام ہے۔ وہاں بضرورت نصب عامہ کی اجازت۔ یعنی عام مسلمین جسے امام مقرر کرلیں۔

پُر ظاہر کہ کسی مسجد کے لیے دو امامِ جمعہ علی وجہ الاجتماع کہ دونوں، امامتِ جمعہ واحدہ کریں، مقرر نہیں ہوتے۔ خصوصا



- اشد الامۃ فی امر اللہ: حقوق اللہ کے معاملہ میں بہت سخت
- کلمات مسنونہ: سنت کے کلمات
- اعراض: دور بھاگنا
- طریقۂ متوارثہ کی تغییر: بزرگوں کے طریقوں کو بدلنا
- کلمات علماء میں مصرح: علماء کی کتابوں میں یہ بیان صراحت سے مذکور ہے
- بحالت کثرت جماعت: جماعت زیادہ ہونے کے سبب
- خبط و افتتان: فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو
- عدم جواز: جائز نہیں ہونا
- جمیع فرائض: تمام فرائض

ہمارے بلاد میں امر اور بھی اظہر کہ نصب عامہ صرف بضرورت اقامت شعار معتبر اور یہ ضرورت امام واحد سے مرتفع، تو ایک جمعہ میں ایک مسجد میں دو امام کا جمع (ہونا) باطل و مندفع۔

پس صورت مستفسرہ میں ان دونوں میں جو اس مسجد کا امام معین جمعہ نہ تھا اس کا اور اس کے مقتدیوں کا جمعہ ادا نہ ہوگا اور اگر دونوں نہ تھے تو کسی کا نہ ہوا —— یہیں سے صورت اخیرہ کا جواب بھی ظاہر اور اگر بفرض باطل صورت صحت تسلیم بھی ہو جو ہرگز لائق تسلیم نہیں، تو اس کے سخت مخالف مقصود شرع و بدعت شنیعہ سیئہ ہونے میں کلام نہیں۔

جمعہ میں ایک مذہب قوی یہ ہے کہ شہر بھر میں ایک ہی جگہ ہو سکتا ہے اور بعض نے دو جگہ اجازت دی اور بعض نے بیچ میں نہر فاصل ہونے کی شرط کی۔ **مفتی بہ** جواز تعدد ہے۔ مگر یہ تعدد کہ ایک ہی دن ایک ہی مسجد میں دس بار امامت جمعہ ہو کہ جیسے دو (۲/) ویسی ہی سو (۱۰۰/) یہ بلاشبہ ابتداع فی الدین ہے۔ **واللہ تعالی اعلم**

خطبہ جمعہ عربی میں پڑھ کر اردو میں پڑھنا!

سوال: خطبہ جمعہ یا عیدین کو عربی میں پڑھ کر اردو میں ترجمہ کرنا یا صرف اردو میں بطور وعظ کے خطبہ ادا کرنا یا بعض حصہ عربی و بعض اردو میں پڑھنا یا نثر کے ساتھ چند اشعار ترغیباً و ترہیباً عربی یا غیر عربی میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: یہ سوال چند امور پر مشتمل ہے اول جمعہ یا عیدین کا خطبہ پڑھ کر اردو میں ترجمہ کرنا۔

اقول و باللہ التوفیق قضیہ ٔنظر فقہی یہ ہے کہ یہ امر عیدین میں بہ نیت خطبہ ہو تو ناپسند۔ اور اس کا ترک احسن اور بعدِ ختمِ خطبہ، نہ بہ نیتِ خطبہ بلکہ قصدِ پند و نصیحت جداگانہ ہو، تو جائز و حسن۔ اور جمعہ میں مطلقاً مکروہ و نامستحسن —— دلیل حکم و وجہ فرق یہ کہ:

اول: زمانِ برکت نشان رسالت سے عہدِ صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام تک، تمام قرون و طبقات میں جمعہ و عیدین کے خطبے ہمیشہ خالص زبان عربی میں مذکور و ماثور اور باآنکہ زمانہ صحابہ میں بحمد اللہ تعالی اسلام صدہا بلادِ عجم میں شائع ہوا، جوامع بنیں، منابر نصب ہوئے۔ باوصفِ تحققِ حاجت، کبھی کسی عجمی زبان میں خطبہ فرمانا یا دونوں زبانیں ملانا مروی نہ ہوا۔ تو خطبے میں دوسری زبان کا خلط، سنت متوارثہ کا مخالف و مغیر ہے۔ اور وہ مکروہ —— مگر عیدین میں

بدعت سیئہ شنیعہ	انتہائی بری بدعت	اس کا ماموریا ماذون اقامت کرے	بادشاہ کا نمائندہ قائم کرے
متعذر	مشکل	بلاد ہندستان	ہندستان کے شہر
امامت جمعۂ واحدہ	ایک جمعہ کی امامت	امر اور بھی اظہر	یہاں کا معاملہ اور بھی واضح
بضرورت اقامت شعار	شعار اسلام قائم کرنے کی ضرورت کے سبب		
امام واحد سے مرتفع	یعنی یہ ضرورت ایک امام سے پوری	مندفع	دور اور دفع
صورت مستفسرہ	پوچھے گئے سوال کی صورت	مخالف مقصود شرع و بدعت شنیعہ	شریعت کی مخالفت اور بری بدعت ہے
ابتداع فی الدین	دین میں بری بدعت کا پیدا کرنا		



خطبہ بعدِ نماز ہے۔ تو وہ مستوعد وقت نہیں ہو سکتا۔ نیت قطع اپنا عمل کرے گی۔ اور بعدِ فراغ خطبہ کہ تمام امور متعلقہ نمازِ عید، منتہی ہو گئے۔ مسلمانوں کو تذکیر و تفلیم و واعظ و تعلیم ممنوع نہیں، بلکہ مندوب۔ اور خود سید عالم ﷺ سے ثابت ہے ——— بخلاف جمعہ کہ اس میں خطبہ قبلِ نماز ہے اور شروع تذکیر سے آغاز تکبیر تک اسی کا وقت ہے۔ ولہذا فصل بہ اجنبی ناجائز۔ یہاں تک اگر فصل طویل حاصل ہو، خطبہ زائل۔ اور اعادہ لازم، ورنہ نماز باطل ہو۔ اور غیر اجنبی سے بھی فصل، پسندیدہ نہیں۔ اور اعادۂ خطبہ، اولیٰ ——— اور شک نہیں کہ خطبۂ خواندہ کا ترجمہ یا اور مواعظ ونصائح، جو اس وقت میں واقع ہوں گے، انہیں مقاصد و مضامینِ خطبہ پر مشتمل ہوں گے۔ تو وقت خطبہ میں ایقاع تذکیر بہ نیت تذکیر قطعاً اسے داخل خطبہ کرے گا اور نیتِ قطع بے معنی رہے گی کہ عمل ووقع صراحتاً اس کا مکذب ہوگا ——— اور اگر بالفرض قطع ہی مانئے، تو خطبہ و نماز میں فصل لازم آئے گا اگرچہ غیر جنبی سے۔ تو سنت مستمرہ وصل کے خلاف ہوگا بہر حال خالی از کراہت نہیں۔ ھذا ماظھر لی وباللہ التوفیق

دوم: صرف اردو خطبہ، اس کی کراہت، بیان بالا سے اظہر واز ہر۔ خصوصاً جبکہ یہ صرف اپنی صرافتِ محضہ پر ہو کہ اب تو اس کا مکروہ و شنیع ہونا صراحۃً منصوص، کہ خطبہ میں تلاوتِ قرآن عظیم کا ترک برا ہے۔

سوم: کچھ عربی کچھ اردو، اس کا حال بیان سابق سے واضح ہو چکا، مگر جب امام بحالت خطبہ کوئی امر منکر دیکھے، تو اس سے نہی کیا ہی چاہئے اور جب وہ عربی نہیں سمجھتا یا امام خود عربی میں کلام نہیں کرنا جانتا، تو ناچار زبان مقدور و مفہوم کی طرف رجوع ہوگی۔ یہ کلام جو خطبہ میں ہوگا، خطبہ ہی سے ہوگا کہ امر بالمعروف اس کے مقاصد حسنہ سے ہے۔ فی الدر المختار یکرہ تکلمہ فیھا الا لامر بمعروف لانہ منھا یوں ایک حصہ خطبہ اردو میں ہونا البتہ مکروہ نہیں بلکہ واجب تک ہو سکتا ہے جبکہ ازالہ منکر اسی میں منحصر ہو۔

چہارم: محض اشعار پر قناعت، یہ ضرور مکروہ اساءت و خلاف سنت و موجب ترکِ تلاوت۔ اور اگر ایک آیت طویلہ یا تین آیت قصیرہ کو نظم کر کے لائیں، تو:

اول تو غالباً یہ بلا تغیرِ نظمِ قرآن نامتیسر ——— اور بعدِ تغیر نظم تلاوت نہ رہے گی اگرچہ اقتباس ہو۔ اور اگر بن بھی پڑے تو ادائے سنت تلاوت کے لئے قرآن مجید کو منظوم کر کے پڑھنا ترک قرات سے اشد واشنع ہے۔ قرآن عظیم، شعر



ترغیباً	شوق دلانے کے لئے
ائمہ اعلام	بڑے بڑے ائمہ
صدہا بلادِ عجم	عجم کے سینکڑوں شہر
باوصف تحقق حاجت	حاجت پائی جانے کے باوجود
مندوب	بہتر
خطبہ خواندہ	پڑھے ہوئے خطبے
سنت مستمرہ	جس پر ہمیشہ عمل رہا
ترک احسن	چھوڑنا بہتر
قرون وطبقات	ہر زمانے اور ہر طبقے
جوامع	جامع مسجدیں
شروع تذکیر	ذکر کے شروع سے ہی
ایقاع تذکیر	ذکر کرنا
اظہر واز ہر	صاف واضح
دلیل حکم و وجہ فرق	حکم کی دلیل و فرق کا سبب
مذکور و ماثور	یعنی ہمیشہ عربی زبان میں
منابر نصب ہوئے	منبر لگائے گئے
منتہی ہو گئے	انجام پا گئے
فصل بہ اجنبی	دوسرے کام کے ذریعہ جدائی
مکذب	جھٹلانے والا

سے پاک ومنزہ اور اپنے شعر بننے کی گوارش سے متعالی وارفع ہے۔ وما علمنه الشعر وما ينبغي له (اور ہم نے آپ ﷺ کو شعر کی تعلیم ہی نہیں دی اور نہ ہی یہ آپ کی شان کے لائق ہے)۔۔۔۔ تو اس طور پر قصدِ تلاوت، صریح اسائتِ ادب ہے۔ اور یوں بھی نظم پر اقتصار میں بلاوجہ کلماتِ ماثورہ وطریقہ متوارثہ سے اعراض ہے۔ تو اس سے اعراض ہی چاہئے۔

پنجم: بعض اشعار محمودہ، ملائمہ داخل کرنا، اگر یہ بہ زبان عجم ہوں تو وہی امر سوم ہے، ورنہ کچھ حرج نہیں۔ خصوصاً جبکہ احیاناً ہو، کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے خطبہ میں بعض اشعار پڑھنا مروی کما رواه العسكري في كتاب المواعظ وقد ذكرنا حديثه في فتاونا والله سبحانه تعالى.

خطبہ کے دوران نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس حالت میں امام خطبہ پڑھتا ہو اس وقت کوئی وظیفہ یا سنن یا نوافل یا فرض یا قضاء فجر پڑھنا چاہئے یا نہیں۔ اور ٹھیک ہوں گے یا نہیں؟

الجواب: اس وقت وظیفہ مطلقاً ناجائز ہے۔ اور نوافل بھی اگر پڑھے گا گنہگار ہوگا، اگرچہ نماز ہو جائے گی۔ رہی قضا اگر صاحب ترتیب نہیں، تو اس کا بھی وہی حکم ہے، ورنہ وہ ضرور پہلے قضا ادا کرے اور جہاں تک دوری ممکن ہو اختیار کرے کہ صورت مخالفت سے بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

پنج گانہ اور جمعہ کی امامت کا حکم ایک یا الگ؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امامت پنج گانہ وامامت جمعہ وعیدین کا ایک ہی حکم ہے یا الگ؟

الجواب: جمعہ وعیدین وکسوف، امامت پنج گانہ سے بہت تنگ تر ہے۔ پنج گانہ میں ہر شخص صحیح الایمان، صحیح القرات، صحیح

امر منکر	برا کام	نہی	روکنا	زبان مقدور و مفہوم	بولنے اور سمجھ میں آنے والی زبان
امر بالمعروف	اچھے کام کا حکم دینا	ازالہ منکر	برائی دور کرنا	اساءت	برا
موجب ترک تلاوت	تلاوت چھوڑنے کا سبب	آیات طویلہ	بڑی آیت	آیات قصیرہ	چھوٹی آیت
بلا تغییر نظم قرآن	قرآن کی ترتیب کو بدلے بغیر	نامیسر	میسر نہیں	بعد تغییر	بدلنے کے بعد
ترک قرات	قرأت چھوڑنا	اشد و اشنع	سخت برا	کلمات ماثورہ	احادیث میں لکھے ہوئے کلمات
متعالی وارفع	بلند و بالا	صریح اسائت ادب	ظاہراً بھی خلاف ادب		
اشعار محمودہ، ملائمہ	اچھے اور پاکیزہ اشعار				



الطہارۃ مرد، عاقل، بالغ، غیر معذور، امامت کرسکتا ہے یعنی اس کے پیچھے نماز ہوجائے گی اگر چہ بہ وجہ فسق وغیرہ مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہو تجوز الصلاۃ خلف بر و فاجر کا یہی معنی ہے۔ مگر جمعہ وعیدین وکسوف میں کوئی امامت نہیں کرسکتا اگر چہ حافظ قاری متقی وغیرہ وغیرہ فضائل کا جامع ہو مگر وہ، جو بحکم شرع عام مسلمانوں کا خود امام ہو کہ بالعموم ان پر استحقاق امامت رکھتا ہو یا ایسے امام کا ماذون ومقرر کردہ ہو۔ اور یہ استحقاق علی الترتیب صرف تین طور پر ثابت ہوتا ہے:

اولا: وہ سلطان اسلام ہو

ثانیا: جہاں سلطنت اسلام نہیں وہاں یہ امامت عامہ اس شہر کے اعلم علماء دین کو ہے

ثالثا: جہاں یہ بھی نہ وہاں بہ مجبوری عام مسلمان جسے مقرر کرلیں۔

بغیر ان صورتوں کہ جو شخص نہ خود ایسا امام، نہ ایسے امام کا نائب و ماذون ومقرر کردہ، اس کی امامت ان نمازوں میں اصلا صحیح نہیں۔ اگر امامت کرے گا نماز باطل محض ہوگی۔ جمعہ کا فرض سر پر رہ جائیگا۔

ان شہروں میں کہ سلطان اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے۔ اعلم علماء بلد کہ اس شہر کے سنی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہو نماز کے مثل مسلمانوں کے کاموں میں ان کا امام عام ہے اور بحکم قرآن عظیم، ان پر اس کی طرف رجوع اور اس کے ارشاد پر عمل فرض ہے۔ جمعہ وعیدین وکسوف کی امامت وہ خود کرے یا جسے مناسب جانے مقرر کرے۔ اس کے خلاف پر عوام بطور خود اگر کسی کو امام بنالیں گے صحیح نہ ہوگا کہ عوام کا تقرر بجبوری اس حالت میں روا رکھا گیا جب امام عام موجود نہ ہو۔ اس کے ہوتے ہوئے ان کی قرارداد کوئی چیز نہیں۔ و اللہ تعالی اعلم بالصواب

جمعہ دیہات میں جائز ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ گاؤں میں درست ہے یا نہیں؟

الجواب: جمعہ وعیدین دیہات میں ناجائز ہے اور ان کا پڑھنا گناہ ہے۔ مگر جاہل عوام اگر پڑھتے ہوں تو ان کو منع کرنے کی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح اللہ ورسول کا نام لے لیں تو غنیمت۔ واللہ تعالی اعلم



• صاحب ترتیب	: جس کے ذمہ میں پانچ وقت سے زیادہ کی نماز قضا نہ ہو	• کسوف	سورج گرہن
• بہ وجہ فسق	فسق کے سبب	• واجب الاعادہ	: نماز کا دہرانا واجب
• بالعموم	عام طور پہ	• استحقاق امامت	امامت کا مستحق ہونا
• امام کا ماذون	جسے امام نے مقرر کیا ہوا	• علی الترتیب	ترتیب وار
• اعلم علماء دین	دین کا سب سے بڑا عالم	• اعلم علمائے بلد	شہر کا سب سے بڑا عالم

دوخطبوں کے درمیان دعا مانگنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے روز امام پہلا خطبہ پڑھ کر جو جلسہ (یعنی تھوڑی دیر کیلئے بیٹھتا ہے) کرتا ہے۔ اس جلسہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مذہب حنفی میں جائز ہے یا نہیں۔ اور اگر نا جائز ہے تو کس درجہ کا مکروہ تنزیہی، یا مکروہ تحریمی۔ زید دوخطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت اور حرام بتاتا ہے۔
یہ عقیدہ زید کا موافق شرع شریف کے ہے یا نہیں؟

الجواب: زید کا قول باطل۔ دونوں خطبوں کے بیچ میں امام کو دعا مانگنا تو بالاتفاق جائز ہے بلکہ خود عین خطبہ میں حضور اقدس ﷺ کا مینھ (بارش) کے لئے دونوں دست انور بلند فرما کر دعا مانگنا کتب صحاح میں موجود ہے۔ مقتدیوں کے بارے میں مذہب حنفی میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف وامام محمد رحمۃ اللہ علیہما بلا شبہ ان کے لئے بھی جائز فرماتے ہیں اور امام اعظم رضی اللہ عنہ سے دو روایتیں آئیں ایک مطابق قول صاحبین کہ امام کے نزدیک بھی مقتدیوں کو بین الخطبتین دعا مانگنا جائز ہے۔

جمعہ کی اذان ثانی کہاں ہو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اذان ثانی جمعہ کے دن امام کے قریب اندر مسجد کے جو مروج ہے اس میں کراہت بمعنی کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی۔
فصیل حوض خارج مسجد ہے یا داخل مسجد۔
ابوداؤد کی حدیث میں جو حضور ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہ کے وقت میں باب مسجد پر اذان کا ذکر ہے۔ اس وقت تک اذان اول شروع تھی یا نہیں۔ اگر نہیں، اس وقت میں صرف ایک اذان تھی تو جب سے دوسری اذان شروع ہوئی، اس وقت بھی بقیہ خلفاء راشدین کے وقت میں اذان ثانی باب مسجد پر ہوئی تھی امام کے متصل منبر کے پاس یا نہیں؟



● ان کی طرف رجوع	:یعنی انہیں سے وابستہ رہنا، ان کا حکم ماننا	● قرارداد	:معاہدہ، عہد و پیماں
● موافق شرع	:شرع کے مطابق	● مطابق قول صاحبین	امام اعظم اور امام ابو یوسف کے قول کے مطابق
● بین الخطبتین	دو خطبوں کے درمیان	● فصیل حوض	حوض کی دیوار
● شیخین	امام ابو یوسف اور امام محمد	● باب مسجد	مسجد کا دروازہ

الجواب:

(۱) علمائے کرام نے کراہت لکھی اور اسے مطلق رکھا۔ اور مطلق کراہت غالباً کراہت تحریم پر محمول ہوتی ہے۔ سید عالم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں اذان دروازۂ مسجد پر ہوا کی۔ اور کبھی نہ حضور ﷺ سے منقول نہ خلفاء راشدین سے کہ مسجد کے اندر اذان کہلوائی ہو۔ اور عادت کریمہ تھی کہ مکروہ تنزیہی کو بھی بیان جواز کے لئے کبھی اختیار فرماتے۔ پھر اس میں ترک ادب بارگاہ ہے۔ والعلم بالحق عند الله

(۲) حوض قدیم کی فصیل فنائے مسجد ہے نہ عین مسجد۔ ورنہ اس پر وضو نا جائز ہوتا۔ اور فناء مسجد میں اذان جائز ہے والله تعالی اعلم

(۳) صدر خلافت امیر المومنین عثمان غنی رضی الله عنه تک وہی ایک اذانِ خطبہ تھی۔ انھوں نے اذان اول زائد فرمائی مگر اذان خطبہ میں کوئی تبدیلی نہ کی۔ نہ کسی خلیفہ راشدہ سے اس میں کوئی تغییر منقول۔ ہاں امام ابن الحاج مکی نے مدخل میں ہشام بن عبد الملک بادشاہ مروانی کی نسبت لکھا کہ اس نے سنت (خارج مسجد اذان) کو بدلا۔ اس کا زمانہ امیر المومنین عثمان غنی رضی الله عنه سے اسی (۸۰) برس بعد ہوا۔ والله تعالی اعلم

جمعہ میں خطبہ علمی پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
خطبہ علمی کے مؤلف کا عقیدہ کیسا تھا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ''مجموعہ خطبہ علمی'' کا نماز جمعہ وعیدین پڑھنا میں جائز ہے یا نہیں۔ چونکہ اس خطبہ میں کچھ اشعار اردو کے بھی شامل ہیں۔ اسی وجہ سے تمام ہندوستان کے لوگ جن کی زبان اردو ہے اس کو بہت شوق سے سنتے ہیں اور اکثر بزرگ اس خطبہ کو بکثرت نماز جمعہ وعیدین میں پڑھا کرتے ہیں۔ سید محبوب علی شاہ صاحب ساکن حیدر آباد دکن جو مرید بھی کرتے ہیں اور وعظ بھی فرماتے ہیں انھوں نے بمبئی محلہ کماٹی پور گلی میں بآواز بلند بعد نماز جمعہ یہ فرمایا کہ ''مجموعہ خطبہ علمی'' کا نماز جمعہ وعیدین میں پڑھنا اور سننا نا جائز ہے۔ ا سے نہیں بھاتی ہے کیونکہ علمی کا مذہب رافضی تھا۔ لہذا بکمال ادب متدعی ہوں کہ اس مسئلہ میں شرعاً کیا حکم ہے۔

- کراہت تحریم: مکروہ تحریمی
- بیان جواز: جائز ہونا بیان کرنے کے لئے
- ترک ادب بارگاہ: بارگاہ کا ادب چھوڑنا
- بکمال ادب متدعی: نہایت ہی ادب کے ساتھ گزارش کرتا ہوں
- مداح: حضور ﷺ کی نعت شریف پڑھنے والے



آیا "مجموعہ خطبہ علمی" کا پڑھنا اور سننا جائز ہے یا نہیں اور علمی کا مذہب کیا تھا؟ علمی نے خطبہ میں صحابۂ کرام کی تعریف اور مدح بھی کی ہے۔مع حوالۂ کتاب مطلع فرمایئے۔اور درحقیقت اگر علمی کا مذہب اہلسنت والجماعت تھا تو جو شخص علمی کو رافضی کہے، اس کے حق میں کیا حکم ہے۔اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔اور اس کا مرید ہونا کیسا ہے؟

الجواب: مولانا محمد حسن بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سنی صحیح العقیدہ اور واعظ ناصح اور حضور علیہ السلام کے مداح اور میرے حضرت جدامجد قدس سرہ العزیز کے شاگرد تھے۔انھیں رافضی نہ کہے گا مگر کوئی ناصبی یا خارجی۔دکنی صاحب نے اگر کسی کی سنی سنائی بے تحقیق کہدی تو آیۂ کریمہ فتبیوان ان تصیبوا قوما بجھالة فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین کا خلاف کیا۔صحیح حدیث لاتذ کروا موتا کم الا بخیر کا خلاف کیا۔رواہ البخاری وغیرہ۔اور حدیث صحیح کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع (ترجمہ کسی کے جھوٹے ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کرتا پھرے) کا وبال سر پر لیا رواہ مسلم وغیرہ۔آیت کا ارشاد یہ ہے کہ غیر ثقہ کی خبر کی خوب تحقیق کرلو۔کہیں کسی کو جہالت سے آزار دے بیٹھو، پھر اپنے کئے پر پچتاتے رہو۔اور حدیث اول کا کہ اپنے اموات کو خیر ہی سے یاد کرو۔اور دوم کا یہ کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کو یہ بہت ہے کہ جو کچھ سنے اسی پر اعتبار کر کے لوگوں سے بیان کردے ـــــ اور اپنی طرف سے کہا تو آفت سخت تر ہے رسول اللہ علیہ السلام فرماتے ہیں من ذکر امرء بشئی لیس فیه لیعیبه به حبسه الله فی نار جهنم حتی یاتی بنفاذ ما قال (ترجمہ جس نے کسی شخص کو ایسے عیب کے ساتھ یاد کیا جو اس میں نہیں ہے تو اللہ تعالی اس کو جہنم میں ڈال دے گا) دوسری روایت میں ہے کان حقا علی الله ان یذیبه یوم القیمة فی النار حتی یاتی بنفاذ ما قال (رواہ الطبرانی بسند صحیح عن ابی الدرداء رضی الله عنه) جو کسی کے عیب لگانے کو وہ بات بیان کرے جو اس میں نہیں اللہ اسے نار جہنم میں قید کرے گا یہاں تک کہ اپنے کہے کی سند لائے۔اللہ پر حق ہے کہ یہ جب تک اپنی اس بات کا ثبوت پیش نہ کرے، اسے آتش دوزخ میں گلائے۔

اور بفرض غلط اگر معاذ اللہ کوئی بدمذہب ہی خطبہ تصنیف کرے اور وہ صحیح ہو اس میں کوئی بدمذہبی نہ ہو، تو اس کے



● خارجی۔رافضیوں کے ایک فرقہ جو حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اچھا کہتے اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کو نہیں مانتے
● ناصبی: اہل بیت سے دشمنی رکھنے والا فرقہ
● غیر ثقہ: ناقابل اعتماد
● اموات: مردے

پڑھنے سے نماز کیوں ناجائز ہونے لگی۔ یہ دل سے مسئلہ گڑھنا اور شریعت مطہرہ پر افترا کرنا ہے۔ ہاں اردو زبان خطبہ میں ملانا نہ چاہیے کہ خلاف سنت متوارثہ ہے۔ یہ دوسری بات ہے، اسے عدم جواز نماز سے کیا علاقہ؟ شخص مذکور اگر اپنی ان حرکات پر مصر رہے اور تائب نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز نہ چاہیے۔ نہ اس کے ہاتھ پر بیعت و یتوب اللہ علی من تاب۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

عیدگاہ میں مسجد کا سامان لے جانا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ عیدگاہ میں مسجد کے بستر وغیرہ لے جانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: عیدگاہ میں مسجد کا مال لے جانا ممنوع ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

عیدگاہ مسجد کی طرح قابل تعظیم ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عیدگاہ مثل مساجد قابل حرمت و وقعت ہے یا نہیں؟ اس کا حکم، حکم مسجد ہے یا نہیں۔ اس احاطہ کے اندر غیر قوم جوتے پہنے ہوئے جا سکتی ہے یا نہیں۔ اور اس چار دیواری کے اندر خرید و فروخت ہو سکتی ہے یا نہیں۔ خطبہ کے وقت دکان داروں یا خوانچہ والوں کا گوشت اس میں جائز ہو سکتا ہے یا نہیں بالتشریح اس کا جواب مرحمت فرمایا جائے۔

الجواب: عیدگاہ ایک زمین ہے کہ مسلمانوں نے نماز عید کے لیے خاص کی۔ امام تاج الشریعہ نے فرمایا صحیح یہ ہے کہ وہ مسجد ہے اس پر تمام احکام، احکام مسجد ہیں۔ نہایہ میں اگرچہ مختار للفتوی یہ رکھا کہ وہ عین مسجد نہیں مگر اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ اس کی تنظیف و تطہیر ضروری نہیں۔

غیر وقت نماز و خطبہ میں اس میں خرید و فروخت، قول اول پر مطلقا حرام ہے۔ اور خرید و فرخت کے لئے اسے متعین کرنا بالاتفاق حرام ہے۔ اذ لا یجوز تغییر الوقف عن ہیاءتہ فضلا عن ضیعتہ کما فی الھندیۃ وغیرھا اور یوں کہ اتفاقاً غیر وقتِ نماز و خطبہ میں ایک کے پاس کوئی شے ہو، وہ دوسرے کے ہاتھ بیع کرے، قول دوم پر اس میں حرج نہیں۔



• خلاف سنت متوارثہ	: مسلسل قائم رہنے والی سنت کے خلاف		
• عدم جواز نماز	: نماز کا جائز نہیں ہونا	• کیا علاقہ؟	کوئی تعلق نہیں
• خوانچہ والوں	: ٹھیلے پر بیچنے والے	• بالتشریح	: شرح کے انداز میں
• تنظیف و تطہیر	: صفائی و ستھرائی	• بیع کرے	بیچے

وقت نماز یا خطبہ میں خوانچہ والوں کا گوشت بلاشبہ ممنوع وواجب الانسداد ہے کہ مخل استماع وناقض ہے اور ان کے غیر اوقات میں وہی اختلاف قولین۔ یوہیں کفار کی آمد رفت خصوصا جوتا پہنے، کہ یہ نجاست سے خالی نہیں ہوتے نہ وہ جنابت سے۔





- واجب الانسداد: روکنا واجب
- اختلاف قولین: دو قولوں میں اختلاف
- مخل استماع وناقض: سننے میں مخل اور توجہ بگاڑنے والا ہے

بَابُ الجَنَائِزِ

[فتاوی رضویہ مترجم]

جلد نمبر ۹ - صفحہ ۸۲ تا ۶۰۵

کیا موت وقت صرف لا الہ الا اللہ پڑھنا کافی ہے

سوال: (عبدالحکیم صادقپوری کا کہنا ہے کہ) مرگ کے وقت صرف **لا الہ الا اللہ** کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "مرنے والوں کو **لا الہ الا اللہ** کی تلقین کرو" **محمد رسول اللہ** ملانے کو نہیں فرمایا۔ اور فرمایا "جس کا پچھلا کلام **لا الہ الا اللہ** ہوتو وہ جنت میں گیا" یہاں بھی **محمد رسول اللہ** نہیں فرمایا تو اگر لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کا لفظ بڑھایا جائے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہونے کے سبب برا اور منع ہو۔ (یہ صحیح ہے یا نہیں)

الجیب: اس کے رد میں عبدالواحد صاحب مجددی رامپوری کا رسالہ "وثیقہ بہشت" اس کے ساتھ تھا۔ تحریر فقیر بر وثیقہ بہشت۔

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللھم لك الحمد۔ اللہ عزوجل خیر کے ساتھ شہادتین پر موت نصیب کرے۔ وقت مرگ بھی پورا کلمۂ طیبہ پڑھنا چاہئے۔ جو اسے منع کرتا ہے، مسلمان اس کے اغوا اور اضلال پر کان نہ رکھیں کہ وہ شیطان کی اعانت چاہتا ہے۔ امام ابن الحاج مکی قدس سرہ الملکی **مدخل** میں فرماتے ہیں کہ "دم نزع دو شیطان آدمی کے دونوں پہلو پر آکر بیٹھتے ہیں۔ ایک اس کے باپ کی شکل بن کر دوسرا ماں کی۔ ایک کہتا ہے وہ یہودی ہو کر مرا تو یہودی ہو جا کہ یہود وہاں بڑے چین سے ہیں۔ دوسرا کہتا ہے کہ وہ شخص نصرانی گیا تو نصرانی ہو جا کہ نصاریٰ وہاں بڑے آرام سے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ شیطان کے اغوا سے بچانے کے لئے محتضر کو تلقین کلمہ کا حکم ہوا۔ ظاہر ہے کہ صرف لا الہ الا اللہ اس کے اغوا کا جواب نہیں۔ لا الہ الا اللہ تو یہود و نصاریٰ بھی مانتے ہیں۔ ہاں وہ کہ جس سے اس ملعون کے فتنے مٹتے ہیں محمد رسول اللہ کا ذکر کریم ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یہی اس کی ذریات کے دل میں بھی چبھتا، جگر میں زخم ڈالتا ہے۔ مسلمان ہرگز ہرگز اسے نہ چھوڑیں اور جو منع کرے، اس سے اتنا کہہ دیں کہ "گر بتو حرام است حرامت باد" (اگر یہ تجھ پہ حرام ہے تو حرام رہے)۔ **مجمع بحار الانوار** میں ہے کہ **سبب التلقین انه یحضر یفسد عقدہ والمراد بلا الہ الا اللہ الشھادتان**۔ تلقین کا سبب یہ ہے کہ اس وقت شیطان آدمی کا ایمان بگاڑنے آتا ہے۔ اور لا الہ الا اللہ سے پورا کلمہ مراد ہے۔ **فتح القدیر** میں ہے کہ **المقصود منه التذ کیر فی**



● مرگ	: موت
● اغوا اور اضلال	: دھوکہ دینے گمراہ کرنے
● محتضر	: حاضرین
● گر بتو حرام است حرامت باد	: اگر یہ تجھ پہ حرام ہے تو حرام رہے

وقت تعرض الشیطان. تلقین سے مقصود تعرض شیطان کے وقت ایمان کا یاد دلانا ہے۔ اسی طرح **تبیین الحقائق** اور **فتح اللہ المبین** وغیرہما میں ہے، **مرقاۃ شرح مشکوٰۃ** میں علامہ میرک سے ہے من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ المراد مع قرینہ فانہ بمنزلۃ علم لکلمۃ الایمان. حدیث میں جو فرمایا کہ جس کا پچھلا کلام لا الہ الا اللہ ہو اس سے مراد پورا کلمۂ طیبہ ہے کہ لا الہ الا اللہ گویا کہ اس کلمۂ ایمان کا نام ہے۔ **درر غرر** میں ہے یلقن بذکر الشھادتین عندہ لان الاولیٰ لا تقبل بدون الثانیہ کلمۂ طیبہ کے دونوں جز میت کو تلقین کئے جائیں۔ اس لئے کہ لا الہ الا اللہ بے محمد رسول اللہ کے مقبول نہیں۔ **غنیہ ذوی الاحکام** میں اس پر تقریر فرمائی۔ **تنویر الابصار** میں ہے یلقن بذکر الشھادتین دونوں شہادتیں تلقین کی جائیں۔ **در مختار** میں ہے کہ لان الاولیٰ لا تقبل بدون الثانیہ کہ پہلی بے دوسری کے مقبول نہیں۔ **مختصر القدوری** میں ہے کہ لقن الشھادتین تلقین پورا کلمہ سکھایا جائے۔ **جوھریہ** میں ہے لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لقنوا موتاکم شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وصورۃ التلقین ان یقال عندہ فی حالۃ النزع جھرا وھو یسمع اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اموات کو لا الہ الا اللہ کی شہادت یاد دلاؤ۔ اور اس یاد دلانے کی صورت یہ ہے کہ اس کی نزع میں اس کے پاس ایسی آواز سے کہ وہ سنے اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ پڑھیں۔ **مجمع الانہر** میں ہے کہ (ویلقن الشھادۃ) فیجب علی اخوانہ و اصدقائہ ان یقولوا عندہ کلمتی الشھادۃ قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ۔ میت کو شہادت سکھائیں۔ اس حکم سے اس کے عزیزوں اور دوستوں پر واجب (نہایت مؤکد) ہے کہ دونوں شہادتیں اس کے پاس پڑھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کا اخیر کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں جائے۔ **بحر الرائق** میں ہے کہ (لقن الشھادۃ) بان یقال عندہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میت کو شہادت کی تلقین کریں یوں کہ اس کے پاس لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھیں --------- غرض نقل مستفیض سے ہے اور مسئلہ واضح۔ اور اسلامی نگاہ میں شیطانی قول خود اپنے قائل کا فاضح۔ ہاں بعض متاخرین شافعیہ نے یہ کہا کہ صرف لا الہ الا اللہ کہنے پر ثواب موعود مل جائے گا۔ معاذ اللہ وہ بھی نہیں کہتے کہ مرتے وقت محمد رسول اللہ کہنا منع ہے۔ یہ ممانعت محض مردود و مطرود و خلاف اجماع ہے۔



● شہادتین	:لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ	● ثواب موعود	جس ثواب کا وعدہ ہے
● تعرض شیطان	:شیطان کا بہکانا		
● فاضح	برائی بیان کرنے والا		
● مردود مطرود	رد کیا ہوا ٹھکرایا ہوا		

مزار کو بوسہ دینا اور وہاں سے الٹے پاؤں پھرنا کیسا؟

سوال: پیر مرشد کے مزار کا طواف کرنا اور مزار کی چوکھٹ کو بوسہ دینا اور آنکھوں سے لگانا اور مزار سے الٹے پاؤں پیچھے ہٹ کے ہاتھ باندھے ہوئے واپس آنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: مزار کا طواف کہ محض بہ نیت تعظیم کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم بالطواف مخصوص بخانہ کعبہ ہے۔ مزار کو بوسہ دینا نہ چاہئے۔ علماء اس میں مختلف ہیں۔ بہتر بچنا اور ادب اسی میں زیادہ ہے۔ آستانہ بوسی میں حرج نہیں اور آنکھوں سے لگانا بھی جائز کہ اس سے شرع میں ممانعت نہ آئی۔ اور جس چیز کو شرع نے منع نہ فرمایا، منع نہیں ہوسکتی قال اللہ تعالیٰ ان الحکم الا اللہ۔ ہاتھ باندھے الٹے پاؤں واپس آنا ایک طرز ادب ہے۔ ہاں اگر اس میں اپنی اور دوسرے کی ایذا کا اندیشہ ہو تو اس سے احتراز کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بغیر وضو و تیمم جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جنازہ کی نماز میں کچھ لوگ بلا وضو بلا تیمم شریک ہوگئے، ان کی نماز ہوئی یا نہیں۔ اور ان کی نسبت کیا حکم ہے۔ اور ایک شخص نے کہا کہ انہوں نے کچھ برا نہ کیا کہ نماز جنازہ میں صرف امام کی طہارت ضروری ہے، مقتدیوں کی طہارت کی حاجت نہیں۔ اس کا یہ قول کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جنازہ کی نماز مثل اور نمازوں کے، بغیر طہارت کے ہرگز صحیح نہیں۔ وہ پڑھنے والے گنہگار ہوئے اور انہوں نے بہت سخت برا کیا اور ان کی نماز ہرگز ادا نہ ہوئی۔ نماز جنازہ میں صرف طہارتِ امام شرط ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ایسا ہو جب بھی اس میت کی نماز جنازہ ادا ہوجائے گی اور وہ فرض کفایہ ساقط ہوجائے گا کہ جب امام طاہر تھا تو اس کی نماز صحیح ہوگئی، اس فرض کے ادا کو اتنا کافی ہے کہ اس میں جماعت شرط نہیں--------- یہ معنی نہیں ہیں کہ فقط طہارتِ امام، صحتِ نماز مقتدیان کے لئے بھی کفایت کرتی ہے۔ مقتدیوں کو بے طہارت پڑھ لینی جائز ہے، یہ محض جہالت فاحشہ ہے۔ جس نے یہ فتویٰ بیہودہ دیا۔ وہ شرعاً تعزیر دیے جانے کے قابل ہے کہ جاہل کو مفتی بننا حرام ہے۔

- تعظیم بالطواف: طواف کے ذریعہ تعظیم
- صحتِ نماز مقتدیان: مقتدیوں کی نماز کا صحیح ہونا
- تعزیر: سزا
- جہالت فاحشہ: بہت بڑی جہالت



شوہر بیوی کا ولی ہے یا نہیں، مردہ بیوی کو شوہر غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ حالت زندگی میں خاوند، اپنی بیوی کا ولی ہوتا ہے مانند ماں باپ کے یا نہیں۔ جو ہوتا ہے تو بعدِ موت ولایت قائم رہتی ہے یا نہیں۔ اگر رہتی ہے تو ہاتھ لگانا، منھ دیکھنا، اجازت نماز کی دینا جائز ہے یا نہیں۔ اور نکاح رہتا ہے یا نہیں۔ اور ایک صاحب فرماتے ہیں کہ بعد وفاتِ فاطمہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حضرت علی کرم اللہ وجهه الكريم نے اپنے ہاتھ سے غسل دیا۔ اگر یہ بات حق ہے تو ہم لوگ بھی اپنی عورتوں کو غسل دیں، تو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: شوہر ولی نہیں، نہ حیات میں نہ بعدِ موت۔ نہ موتِ زوجہ سے نکاح قائم رہے۔ اور یہ کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں کہ مولیٰ علی کرم اللہ وجهه الكريم نے خود اپنے ہاتھ سے غسل دیا۔ اور بالفرض ہو بھی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاقے موت سے قطع نہیں ہوتے۔ اور سب کے علاقے قطع ہو جاتے ہیں۔ یہ مضمون خود حدیث میں وارد ہے، تو اوروں کو ان پر قیاس جائز نہیں۔ مرد اپنی مردہ عورت کو غسل نہیں دے سکتا۔

میت کے کفنانے کے بعد اس پہ پھول ڈالنا کیسا ہے؟

سوال: یہاں میت ہو گئی تھی۔ اس کے کفنانے کے بعد پھولوں کی چادر ڈالی گئی۔ اس کو ایک پیش امام افغانی نے اتار ڈالا اور کہا کہ یہ بدعت ہے، ہم نہ ڈالنے دیں گے۔ دوسرے جو کعبہ شریف کے غلاف کا ٹکڑا ڈالا ہوا تھا اسے ہٹا دیا اور کہا کہ یہ روافض کا رواج ہے، ہم نہ ڈالیں گے۔ اسے الگ ہٹا کے اس نے نماز جنازہ پڑھائی۔ کیا حکم ہے؟

الجواب: پھولوں کی چادر بالائے کفن ڈالنے میں شرعاً اصلاً حرج نہیں، بلکہ نیت حسن سے حسن ہے۔ جیسے قبور پر پھول ڈالنا کہ وہ جب تک تر ہیں، تسبیح کرتے ہیں۔ اس سے میت کا دل بہلتا ہے اور رحمت اترتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے وضع الورد والرياحين على القبور حسن۔ فتاویٰ امام قاضی خان و امداد الفتاح شرح المصنف لمراقی الفلاح و ردالمحتار علی الدرالمختار میں ہی___ انه ما دام رطبا يسبح فيؤنس الميت وتنزل بذكره الرحمة۔ (بے شک جب تک یہ تر رہے گا، اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی رہے گی اور اس کی برکت سے مردہ کو آرام نصیب ہوگا اور اس

● مانند	مثل	● ولی	سرپرست
● قطع	ٹوٹنا	● علاقے	رشتے تعلق



پہ رحمتوں کا نزول ہوگا) یوہیں تبرک کے لئے غلاف کعبہ معظمہ کا قلیل ٹکڑا سینے یا چہرے پر رکھنا بلاشبہ جائز ہے۔اور اسے رواج روافض بتانا محض جھوٹ ہے۔ اسد الغابہ وغیرہا میں ہے لما حضرہ الموت اوصیٰ ان یکفن فی قمیص کان علیه افضل الصلوٰة والسلام کساہ ایاہ وان یجعل مما یلی جسدہ وکان عندہ اظفارہ علیه افضل الصلوٰة والسلام فاوصیٰ ان تسحق وتجعل فی عینیه و فمه وقال افعلوا ذالك وخلو ابینی وبین ارحم الراحمین۔ (ترجمہ، جب حضرت امیر معاویہ کا آخری وقت آیا تو یہ وصیت فرمائی کہ انہیں اس قمیص میں کفن دیا جائے جو رسول اکرم ﷺ نے عطا فرمائی تھی اور ان کے جسم سے متصل رکھی جائے۔ان کے پاس رسول اقدس ﷺ کے ناخن پاک کے کچھ تراشے بھی تھے ان کے متعلق وصیت فرمائی کہ باریک کرکے ان کے منہ اور آنکھوں پہ رکھ دیے جائیں، فرمایا کہ یہ کام انجام دینا اور مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا) ان باتوں کو بدعت ممنوعہ ٹھہرانا اگر محض بر بنائے جہل ہو تو جہالت ہی ہے اور اگر بر بنائے وہابیت یعنی غیر مقلدیت یا دیوبندیت ہو، تو وہ نماز کہ اس نے پڑھائی باطل محض ہوئی۔ مسلمان بغیر نماز کے دفن کیا گیا۔اور جو جو اس امام کی حالت سے آگاہ تھے سب ترکِ فرضِ نمازِ جنازہ کے مرتکب و مستحق عذاب رہے۔ جب کہ خود وہابی یا وہابیہ کو صالح امامت جاننے والے نہ ہوں ورنہ باتفاق علماء حرمین شریفین کا فتویٰ ہو چکا ہے من شك فی كفرہ و عذابه فقد كفر۔ جو وہابی کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

دوسرے کی زمین میں بغیر اجازت دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ میت کا دفن بلا اجازت کسی شخص کی اراضی میں کوئی قابل مواخذہ فعل ہے؟

دوم: کیا ایسا کرنے والے گنہگار نہ ہوں گے۔

سوم: کیا میت کے حق میں یہ فعل اولیٰ ہے۔

چہارم: اگر میت اس کے متعلق وصیت کرے، تو کیا پسماندگان میت اس پر اس طور سے عمل کریں کہ بلا اجازت مالک زمین کے، میت کو دفن کر دیں تو کیا عند الشرع یہ فعل، میت یا پسماندگان کے واسطے موجب ثواب ہوگا۔ بینوا توجروا



• قلیل ٹکڑا	چھوٹا ٹکڑا	• قابل مواخذہ فعل	پکڑے جانے والا عمل
• متصل	ملا ہوا	• موجب ثواب	ثواب کا باعث
• تراشے	کترن، ناخن کا کٹا ہوا حصہ		
• اراضی	زمینیں		
• پسماندگان میت	میت کے گھر والے		

الجواب: بے اجازتِ مالک اس کی زمین میں دفن کرنا حرام ہے۔ ایسا کرنے والے گنہگار ہیں۔ میت اگر اس کی وصیت یوں کر گیا کہ چاہے مالک اجازت دے یا نہ دے، مجھے وہیں دفن کرنا، تو وہ بھی سخت گنہگار ہے۔ میت یا پسماندگان کے لئے ثواب کیسا؟ اس میں استحقاق عذاب ہے۔ مالک کو اختیار ہے کہ میت کی نعش کو نکال دے اور اپنی زمین خالی کرے، یا نعش رہنے دے اور قبر برابر کر کے اس پر جو چاہے بنائے، چلے، پھرے، تصرفات کرے، کہ قبر کی جو حدیثیں ہیں ایسی ناجائز قبر کے لئے نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی فرماتے ہیں لیس لعرق ظالم حق (کسی ظالم کی رگ کا کوئی حق نہیں) درمختار میں ہے لا یخرج منه بعد اهالة التراب الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبة ویخیر المالك بین اخراجه ومساواته بالارض۔ (یعنی مٹی ڈالنے کے بعد قبر سے نہیں نکالا جائے گا، مگر کسی آدمی کے حق کے باعث، مثلاً یہ کہ زمین غصب کی ہوئی ہو۔ مالک کو اختیار ہوگا کہ مردہ کو باہر نکالے یا قبر برابر کر دے۔)

یہ اصل حکم فقہی ہے مگر مسلمان نرم دل اور دوسرے مسلمان خصوصاً میت پر رحم دل ہوتا ہے۔ قال اللہ تعالی رحماء بینهم (وہ آپس میں رحم دل ہیں) اگر وہ درگزر کرے گا، اللہ تعالی عزوجل اس کی خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ (الا تحبون ان یغفر اللہ لکم۔ کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ اللہ تعالی تمہاری مغفرت فرمادے) اگر وہ اپنے مردہ بھائی پر احسان کرے گا اللہ اس پر احسان کرے گا کما تدین تدان، (جیسا کرو گے ویسا ہی تمہارے ساتھ کیا جائے گا) اگر وہ اپنے مردہ بھائی کا پردہ فاش نہ کرے گا اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا من ستر ستره اللہ (جو کسی کی پردہ پوشی کرے اللہ تعالی اس کی پردہ پوشی فرمائے) اگر وہ اپنے مردہ بھائی کی قبر کا احترام کرے گا اللہ اس کی زندگی وموت میں اسے احترام بخشے گا۔ واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیه (اللہ اپنے بندہ کی مدد فرماتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے)۔ واللہ تعالی اعلم

عورت شوہر کو اور شوہر عورت کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب نے روبرو یہ مسئلہ بیان کیا کہ اگر کسی شخص کی عورت یا عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو شوہر عورت کو اور عورت شوہر کو غسل نہیں دے سکتی ہے۔ غسل کیا معنیٰ بلکہ چھو

● استحقاق عذاب   عذاب کا مستحق



نہیں سکتے ہیں، خواہ غسل دینے والے موجود ہوں یا نہ ہوں۔ کیوں کہ نکاح دنیا تک ہے جب دو میں سے کسی کا انتقال ہو گیا نکاح فسخ ہو گیا۔ جب نکاح فسخ ہو گیا تو عورت مرد کو اور مرد عورت کو نہیں چھو سکتا ہے۔ اس پر چھونا حرام ہو گیا۔ آیا ایسا ہو سکتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: یہ مسئلہ مردہ کے بارے میں صحیح ہے کہ وہ بعد وفات زن اسے غسل نہیں دے سکتا۔ نہ اس کے بدن کو ہاتھ لگا سکتا ہے کہ موت سے عورت اصلا محل نکاح نہ رہی۔ چھونے کا جواز صرف بر بنائے نکاح تھا۔ ورنہ زن و شوہر اصل میں اجنبی محض ہوتے ہیں۔ اب کہ نکاح زائل ہو گیا، چھونے کا جواز بھی جاتا رہا۔ اور عورت کے بارے میں بھی صحیح ہے، اس حالت میں کہ وقت غسل عورت زوجیت زوج میں نہ ہو۔ مثلا مرد نے طلاق بائن دے دی تھی یا بعد وفات شوہر عدت گزر گئی۔ مثلا عورت حاملہ تھی، شوہر کے انتقال ہوتے ہی بچہ پیدا ہو گیا کہ اب عدت نہ رہی اور زوجیت سے یکسر نکل گئی۔ اسی طرح اگر عورت معاذ اللہ بعد وفات شوہر، مرتدہ ہو گئی۔ پھر اسلام لے آئی۔ یا پسر شوہر کو شہوت کے ساتھ چھو لیا کہ ان سب صورتوں میں نکاح زائل ہو گیا۔ بخلاف اس کے کہ شوہر مر گیا اور عورت عدت وفات میں ہے یا شوہر نے طلاق رجعی دی تھی اور ہنوز عدت باقی تھی کہ اس کا انتقال ہوا ان صورتوں میں عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے کہ ہنوز حکم زوجیت باقی ہے۔

بے نمازی کے لڑکے کی جنازہ جائز ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کبھی نماز پڑھے اور کبھی نہ پڑھے۔ اس کا جنازہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اور بے نمازی کے لڑکے نابالغ کا جنازہ جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: بے نمازی اگرچہ فاسق ہے، مگر مسلمان ہے اور اس کی نابالغ اولاد کا غسل و کفن اور نماز و دفن میں وہی حکم ہے جو اور مسلمانوں کا حدیث میں ارشاد ہوا۔ صلوا علی کل بر و فاجر۔ واللہ تعالی اعلم۔

مردہ کی جنازہ نہ پڑھی ہو تو کب تک پڑھی جاسکتی ہے؟

سوال: مردہ کی نماز جنازہ نہ پڑھی ہو، تو کتنے دن تک پڑھنا جائز ہے۔



● درگزر کرے :معاف کرے
● بعد وفات زن :بیوی کے انتقال کے بعد
● بر بنائے نکاح :نکاح ہونے کے سبب
● طلاق بائن :جس سے عورت نکاح سے نکل جاتی ہے

الجواب: جب تک بدن میت کا سالم ہونا مظنون ہو اور یہ امر اختلاف موسم وحالِ زمین وحال میت سے جلدی ودیر میں مختلف ہو جاتا ہے۔ گرمی میں جلد بگڑ جاتا ہے۔ سردی میں بدیر۔ زمین شور یا نمک میں جلد، سخت وغیر شور میں بدیر ------ فربہ مرطوب، جلد۔ خشک ولاغر بدیر۔ تو اس کے لئے مدت معین نہیں کر سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بے نمازی کی جنازہ اور قبر پہ اذان:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک طالب علم موضع فرید پور میں مولوی یٰسین کا شاگرد، وہاں کی مسجد میں مقیم ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ بے نمازی کے جنازہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور فاتحہ وغیرہ اور گیارہ شریف کی نیاز کرنا جائز نہیں ہے۔ اور قبر پر اذان اور یہاں پر سب گاؤں کے مسلمانوں کو گمراہ کئے دیتا ہے۔ لہٰذا یہ باتیں تحریر کردیں کہ جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: اس شخص کے یہ مسئلے محض غلط اور بے سند ہیں۔ جنازہ کی نماز ہر مسلمان پر فرض ہے۔ کما ھو مبین" ایتان الاجر فی اذان القبر۔ اور فاتحہ اور گیارہویں شریف کی نیاز وایصال ثواب، اہل سنت کے نزدیک جائز و بہتر ہے۔ کما فی الھدایۃ والفتح القدیر والدر المختار ورد المحتار وغیرھا ان چیزوں کو جو شخص ناجائز کہے، اس سے ایک ہی بات دریافت کرنا کافی ہے، وہ یہ کہ جسے تو ناجائز کہتا ہے آیا اللہ ورسول نے اسے ناجائز کہا ہے، یا تو اپنی طرف سے کہتا ہے۔ اگر اللہ ورسول نے ناجائز کہا ہے، تو دکھا، کون سی آیت یا حدیث میں ہے کہ اذان جو مسلمانوں کی قبر پر دفع شیطان ودفعِ وحشت وحصولِ اطمینان ونزولِ برکت کیلئے کہی جائے وہ ناجائز ہے۔ اور اگر اللہ ورسول نے ناجائز نہ کہا، تو خود اپنی طرف سے کہتا ہے، تو تیرا قول تیرے منہ پر مردود ہے۔ بغیر اللہ ورسول کے منع فرمائے ہوئے کوئی چیز ناجائز نہیں ہو سکتی۔ ہمیں قرآن وحدیث نے یہ قاعدہ کلیہ ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ ورسول جس بات کا حکم دیں وہ واجب ہے جس سے منع فرمائیں، وہ ناجائز ہے۔ اور جس کا کچھ حکم نہ فرمائیں، وہ معافی میں ہے۔ وہ اگر واجب نہیں تو ناجائز بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بے نمازی کی جنازہ چاہیے یا نہیں؟



● طلاق رجعی	:جس عورت سے فوراً نکاح سے نہیں نکلتی	● ہنوز	:ابھی
● مظنون	:گمان		
● حالِ زمین	:زمین کا حال کہ کیسی ہے		

سوال: بے نمازی کی نماز جنازہ چاہئے یا نہیں۔ اگر چاہئے تو کیا دلیل۔ جواب بالتفصیل بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمایئے۔ بینوا توجروا

الجواب: صحیح یہ ہے کہ ترکِ نماز، سخت کبیرہ اشد کفران نعمت ہے۔ مگر کفر و ارتداد نہیں۔ جب کہ انکار فرضیت یا استخفاف واہانت نہ کرے،۔ اور نماز ہر مسلمان کے لئے جنازے کی فرض کفایہ ہے۔ اگر سب چھوڑ دیں گے، سب گنہگار رہیں گے۔ نماز پنجگانہ اس پر فرض تھی اس نے چھوڑی۔ نماز جنازہ ہم پر فرض ہے ہم کیوں چھوڑیں۔ اس نے وہ فرض چھوڑا، جو خالص حق، اللہ کریم، غنی، **عزوجل** کا تھا۔ ہم وہ فرض چھوڑ دیں جس میں اللہ عزوجل کا بھی حق ہے اور اس محتاج ناشد الاحتیاج کا بھی حق العبد یہ محض نادانی اور خود اپنی بھی بدخواہی ہے۔ علمائے کرام نے فرضیت نماز جنازہ سے صرف چند شخصوں سے استثناء فرمایا باغی اور آپس کے بلوائی کہ فریقین بطور جاہلیت لڑیں اور ان کے تماشائی اور ڈاکو اور وہ کہ لوگوں کو گلا دبا کر، پھانسی دے کر مرڈالا کرتا ہو۔ اور وہ جس نے ماں باپ کو قتل کیا۔ ظاہر ہے کہ بے نمازی اس سے خارج ہے تو اس کی نماز جنازہ مثل عام مسلمانوں کے فرض ہے۔

حضور ﷺ کی جنازہ کتنی مرتبہ پڑھی گئی اور کس نے پڑھائی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے جنازہ کی نماز کتنے مرتبہ پڑھی گئی اور اول کس شخص نے پڑھائی۔ بینوا توجرو

نوٹ: (سائل نے حضور ﷺ کے نام پاک کے بعد مکمل درود لکھنے کے بجائے غالباً صرف ص یا صلعم لکھا تھا اس لئے اصل جواب سے پہلے اس کی تنبیہ فرمائی، فرماتے ہیں)

الجواب: صلی اللہ تعالی علی حبیبہ وآلہ وبارك وسلم ، سائل کو جواب مسئلہ سے زیادہ نافع یہ بات ہے کہ درود شریف کی جگہ جو عوام صلعم یا ع یا م یا صللم لکھا کرتے ہیں محض مہمل و جہالت ہے۔ القلم احدی اللسانین جیسے زبان سے درود شریف کے عوض یہ مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا یونہیں ان مہملات کا لکھنا درود لکھنے کا کام نہ دے گا۔ ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے۔ میں خوف کرتا ہوں کہ کہیں ایسے لوگ فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم میں داخل نہ ہوں۔ نام پاک کے ساتھ ہمیشہ پورا درود لکھا جائے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ۔



بے سند	بغیر دلیل، نا قابل قبول
ابذان الاجر فی اذان القبر اعلیٰ حضرت کا رسالہ جس میں اس موضوع کی پوری وضاحت ہے	
دفع وحشت وحصول اطمینان ونزول برکت	قبر کی گھبراہٹ کے دور کرنے، اطمینان حاصل کرنے اور برکت الٰہی کے نزول کے لئے
اشد کفران نعمت	اللہ کی نعمت کا سخت انکار
انکار فرضیت	فرضیت کا انکار
استخفاف	ہلکا جاننا

جنازہ اقدس پر نماز کے باب مختلف ہیں۔ ایک کے نزدیک یہ نماز معروف نہ ہوئی، بلکہ لوگ گروہ در گروہ حاضر آتے اور صلوٰۃ وسلام عرض کرتے۔ بعض احادیث بھی اس کی موئید ہیں کما بیناھا فی رسالتنا "النھی الحاجز عن تکرار صلوٰۃ الجنائز" اور بہت علماء یہی نماز معروف مانتے ہیں۔ امام قاضی عیاض نے اس کی تصحیح فرمائی کما فی شرح المؤطا للزرقانی

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ، تسکین فتن وانتظام امت میں مشغول، جب تک ان کے دست حق پرست پر بیعت نہ ہوئی تھی، لوگ فوج درفوج آتے اور جنازۂ انور پر نماز پڑھتے جاتے، جب بیعت ہوئی، ولی شرعی صدیق رضی اللہ تعالی عنہ ہوئے۔ انہوں نے جنازہ مقدس پر نماز پڑھی۔ پھر کسی نے نہ پڑھی کہ بعدِ صلوۃِ ولی پھر اعادۂ نمازِ جنازہ کا اختیار نہیں۔ ان تمام مطالب کی تفصیل قلیل فقیر کے رسالہ ("النھی الحاجز عن تکرار صلوٰۃ الجنائز") میں مذکور ہے۔ مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی میں ہے کہ ان ابابکر رضی اللہ تعالی عنہ کان مشغولا بتسویۃ الامور وتسکین الفتنۃ فکانوا یصلون علیہ قبل حضورہ وکان الحق لہ لانہ ھو الخلیفہ فلما فرغ صلی علیہ ثم لم یصل احد بعدہ علیہ۔ بزار وحاکم وابن منیع وبیہقی وطبرانی معجم اوسط میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: اذا غسلتمونی و کفنتمونی فصلوا علی سریری ثم اخرجو اعنی فان اول من یصلی علی جبریل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملک الموت مع جنودہ من الملا ئکہ باجمعھم ثم ادخلوا علی فوجا بعد فوج فصلوا علی وسلموا تسلیما۔ جب میرے غسل وکفن سے فارغ ہو مجھے نعش مبارک پر رکھ کر باہر چلے جاؤ۔ سب سے پہلے جبرئیل مجھ پر صلوۃ کریں گے، پھر میکائیل، پھر اسرافیل، پھر ملک الموت اپنے سارے لشکروں کے ساتھ، پھر گروہ در گروہ میرے پاس حاضر ہوکر مجھ پر درود وسلام عرض کرتے جاؤ۔ واللہ تعالی اعلم

اگر نماز جنازہ کی کچھ تکبیریں چھوٹ جائے تو کیا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ کا مسبوق، فوت شدہ تکبیروں کو پورا کرے، تو ان میں کس کس تکبیر میں کیا کیا پڑھے؟



• ناشد الاحتیاج	حاجت کا طلب کرنے والا	• تسکین فتن	فتنوں کو دبانے
• مہملات	جن کا کچھ معنی نہیں	• بعدِ صلوۃِ ولی	ولی کے نماز پڑھ لینے کے بعد
• کوتاہ قلمی	قلم روک لینا	• مسبوق	جو بعد میں نماز میں شامل ہو

الجواب: اگر جنازہ اٹھا لیا جانے کا اندیشہ ہو، جلد جلد تکبیریں بلا دعا، کہہ کر سلام پھیر دے۔ ورنہ ترتیب وار پڑھے مثلاً تین تکبیریں فوت ہوئیں تو چوتھی امام کے ساتھ کہہ کر بعد سلام پہلی تکبیر کے بعد ثنا، پھر درود پڑھے، پھر دعا، پڑھے۔ اور دو فوت ہوئیں، تیسری امام کے ساتھ دعا، چوتھی کے بعد سلام، پھر اول کے بعد ثنا دوم کے بعد درود اور ایک ہی فوت ہوئی تو بعد سلام ایک تکبیر کے بعد ثنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نماز جنازہ کی امامت کا مستحق کون؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز جنازہ کے لئے امامت میں احق و افضل کون ہے؟ کیا امام جامع مسجد، یا قاضی، اس معنی میں کہ نکاح خوانی کرتا ہو اور لیاقت کچھ نہیں رکھتا، صرف معمولی اردو کی کتابیں دیکھے ہوئے ہو۔ وہ میت کے ورثا یا اولیا سے بلا اذن طلب کئے نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے اور افضل و اعلم بالسنہ عالم و احق بالامامۃ فرد کی موجودگی میں اس شخص کا نماز پڑھانا کیسا ہے؟ یہ جو عام طور پر رائج ہے کہ نماز پڑھانے کا وارث یا ولی میت سے اذن لیتے ہیں، کیا یہ کچھ ضروری ہے اور کون امام بلا اذن طلب کئے بھی نماز پڑھا سکتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: نماز جنازہ ولی میت کا حق ہے۔ دوسرا کہ اس کے اذن کا محتاج ہے، اگر بے اس کے اذن کے پڑھائے، اسے اعادۂ نماز جائز ہے۔ حالانکہ نماز جنازہ کی تکرار مشروع نہیں -------- نکاح خوانی کا قاضی کوئی عہدۂ شرعی نہیں، وہ بے اذنِ ولی ہرگز نہیں پڑھا سکتا۔ یونہی جامع مسجد کا امام۔ اگر میت، جمعہ وغیرہ اس کے پیچھے نہ پڑھتا ہو یا وہ علم و فضل میں ولی میت سے زائد نہ ہو۔ اسی طرح امام الحی یعنی مسجد محلہ کا امام ----- ہاں اگر میت ان کے پیچھے نماز پڑھا کرتا تھا۔ اور یہ فضل دینی میں ولی سے زائد ہیں تو بے اذن ولی پڑھا سکتے ہیں۔ اور اصحاب ولایت عامہ مثلاً سلطانِ اسلام، یا اس کا نائب، حاکم شہر، یا اس کا نائب، قاضی شرع، جسے سلطان اسلام نے فصل مقدمات پر مقرر کیا، یا اس کا نائب، یہ لوگ ولی پر مقدم ہیں۔ انہیں ولی سے اجازت لینے کی مطلقاً حاجت نہیں۔ اور صورت مذکورہ کے علاوہ دونوں امام اور یہ والیان عام اگر نماز پڑھا دیں، تو ولی کو حق اعادہ نہیں۔ باقی سب محتاجِ اذن ولی ہیں۔ اگر بے اذن پڑھائیں گے، حق غیر میں دست اندازی کے مرتکب ہوں گے۔ مگر فرض کفایہ ادا ہو جائے گا۔ ولی نے اگر ان کی اقتداء کر لی فبہا کہ اذن ابتدا میں نہ تھا، تو اب ہو گیا۔ ورا قتدا نہ کی، تو اب اسے جائز ہے کہ دوبارہ پڑھے اور جو



● اعلم بالسنہ	سنت کا زیادہ جاننے والا	● بلا اذن	بغیر اجازت
● اعادۂ نماز	نماز کا دہرانا	● احق بالامامۃ	امامت کا زیادہ مستحق
● اصحاب ولایت عامہ	وہ لوگ جن کا ولی ہونا مسلم ہے	● مشروع نہیں	شریعت میں اس کا حکم نہیں آیا
● فبہا	تو ٹھیک	● فصل مقدمات	مقدموں کے فیصلے
● [illegible]	[illegible] کرنے کے بعد		

پہلی جماعت میں شریک نہ ہوئے تھے، انہیں اس جماعتِ ولی میں شرکت کی اجازت ہے۔

بے نمازی قبرستان میں دفن ہوسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: ایک حنفی عالم کہتا ہے کہ بے نمازی کافر مرتد ہے۔ اس پر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں نہ دفن کرنا چاہئے۔ اس عالم کا قول مردود ہے یا نہیں۔ تین شخص کو بے نماز جنازہ دفن کرادیا ہے۔ اس پر شرعاً کیا وعید عائد ہوسکتی ہے۔ دنیا میں ایسا مسلمان نہیں جو گاہ بگاہ نماز پنجگانہ وعیدنہ پڑھتا ہو۔

الجواب: ایمان وتصحیح عقائد کے بعد جملہ حقوق اللہ میں سب سے اہم واعظم نماز ہے۔ جمعہ وعیدین یا بلا پابندی پنجگانہ پڑھنا۔ ہرگز نجات کا ذمہ دار نہیں۔ جس نے قصداً ایک وقت کی چھوڑی، ہزاروں برس جہنم میں رہنے کا مستحق ہوا۔ جب تک توبہ نہ کرے، اور اس کی قضانہ کرے۔

مسلمان اگر اس کی زندگی میں اسے یک لخت چھوڑ دیں، اس سے بات نہ کریں، اس کے پاس نہ بیٹھیں، تو ضرور وہ اس کا سزاوار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واما ينسينك فلا تقعد بعد ذكرى مع قوم الظالمين (اگر شیطان تجھے بھلادے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھنا)۔ مگر بعد موت ہر سنی صحیح العقیدہ کو غسل وکفن دینا ، اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا الاما استثنیٰ ولیس ھذامنھم (اگر وہ جن کا استثنا کیا گیا ہے اور یہ ان میں سے نہیں) فرض قطعی علی الکفایۃ ہے۔ اگر سب چھوڑ دیں، جن جن کو اطلاع تھی، سب گنہگار وتارک فرض ومستحق عذاب ہوں گے۔

جس نے تین مسلمانوں کو بے نماز دفن کرادیا، فاسق، مرتکب کبیرہ، مستوجب سزائے شدید ہوا۔ بے نمازی کہ نماز کو فرض جانتا ہو، اس کی تحقیر نہ کرتا ہو۔ اگر نفس وشیطان کے پھندے میں اگر نہ پڑھتا ہو، مرتکب کبائر ہے، مستحق عذاب نار ہے۔ مگر کافر نہیں، باغی نہیں، ڈاکو نہیں، ایک تباہ کار مسلمان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: الصلوٰة واجبة عليكم على كل مسلم يموت برا كان او فاجرا وان هو عمل الكبائر سواچار کے تم پر ہر مسلمان کی نماز جنازہ فرض ہے۔ باغی، رہزن، جب کہ یہ جنگ میں قتل ہو، اسی طرح رات کو شہر کے اندر ہتھیار لے کر لوٹ مار کرنے والا، گلا دبا کر مارنے والا اور اپنے ماں باپ میں سے کسی کا قاتل)------اور



• یک لخت	بالکل
• سزاوار	لائق
• فرض قطعی علی الکفایۃ	ایسا فرض جو سب پر ہے مگر اگر ان میں کسی نے کر لیا سب کی طرف سے ہو جائے گا
• مستوجب سزائے شدید	سخت سزا کا مستحق
• مرتکب کبائر	کبیرہ گناہوں کا مرتکب

فرماتے ہیں: صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الدواوین ثلثة.فديوان لا يغفر الله منه شيئا .وديوان لا يعباء الله منه شيئا .وديوان لا يترك الله منه شيئا -- فأما الديوان الذى لا يغفر الله منه شيئا فالاشراك بالله .واما الديوان الذى لا يعباء الله منه شيئا فظلم العبد نفسه فيما بينه وبين ربه من صوم يوم تركه او صلوة تركها فان الله تعالى يغفر ذالك ان شاء ويتجاوز -واما الديوان الذى لا يترك الله منه شيئا فمظالم العباد بينهم القصاص لا محالة (یعنی) دفتر تین ہیں۔ایک دفتر میں سے اللہ تعالیٰ کچھ معاف نہ فرمائے گا اور دوسرے کی اللہ تعالیٰ کو کچھ پرواہ نہیں۔اور تیسرے میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا۔وہ دفتر جس میں سے اللہ کچھ معاف نہ فرمائے گا، دفتر کفر ہے۔اور وہ جس کی اللہ کو کچھ پرواہ نہیں وہ بندے کا اپنے رب کے معاملہ میں اپنی جان پر ظلم کرنا کہ کسی دن کا روزہ چھوڑ دیا، یا نماز چھوڑ دی۔اللہ تعالیٰ چاہے گا، تو معاف کردے گا اور درگزر فرمائے گا۔اور وہ دفتر جس میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا وہ بندوں کے باہم ایک دوسرے پر ظلم ہیں۔ان کا بدلہ ضرور ہونا ہے رواہ الامام احمد والحاکم فی المستدرك عن ام المؤمنين الصديقه رضى الله تعالى عنها۔---- نیز فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خمس صلوات كتبهن الله تعالى على العباد- فمن جاء بهن فلم يضع منهن شيئا استخفافا بحقهن كان له عند الله عهدا ان يدخل الجنة ومن لم يات بهن فليس له عند الله عهدان شاء عذبه وان شاء ادخله الجنة-رواه الائمه مالك واحمد وابوداؤدوالنسائى وابن ماجه وابن حبان والحاكم والبيهقى بسند صحيح عن عبادة بن الصامة رضى الله تعالىٰ عنه .

(یعنی) پانچ نماز اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کی ہیں، جو انہیں بجالائے اور ان کے حق کو ہلکا جان کر ان میں سے کچھ ضائع نہ کرے، اللہ کے پاس عہد ہو کہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور جو انہیں بجانہ لائے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس عہد نہیں، چاہے اسے عذاب کرے چاہے اسے جنت میں داخل کرے۔واللہ تعالیٰ اعلم

جنازہ لے جانے میں آگے سراہانا ہو یا پائنتی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جنازہ لے چلیں تو سرہانا آگے کریں یا پائنتی۔ایک شخص کہتا ہے کہ



پائنتی آگے کرنے کا حکم ہے۔ میں نے علمائے دین سے پوچھ لیا ہے اور قبر پر اذان کہنے کو ایک شخص ناجائز وحرام کہتا ہے۔ اس میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: اس شخص نے محض غلط کیا۔ جنازہ لے چلنے میں سرہانے آگے کرنے کا حکم ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے فی المشی بالجنازۃ یقدم الراس کذا فی المضمر۔ قبر پر اذان دینے کو جس نے حرام کہا محض غلط کہا۔ اگر سچا ہے، تو بتائے کہ کس آیت یا حدیث میں اس کو حرام فرمایا ہے۔ اگر نہ بتائے اور ہرگز نہ بتا سکے گا تو خدا اور سول پر افترا کرنے کا اقرار کرے۔ حرام وہ ہے جسے اللہ ورسول نے حرام فرمایا اور واجب وہ ہے جسے خدا اور سول نے واجب کہا حکم دیا لیکن وہ چیزیں جس کا خدا اور سول نے حکم دیا اور نہ منع کیا، وہ سب جائز ہیں۔ انہیں حرام کہنے والا خدا اور سول پر افترا کرتا ہے۔ فقیر (اعلیٰ حضرت) کا خاص اس باب میں رسالہ (ایذان الاجر فی اذان القبر) طبع ہو گیا ہے۔ اسے دیکھ کر اس اذان کے فوائد معلوم کریں۔ اس میں پندرہ دلیلوں سے اس کی اصل جواز کا ثبوت دیا گیا ہے۔ جو مدعی حرمت کا ہے، پہلے اس کے حرام ہونے کا آیت وحدیث سے ثبوت دے۔ جب نہ دے سکے تو اپنے کذب کا اقرار اور اذان کے جائز ہونے کا اعتراف کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مردہ کی نماز پڑھانے کو جو جانماز ملتی ہے اس کا کرتہ بنانا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مردہ کے نماز پڑھانے کے واسطے جو جانماز ملتی ہے، اس سے کرتا یا اور کچھ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز نہیں ہے، تو اس پر جو نماز مفروضہ پڑھی گئی ہو، وہ لوٹائی جائے گی یا نہیں۔ اور اس کفن سے یہ جانماز کے واسطے کپڑا نکالنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: اس جانماز سے دو غرضیں لوگوں کی ہیں۔ ایک یہ کہ اکثر نماز جنازہ راستے وغیرہ (میں) بے احتیاطی کے مقامات پر ہوتی ہے۔ مسجد کہ پاکیزہ وصاف رکھی جاتی ہے اس میں نماز جنازہ منع ہے، تو بغرض احتیاط امام کے نیچے جانماز بچھا دی جاتی ہے کہ سب مقتدیوں کے لئے اس کا مہیا کرنا دشوار ہوتا ہے۔ اور اگر فرض کیجئے کہ وہ تمام جگہ ایسی ناپاک ہے کہ کسی کی نماز نظر بواقع نہ ہو سکے، تو جانماز کے سبب امام کی نماز تو ہو جائے گی اور اسی قدر سب مسلمانوں کی طرف سے ادائے فرض وابرائے ذمہ کے لئے کافی ہے کہ نماز جنازہ میں جماعت شرط نہیں۔



● ایذان الاجر فی اذان القبر	اعلیٰ حضرت کا مایہ ناز رسالہ، جس میں دلائل کے ساتھ حق کو واضح کر دیا گیا ہے		
● مدعی حرمت	حرام کہنے والا		
● کذب	جھوٹ		
● مفروضہ	فرض کیا ہوا	● نظر بواقع	یعنی اگر واقعی نہ ہو سکے
● ابرائے ذمہ	ذمہ سے ادا ہونا	● نفع فقیر	فقیر کا نفع

دوسرے، نفع فقیر، کہ وہ جانماز، بعد نماز کسی طالب علم یا اور فقیر پر تصدق کر دی جاتی ہے۔ اور یہ دونوں غرضیں محمود ہیں، تو اس کے جواز میں کلام نہیں اور جس فقیر پر وہ تصدق کی گئی، اس کی ملک ہے۔ کرتا وغیرہ جو چاہے بنائے۔ اس میں نماز مکروہ بھی نہیں، نہ اصلاً حاجتِ اعادہ کما لا یخفی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مزارت پر منت مان کر چادر چڑھانا کیسا ہے؟

سوال: کسی اولیاء اللہ یا شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار شریف پر پھول کی یا کپڑے کی چادر منت مان کر چڑھانا کیسا ہے۔ چاہئے یا نہیں

الجواب: یہ منت کوئی شرعی نہیں۔ اذلیس من جنسہ واجب (اس لئے کہ اس کی جنس کچھ واجب نہیں) ہاں پھول چڑھانا حسن ہے۔ اور قبورِ اولیاء کرام قدسنا اللہ باسرارھم پر چادر بقصدِ تبریک ڈالنا مستحسن ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ذالك ادنیٰ ان یعرفن فلا یوذین (وہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ پہچان ہو جائے تو انہیں ایذا نہ دی جائے)۔ امام عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے کشف النور عن اصحاب القبور میں اس کی تصریح فرمائی پھر علامہ شامی نے عقود الدرریہ میں اسے نقل کیا اور مقرر رکھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

موت کے وقت کیا کرنا چاہئے؟

سوال:

(۱) جس وقت آدمی علیل نا قابل صحت مثلاً مدقوق ہو جائے، امید زیست نہ رہے، تو اس کو شرعاً کیا کرنا چاہئے۔ کیا وصیت کرنا چاہئے؟ اور عزیز و اقارب کو کیا کرنا چاہئے۔

(۲) جنازے اٹھانے میں کس طرف سے سبقت کی جائے۔

الجواب:

(۱) آدمی ہر وقت موت کے قبضہ میں ہے۔ مدقوق اچھا ہو جاتا ہے اور وہ جو اس کے تیمار میں دوڑتا تھا، اس سے پہلے چل دیتا ہے۔ ہر وقت وصیت تیار رہنی چاہئے۔ جس میں اپنے پسماندوں کو توحید الٰہی **عزوجل** و تعظیم رسالت پناہی



● تصدق	صدقہ کر دے	● اصلاً حاجتِ اعادہ	لوٹانے کی ضرورت نہیں
● بقصد تبریک	برکت لینے کے ارادے	● مدقوق	تپ دق کا مریض
● امید زیست	زندگی کی امید	● پسماندوں	میت کے گھر والوں

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، استقامتِ عقائد اہل سنت و اتباع شریعت و اصلاح ذات بین و حدت و قرب اولیاء و علمائ، دوری و تنفر از کفار و اضلال و فسق کی ہدایت ہو۔ اور بعد کو کچھ ترکہ چھوڑے، تو اس کا شرعی انتظام جس میں نزاع نہ رہے۔ اور اپنی تجہیز و تکفین میں اتباعِ سنت کی ہدایت۔ اور ان پر لازم ہے کہ اس پر عمل کرے۔

اور سب سے پہلے خود اپنی اصلاح، گناہوں سے توبہ، اللہ و رسول کی طرف رجوع۔ موت کا خوشی کے ساتھ انتظار کرنا کہ آتے وقت ناگواری نہ ہو۔ اس وقت کی ناگواری معاذ اللہ بہت سخت ہے۔ **عیاذاباللہ**، اس میں سوء خاتمہ کا خوف ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من احب لقاء اللہ احب اللہ لقائہ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقائہ۔ جو اللہ سے ملنا پسند کرے گا اللہ اس کا ملنا پسند فرمائے گا اور جو اللہ سے ملنے کو مکروہ رکھے گا اللہ اس کا ملنا مکروہ رکھے گا۔ صحابۂ کرام نے عرض کی یارسول اللہ! ہم میں کون ایسا ہے، جو موت کو مکروہ رکھے۔ فرمایا یہ مراد نہیں، بلکہ جس وقت دم سینہ پر آئے، اس وقت کا اعتبار ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ سے ملنے کو جو پسند رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے ملنے کو دوست رکھے گا۔ اور ناپسند تو ناپسند۔

اپنے ذمہ نماز یا روزہ یا زکوٰۃ جو کچھ باقی ہو، فورا بقدر قدرت اس کی ادا میں مشغول ہو۔ حج نہ کیا ہو اور فرض تھا تو دیر نہ لگائے۔ بوجہ مرگ طاقت نہ رہی ہو، تو حج بدل کرائے۔ اگر اخیر دم تک طاقت نہ پائے گا ادا ہو جائے گا، ورنہ جب قوت پائے خود ادا کرے۔

حقوق العباد جس قدر ہوں جو ادا کرنے کے ہیں ادا کرے۔ اور جو معافی چاہنے کے ہیں معافی چاہے۔ اور اس میں اصلاً تاخیر کو کام میں نہ لائے کہ یہ شہادت سے بھی معاف نہیں ہوتے۔ معافی چاہنے میں کتنی ہی تواضع کرنی پڑے، اس میں اپنی کسرِ شان نہ سمجھے۔ اس میں ذلت نہیں۔ ذلت اس میں ہے کہ جس روز بارگاہِ عزت میں حاضر ہو، اس طور پر کہ اس کا حق دبایا ہے، اسے برا کہا ہے، اس کی غیبت کی ہے، اسے مارا ہے اور وہ حقدار اس سے لپٹیں۔ اس کی نیکیاں ان کو دی جائیں اس کے گناہ اس پر رکھے جائیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور جہنم میں پھینک دیا جائے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ جب تک زیست ہے۔ آیات و احادیثِ خوف کے ترجمے اکثر سنا اور دیکھا کرے۔ اور جب وقت برا آجائے، اس کو آیات و احادیثِ رحمت مع ترجمے کے سنائیں کہ جانے کس کے پاس جارہا ہوں، تاکہ اپنے رب کے نیک گمان کرتا اٹھے۔ ورزقنا اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ



● استقامت عقائد اہل سنت: اہل سنت کے عقیدہ پر قائم رہنا	● دوری و تنفر از کفار و اضلال و فسق: فسق، گمری اور کفار سے دوری کی ہدایت	
● سوء خاتمہ: ایمان پر موت نہ ہونا		
● شہادت: راہِ حق میں جان دینا	● کسر شان: وہ بات جس سے آدمی کی عزت کو خطرہ ہو	
● زیست: زندگی	● آیات و احادیثِ خوف: خوف والی احادیث و آیتیں	
● آیات و احادیثِ رحمت: رحمت کے مضمون والی احادیث و آیتیں	● شانے: کندھے	

وسلم. واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جنازے کو یوں لے چلیں کہ سرہانا آگے کی جانب ہو اور پہلے سرہانے کا دہنا پایہ اپنے داہنے شانے پر لے۔ پھر پائنتی کا داہنا، پھر سرہانے کا بایاں پھر پائنتی کا بایاں۔ اور ہر بار کم از کم دس دس قدم چلے۔ یہ ایک دَور ہے۔ اس پر چالیس گناہ کبیرہ معاف ہونے کی بشارت ہے۔ حسب طاقت وحالت جتنے دورے ممکن ہو کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

پرانی قبر اگر کھل جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قدیم قبر اگر کسی وجہ سے کھل جائے یعنی اس کی مٹی الگ ہو جائے اور مردہ کی ہڈیاں وغیرہ ظاہر ہونے لگیں تو اس صورت میں قبر کو مٹی دینا جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو کس صورت سے دینا چاہئے۔ بینوا توجروا

الجواب: اس صورت میں اسے مٹی دینا صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے کہ سترِ مسلم لازم ہے۔ اور اس بارے میں کوئی خاص صورت بیان میں نہ آئی۔ ستر لازم ہے اور کشف ممنوع اس طرح چھپائیں کہ زیادہ نہ کھولنا پڑے واللہ تعالیٰ اعلم

قبر کا پختہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبر کا پختہ کرانا بہتر یا نہ کرانا۔ اگر پختہ بنانا بہتر ہے، تو اس کی تعمیر میں کن کن خاص اور ضروری باتوں کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ مثلاً طول عرض بلندی اور صورت وغیرہ بینوا توجروا

الجواب: قبر پختہ نہ کرنا بہتر ہے اور کرے تو اندر سے کڑا کچا رہے۔ اوپر سے پختہ کر سکتے ہیں۔ طول وعرض، موافق قبر میت ہو اور بلندی ایک بالشت سے زیادہ نہ ہو۔ اور صورت ڈھلوان بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

قبر سے ہڈیاں نکل آئیں تو کیا حکم ہے، قبر پر جوتا پہن کر چلنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) قبرستان پرانی اور ویران ہونے کے سبب میت کی ہڈیاں باہر نکل پڑیں۔ تو ایسی حالت میں پختہ اینٹوں سے قبر از سر



- دور: چکر
- سترِ مسلم: مسلمان میت کو چھپانا
- کشف ممنوع: کھولنا منع ہے
- طول عرض: لمبائی چوڑائی
- موافق قبر میت: میت کی قبر کے لائق

نو بنانی جائز ہے یا نہیں۔

(۲) ایسے قبرستان میں جوتی پہن کر جانا اور چارپائی پر سونا اور گھوڑا باندھنے میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:

(۱) ان ہڈیوں کو دفن کرنا واجب ہے۔ اور قبر، میت کے گرد پکی نہ ہو، اوپر سے پکی کر سکتے ہیں۔

(۲) قبروں پر چلنے کی ممانعت ہے۔ نہ کہ جوتا پہننا کہ سخت توہین اموات مسلمین ہے۔ ہاں جو قدیم راستہ قبرستان میں ہو جس میں قبر نہیں اس میں چلنا جائز ہے، اگرچہ جوتا پہنے ہو۔ قبروں پر گھوڑے باندھنا، چارپائی بچھانا، سونا، بیٹھنا سب منع ہے واللہ تعالیٰ اعلم

قبر پہ درخت لگانا/دیوار کھڑی کرنا کیسا ہے؟

سوال: قبر پر درخت لگانا، دیوار کھینچنا یا قبر کی حفاظت کے لئے اس کے چاروں طرف کھود کر جس میں جدید و قدیم قبریں بھی ہیں، محاصرہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: حفاظت کے لئے حصار بنانے میں حرج نہیں۔ اور درخت اگر سایۂ زائرین کے لئے ہو تو اچھا ہے۔ مگر قبر سے جدا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کافر کی لاش کا اگر کوئی وارث نہ ہو کیا جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کافر کے مردہ کو جس کا کوئی وارث نہیں کیا کیا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب: اس کے مذہب وملت والوں کو دے دیا جائے کہ جو چاہیں کریں۔ اور اگر کفار میں بھی کوئی نہ ملے تو جیفۂ سگ کی طرح دفع عفونت کے لئے کسی گڑھے میں دبا دیں۔

تفصیل مسئلہ یہ کہ کافر دو قسم ہے اصلی و مرتد۔

اصلی وہ کہ ابتداء سے کافر ہے اور مرتد وہ کہ معاذ اللہ بعد اسلام کافر ہوا۔ یا باوصف دعویٰ اسلام عقائد کفر رکھے۔ جیسے آج کل نیچری۔



● توہین اموات مسلمین	:مسلمانوں کے میت کی توہین	● محاصرہ	:گھیرنا
● حصار	:گھراؤ	● سایۂ زائرین	:زائرین کو سایہ دینے کے لئے
● جیفۂ سگ	:مرا ہوا کتے	● باوصف دعویٰ اسلام	:اسلام کے دعویٰ کے باوجود
● قرابت	:رشتہ داری	● دفع عفونت	:بدبو دور کرنے کے لئے

مرتد کے لئے تو اصلاً نہ غسل، نہ کفن، نہ دفن، نہ مسلمان کے ہاتھ سے کسی کافر کو دیا جائے۔ اگر چہ وہ اسی کے مذہب کا ہو، اگر چہ اس کا باپ یا بیٹا ہو بلکہ اس کا علاج وہی مردار کتے کی طرح دبا دینا ہے۔
اور کافر اصلی سے اگر مسلمان کو قرابت نہیں، تو اس کے بھی کسی کام میں شریک نہ ہو۔ بلکہ چھوڑ دیا جائے کہ اس کا عزیز وقریب یا مذہب والے جو چاہیں کریں۔ اور وہ بھی نہ ہوں تو علاج، مثل علاج مرتد ہے۔ اور اگر مسلمان سے اس کو قرابت قریبہ، (ہو) تاہم جب کوئی قریب کا فر موجود ہو بہتر یہی ہے کہ اس کی تجہیز میں شرکت نہ کرے۔ ہاں ادائے حق قرابت کے لئے اگر اس کے جنازہ کے ساتھ جنازہ سے دور دور چلا جائے، تو مضائقہ نہیں۔ اور اگر مسلمان ہی قریب ہے، کوئی کافر قرابت دار نہیں، جب بھی مسلمان پر اس کی تجہیز وتکفین ضروری نہیں۔ اگر اس کے ہم مذہب کافروں کو دے دے، یا بے غسل وکفن کسی گڑھے میں پھینکوا دے، جائز ہے۔ اور اگر بلحاظِ قرابت، غسل وکفن ودفن کرے تو بھی اجازت ہے۔ مگر کسی کام میں رعایت طریقہ مسنونہ نہ کرے۔ نجاست دھونے کی طرح پانی بہا دے۔ کسی چیتھڑے میں لپیٹ کر تنگ گڑھے میں دبا دے۔ رب انی اعوذبك من الكفر والكافرين۔ (اے رب میں تیری پناہ لیتا ہوں کفر اور کافروں سے)

فرضی مزار بنانا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسائل میں:

(۱) فرضی مزار بنانا، اور اس پر چادر وغیرہ چڑھانا، پر فاتحہ پڑھنا اور اصل مزار کا سا ادب ولحاظ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اور اگر کوئی مرشد اپنے پیروں کو خواب میں فرضی مزار بنانے کی اجازت دے تو وہ قول مقبول ہوگا یا نہیں۔

(۲) اگر جنازہ دفن کرنے کے لئے پچھم لے جائیں تو کس طرح سے لے جانا چاہئے، سر جانب مغرب ہو یا جانب پورب۔

الجواب:

(۱) فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا، ناجائز وبدعت ہے۔ اور خواب کی بات خلافِ شرع امور میں مسموع نہیں ہوسکتی۔

(۲) میت کو کسی طرف لے جانا ہو، بہر حال سر آگے کی طرف رہے۔ عالمگیری میں ہے في المشي بالجنازة يقدم



● ادائے حق قرابت	: رشتہ کا حق ادا کرنے کے لئے		
● جانب مغرب	مغرب کی طرف	● خلاف شرع امور	شرع کے خلاف کام
● مسموع	قبول نہیں کی جائے گی		

الرأس کذا فی المضمرات۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کھانا اور جنازہ دونوں تیار ہے پہلے کیا کیا جائے؟

سوال: کیا فرتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھانا تیار ہے، جنازہ بھی تیار ہے تو پہلے کھانا کھائے یا مردہ کو دفن کرے۔

الجواب: جنازہ آ گیا تو پہلے اس کی نماز پڑھ لے، کہ اس نماز میں ایسی دیر نہیں ہوتی۔ پھر اگر بھوک وغیرہ وہی ضرورتیں لاحق ہیں (یعنی کھانا سامنے آیا اور کھانے کے بعد جنازہ مل جائے گا یا پہلے جنازہ میں شرکت کرے، تو بھوک کی وجہ سے دل کھانے کی طرف رہے گا، یا کھانا ٹھنڈا ہو کر بے مزہ ہو جائے گا، یا اس کے دانت کمزور ہیں، روٹی ٹھنڈی ہو جائے گی اور چبائی نہ جائے گی) تو کھانا کھانے کے بعد دفن کے لئے جائے۔ یا فقط نماز پر قناعت کرے، جب کہ لے جانے والے موجود ہوں۔ اور اس کے نہ جانے سے کوئی حرج شرعی لازم نہ آتا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بیوی حالت نزع میں ہو تو شوہر ملاقات کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: ہندوستان کے لوگوں کا دستور ہے کہ جب عورت کی حالتِ نزع ہوتی ہے، تب اس کے شوہر کو اس کے پاس نہیں جانے دیتے اور اس کا شوہر حالت نزع میں اس کے پاس نہیں جاتا۔ اور اس عورت کی تکفین وتدفین میں بھی شوہر کو نہیں شریک کرتے اور کہتے ہیں اب اس کا رشتہ ٹوٹ گیا۔ آیا یہ فعل ان کا جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب: جب تک جسمِ زن میں روح باقی ہے، اگرچہ حالتِ نزع ہو، بلاشبہ اس کی زوجہ ہے اور اس وقت شوہر کو پاس نہ آنے دینا ظلم ہے اور اسی وقت سے رشتہ منقطع سمجھ لینا جہل ہے۔ اور بعدِ موتِ زن بھی شوہر کو دیکھنے کی اجازت ہے البتہ ہاتھ لگانا منع ہے کما نص علیہ فی التنویر والدر وغیرھما واللہ تعالٰی اعلم۔

جمعرات کو انتقال کرنے والے سے عذاب قبر معاف ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو جمعرات کو انتقال کرے اس پر عذاب قبر ہر جمعرات کو یا دائمی معاف ہے یا نہیں۔



- تکفین وتدفین: کفنانے دفنانے
- بعدِ موتِ زن: بیوی کی موت کے بعد
- جسمِ زن: عورت کا جسم

الجواب: جمعرات کے لئے کوئی حکم نہیں آیا۔ شب جمعہ اور روز جمعہ اور رمضان مبارک میں ہر روز کے واسطے یہ حکم ہے کہ جو مسلمان ان میں مرے گا، سوال نکیرین و عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ واللہ اکرم ان یعفو من شئی ثم یعود فیہ اور اللہ اس سے زیادہ کریم ہے کہ ایک شئی کو معاف فرما کر پھر اس پر مواخذہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ارواح مومنین کی جگہ کہاں ہے؟

سوال: یا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ارواح مؤمنین کی جگہ کون ہے۔ کیا جسد کے ساتھ رہتے ہیں یا علیحدہ۔

الجواب: ارواح مؤمنین برزخ میں اجسام مثالی ہیں۔ جیسے شہداء کے لئے فی حواصل طیور خضر فرمایا۔ سبز پرندوں کے بھیس میں اور ان کے مقام حسب مراتب ہیں۔ قبور پر یا چاہ زمزم میں یا فضائے آسماں میں یا کسی آسمان پر یا عرش کے نیچے نور کی قندیلوں میں۔ کما فصلہ الامام السیوطی فی شرح الصدور (جیسا کہ علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے شرح الصدور میں اسے تفصیل سے بیان کیا ہے)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مرنے کے بعد گھر والوں سے تعلقات رہتے ہیں یا نہیں؟

سوال: مرنے کے بعد میت کو اپنے عزیزوں سے کس طرح تعلقات رہتے ہیں۔

الجواب: موت فنائے روح نہیں۔ بلکہ وہ جسم سے روح کا جدا ہونا ہے۔ روح ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے انما خلقتم للابد۔ تم ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے بنائے گئے۔ تو جیسے تعلقات حیات دنیاوی میں تھے، اب بھی رہتے ہیں۔ حدیث میں فرمایا کہ ہر جمعہ کو ماں باپ پر اولاد کے ایک ہفتہ کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور برائیوں پر رنجیدہ ہوتے ہیں۔ تو اپنے گذرے ہوئے کو رنجیدہ نہ کرو، اے اللہ کے بندو! واللہ تعالیٰ اعلم

مزارات پر آنے والی اشیا کا مالک کون؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ نے مرید کو وصیت کی تھی کہ میری قبر کا کل سامان روشنی و قرآن خوانی



● سوال نکیرین	نکیرین کا سوالات		
● جسد	: جسم	● برزخ	: مرنے کے بعد قیامت کا زمانہ
● اجسام مثالی	یعنی مثال کے طور پر بیان کیا جاتا ہے	● حواصل طیور خضر	یعنی سبز پرندوں کے بھیس میں
● مقام حسب مراتب	: مرتبے کے اعتبار سے مقامات	● فنائے روح	

ولنگر خانہ وعرس وغیرہ کا تم انتظام کرنا۔ چنانچہ مرید نے بموجب وصیت تمام سامان کیا۔کل اخراجات کا متکفل ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ جولوگ چادر وشیرنی ونقد وجنس مزار پر چڑھاتے ہیں، وہ کس کا حق ہے؟اس مرید کا جس نے یہ سب سامان اور اخراجات کئے اور جو خادم ہے۔ یا فرزندِ شیخ کا۔

الجواب: چادر جو مزار پر ڈالی جائے وہ کسی کا حق نہیں۔ نہ اس مرید خادمِ مزار کا، نہ فرزند صاحب مزار کا، نہ وہ وقف ہو۔ بلکہ وہ ڈالنے والے کے ملک پر رہتی ہے۔ جیسے کفن کہ تبرکاً کسی نے میت کو دیا۔ درمختار میں ہے لا یخرج الکفن عن ملك المتبرع ۔ اور ردالمحتار میں ہے حتی لو افترس ا لمیت سبع کان للمتبرع ولا للورثة. باقی اور چڑھاوے، اگرچہ وہ چادریں ہی ہوں جو مزار پر نہ ڈالیں، نہ اس پر ڈالنے کودیں بلکہ دگر نذور کی طرح سمجھیں ۔اس میں عرف عام یہ ہے کہ خادم مزار ہی اس کا مالک سمجھا جاتا ہے۔ اسی قصد سے لوگ لاتے اور اس کا انتفاع وتصرف دیکھتے، جانتے، روار کھتے ہیں۔ والمعروف کالمشروط. تو وہ خدمت والا ہی اس کا مالک ہے۔ ترکہ نہیں کہ فرزند کو جائے۔ اور اس قسم کے چڑھاوے شرع میں کہیں مطلقا منع نہیں۔ نہ یہ نذر شرعی بلکہ عرف ہے کہ اکابر کے حضور جو کچھ لے جاتے ہیں، اسے نذر کہتے ہیں۔ جیسے بادشاہ کی نذریں گذریں۔ بعض متأخرین نے کہ منع کیا، میت کے لئے منت ماننے کو، منع کیا ہے۔ وہ صورت یہاں عام مواقع میں نہیں۔ اکثر چڑھاوے منت ہی نہیں ہوتے نہ یہ نذر، شرعی نذر۔ واللہ تعالی اعلم

میت کے گھر کا کھانا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے گھر کا کھانا، جو اہل میت سوم تک بطور مہمانی کے پکاتے ہیں اور سوم کے چنے اور بتاشے کا لینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: میت کے گھر کا وہ کھانا تو البتہ بلاشبہ ناجائز ہے۔ جیسا کہ فقیر (اعلیٰ حضرت قبلہ) نے اپنے فتوے میں مفصلا بیان کیا۔ اور سوم کے چنے بتاشے کہ بغرض مہمانی نہیں منگائے جاتے بلکہ ثواب پہنچانے کے قصد سے ہوتا ہے، یہ اس حکم میں داخل نہیں۔ اور نہ میرے فتوے میں اس کی نسبت کچھ ذکر ہے۔ یہ اگر مالک نے صرف محتاجوں کو دینے کیلئے منگائے اور یہی اس کی نیت ہے، تو غنی کو ان کا بھی لینا ناجائز۔ اور اگر اس نے عام حاضرین پر تقسیم کے لئے منگائے ہیں تو اگر غنی



● ہفتہ	: ہفتہ	● بموجب وصیت	وصیت کے مطابق
● متکفل	کفالت ادا کرنے والا		
● متأخرین	بعد کے ائمہ		

بھی لے لیگا تو گنہگار نہ ہوگا۔اور یہاں بحکم عرف ورواج عام حکم یہی ہے کہ وہ خاص مساکین کے لئے نہیں ہوتے ہیں تو غنی کو بھی لینا ناجائز نہیں، اگرچہ احتراز زیادہ بہتر ہے۔اوراس پر ہمیشہ سے اس فقیر کا عمل ہے واللہ تعالی اعلم

مردہ کے ساتھ کھانا لے جانا رقبر پہ گلاب چھڑکنا؟

سوال:

(۱) مردہ کے ساتھ کھانا لے جانا، حلال ہے یا حرام؟

(۲) گلاب قبر میں چھڑکنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) اور قبر سے چالیس قدم جا کر دعاء مانگنا کیسا ہے؟

الجواب:

(۱) مردہ کی طرف سے تصدق کرنا چاہئے اور ساتھ لے جانا فضول ہے۔اور علامہ طحطاوی نے اسے بدعت لکھا ہے واللہ تعالی اعلم

(۲) قبر میں گلاب، وقتِ دفن چھڑکنے میں حرج نہیں اوراوپر چھڑکنا فضول اور مال کا ضائع کرنا واللہ تعالی اعلم

(۳) دعاء مانگنا ہر وقت جائز ہے۔اور چالیس قدم کی خصوصیت بلاوجہ۔واللہ تعالی اعلم

قبر پر جانے سے مردہ کو معلوم ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) قبر پر جانے سے مردہ کو معلوم ہوتا ہے کہ میرا کوئی عزیز آیا یا کوئی شخص آیا، یا نہیں معلوم ہوتا۔اور زندہ کو مردہ کی قبر پر جانے سے مردہ کو کسی قسم کی تکلیف یا راحت ہوتی ہے یا نہیں۔اور وہ کچھ پڑھ کر ثواب بخشے تو مردہ کو علم ہوتا ہے یا نہیں۔

(۲) زید قبر پر کسی عزیز کے روز جاتا تھا پھر جانا بند کر دیا۔یہ دریافت طلب ہے کہ اس مردہ کو زید کے آنے اور جانے سے کسی قسم کی تکلیف یا راحت ہوتی تھی یا نہیں۔



● بحکم عرف ورواج: رواج اور مسلمانوں کے عام معمولات کے سبب
● تصدق: صدقہ کیا جائے
● صحاح احادیث: یعنی حدیث کی ۶ مستند کتابیں
● اعزہ واقارب: رشتہ دار وعزیز

الجواب:

(۱) قبر پر جو کوئی جائے، مردہ دیکھتا ہے اور جو کچھ کلام کرے وہ سنتا ہے اور جو ثواب پہنچائے مردہ کو پہنچتا ہے۔ اگر کوئی عزیز یا دوست جائے تو اس کے جانے سے مردہ کو راحت اور فرحت ملتی ہے، جیسے دنیا میں۔ یہ سب مضامین صحاح احادیث میں وارد ہیں۔

(۲) اس کا جواب سوال سابق کے جواب میں آگیا۔ بے شک اعزہ واقارب اور احباب کے جانے سے اموات کو فرحت ہوتی ہے اور دیر لگانے سے اس کا انتظار رہتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

زیارت قبور کا طریقہ کیا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبروں کا بوسہ لینا جائز ہے یا نہیں۔ زیارت قبور کی نشست وبرخاست کا طریقہ کیا ہے۔

الجواب: قبروں کا بوسہ لینا نہ چاہئے۔ زیارت، قبرِ میت کے مواجہ میں کھڑے ہو کر ہو، اور اس کی پائنتی کی طرف سے جائے کہ اس کی نگاہ کے سامنے ہو۔ سرہانے سے نہ آئے کہ اسے سر اٹھا کر دیکھنا پڑے۔ سلام وایصال ثواب کے لئے اگر دیر کرنا چاہتا ہے رو بقبر بیٹھ جائے اور پڑھتا رہے۔ یا ولی کا مزار ہے تو اس سے فیض لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عورتیں قبروں کی زیارت کر سکتی ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورتیں زیارتِ قبور کے واسطے جا سکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لعن اللہ زوارات القبور اور فرماتے ہیں کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا. علماء کو اختلاف ہوا کہ آیا اس اجازت بعد النہی میں عورت بھی داخل ہوئیں یا نہیں --------اصح یہ ہے کہ داخل ہیں کما فی بحر الرائق. مگر جوانیں ممنوع ہیں، جیسے مساجد سے۔ اور اگر تجدید حزن ہو تو مطلقا حرام۔

اقول: قبور اقرباء پر خصوصا بحال قرب عہد ممات تجدید حزن لازم نساء ہے۔ اور مزارات اولیاء کرام پر حاضری میں احد الشناعتین کا اندیشہ یا ترک ادب، یا ادب میں افراط ناجائز، تو سبیل اطلاق منع ہے۔ ولہذا غنیہ میں کراہت پر جزم فر



نشست وبرخاست	اٹھنے بیٹھنے
قبر میت کے مواجہ	میت کی قبر کے سامنے
اجازت بعد النہی	منع کے بعد اجازت
قبور اقرباء	قریبی رشتہ داروں کی قبریں
لازم نساء	یعنی عورتوں کی فطرت
ترک ادب	ادب چھوڑ دینا
تسبیل اطلاق	یعنی حالات کا تقاضہ
تجدید حزن	غم زندہ کرنا
بحال قرب عہد ممات	یعنی میت کی یاد تازہ ہونے کے سبب
احد الشناعتین	دو برائیوں میں سے ایک
افراط ناجائز	ناجائز کاموں کی زیادتی
خاک بوسی آستاں	حضور ﷺ کے روضہ کو بوسہ دینا

مایا۔ البتہ حاضری وخاکبوسی آستان عرش بشان سرکار اعظم المندوبات بلکہ قریب واجبات ہے۔ اس سے نہ روکیں گے اور تعدیل ادب سکھائیں گے۔ واللہ تعالی اعلم

قبرستان میں قرآن اور پنج سورہ پڑھنا کیسا؟

سوال:

(۱) قبرستان میں کلام شریف یا پنج سورہ، قبر کے نزدیک بیٹھ کر تلاوت کرنا جائز ہے یانہیں۔

(۲) قبر پر سبزی یا پھول یا اگر بتی رکھنا جلانا جائز ہے یانہیں۔

الجواب:

(۱) قبر کے پاس تلاوت یاد پر، خواہ دیکھ کر، ہر طرح جائز ہے، جب کہ لوجہ اللہ ہو۔ اور قبر پر نہ بیٹھے اور نہ کسی قبر پر پاؤں رکھے۔ اور اگر بے اس کے وہاں تک نہ جاسکے تو قبر کے نزدیک تلاوت کے لئے جانا حرام ہے۔ بلکہ کنارے ہی سے جہاں تک بے کسی قبر کو روندے جاسکتا ہے، تلاوت کرے۔ (۲) قبر پر سبزی اور پھول ڈالنا اچھا ہے۔ عالمگیری میں ہے وضع الورد والریاحین علی القبور حسن۔ (یعنی قبروں پر گلاب وغیرہ کے پھول رکھنا اچھا ہے) اگر بتی قبر کے اوپر رکھ کر نہ جلائی جائے کہ اس میں سوءادب اور بدفالی ہے۔ ہاں قریب قبر زمین خالی پر رکھ کر سلگائیں کہ خوشبو محبوب ہے۔ واللہ تعالی اعلم

پرانی یا نئی قبر پر پانی چھڑکنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ پرانی قبر ہو یا جدید۔ (جدید سے مراد جسے بنے ہوئے تھوڑا زمانہ گزرا ہوز) خاص کر عاشورہ کے دن پانی چھڑکنا بہتر ہے۔ یہ قول زید کیسا ہے اور عمر کا سوال ہے کہ یوم عاشورہ کے علاوہ دنوں میں قبروں پر پانی چھڑکنا کیا حکم رکھتا ہے اور بعد دفن میت کے قبر پر پانی چھڑکنا کیا حکم رکھتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: بعد دفن، قبر پر پانی چھڑکنا مسنون ہے۔ اور اگر مرور زمان سے اس کی خاک منتشر ہوگئی اور نئی ڈالی گئی یا منتشر ہو



● اعظم المندوبات	:سب سے بہتر کام	● تعدیل ادب	:یعنی ادب کا طریقہ
● یاد پر	زبانی پڑھنا	● لوجہ اللہ	:اللہ کی رضا کے لئے
● سوءادب	بے ادبی	● منتشر	بکھر گئی ہو
● مرور زمان	یعنی پرانی ہونے کے سبب		

جانے کا احتمال ہو، تو اب بھی پانی ڈالا جائے کہ نشانی باقی رہے اور قبر کی توہین نہ ہونے پائے۔اس کے لئے کوئی دن مخصوص نہیں ہوسکتا ہے، جب حاجت ہو۔اور بے حاجت پانی کا ڈالنا ہے ضائع کرنا ہے۔اور پانی ضائع کرنا جائز نہیں۔اور عاشورہ کی تخصیص محض بے اصل اور بے معنیٰ ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

تیجہ کرنا اور چنا پڑھوانا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے تیسرے دن مسلمانوں کا جمع ہو کر قرآن مجید وکلمۂ طیبہ پڑھنا اور چنوں وغیرہ پر کچھ پڑھ کر تقسیم کرنا جسے سوم یا تیجہ کہتے ہیں، جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ نیک اعمال کا مردہ کو ثواب پہنچتا ہے اور یہ بھی حدیثوں میں آیا ہے کہ وہ ثواب پا کر خوش ہوتا ہے اور ثواب پہنچنے کا منتظر رہتا ہے۔تو قرآن شریف وکلمۂ طیبہ پڑھ کر ثواب پہنچانا اچھی بات ہے۔اور تیسرے دن کی خصوصیت بھی مصالح عرفیہ شرعیہ کی بنا پر ہے۔اس میں بھی حرج نہیں۔حدیث میں ہے صیام السبت لا لك ولا علیك۔اور جو کچھ تقسیم کیا جائے، محتاجوں کو دیا جائے کہ یہ بھی ثواب کی بات ہے۔غنی لوگ اس میں سے نہ لیں۔باقی جو بے ہودہ باتیں لوگوں نے نکالی ہے مثلاً اس میں شادی کے سے تکلف کرنا، عمدہ عمدہ فرش بچھانا، یہ باتیں بے جا ہیں۔اور اگر یہ سمجھتا ہے کہ ثواب تیسرے دن پہنچتا ہے یا اس دن زیادہ پہنچے گا اور روز کم، تو یہ عقیدہ بھی اس کا غلط ہے۔اسی طرح چنوں کی کوئی ضرورت نہیں۔نہ چنے بانٹنے کے سبب کوئی برائی پیدا ہو۔واللہ تعالیٰ اعلم

کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دن اس مسئلہ میں کہ فاتحہ بہیئت مروجہ کہ کھانا سامنے رکھ کر درود وقرآن پڑھ کر ثواب اس کا بنام میت کرتے ہیں اور وہ کھانا محتاج کو دے دیتے ہیں، جائز ہے یا نہیں۔زید کہتا ہے کھانا محتاج کو دے دینے سے پہلے ثواب میت کو نہیں پہنچا سکتے۔لہٰذا پہلے کھانا دے، اس کے بعد ثواب پہنچائے اور کہتا ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر نا جائز و نا روا ہے۔آیا قول صحیح ہے یا غلط۔بینوا توجروا۔

الجواب: فاتحہ بہیئت مروجہ جس طرح سوال میں مذکور، بلاریب جائز ومستحسن ہے۔اہل سنت کے نزدیک اموات کو ثواب



- تخصیص: خاص کرنا
- مصالح عرفیہ شرعیہ: جائز عرف کی مصلحت کے سبب
- بہیئت مروجہ: مروج طریقے
- بلاریب: بلاشک وشبہ

پہنچانا ثابت اور اس بارے میں حدیثیں صحیح اور فقہی روایتیں بہ کثرت وارد۔ باقی رہا طعام اور قرأت کا جمع، خود ان کے امام الطائفہ معلم ثانی اسماعیل دہلوی نے **صراط مستقیم** میں اس اجتماع کو بہتر کہا کما حیث قال

''ہر گاہ ایصال نفع بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام نہ گزارد اگر میسر باشد بہتر ست والا صرف ثواب، سورہ فاتحہ واخلاص بہترین ثوابہاست۔''

ترجمہ: یعنی جب میت کو نفع پہنچانا منظور ہو کھانا کھلانے پر ہی موقوف نہ رکھے اگر میسر ہو تو بہتر، ورنہ صرف سورہ فاتحہ واخلاص کا ثواب، بہترین ثواب ہے۔

قبل اس کے کہ صدقہ محتاج کے ہاتھ میں پہنچے، ثواب اس کا میت کو پہنچانا جائز ہے۔ اور حدیث سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے کہ سنن ابو داؤد وسنن نسائی میں مروی ثابت، انہوں نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کی کہ یارسول اللہ میری ماں نے انتقال کیا، تو کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا پانی۔ انہوں نے کنواں کھود کر کہا یہ مادر سعد کے لئے ہے۔ اس سے صاف متبادر یہ کہ کنواں تیار ہو جانے پر یہ الفاظ کہے اور ایک دو دن یا دس بیس برس بھی سہی، تو کیا صرف اس قدر پانی کا ثواب پہنچانا منظور تھا۔ جو اس وقت تک آدمیوں اور جانوروں کے صرف میں آیا۔ حاشا بلکہ جب تک کنواں باقی رہے بحکم ھذہ لام سعد سب کا ثواب مادر سعد کو پہنچے گا اور سب کا ایصال منظور تھا۔ تو قبل تصرف ایصال ہر طرح حاصل اور خود احادیث مرفوعہ کثیرہ سے ثابت کہ رسول اللہ ﷺ نے ثواب عمل قبل عمل ایصال فرمایا۔ اور فقیر نے انہیں حدیثوں سے کھانا سامنے رکھنے کی اصل استنباط کی۔ تفصیل رواہ البیھقی عن انس والطبرانی فی الکبیر عن سھل بن سعد وھو والعسکری فی الامثال عن النواس بن سمعان والدیلمی عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالی عنھم وزاد ان اللہ عزو جل لیعطی العبد علی نیتہ ما لا یعطیہ۔ بے شک اللہ عزوجل بندہ کو اس کی نیت پر وہ ثواب دیتا ہے جو اس کے عمل پر نہیں دیتا۔ ذالك ان النیة لا ریاء فیھا والعمل یخالطه الریاء ھذا حدیث الاشعری رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی ﷺ۔ زید کہ اسے ناجائز کہتا ہے، وہ حدیث کی مخالفت کرتا ہے۔ طرفہ تر یہ کہ خود امام الطائفہ میاں اسماعیل دہلوی اپنی تقریر ذبیحہ میں اس تقریر وہابیہ کو ذبح کر گئے۔ لکھتے ہیں:

''اگر شخصے بزے را خانہ پرور کند تا گوشت اوخوب شود او را ذبح کردہ پختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالی



● طعام اور قرأت: کھانا اور تلاوت	● متبادر: ظاہر
● مادر سعد: حضرت سعد صحابی کی ماں	● احادیث مرفوعہ: مرفوع حدیثیں
● تصرف: خرچ	
● ثواب عمل قبل عمل: عمل کا ثواب عمل سے پہلے	

عنہ خواندہ بخورانند خللے نیست،،۔

ان حضرت سے پوچھا ہوتا کہ یہ فاتحہ خواندہ بخورانند کیسی، خورانندہ فاتحہ بخوانند کہا ہوتا۔

اقول: بات یہ ہے کہ فاتحہ ایصال ثواب کا نام ہے اور مومن کو عمل نیک کا ایک ثواب اس کی نیت کرتے ہی حاصل۔ اور عمل کئے پر دس ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیثوں میں ارشاد ہوا۔ بلکہ متعدد حدیثوں میں فرمایا گیا **نیة المؤمن خیر من عمله** مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

فاتحہ میں دو عمل نیک ہوتے ہیں:

(۱) قرأت قرآن

(۲) واطعام الطعام۔

طریقہ مروجہ میں ثواب پہنچانے کی دعا اس وقت کرتے ہیں جب کہ کھانا دینے کی نیت کی۔ اور کچھ قرآن عظیم پڑھ لیا تو کم سے کم گیارہ ثواب تو اس وقت مل چکے۔ ۱۰ ثواب قرأت کے اور ایک نیت اطعام کا، کیا انہیں میت کو نہیں پہنچا سکتے۔ رہا کھانا دینے کا ثواب، وہ اگرچہ اس وقت موجود نہیں تو کیا ثواب پہنچانا شاید ڈاک یا پارسل میں کسی چیز کا بھیجنا سمجھا ہوگا کہ جب تک وہ شئی موجود نہ ہو کیا بھیجی جائے۔ حالانکہ اس کا طریقہ صرف جناب باری میں دعا کرنا ہے کہ وہ ثواب میت کو پہنچائے۔ خود امام الطائفہ **صراط مستقیم** میں لکھتا ہے: ''طریق رسانیدن آں دعا بجناب الٰہی ست'' کیا دعا کرنے کے لئے بھی اس شئی کا موجود فی الحال ہونا ضروری ہے؟ مگر ہے یہ کہ جہالت سب کچھ کراتی ہے۔

وقت فاتحہ کھانے کا قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بے کار بات ہے، مگر اس کے سبب سے، وصول ثواب یا جواز فاتحہ میں کچھ خلل نہیں۔ جو اسے ناجائز و ناروا کہے، ثبوت اس کا دلیل شرعی سے دے، ورنہ اپنی طرف سے بحکم خدا اور رسول کسی چیز کو ناروا کہہ دینا خدا اور رسول پر افترا کرنا ہے۔ ہاں اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ جب تک کھانا سامنے نہ کیا جائے گا ثواب نہ پہنچے گا۔ تو یہ گمان اس کا محض غلط ہے۔ لیکن نفس فاتحہ میں اس اعتقاد سے بھی کچھ فرق نہیں آتا۔ من ادعی فعلیه البیان جو دعویٰ کرے دلیل اسی کے ذمہ ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**۔

تبارک کرنا کیسا ہے؟

سوال: تبارک جو کیا جاتا ہے اس کی اصل کیا ہے۔ اور کس شئی پر ادا کیا جانا افضل ہے۔ جس شئی پر پڑھا جاوے، وہ شئی اگر



● فاتحہ خواندہ بخورانند: فاتحہ پڑھ کے کھانا کیسا	● خورانندہ فاتحہ بخوانند: کھا کر فاتحہ کہا ہوتا
● اطعام الطعام: کھانا کھلانا	
● نیت اطعام: کھانا کھلانے کی نیت	● قاری: پڑھنے والا
● ناروا: ناجائز	
● تبارک کرنا کیسا ہے؟: مردے کے لیے سورہ ملک یعنی تبارک الذی بیدہ الملک ------- مکمل سورہ پڑھوانا	

کھانے کی ہے، توکس کو کھلانا زیادہ بہتر ہے۔اس کا جو رواج ہے اس سے جناب خوب واقف ہیں۔اس کی تشریح کی ضرورت نہیں۔

الجواب: تبارک کی اصل ایصال ثواب ہے۔جس کا حکم احادیث کثیرہ میں ہے۔اور خاص سورہ تبارک الذی شریف کی تخصیص اس لئے کہ صحیح حدیثوں میں اسے عذاب قبر سے بچانے والی، نجات دینے والی فرمایا۔جس شے پر کرتے ہیں۔محتاج کی حاجت روائی زیادہ ہو۔اس میں زیادہ ثواب ہے۔ایام قحط میں کھانے پر ہونا زیادہ مناسب ہے۔فقیر (حضور اعلیٰ حضرت) کے یہاں کھانے پر ہوتی ہے، کپڑے کے جوڑوں کبھی روپوں پر۔موافق حالت برادران مساکین مسلمین کے جو مناسب سمجھا گیا، کیا جاتا ہے۔کھانا ہو یا کپڑے، یا دام دینا، سب سے پہلے اپنے عزیزوں قریبوں کا حق ہے۔جو حاجت مند ہوں۔پھر ہمسایوں، پھر بیوہ مسکین مسلمانان اہل شہر کا واللہ تعالی اعلم

فاتحہ کا سامان مالدار کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو طعام بہ نیت ایصال ثواب بروحِ مردگان تقسیم کیا جاتا ہے، اس کو اغنیاء بھی کھا سکتے ہیں یا نہیں۔عام امواتِ مؤمنین کے لئے جو کھانا وغیرہ دیا جاتا ہے اس میں اور اس طعام میں جو انبیاء عظام اور اولیاء کرام کے ارواح کے لئے ہدیہ کیا جاتا کچھ ذاتی فرق ہے یا نہیں۔برکت وعدم برکت کے اعتبار سے دونوں حالتوں میں مصرف ایک ہوگا یعنی صرف فقراء کو دینا یا اغنیاء کے لئے بھی کھانا جائز ہوگا۔فقط بینوا توجروا

الجواب: طعام تین قسم ہے:

ایک وہ کہ عوام ایامِ موت میں بطور دعوت کرتے ہیں یہ ناجائز وممنوع ہے۔لان الدعوۃ انما شرعت فی السرور لا فی الشرور۔ کما فی الفتح القدیر وغیرہ من کتب الصدور۔اغنیاء کو اس کا کھانا جائز نہیں۔

دوسرے وہ طعام کہ اپنے اموات کو ایصال ثواب کے لئے بہ نیت تصدق کیا جاتا ہے۔فقراء اس کے لئے احق ہیں۔اغنیاء کو نہ چاہئے۔

تیسرے وہ طعام کہ نذر ارواح طیبہ حضرات انبیاء واولیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والثنا کیا جاتا ہے۔اور فقراء، اغنیاء سب کو بطور تبرک دیا جاتا ہے۔یہ سب کو بلا تکلف روا ہے۔اور وہ ضرور باعث برکت ہے۔برکت والوں کی طرف جو



- موافق حالت برادران مساکین مسلمین: مسلمان مسکین بھائیوں کی حالت کے موافق
- ایصال ثواب بروح مردگان: مردوں کی روحوں کو ثواب پہنچانا
- احق: زیادہ مستحق

چیز نسبت کی جاتی ہے، اس میں برکت آجاتی ہے۔ مسلمان اس کھانے کی تعظیم کرتے ہیں اور وہ اس میں مصیب ہیں ۔ائمہ دین نے بسند صحیح روایت فرمایا کہ ایک مجلس سماع صوفیاء کرام رضی اللہ تعالی عنہم میں نذر حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا ایک بدرۂ زر رکھا ہوا تھا، حالت وجد میں ایک صاحب کا پاؤں اس سے لگ گیا فوراً رب العزت جل وعلانے ان کا حال ولایت سلب فرمالیا۔ نسأل اللہ العفو والعافیہ واللہ تعالی اعلم

کھانا آگے رکھ کر فاتحہ کرنا اور گیارہویں شریف کرنا کیسا ہے؟

سوال: اپنے بزرگوں کے نام پر کھانا پکوا کر اس کو آگے رکھ کر، پانی وغیرہ رکھ کر فاتحہ دینا جائز یا ناجائز۔ موافق حدیث شریف نیت گیارہ شریف کر کے فاتحہ پیران پیر صاحب کی جائز ہے یا نہیں۔ کس کا طریقہ ہے یا سنت ہے۔

الجواب: اموات مسلمین کے نام پر کھانا پکوا کر ایصال ثواب کے لئے تصدق کرنا بلاشبہ جائز و مستحسن ہے اور اس پر فاتحہ سے ایصال ثواب دوسرا مستحسن ہے۔ اور دو چیزوں کا جمع کرنا زیادت خیر ہے۔ اور پانی سے بھی ایصال ثواب کر سکتے ہیں بلکہ حدیث میں ہے: افضل الصدقة الماء۔ سب سے بہتر صدقہ پانی ہے۔ ایک حدیث میں ہے: جہاں پانی نہ ملتا ہو کسی کو پانی پلانا، ایک جان کو زندہ کرنے کے مثل ہے۔ اور جہاں پانی ملتا ہو وہاں پانی پلانا غلام کو آزاد کرنے کی مثل ہے او کما قال ﷺ۔

یونہیں گیارہویں شریف جائز ہے اور باعث برکات اور وسیلۂ مجربہ قضاء حاجات ہے۔ اور خاص گیارہویں کی تاریخ کی تخصیص، تخصیص عرفی اور مصلحت پر مبنی ہے۔ جب کہ اسے شرعا واجب نہ جانے ۔ کما بیناہ فی فتاونا وقال ﷺ صوم السبت لالك ولا عليك. واللہ تعالی اعلم

گھر میں بیٹھ کر ایصال ثواب، ایصال ثواب کے لئے سامان مسجد میں بھیجنا؟

سوال:

(۱) گھر میں بیٹھ کر فاتحہ پڑھ کر ثواب رسانی کرنے سے زیادہ ثواب ہے یا قبرستان پر۔ اور فاتحہ پڑھنے کے وقت قبر پر پانی ڈالنا کیسا



● مصیب	:درست		
● بدرۂ زر	:ہزار روپے کی تھیلی	● سلب	:لے لیا
● زیادت خیر	:زیادہ نیکی،	● تخصیص عرفی	:عرف کے طور پر دنوں کو مخصوص کر لینا
● وسیلۂ مجربہ قضاء حاجات ہے	قضائے حاجات کے پورا ہونے کا وسیلہ		
● ثواب رسانی	:ثواب پہنچانا		

(۲) اکثر مساجد بنگال میں دستور ہے کہ محلہ والے جمعہ کے دن چاول، روٹی کھانے کی چیزیں پکا کر فاتحہ کے واسطے اور نمازیوں کو تقسیم کرنے کے لئے مسجدوں میں بھیجا کرتے ہیں ان اشیاء موصوفہ کو کھانا نمازیوں کیلئے جائز ہے یا نہیں۔ اوران چیزوں کو مسجدوں کے اندر تقسیم کرنا چاہئے یا باہر۔ یا بالکل ممانعت کردی جائے اور یہ کہہ دیا جائے کہ مسجد میں نہ بھیجا کرو۔

الجواب:

(۱) قبرستان میں جا کر پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے کہ زیارت قبور بھی سنت ہے اور وہاں پڑھنے میں اموات کا دل بھی بہلتا ہے۔ اور جہاں قرآن مجید پڑھا جائے، رحمت الٰہی اترتی ہے۔ قبر اگر پختہ ہے اس پر پانی ڈالنا فضول اور بے معنی ہے۔ یونہی اگر کچی ہے اور اس کی مٹی جمی ہوئی ہے۔ ہاں اگر کچی ہے اور مٹی منتشر ہے تو اس کے جم جانے کو پانی ڈالنے میں حرج نہیں، جیسا کہ ابتداء دفن میں خود سنت ہے۔

(۲) بھیجنا جائز ہے اور جب کہ بھیجنے والے عام نمازیوں کے لئے بھیجیں تو سب کو کھانا جائز ہے۔ اور اگر خاص مساکین کیلئے بھیجیں، تو اغنیاء کے لئے ناجائز ہے۔ اور مسجد کے اندر کسی چیز کے کھانے کی غیر معتکف کو اجازت نہیں بلکہ مسجد سے باہر کھائے، اسی کی تاکید کی جائے اور بھیجنے سے ممانعت نہ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

گیارویں شریف کی مخالفت کرنے والے کی امامت کیسی ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص گیارہویں شریف کو منع کرے۔ اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ اور اگر گیارہویں شریف کا کرنا سنت ہے یا مستحب ہے اور اگر سنت ہے تو زائد ہے یا موکد۔ اور سنت سے کون سی سنت مراد ہوگا۔ آیا سنت رسول ﷺ یا سنت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور جیسے گیارہویں شریف کو ہم لوگ گیارہ تاریخ میں ضروری سمجھتے ہیں یہ سمجھنا جائز ہے یا نہیں۔ اور اگر گیارہ تاریخ کے بجائے بارہ یا تیرہ کو کریں، تو ہوگی یا نہیں۔ اور ایسے ہی تیجے کو یا چہلم کو۔ چہلم کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ اور بتاشے اور پوڑی وغیرہ سامنے لانے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ اور بجز لانے کے نیاز ہوسکتی ہے یا نہیں۔ اور چند سورہ جو مروجہ ہیں ان کے علاوہ کوئی سورہ شریفہ پڑھ کر فاتحہ و نیاز ہوسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل باجر جزیل۔



● اشیاء موصوفہ: جو چیزیں عام طور پہ مسجدوں میں بھیجی جاتی ہیں
● غیر معتکف: جو اعتکاف نہیں کر رہا ہو
● موکد: یعنی کرنا ضروری ہے

الجواب: یہاں گیارہویں شریف کو منع کرنے والے نہیں، مگر وہابی یا رافضی اور دونوں کے پیچھے نماز باطل محض، گیارہویں شریف اپنے مرتبہ فردیت میں مستحب ہے اور مرتبہ اطلاق میں کہ ایصال ثواب ہے، سنت ہے۔ اور سنت سے مراد سنت رسول ﷺ اور یہ سنت قولیہ مستحبہ ہے۔ یہ، ہم لوگ، کہنا اپنی تہ میں وہابیت کا فریب رکھتا ہے۔ سنیوں میں کوئی اسے خاص گیارہویں تاریخ میں ہونا شرعاً واجب نہیں جانتا۔ اور جو جانے محض غلطی پر ہے۔ ایصال ثواب ہر دن ممکن ہے اور کسی خصوصیت کے سبب ایک تاریخ کا التزام جب کہ اسے شرعاً واجب نہ جانے، مضائقہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ ہر پیر کو نفل روزہ رکھتے، کیا اتوار یا منگل کو رکھتے تو نہ ہوتا۔ یا اس سے یہ سمجھا گیا کہ معاذ اللہ حضور نے پیر کا روزہ واجب سمجھا۔ یہی حال تیجے اور چہلم کا ہے۔ روٹی کھاتے وقت روٹی سامنے لانے کی بھی ضرورت نہیں۔ پیٹھ کے پیچھے بھی رکھ کر کھا سکتے ہیں اور سر پر رکھ کر بھی توڑ سکتے ہیں مگر وہابیہ بھی التزاماً سامنے ہی رکھ کر کھاتے ہیں۔ کیا یہ شرعاً فرض واجب ہے۔ وہابیہ کے نزدیک جو واجب نہ ہو، اس کے التزام سے شیطان کا حصہ آجاتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ وہابیہ شیطان کا حصہ کھاتے ہیں۔ ایصال ثواب میں کوئی سورہ شرعاً معین نہیں۔ اور بلا اعتقادِ وجوب معین کرنے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر قبر کھودنے میں ہڈیاں نکلیں؟

سوال: قبر کھودنے میں مردے کی ہڈیاں نکلیں تو کیا کیا جائے؟۔

جواب: اگر اور جگہ مل سکتی ہے تو ہرگز اس میں دفن نہ کریں اور اس قبر کو بدستور درست کردیں، ورنہ ان ہڈیوں کو ایک طرف رکھ کر حائل کا فصل دے کر اس کو دفن کریں۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ پہلے یہاں قبر تھی، اگرچہ اب یہاں نشان باقی نہ رہا، تو اس صورت میں وہاں قبر کھودنا جائز نہیں۔ ہاں اگر کوئی جگہ اور نہ مل سکے اور یہ قبر پرانی ہو چکی، تو مجبوراً جائز ہے۔

قبرستان میں جوتا پہن کر جانا کیسا؟

سوال: قبرستان میں جوتا پہن کر جانے کا کیا حکم ہے؟ جائز ہے یا نہیں

جواب: حدیث شریف میں فرمایا، تلوار کی دھار پر پاؤں رکھنا، مجھے اس سے آسان ہے کہ مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔



- مرتبہ اطلاق: یعنی عام ایصال ثواب کے معنی میں
- مرتبہ فردیت: یعنی خاص گیارہوں شریف ہونے میں
- بلا اعتقاد وجوب: واجب ہونے کا اعتقاد نہ رکھتے ہوئے
- سنت قولیہ مستحبہ: یعنی سرکار ﷺ کی قولی سنت جو مستحب ہے
- حائل کا فصل دے: درمیان میں کوئی چیز رکھ کر

(ابن ماجہ، ص ۱۱۳) دوسری حدیث میں فرمایا، اگر میں انگارے پر پاؤں رکھوں یہاں تک کہ وہ جوتے کا تلا توڑ کر میرے تلوے تک پہنچ جائے، تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں (مشکوٰۃ شریف ،جلد ا ص ۳۱۲)۔ یہ وہ فرما رہے ہیں کہ واللہ اگر مسلمان کے سر اور سینے اور آنکھوں پر قدم اقدس رکھ دیں تو اسے دونوں جہان کا چین بخش دیں علیہ السلام ۔ فتح القدیر اور طحطاوی اور رد المحتار میں ہے "المرور فی سکۃ حادثۃ فی المقابر حرام" قبرستان میں جو نیا راستہ نکلا ہو اس میں چلنا حرام ہے، کہ وہ ضرور قبروں پر ہوگا، بخلاف راہ قدیم کے کہ قبریں اسے چھوڑ کر بنائی جاتی ہیں۔

حضور اکرم علیہ السلام کے سامنے ایک صاحب قبرستان میں جوتا پہنے نکلے، فرمایا۔یا صاحب السبتیتین الق سبتیتیک لا توذ صاحب القبر ولا یو ذیك اے بال صاف کئے ہوئے جوتے والے، اپنے جوتے کو پھینک، نہ تو صاحب قبر کو ستا، نہ وہ تجھے ستائے۔ (ابوداؤد، جلد ۲ ص ۴۶۰)

ایک شخص کو لوگ دفن کر کے چلے گئے۔ منکر نکیر نے سوال شروع کیا، ایک شخص جوتا پہنے اس طرف سے نکلا، اس کے جوتے کی آواز سن کر مردہ اس طرف متوجہ ہوا اور قریب تھا کہ جو سوال منکر نکیر کر رہے تھے اس کے جواب سے قاصر رہتا۔ مرنے کے بعد زندگی سے کہیں زائد ادراک ہو جاتا ہے۔

غزوۂ بدر شریف میں مسلمانوں نے کفار کی نعشیں جمع کر کے ایک کنوین میں پاٹ دیں۔ حضور علیہ السلام کی عادت کریمہ تھی جب کسی مقام کو فتح فرماتے، تو وہاں تین دن قیام فرماتے تھے۔ یہاں سے تشریف لے جاتے وقت اس کنویں پر تشریف لے گئے، جس میں کافروں کی لاشیں پڑی تھیں اور انہیں نام بنام آواز دے کر فرمایا "ہم نے تو پالیا جو ہم سے ہمارے رب نے سچا وعدہ (یعنی نصرت، مدد کا) فرمایا تھا۔ کیوں، تم نے بھی پایا جو سچا وعدہ یعنی نار کا تم سے تمہارے رب نے کیا تھا۔ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ اجساد لا رواح فیھا یا رسول اللہ کیا حضور بے جان جسموں سے کلام فرماتے ہیں، فرمایا، ما انتم باسمع منھم تم کچھ ان سے زیادہ نہیں سنتے مگر انہیں طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔ (بخاری شریف، جلد ۲ ص ۵۶۶) تو کافر تک سنتے ہیں۔ مومن تو مومن ہے۔ اور پھر اولیاء کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے

روح ایک پرند ہے اور جسم پنجرہ، پرند جس وقت تک پنجرہ میں ہے اس کی پرواز اسی قدر ہے۔ جب پنجرہ سے نکل



- ادراک: سننے سمجھنے کی طاقت
- بخلاف راہ قدیم: یعنی پرانے راستے کے برخلاف
- غزوۂ بدر: اسلام کی پہلی جنگ جو ۱۷ رمضان کو میدان بدر میں ہوئی

جائے اس وقت اس کی قوت پرواز دیکھئے (شرح الصدور، ص ۱۲۰)---------اپنے مردوں کو بزرگوں کے پاس دفن کرو کہ ان کی برکت کے سبب ان پر عذاب نہیں کیا جاتا ھم القوم لا یشقٰی بھم جلیسھم ، وہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے سبب ان کا ہم نشیں بھی بد بخت نہیں ہوتا ولہٰذا حدیث میں فرمایا ادفنوا موتاکم وسط قوم صالحین اپنے مردوں کو نیکوں کے درمیان دفن کرو (کنز العمال، جلد ۲۰ ص ۱۲۴)

میں نے حضرت میاں صاحب قبلہ قدس سرہ کو فرماتے سنا۔ ایک جگہ کوئی قبر کھل گئی اور مردہ نظر آنے لگا۔ دیکھا کہ گلاب کی دو شاخیں اس کے بدن سے لپٹی ہیں اور گلاب کے دو پھول اس کے نتھنوں پر رکھے ہیں۔ اس کے عزیزوں نے اس خیال سے کہ یہاں قبر پانی کے صدمہ سے کھل گئی، دوسری جگہ قبر کھود کر اس مردے کو رکھ دیا۔ اب جو دیکھا تو دو اژدہے اس کے بدن سے لپٹے اپنے پھنوں سے اس کا منہ بھموڑ رہے ہیں۔ حیران ہوئے، کسی صاحب دل سے یہ واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا "وہاں بھی یہ اژدہا ہی تھے، مگر ایک ولی اللہ کے مزار کا قرب تھا، اس کی برکت سے وہ عذاب رحمت ہو گیا تھا، وہ اژدہے درخت گل کی شکل ہو گئے تھے۔





● ہم نشیں	ساتھ رہنے والے	● ارفع و اعلیٰ	بلند و بالا
● اجلہ اولیاء	بڑے بڑے اولیاء	● درخت گل	پھولوں کا درخت

كِتَابُ الزَّكوٰةِ

عورت کے زیور کی زکوۃ کس پر!

سوال: زید کی بیوی ہندہ صاحبِ نصاب ہے اور مال ازقسم زیورات ہے جو خاص ہندہ کی ملکیت ہے یعنی وہ اپنے میکے سے لائی ہے زید اس کو ہدایت ادائے زکوۃ کی کرتا ہے مگر اس کی سمع قبول میں نہیں آتی ہے تو یہ فرمائیے کہ شوہر سے اس کے عصیاں پر مواخذہ ہے یا نہیں اور اس کی طرف سے درانحالیکہ اس کی آمدنی وجہ کفاف سے بیش نہیں، ادائے زکوۃ کا مکلف شرعاً ہوسکتا ہے یا نہیں اور اس عورت پر زجر اور فہمائش کی ضرورت ہو تو کس حد تک، اور اگر زید نے اپنے روپیہ سے کچھ زیور بنوا کر ہندہ کو دیا ہو تو اس زیور پر کیا حکم ہے؟

الجواب: زیور کہ ملکِ زن ہے اس کی زکوۃ ذمہ شوہر ہرگز نہیں اگرچہ اموالِ کثیرہ رکھتا ہو، نہ اس کے دینے کا اس پر کچھ وبال ,لاتزروازرۃوزرا خرٰی (القرآن ٦ /٤٦١) (کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائیگی۔ ت) اس پر تفہیم و ہدایت اور بقدرِ مناسب تنبیہ و تاکید (جس کی حالت اختلاف حالات مرد وزن سے مختلف ہوتی ہے) لازم ہے قوا انفسکم و اھلیکم نارا (القرآن ٦٦ /٦) اپنے آپ اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ۔ ت)

اور وہ زیور کہ عورت کو دیا اور اس کی ملک کر دیا اس پر بھی یہی حکم ہے، اور اگر ملک نہ کیا بلکہ اپنی ہی ملک میں رکھا اور عورت کو صرف پہننے کو دیا تو بیشک اس کی زکوۃ مرد کے ذمہ ہے جبکہ خود دیا یا دوسرے مال سے مل کر قدر نصاب فاضل عن الحاج الاصلیہ (حاجت اصلیہ سے زائد ہو) ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

زکوۃ نکالنے میں خریدی ہوئی قیمت کا اعتبار ہوگا یا موجودہ قیمت کا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ حساب قیمت کا جس وقت زیور بنوایا تھا وہ رہے گا یا نرخِ بازار جو زکوۃ کے دینے کے وقت ہے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب: سونے کے عوض سونا، چاندی کے عوض چاندی زکوۃ میں دی جائے جب تو نرخ کی کوئی حاجت ہی نہیں، وزن کا چالیسواں حصہ دیا جائے گا، ہاں اگر سونے کے بدلے چاندی یا چاندی کے بدلے سونا دینا چاہیں تو نرخ کی ضرورت ہوگی، نرخ نہ بنوانے کے وقت کا معتبر ہو نہ وقت ادا کا، اگر ادا سال تمام کے پہلے یا بعد ہو جس وقت یہ مالک نصاب ہوا



مال ازقسم زیورات:	یعنی مال زیور کی شکل میں ہے	ملکِ زن:	عورت کے قبضے میں ہے
اموال کثیرہ:	زیادہ مال	ملک:	قبضہ
نرخِ بازار:	بازار کا بھاؤ	نرخ:	بھاؤ

تھا وہ ماہ عربی وتاریخ وقت جب عود کریں گے اس پر زکوٰۃ کا سال تمام ہوگا اس وقت نرخ لیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بینک یا ڈاکخانہ میں روپیہ ہے اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ متین وفضلائے شریعت اس مسئلہ میں کہ بینک یا ڈاکخانہ میں جو روپیہ جمع کیا جاتا ہے اس کی نسبت زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

الجواب: روپیہ کہیں جمع ہو کسی کے پاس امانت ہو، مطلقاً اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لڑکیوں کی شادی کے لئے رکھی گئی رقم پر زکوٰۃ ہے نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی تین لڑکیوں کی شادی کے واسطے روپیہ علیحدہ کر دیا ہے جس میں سے دو ۲ لڑکیاں نابالغ ہیں اور ایک شادی کے قابل ہے اب اس روپیہ کی زکوٰۃ زید پر دینا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب: ضرور واجب ہے مگر اس حالت میں ہر نابالغہ کا حصہ جدا کر کے یہ کہہ دے کہ میں نے اسے اس کا مالک کیا، اس کی زکوٰۃ ان کے بلوغ تک کسی پر واجب نہ ہوگی، بعد بلوغ اگر شرائطِ زکوٰۃ پائے گئے تو ان لڑکیوں پر واجب ہوگی اور بالغہ کا حصہ جدا کر کے اسے مالک کر دے اور اس کے قبضے میں دے دے اگر چہ پھر اس سے لے کر اپنے پاس رکھ لے، اس حصہ کی زکوٰۃ حسبِ شرائط اس بالغہ پر ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نابالغ لڑکیوں کے زیور پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) جو لڑکیاں ناکتخدا ہیں اور نابالغ، ان کے زیور کی بھی زکوٰۃ ہونے چاہئے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) نابالغ لڑکیوں کا جو زیور بنایا گیا اگر ابھی انھیں مالک نہ کیا گیا بلکہ اپنی ہی ملک پر رکھا اور ان کے پہننے کے صرف میں آتا ہے اگر چہ نیت یہ ہو کہ بیاہ ہوئے پر ان کے جہیز میں دے دیں گے، جب تو وہ زیور ماں باپ جس نے بنایا ہے

عود: لوٹنا ناکتخدا: بغیر شوہر والی



اسی کی ملک ہے، اگر تنہا یا اس کے اور مال سے مل کر قدرِ نصاب ہے، اسی مالک پر اس کی زکوٰۃ ہے اور اگر نابالغ لڑکیوں کی ملک کردیا گیا تو اس کی زکوٰۃ کسی پر نہیں۔ ماں باپ پر تو یوں نہیں کہ ان کی ملک نہیں۔ اور لڑکیوں پر یوں نہیں کہ وہ نابالغہ ہیں،۔ جب جوان ہوں گی اس وقت سے ان پر احکام زکوٰۃ وغیرہ کے جاری ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جس مال کی زکوٰۃ نکل چکی اس پر دوبارہ زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے جس مالِ تجارت پر ایک مرتبہ زکوٰۃ ادا کردی پھر دوسرے سال اس پر زکوٰۃ دینا نہ چاہیے بلکہ اس کے نفع پر زکوٰۃ دینا چاہئے۔ **بینوا توجروا**

الجواب: مالِ تجارت جب تک خود یا دوسرے مالِ زکوٰۃ سے مل کر قدرِ نصاب اور حاجتِ اصلیہ مثل دین، زکوٰۃ وغیرہ سے فاضل رہے گا، ہر سال اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ زید کا بیان محض غلط ہے، **واللہ تعالیٰ اعلم**

زکوٰۃ اعلانیہ دینا بہتر ہے یا چھپا کر!

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ اس میں کہ زکوٰۃ اعلان سے دینا بہتر ہے یا خفیہ طور سے؟ **بینوا توجروا**

الجواب: زکوٰۃ اعلان کے ساتھ دینا بہتر ہے اور خفیہ دینا بھی بے تکلف روا ہے، اور اگر کوئی صاحبِ عزت حاجتمند ہو کہ اعلانیہ نہ لے گا یا اس میں سبکی سمجھے گا تو اسے خفیہ بھی دینا بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تجارت کے سامان پر زکوٰۃ ہے یا منافع پر؟

سوال: تجارت کے سرمایہ اصلی پر یعنی اس کی لاگت پر زکوٰۃ دینا واجب ہے یا منافع پر؟

الجواب: تجارت کی نہ لاگت پر زکوٰۃ ہے نہ صرف منافع پر، بلکہ سال تمام کے وقت جو زرِ منافع ہے اور باقی مالِ تجارت کی جو قیمت اس وقت بازار کے بھاؤ سے ہے اس پر زکوٰۃ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

زکوٰۃ کس کو دینا جائز ہے اور کس کو نا جائز؟



دین: قرض
زرِ منافع: منافع کا مال
سبکی: شرمندگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ کسی شخص نے اپنے مال میں سے زکوۃ نکالی وہ روپیہ ان شخصوں کو دینا چاہئے یا نہیں؟

(۱) یہ کہ اگر چچا چچی و چچازاد بھائی و بہنوں کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟
(۲) یہ کہ ماموں و ممانی و نانا و نانی اور ماموں زاد بھائی اور بہنوں کو دینا جائز ہے یا نہیں؟
(۳) یہ کہ پھوپھا و پھوپھی اور ان کی اولاد کو دینا جائز ہے یا نہیں؟
(۴) یہ کہ اگر اپنی ہمشیرہ ہے اور اس کی شادی کر دی اور اس کا خاوند کم توجہ کرتا ہے تو اس کو زکوۃ کا مال دینا جائز ہے یا نہیں؟
(۵) یہ کہ بھانجی بھانجے کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟
(۶) یہ کہ اگر زکوتی روپے سے لحاف میں روئی ڈلوا کر غریبوں کو تقسیم کر دیں تو جائز ہے یا نہیں؟
(۷) یہ کہ اگر طالب علم کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟
(۸) یہ کہ اگر بہنوئی کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟
(۹) یہ کہ اگر چہ معلوم ہو کہ یہ شخص غریب معلوم ہوتا ہے اور پوشیدہ اس کے پاس چاہے کچھ ہو اس کو دینا جائز ہے یا نہیں؟
(۱۰) یہ کہ ان روپوں میں سے فقیروں کو جو مانگتے پھرتے ہیں دینا جائز ہے یا نہیں؟
(۱۱) علاوہ اس کے وہ بات کہ جس میں روپیہ زکوتی صرف کیا جائے وہ برائے مہربانی تحریر کر دیجئے گا۔
(۱۲) یہ کہ اگر مولود شریف میں یا نیاز دعا میں صرف کیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

(۱) ہاں، جائز ہے جبکہ مصرف ہو۔
(۲) نانا، نانی کو ناجائز۔ باقی چاروں کو جائز۔
(۳) ان سب کو دے سکتے ہیں جبکہ نہ غنی ہوں نہ غنی باپ کے بچے، نہ ہاشمی۔
(۴) جائز ہے جبکہ محتاج ہو۔
(۵) ان کو بھی بشرائط مذکورہ جائز ہے۔
(۶) ہاں روئی کی قیمت زکوۃ میں لگا سکتا ہے جبکہ بہ نیت زکوۃ دے۔ مگر بھرائی کی اجرت زکوۃ میں شمار نہ ہوگی۔

بشرائط مذکورہ: مذکورہ شرطوں کے ساتھ



(۷) جائز ہے جبکہ غنی ہاشمی نہ ہو۔

(۸) بشرطِ مذکورہ جائز ہے۔

(۹) جبکہ اسے اس کا اندرونی حال معلوم نہیں تو ظاہر محتاجی پر عمل کر کے زکوٰۃ دے سکتا ہے۔

(۱۰) جائز ہے مگر جوان، تندرست جو بھیک مانگنے کا پیشہ کر لیتے ہیں جیسے جوگی سادھو بچے ان کو دینا جائز نہیں۔

(۱۱) محتاج فقیر جو نہ ہاشمی ہو، نہ غنی باپ کا نابالغ بچہ، نہ اپنی اولاد جیسے بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی، نہ یہ کہ اس کی اولاد جیسے ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، نہ اپنی زوجہ، نہ عورت کا اپنا شوہر، ایسے محتاج کو جوان سب کے سوا ہو، بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک کر دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے وبس۔

(۱۲) مجلس میلاد پاک میں حصہ عام تقسیم ہوتا ہے۔ غنی فقیر مصرف غیر مصرف کی تخصیص نہیں ہوتی، یونہی نیاز کی تقسیم میں، تو اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوسکتی۔ ہاں جو حصے خاص فقراء مصرفِ زکوٰۃ کو دے، اس کا شماران کو دینے میں زکوٰۃ کی نیت کرے تو وہ زکوٰۃ میں محسوب ہوسکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

صدقۂ فطر کتنا ہے اور اس کا وقت کب تک ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ صدقہ فطر کس قدر دینا چاہئے اور کس کو دینا چاہئے اور کس وقت ادا کرے اور کس کی طرف سے؟ بینوا توجروا

الجواب: صدقہ فطر سو روپے کے سیر سے پونے دو سیر اٹھنی بھر اوپر دیا جائے (یہ وزن آج کے اعتبار سے دو کیلو ۴۵ گرام مشہور ہے) اور اس کے مصرف وہی لوگ ہیں جو مصرف زکوٰۃ ہیں۔ اور اس کے دینے کا وقت واسع ہے، عیدالفطر سے پہلے بھی دے سکتا ہے اور بعد بھی، مگر بعد کو تاخیر نہ چاہئے۔ بلکہ اولیٰ یہ ہے کہ نمازِ عید سے پہلے نکال دے کہ حدیث میں ہے: صاحبِ نصاب کے روزے معلق رہتے ہیں جب تک یہ صدقہ ادا نہ کرے گا۔ اپنی طرف سے اور اپنے بچوں کی طرف سے دینا واجب ہے۔ بی بی یا نابالغ بچوں کی طرف سے دینا واجب نہیں، اگر وہ صاحبِ نصاب ہیں، آپ دیں یا ان کی اجازت سے یہ دے، بلا اجازت ان کی طرف سے ادا نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

زکوٰۃ کا پیسہ طلبہ کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟

وقت واسع : یعنی وقت زیادہ ہے   معلق : لٹکا ہوا



سوال: زکوۃ کا پیسہ طلبہ کو دے سکتے ہیں امداد کے لیے یا نہیں؟

الجواب: طلبہ کہ صاحب نصاب نہ ہوں انھیں زکوۃ دی جاسکتی ہے بلکہ انھیں دینا افضل ہے۔ جبکہ وہ طلبہ علمِ دین بطور دین پڑھتے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پیشہ ور گداگروں کو زکوۃ دینا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ پیشہ ور گداگروں کو زکوۃ وخیرات کا مال دینے سے زکوۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں اور مذہبی وتمدنی نقطہ نظر سے کہاں تک یہ گروہ زکوۃ کا مستحق ہے اور پیشہ ور گداگروں کی ہمت افزائی نہ کرنا کہاں تک جائز ہے؟

الجواب: گدائی پیشہ تین قسم ہے:

ایک غنی مالدار: جیسے اکثر جوگی اور سادھو بچے، انھیں سوال کرنا حرام اور انھیں دینا حرام، اور ان کے دئے سے زکوۃ ادا نہیں ہوسکتی، فرض سر پر باقی رہے گا۔

دوسرے: وہ کہ واقع میں فقیر ہے۔ قدرِ نصاب کے مالک نہیں، مگر قوی وتندرست، کسب پر قادر ہیں اور سوال کسی ایسی ضرورت کے لیے نہیں جو ان کے کسب سے باہر ہو، کوئی حرفت یا مزدوری نہیں کی جاتی، مفت کا کھانا کھانے کے عادی ہیں اور اس کے لیے بھیک مانگتے پھرتے ہیں، انھیں سوال کرنا حرام، اور جو کچھ انھیں اس سے ملے وہ ان کے حق میں خبیث، کہ حدیث شریف میں: لاتحل الصدقة لغني ولا لذي مرة سوي (جامع الترمذی، ۱/۳۸)۔ صدقہ حلال نہیں کسی غنی کے لیے اور نہ کسی توانا وتندرست کے لیے (ت) انھیں بھیک دینا منع ہے کہ معصیت پر اعانت ہے، لوگ اگر نہ دیں تو مجبور ہوں کچھ محنت مزدوری کریں۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (القرآن ۵/۲)۔ یعنی گناہ اور زیادتی، سرکشی پر تعاون نہ کرو (ت) مگر ان کے دئے سے زکوۃ ادا ہو جائیگی جبکہ اور کوئی مانع شرعی نہ ہو کہ فقیر ہیں، قال اللہ تعالیٰ انما الصدقت للفقراء (القرآن ۹/۶۰) صدقات فقراء کے لیے ہیں (ت)

تیسرے: وہ عاجز ناتواں، کہ نہ مال رکھتے ہیں نہ کسب پر قدرت، یا جتنے کی حاجت ہے اتنا کمانے پر قادر نہیں، انھیں بقدرِ حاجت سوال حلال، اور اس سے جو کچھ ملے ان کے لیے طیّب، اور یہ عمدہ مصارفِ زکوۃ سے ہیں اور انھیں دینا

قوی	:	اعضاء	کسب پر قادر	:	کمانے پر قادر
حرفت	:		اعانت	:	مدد



باعثِ اجرِ عظیم، یہی ہیں وہ جنھیں جھڑکنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مال زکوۃ مدرسہ میں دینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مالِ زکوۃ مدرسہ اسلامیہ میں دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: مدرسہ اسلامیہ اگر صحیح اسلامیہ خاص اہلسنت کا ہو۔ نیچریوں، وہابیوں، قادیانیوں، رافضیوں، دیوبندیوں وغیرہم مرتدین کا نہ ہو، تو اس میں مالِ زکوۃ اس شرط پر دیا جاسکتا ہے کہ مہتمم اس مال کو جدا رکھے اور خاص تملیک فقیر کے مصارف میں صرف کرے۔ مدرسین یا دیگر ملازمین کی تنخواہ اس سے نہیں دی جاسکتی۔ نہ مدرسہ کی تعمیر یا مرمت یا فرش وغیرہ میں صرف ہوسکتی ہے۔ نہ یہ ہوسکتا ہے کہ جن طلبہ کو مدرسہ سے کھانا دیا جاتا ہے اس روپے سے کھانا پکا کر ان کو کھلایا جائے کہ یہ صورتِ اباحت ہے اور زکوۃ میں تملیک لازم۔ ہاں یوں کر سکتے ہے کہ جن طلبہ کو کھانا دیا جاتا ہے ان کو نقد روپیہ بہ نیت زکوۃ دے کر مالک کر دیں، پھر وہ اپنے کھانے کیلئے واپس دیں یا جن طلبہ کا وظیفہ نہ اجرۃً بلکہ محض بطور امداد ہے ان کے وظیفے میں دیں یا کتابیں خرید کر طلبہ اُن کا مالک کر دیں۔ ہاں اگر روپیہ بہ نیت زکوۃ کسی مصرفِ زکوۃ کو دے کر مالک کر دیں وہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دے دے تو تنخواہ مدرسین و ملازمین وغیرہ جملہ مصارف مدرسہ میں صرف ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تملیکِ فقیر	:	فقیر کو مالک بنانا	تملیک لازم	:	مالک بنانا لازم ہے

كِتَابُ الصَّوْمُ

[فتاوٰی رضویہ مترجم]

جلد نمبر ۱۰ - ص ۳۳۰ تا ۳۵۱

حرام کھا کر روزہ رکھنے سے روزہ ہوگا یا نہیں؟

سوال: کسی نے حرام کھانا کھا کر روزہ رکھا۔ اور حرام چیز سے افطار کیا۔ فرض صوم اس پر سے ساقط ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: بے شک صورت مستفسرہ میں فرض ساقط ہو گیا فان الصوم انما ھو الامساك عن المفطرات الثلثة من الفجر الی اللیل (ترجمہ روزہ صبح سے لے کر شام تک تین چیزوں، کھانا، پینا اور ہمبستری سے رک جانا ہے)۔ سحری کھانا یا افطار کرنا روزے کی حقیقت میں داخل، نہ اس کی شرائط سے پھر اگر یہ مالِ حرام سے واقع ہوئی، تو اس کا گناہ جدا رہا، مگر سقوطِ فرض میں شبہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کسی نے چاند کی غلط خبر پر روزہ توڑ دیا تو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں جو کہ رویت ہلال کے اختلاف ہونے کے سبب ۳۰/ تاریخ رمضان المبارک کو روزہ افطار کیا گیا اور بعد معلوم ہوجانے خبر تکذیب رویت کے روزہ قائم نہیں کیا گیا اور اکل و شرب برابر رکھا اب اس روزے کے واسطے کفارہ لازم ہے یا قضا۔ نیز جن صاحبوں نے بعد خبر پانے تکذیب رویت کے پھر اپنے صوم کو کلی غرارہ سے دہن کو پاک کر کے قائم کرلیا ہے۔ ان کو کیا امر لازم ہے آیا کفارہ یا قضا۔

الجوب: جنہوں نے اکل و شرب قائم رکھا حالانکہ کذب پر مطلع ہو چکے تھے۔ وہ گنہگار ہوئے، لیکن کفارہ ان پر بھی نہیں۔ جنہوں نے فوراً کلی غرارہ کرلیا وہ ثواب پائیں گے اور ایک روزہ اس کے عوض کا وہ بھی رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم



● صوم	: روزہ	● ساقط	: اترنا
● سقوطِ فرض	: فرض کا اتر جانا	● خبر تکذیب رویت	: روایت جھوٹی ہونی کی خبر
● اکل و شرب	: کھانا پینا	● تکذیب رویت	: روایت جھوٹی ہونا
● دہن	منھ	● کذب	: جھوٹ

سفر میں روزہ رکھنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر میں روزہ رکھنا کیسا ہے۔ خاص کر لڑائی کے موقع پر جاناہے۔ بینوا توجروا

الجواب: جو اپنے گھر سے تین منزل کامل یا زیادہ کی راہ کا ارادہ کرکے چلے۔ خواہ کسی نیت، اچھی یا بری سے جاتا ہو۔ وہ جب تک مکان کو پلٹ کر نہ آئے یا بیچ میں کہیں ٹھہرنے کی جگہ پندرہ دن قیام کی نیت نہ کرے مسافر ہے۔ ایسے شخص کو جس دن کی صبح صادق مسافرت کے حال میں آئے اس دن کا روزہ ناغہ کرنا اور پھر اس کی قضا رکھ لینا جائز ہے۔ پھر اگر روزہ اسے نقصان نہ کرے۔ نہ اس کے رفیق کو اس کے روزے سے ایذا ہو، جب تو روزہ رکھنا ہی بہتر ہے، ورنہ قضا کرنا بہتر ہے۔

یوہیں غازی اگر یقینا جانے کہ اب دشمن سے مقابلہ ہونے والا ہے اور روزہ رکھوں گا تو ضعف کا اندیشہ ہے، تو وہ بھی ناغہ کرے اگرچہ سفر میں نہ ہو، فی ردالمحتار عن النھر عن خلاصۃ الغازی اذا کان یعلم یقینا انہ یقاتل العدو فی رمضان و یخاف الضعف ان لم یفطر افطر مگر یہ اجازت بلاسفر، صرف اسی کو مل سکتی ہے جو حمایت یا اعانت دین اسلام میں لڑتا ہو۔ باقی ملکی لڑائیاں یا معاذاللہ کفر کی حمایت یا کافر کی طرف ہوکر اگرچہ دوسرے کافر ہی سے لڑنا، یہ سب گناہ میں گناہ پر طاقت کے لئے روزہ قضا کرنے کی اجازت ممکن نہیں۔ ہاں جب یہ لوگ سفر میں ہوں تو بوجہ سفر اجازت ہوگی، اگرچہ وہ سفر جانب سقر ہو۔

۲۹ر کا چاند نظر نہ آئے تو کیا کیا جائے، شک کے روزہ کی ممانعت!

سوال: شعبان کی ۲۹ر کو اگر چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ر کو علاوہ قاضی و مفتی کے عوام کو روزہ رکھنا



● مسافرت	:حالت سفر	● رفیق	:ایسا ساتھی جو راستہ میں اس کا سہارا ہو
● ضعف	:کمزوری	● اجازت بلاسفر	:بغیر سفر کے بھی روزہ قضا کرنے کی اجازت
● بوجہ سفر	:سفر کے سبب		
● جانب سقر	:جہنم کی طرف		

جائز ہے یا نہیں اور جائز ہے تو کس نیت سے۔

الجواب: اگر ۲۹ر کی شام کو مطلع صاف ہو اور چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ر کو قاضی و مفتی کوئی بھی روزہ نہ رکھے۔ اور اگر مطلع پر ابر و غبار ہو تو مفتی کو چاہئے کہ عوام کو ضحوۂ کبریٰ یعنی نصف النہار شرعی تک انتظار کا حکم دے کہ اب تک کچھ نہ کھائیں پئیں۔ روزے کی نیت کریں۔ بلا نیت روزہ مثل روزہ ہیں۔ اس بیچ میں اگر ثبوت شرعی سے رویت ثابت ہو جائے تو سب روزے کی نیت کر لیں روزۂ رمضان ہو جائے گا۔ اور اگر یہ وقت گزر جائے کہیں سے ثبوت نہ آئے تو مفتی عوام کو حکم دے کہ کھائیں پئیں۔ ہاں جو شخص کسی خاص دن کے روزے کا عادی ہو اور اس تاریخ میں وہ دن آپڑے۔ مثلاً ایک شخص ہر پیر کو روزہ رکھتا ہے اور یہ دن پیر کا ہو تو وہ اپنے اسی نفلی روزے کی نیت کر سکتا ہے۔ شک کی وجہ سے رمضان کے روزے کی نیت کرے گا۔ یا یہ کہ چاند ہو گیا تو آج رمضان کا روزہ رکھتا ہوں ورنہ نفل، تو گنہ گار ہوگا۔ حدیث میں ہے: من صام یوم الشك فقد عصی ابا القاسم ﷺ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عید کے دنوں میں روزہ حرام کیوں؟

سوال: ان پانچ روزوں میں جو روزہ رکھنا منع ہے یعنی ایک خاص عید الفطر اور عید الضحیٰ کے، تو اس کی کیا وجہ ہے بینوا توجروا۔

الجواب: یہ دن اللہ تبارک و تعالیٰ عز و جل کی طرف سے بندوں کی دعوت کے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

رمضان اور غیر رمضان میں عمل کا ثواب!

سوال: ماہ رمضان المبارک اور غیر رمضان المبارک میں قرآن خوانی یا اور کوئی ختم



● مطلع صاف ہو: چاند دیکھنے جگہ پہ غبار و بادل نہ ہو
● ضحوۂ کبریٰ: دو پہر یعنی شرعی اعتبار سے دن کا آدھا حصہ
● نصف النہار شرعی: شرعی اعتبار سے دن کا آدھا حصہ

مثلاً تسبیح تہلیل کے کوئی شخص پڑھے یا پڑھائے، تو دونوں میں ثواب برابر ہے یا کم وبیش۔ ہے تو کیا وجہ ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب: رمضان المبارک میں ہر عملِ نیک کا ثواب، باقی مہینوں کے عمل سے اکثر ووافر ہے۔ رمضان کا نفل اور مہینوں کے فرض اور اس کا فرض اور مہینوں کی ستر فرض کے برابر ہے۔ اللہ عزوجل کا فضل اوسع واکبر ہے۔ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شہر مبارک کی نسبت فرمایا: من تقرب فيه بخصلة من الخير كان كمن ادى فريضة فيما سواه و من ادى فريضة فيه كان كمن ادى سبعين فريضة فيما سواه الحديث رواه ابن خزيمة والبيهقي (ترجمہ جس نے رمضان میں کوئی نفلی نیکی کا کام کیا اسے اس شخص جیسا ثواب ملے گا جس نے رمضان کے علاوہ میں فرض ادا کیا اور جس نے اس میں فرض ادا کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے رمضان کے علاوہ میں ستر فرض ادا کئے) واللہ تعالیٰ اعلم۔

☆☆☆



- تہلیل: لا الٰہ الا اللہ پڑھنا
- اکثر ووافر: بہت زیادہ
- اوسع واکبر: بہت بڑا ہے

بَابُ مُفسِدَاتِ الصَّومُ

[فتاوی رضویہ چہارم]

جلد نمبر ۴۔ صفحہ ۵۸۴ تا ۵۸۷

پان کھا کر سویا اب روزہ رکھنا چاہتا ہے؟

سوال:

(۱) ایک شخص پان کھا کے اوّل شب میں سویا، صبح کو اٹھ کر نیت روزہ کرتا ہے، روزہ درست ہوگا یا نہیں؟

(۲) حالتِ روزہ میں اگر کوئی پانی سے استنجا کرے اور بائی اخراج ہو اور بدستور استنجا کرنے میں مشغول رہے تو روزہ رہا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

(۱) اگر پان کھالیا تھا منھ میں صرف چند دانے چھالیا کے دانتوں میں لگے رہ گئے، تو روزہ صحیح ہوجائے گا اور اگر صبح کے بعد بھی ایسا اُ کال کثیر منہ میں تھا جس کا جرم خواہ عرق لعاب کے ساتھ حلق میں جانا مظنون ہے تو روزہ نہ ہوگا۔

(۲) اس سے روزہ میں کوئی خلل نہیں آتا **لعدم المفطر**۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر روزہ کی حالت میں پان تمبا کو منھ میں رکھ لیا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ پان یا تمبا کو یا نسوار کے عادی ہیں وہ اگر روزہ کی حالت میں پان تمبا کو نسوار منہ میں رکھ لیں اور اس کا جرم حلق کے اندر نہ جانے دیں تو روزہ ٹوٹ جائیگا یا نہیں؟ اور بصورت ٹوٹ جانے کے قضا لازم آئے گی یا کفارہ؟ مدلل بیان کیجئے، **بینوا توجروا**

الجواب: پان جب منھ میں رکھا جائے گا اس کا عرق ضرور حلق میں جائیگا، اور تمبا کو جیسی کھائی جاتی ہے وہ اگر منہ میں ڈالی جائیگی تو یقیناً اس کا جرم لعاب کے ساتھ حلق میں جائے گا اور نسوار تو بہت باریک چیز ہے جب اوپر کو سونگی جائے گی ضرور دماغ کو پہنچے گی اور ان طلب والوں کے مقاصد بھی یونہی برآئیں گے اور فقہیات میں ایسا مظنون مثل متیقن ہے، یہ سب شیطانی وسوسے ہیں، ان چیزوں کے استعمال سے جو روزہ جائے اس کی فقط قضا نہیں بلکہ کفارہ بھی ضرور ہوگا کہ ان میں صلاح بدن وقضائے شہوت ہے اور اگر بالفرض ان میں احتیاط یقینی کی صورت متصور بھی ہوتی جب بھی ممانعت میں شک نہ تھا جیسے مباشرتِ فاحشہ کہ بے انزال ناقص نہیں مگر ممنوع ضرور ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

- اُکال کثیر
- جرم خواہ عرق
- مظنون
- نسوار



وسلم فرماتے ہیں: من وقع فی الشبهات فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشك ان یقع فیه۔ جو شبہات میں داخل ہوتا ہے وہ حرام میں داخل ہو جائے گا جیسا کہ محفوظ جگہ کے قریب بکریاں چرانے والا قریب ہے کہ وہ حرام میں واقع ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

روزہ کس حالت میں نہیں جاتا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزہ کس کس حالت میں نہیں ہوتا؟ مثلاً اگر کوئی شخص پچھلے کو اتنا زیادہ کھالے کہ صبح کو اسے کھٹی ڈکاریں آئیں تو روزہ ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو کیا خرابی واقع ہوئی؟ دوسری یہ بات کہ روزہ کس کس حالت میں درست نہیں رہتا؟

الجواب: کھٹی ڈکار سے روزہ نہیں جاتا، یہ کسی کتاب میں نہیں لکھا۔ روزہ تین باتوں سے جاتا ہے

(۱) جماع اگرچہ انزال نہ ہو، اور

(۲) مس جبکہ انزال ہو، اور

(۳) باہر سے کوئی چیز جوف میں اس طرح داخل ہو کہ باہر اس کا علاقہ نہ رہے مثلاً ڈورے میں بوٹی باندھ کر نگل لی اور ڈور باہر ہے تو اگر اسے نکال لے گا روزہ نہ جائے گا اور اگر ڈور باہر نہ رہی یا نکالنے میں بوٹی یا اس کا کچھ حصہ جوف میں رہ گیا تو روزہ جاتا رہا، کل ذٰلك منصوص علیه فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار۔ (اس تمام پر درمختار اور دیگر کتب میں تصریح ہے)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



● مثل متقن — یقین کی طرح
● قضائے شہوت ہے — خواہش کا پورا کرنا ہے
● مس — چھونا
● جوف — معدہ

باب مکروھات الصوم

(فتاوٰی رضویہ مترجم)

جلد نمبر ۱۰-ص ۵۵۱ تا ۵۵۹

روزہ میں منجن لگانا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزے میں منجن جو بادام وکویلہ وسپاری وگل وغیرہ کا بنتا ہے اس کا استعمال کرنا کیسا ہے اور دربارۂ مسواک کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب: مسواک مطلقاً جائز ہے اگر چہ بعد زوال اور منجن ناجائز وحرام نہیں، جب کہ اطمینان کافی ہو کہ اس کا کوئی جزء حلق میں نہیں جائے گا۔ مگر بے ضرورت صحیحہ کراہت ضرور ہے۔ **در مختار** میں ہے **کرہ ذوق شیء الخ۔ واللہ تعالی اعلم۔**

کیا روزے میں اپنی عورت کے پاس لیٹنا جائز ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

(۱) روزے میں اپنی عورت کو لپٹانا یا پاس لیٹنا جس سے خواہش غالب ہو اور مذی نکلے، تو روزہ مکروہ ہوگا یا جاتا رہے گا؟

(۲) عورت کی شرمگاہ روزے کو توڑے گا یا نہیں۔

الجواب:

(۱) ان افعال سے روزہ جانے کی تو کوئی صورت ہی نہیں جب تک انزال نہ ہو۔ اور خالی پاس لیٹنا جس سے بدن چھونا یا بوسہ لینا کچھ نہ ہو، مکروہ بھی نہیں۔ رہا لپٹانا، یا بوسہ لینا، بدن چھونا ان میں اگر بہ سبب غلبۂ شہوت، فسادِ صوم کا اندیشہ ہو یعنی خوف ہے کہ صبر نہ کر سکے گا اور معاذ اللہ جماع میں مبتلا ہو جائے گا یا بلا جماع ہی ان افعال کی حالت میں انزال ہو جائے گا، تو یہ سب فعل مکروہ وممنوع ہیں۔ اور اگر یہ اندیشہ نہ ہو تو کچھ حرج نہیں۔ مگر مباشرت فاحشہ یعنی ننگے بدن لپٹانا کہ ذکر فرج کو مس کرے، روزے میں مطلقاً مکروہ ہے۔ اسی طرح **سراج وہاج** میں بوسۂ فاحشہ کو بھی مطلقاً مکروہ فرمایا۔ یا بوجہ فاحشہ عورت کے لب اپنے لبوں میں لے کر چبائے اور زبان چوسنا بدرجہ اولی مکروہ۔ جب کہ عورت کا لعاب دہن جو اس کے زبان چوسنے سے اس کے منھ میں آئے، تھوک دے۔ اور اگر حلق میں اتر گیا تو کراہت درکنار روزہ ہی جاتا رہے گا اور اگر قصداً بحالت لذت پی لیا تو کفارہ بھی لازم آئے گا۔



● دربارۂ مسواک	مسواک کے بارے میں	● مذی	جو منی سے پہلے نکلتی ہے
● بہ سبب غلبۂ شہوت	شہوت غالب ہونے کے سبب	● فسادِ صوم	روزہ کا فاسد ہونا
● جماع	اپنی عورت سے صحبت کرنا	● انزال	منی کا نکلنا
● ذکر فرج کو مس کرے	یعنی مرد کی شرمگاہ عورت کی شرم کو چھو جائے		

(۲) نہ، اگر چہ بار بار بنکرار دیکھے۔ یہاں تک کہ دیکھنے ہی کی حالت میں بے چھوئے انزال ہوجائے۔ ہاں اس صورت میں کراہت ضرور ہے فی الدر المختار انزل بنظر ولو الی فرجها مرارا لم یفطر واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر دو پہر تک کوئی ناپاک رہا تو اس کا روزہ ہوا یا نہیں؟

سوال:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ایک شخص ہے۔ اس کو حاجت غسل کی ہے مگر روزہ اس نے رکھا۔ قصداً بوقت ظہر تک اس نے غسل نہ کیا۔ وقت نماز ظہر کے غسل کیا، کیا روزہ اس کا رہا یا گیا۔

الجواب: روزہ ہوجائے گا، اگرچہ شام تک نہ نہائے۔ ہاں ترک نماز کے سبب سخت اشد کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

حالت جنابت میں روزہ رہنے سے روزہ ہوا یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے رمضان شریف کا روزہ جنابت کی حالت میں رکھا۔ اور قصداً دن بھر افطار کے وقت تک غسل نہیں کیا۔ یہ روزہ اس کا بغیر کسی نقص کے درست ہوگا یا نہیں اور روزے کے لئے طہارت شرط ہے یا نہیں۔ اور کیا کوئی ایسی عبادت بدنی بھی ہے۔ جو بے طہارت صحیح ہو۔

الجواب: وہ شخص نمازیں عمداً کھونے کے سبب سخت کبائر کا مرتکب اور عذاب جہنم کا مستوجب ہوا مگر اس سے روزے میں کوئی نقص و خلل نہیں آیا۔ طہارت باجماع ائمۂ اربعہ، شرط صوم نہیں۔ رب عزوجل فرماتا ہے احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم آیہ کریمہ نے ہر جزء شب میں جماع و تلبیس بالجماع حلال فرمایا اور محض تحلیل ہی نہیں بلکہ بصیغۂ امر ارشاد ہوا فالئن باشروھن و ابتغوا ما کتب اللہ اور ظاہر ہے کہ جزء اخیر شب کو بھی



- سخت اشد کبیرہ گناہ : بہت زیادہ اور بہت بڑا گناہ
- جنابت : ناپاکی
- سخت کبائر کا مرتکب : بہت برے کام کا کرنے والا
- مستوجب : سبب

لیلۃ الصیام شامل۔ اور وہ بھی اس احل لکم اور باشروھن کے امر میں داخل۔ اور اسے بحال جنابت صبح کرنا اور نا تمامی غسل روزے میں جنب رہنا بداہۃً لازم۔ تو قرآن عظیم اس کی حلت و دخول زیر امر ارشادی پر حاکم۔ اگر اس سے روزے میں کوئی نقص و خلل آتا ضرور اتنے حصے کا استثنا فرما دیتا۔ پھر صاحب شرع ﷺ نے عملاً اس کا بے نقص و بے خلل ہونا فرما دیا -------- صحیحین میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ و ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ ازواج مطہرات سے قربت فرماتے اور صبح ہو جاتی، جب تک نہ نہاتے۔ اس کے بعد غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔ صحیح مسلم و موطا مالک و سنن ابی داؤد و نسائی میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ حضور پر نور ﷺ اپنے دروازۂ اقدس کے پاس کھڑے تھے، ایک شخص نے عرض کی اور میں سن رہی تھی کہ یا رسول اللہ ﷺ میں صبح کو جنب اٹھتا ہوں اور نیت روزہ کی ہوتی ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا، میں خود ایسا کرتا ہوں۔ اس نے عرض کی، حضور کی ہماری کیا برابری، حضور کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے پوری معافی عطا فرما دی ہے۔ اس پر حضور اقدس ﷺ غضب ناک ہوئے اور فرمایا بے شک امید رکھتا ہوں کہ مجھے تم سے زیادہ اللہ عزوجل کا خوف ہے اور میں تم سے زیادہ جانتا ہوں جن جن باتوں سے مجھے بچنا چاہئے۔ اس حدیث صحیح نے خوب واضح فرما دیا کہ اس سے روزہ میں کوئی نقص نہیں آتا۔ ورنہ وہ صاحب سائل تھے، محل بیان میں سکوت نہ فرمایا جاتا۔ سکوت کیسا؟ اخیر کے ارشاد نے اور بھی روشن فرما دیا کہ اس میں کوئی بات خوف کی نہیں۔ اور پر ظاہر کہ روزہ غیر متجزی ہے۔ جو چیز اس میں نقص پیدا کرے گی اگر سارے روزے میں ہوئی ہو تو موجب نقص ہوگی اور اس کے اول یا آخر کسی لطیف حصہ میں ہوئی تو ضرر دے گی۔ ولہذا ہمارے علمائے کرام نے انہیں آیات واحادیث سے ثابت فرمایا کہ اگر تمام دن جنب رہا جب بھی روزہ کو کچھ مضر نہیں۔



- باجماع ائمہ اربعہ: اس پہ چاروں ائمہ کا اتفاق ہے
- جماع و تکمیس بالجماع: عورت سے صحبت اور صحبت سے قبل کے امور
- لیلۃ الصیام: مراد رمضان کی راتیں
- جنب: جس پہ غسل فرض ہو
- سائل: سوال پوچھنے والا
- سکوت: خاموشی
- شرط صوم: روزے کی شرط
- تحلیل: حلال
- بحال جنابت: ناپاکی کی حالت
- استثنا: الگ
- محل بیان: بیان کی جگہ
- موجب نقص: نقصان کا سبب
- ہر جزو شب: رات کے ہر حصہ میں
- جزو اخیر شب: رات کے اخیر حصہ میں
- ناتمامی غسل: غسل کئے بغیر
- صاحب شرع: یعنی حضور ﷺ

جمعہ کے دن روزہ رکھنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کا روزہ نفل رکھنا کیسا ہے۔ایک شخص نے جمعہ کا روزہ رکھا۔دوسرے نے اس سے کہا کہ جمعہ عید المومنین ہے۔اس دن روزہ رکھنا مکروہ ہے اور باصرار بعد دو پہر کے روزہ تڑوادیا اور کتاب" سر القلوب" میں مکروہ ہونا لکھا ہے، دکھلادیا۔ایسی صورت میں روزہ توڑنے والے کے ذمہ کفارہ ہے یا نہیں اور توڑوانے والے کو کوئی الزام ہے یا نہیں بینوا تو جروا

الجواب: جمعہ کا روزہ خاص اس نیت سے کہ آج جمعہ ہے۔اس کا روزہ بالتخصیص چاہیے، مکروہ ہے۔مگر نہ وہ کراہت کہ توڑنا لازم ہوا گر خاص بہ نیت تخصیص نہ تھی، تو اصلا کراہت بھی نہیں۔اس دوسرے شخص کو اگر نیت مکروہہ پر اطلاع نہ تھی، جب تو اعتراض ہی سرے سے حماقت ہوا اور روزہ تڑوادینا شرع پر سخت جرأت۔اور اگر اطلاع بھی ہوئی جب بھی مسئلہ بتادینا کافی تھا، نہ کہ روزہ توڑوانا۔اور وہ بھی بعد دوپہر کے، جس کا اختیار نفل روزے میں والدین کے سوا کسی کو نہیں۔توڑنے والا اور تڑوانے والا دونوں گنہگار ہوئے۔توڑنے والے پر قضا لازم ہے، کفارہ اصلاً نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆



- عید المومنین — مومنوں کی عید
- باصرار — یعنی زور دے کر
- بالتخصیص — یعنی رکھنا ہی چاہئے

بَابُ القَضَا وَالْکَفَّارَہ

[فتاویٰ رضویہ مترجم]

جلد نمبر ۱۰ - ص ۵۱۶ تا ۵۴۹

سحری کرنے کے دوران اگر اذان ہوگئی کیا حکم ہے؟

سوال: شب سہ شنبہ (یعنی منگل) ۱۲/ رمضان المبارک کو ہم لوگوں کی آنکھ قریب ساڑھے چار بجے کھلی جلد جلد ہم لوگ کھانا یعنی سحری کھا کر حقہ پی رہے تھے کہ یکا یک اذان ہوگئی۔ فوراً کلی کر کے اور کاموں میں مصروف ہوگئے۔ صبح کو ایک بزرگ سے سب حال کہا گیا انھوں نے اس قسم کے کلمات کہے جس سے ابطال صیام معلوم ہوا۔ نہایت تشویش ہوئی۔ جب ہم لوگوں نے جان لیا کہ روزہ یقیناً نہیں ہے، تب ہم چند آدمیوں نے دن کو یعنی بارہ بجے اسی ماہ کھانا کھا لیا اور یہ امر تخمیناً دس آدمیوں سے واقع ہوا۔ بعد کو اور لوگوں سے ذکر ہوا تو ان لوگوں نے تنبیہ کی اور کہا کہ کھانا مناسب نہ تھا------- استطاعت کفارہ نہیں، حتی کہ دو ماہ متواتر روزہ رکھنے کی بھی بظاہر قدرت نہیں۔ اب جیسی رائے ہو مطلع فرمایا جائے۔ **بینوا توجروا**

الجواب: وہ روزہ یقیناً نہ ہوا۔ اس کی قضا فرض ہے، مگر غیر مریض مسافر کو روزہ جاتے رہنے کی بھی حالت میں بوجہِ ادب و حرمتِ ماہ مبارک، دن بھر مثل روزہ رہنا واجب تھا۔ دن کو پھر جو قصداً کھانا کھایا حرام تھا۔ گناہ ہوا توبہ کی جائے مگر روزہ تو تھا ہی نہیں جسے اس کھانے نے توڑا ہو۔ لھذا کفارے سے کچھ علاقہ نہیں۔

روزہ رکھ کر اگر بیماری کے سبب روزہ توڑ دیا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں- زید رمضان شریف میں روزہ سے تھا۔ اخیر رمضان المبارک میں جبکہ وہ روزہ سے تھا ان کو سینے میں درد ہوا اور دست آئے اور استفراغ ہوا۔ درد کی بہت سخت تکلیف تھی بالآخر چار بجے بخوف ترقی مرض بعد ظہر ڈاکٹری دوا حالتِ صوم میں پلادی گئی۔ روزہ توڑا دیا گیا۔ ایسی حالت میں دریافت طلب امر یہ کہ



● شب سہ شنبہ	:یعنی منگل کی رات	● ابطال صیام	:روزہ باطل کرنا
● استطاعت کفارہ	: کفارہ کی استطاعت	● متواتر	:مسلسل
● بوجہ ادب وحرمت	:ادب وتعظیم کے سبب	● استفراغ	:قے، الٹی

روزہ توڑنے کی وجہ سے آیا ساٹھ روزے رکھے جائیں آیا ساٹھ مسکین کو کھانا کھلایا جائے یا کچھ نہ کیا جائے۔ درد سے آرام ہونے کے بعد جو آٹھ سات روزے بوجہ ضعف و ناطاقتی نا رکھے گئے، اب ایسی صورت میں شارع کا کیا حکم ہے۔

الجواب: اس صورت میں نہ ساٹھ روزے ہیں نہ ساٹھ مسکین (کو کھانا کھلانا) غرض کفارہ نہیں۔ صرف اس روزہ کی جو توڑا اور ان روزے کی جو نہ رکھے، قضا ہے۔ ہر روزہ کے بدلے ایک روزہ و بس۔ **فی در المختار من مبیحات الفطر خوف هلاک او نقصان عقل و لو بعطش او جوع شدید و لسعة حیة** شامی میں ہے **فله شرب دواء ینفعه۔ واللہ تعالی اعلم**

اگر دوسرے ملک میں رمضان وعید کا چاند ہو تو یہاں اس کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

سوال: اگر رمضان شریف کا چاند مکہ معظمہ یا ہندستان سے دور دراز ملکوں میں ۲۹ شعبان کو ہوا اور مثلاً بہرائچ میں اس تاریخ کو چاند نظر نہیں آیا، بلکہ تیس شعبان کو چاند ہوا۔ کیا اس صورت میں بہرائچ کے باشندوں کو ایک روزہ کی قضا علم و واقفیت قطعی ہونے پر لازم آتی ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے صورت مذکورہ میں قضا ایک روزہ کی لازم نہیں، اس لئے کہ جب قریب ملک میں چاند نظر آئے تو اس کا اعتبار ہے۔ دور ملک کا اس بارے میں اعتبار نہیں۔ عمر کا قول اس کے برخلاف ہے یعنی وہ قضا لازم ہونے کا التزام کرتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: عمر کا قول صحیح ہے۔ ہمارے ائمہ کرام کا مذہب صحیح و معتمد یہی ہے کہ در بارۂ ہلال رمضان وعید، اختلاف مطالع کا کچھ اعتبار نہیں، اگر مشرق میں رویت ہو، مغرب پر حجت ہے اور مغرب میں تو مشرق پر، مگر ثبوت بروجہ شرعی چاہیے۔ خط یا تار یا افواہ بازار یا حکایت امصار محض بے اعتبار۔

• بخوف ترقی مرض	مرض بڑھنے کے خوف سے	• حالتِ صوم	روزہ کی حالت
• بوجہ ضعف و ناطاقتی	کمزوری کے سبب	• شارع	حضور علیہ السلام
• علم و واقفیت قطعی	پورے طور پر معلوم ہونا	• در بارۂ ہلال رمضان وعید	رمضان وعید کے چاند کے معاملہ میں
• اختلاف مطالع	مطلع کے اختلاف، یعنی چاند نکلنے کی جگہ کا مختلف ہونا		



سحری کا وقت ختم ہونے کے بعد سحری کا وقت سمجھ کر سحری کیا تو حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے طعام سحری ساڑھے چار بجے سے پانچ بجے تک کھایا۔ باہر صحن مکان میں نکلنے سے کچھ سفیدی شرق میں آسمان پر معلوم ہوئی اور اذان صبح بھی ہوگئی چونکہ تین روزہ ہو چکے تھے، روزہ رکھ لیا گیا۔ دن میں کچھ اشخاص نے کہا یہ روزہ نہیں ہوا، اس واسطے ایک بجے دن کو توڑ ڈالا۔ پس اندریں صورت ایک روزہ قضا واجب ہوا، یا ساٹھ۔

دیگر یہ کہ ماہ صیام میں جو روزے قضا ہو گئے ہوں اور وہ قضا بھی ادا نہ ہوئے تو بقول بعض، بالعوض ایک قضا کے کیا ساٹھ کا حکم ہے یا ہر وقت میں ایک ہی رکھنا ہوگا ۔بینوا توجروا

الجواب: اس رمضان شریف میں پانچ بجے تک کسی طرح وقت نہ تھا۔ جب کہ پانچ بجے تک سحری کھائی تو روزہ بلاشبہ ہوا ہی نہیں، کہ توڑنا صادق آئے۔ قضا لازم ہے۔ اور کفارہ نہیں۔ ہاں رمضان مبارک میں اگر کسی وجہ سے روزہ نہ ہو تو غیر معذور شرعی کو دن بھر روزہ کی طرح رہنا واجب اور کھانا پینا حرام۔ ایک بجے کھانا کھالیا، یہ دوسرا گناہ ہوا توبہ فرض ہے۔ **واللہ تعالی اعلم**

ایک روزہ کی قضا ایک ہی ہے۔ ساٹھ کا حکم کفارہ میں ہے کہ کسی نے بلاعذر شرعی رمضان مبارک کا ادا روزہ جس کی نیت رات سے کی تھی بالقصد کسی غذا یا دوا یا نفع رساں شئی سے توڑ ڈالا اور شام تک کوئی ایسا عارضہ لاحق نہ ہوا جس کے باعث شرعا آج روزہ رکھنا ضرور نہ ہوتا، تو اس جرم کے جرمانہ میں ساٹھ روزے پے در پے رکھنے ہوتے ہیں۔ ویسے جو لوگ روزہ نہ رکھے ہوں اس کی قضا ایک



● مشرق	پورب طرف	● مغرب	پچھم
● بروجہ شرعی	شرعی طور پہ	● حکایت امصار	شہروں کی خبریں
● طعام سحری	سحری کا کھانا	● شرق	پورب
● غیر معذور شرعی	جو شرعی طور پہ معذور نہ ہو	● نفع رساں شئی	نفع پہنچانے والی چیز

روزہ ہے۔ واللہ تعالی اعلم

سحری کے بعد انزال ہوا تو کیا حکم ہے؟

سوال: ماہ رمضان المبارک میں ایک شخص قبل صبح صادق سحری کھا کر روزے کی نیت کرکے کھانا پینا بند کیا۔ بعد اس کے اپنی منکوحہ سے خوش طبعی کرتے ہوئے بلا جماع منزل ہوا اور یہ امر، قبل صبح صادق واقع ہوا۔ اب اس کا روزہ رہا یا قضا کرے یا کفارہ دے۔ اور عورت کے لئے کیا حکم ہے۔

الجواب: عورت کے لئے کچھ حکم نہیں اور مرد پر بھی کفارہ نہیں اور اگر انزال قبل صبح صادق ہوا اور اس وقت مس وغیرہ نہیں کر رہا تھا اس کے بعد مجرد بقائے تصور سے واقع ہوا، جب بھی قضا نہیں، ورنہ اس روزہ کو پورا کرے اور ایک روزہ اس کے عوض رکھے **واللہ تعالی اعلم**

اگر کوئی کسی کا زبردستی روزہ تڑوادے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر دو صاحب کسی شخص کا روزہ زبردستی توڑوادیں، ان کے لئے کیا حکم ہے اور جو صاحب روزہ توڑیں وہ کیا کریں اور ان کے لئے کیا حکم ہے۔

الجواب: بلا ضرورت و مجبوری شرعی، فرض روزہ زبردستی تڑوانے والا شیطان مجسم و مستحق نار جہنم ہے۔ اور بغیر سچی مجبوری کے فقط کسی کے بار ڈالنے، یا زیر کرنے سے فرض روزہ توڑ دینے والے پر عذاب ہے اور روزہ ادائے رمضان تھا تو حسب شرائط اس پر کفارہ واجب جس میں ساٹھ روزے لگاتار رکھنے ہوتے ہیں۔ **واللہ تعالی اعلم**

● منزل ہوا	:انزال کرلیا	● مجرد بقائے تصور	:صرف تصور کے سبب
● شیطان مجسم	:بہت بڑا شیطان	● بار	:بوجھ



اگر رمضان میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو؟

اپنے روزہ کے عوض دوسرے سے روزہ رکھوانا؟

سوال: جو شخص اس ماہ رمضان میں روزہ نہ رکھے اور بعد میں پورا روزہ رکھے جس طرح حکم رسول ہو تحریر فرمائیں کیوں کہ اس ماہ میں طاقت نہیں رکھنے کی کمزوری ناطاقتی بدن میں ہے۔ جناب کو اس وجہ کر تکلیف دیتا ہوں صاف تحریر فرمائیں اور ایک شخص روزہ نہیں رکھتا ہے اپنے عوض ایک عورت کو روزہ رکھاتا ہے۔ آپ فرمائیں مرد کا مرد کو لازم ہے یا عورت کا عورت کو۔ غیر عورت ہے جس کو روزہ رکھاتا ہے فقط۔

الجواب: جو ایسا مریض ہے کہ روزہ نہیں رکھ سکتا، روزہ سے اسے ضرر ہوگا، مرض بڑھے گا یا دن کھینچیں گے اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہو یا مسلم طبیب حاذق کے بیان سے، جو فاسق نہ ہو تو جتنے دنوں یہ حالت رہے، اگرچہ پورا مہینہ، وہ روزہ ناغہ کر سکتا ہے اور بعد صحت اُس کی قضا رکھے۔ جتنے روزے چھوٹے ہوں، ایک سے تیس تک ـــــ اپنے بدلے دوسرے کو روزہ رکھوانا محض باطل و بے معنی ہے۔ بدنی عبادت ایک کے لئے دوسرے پر سے نہیں اتر سکتی۔ نہ مرد کے بدلے مرد کے رکھے سے نہ عورت کے۔ واللہ تعالی اعلم۔

نماز وروزے کے فدیہ کا مستحق کون؟

سوال: ایک شخص نے انتقال کیا اور اس کے ذمہ کچھ روزہ فرض اور کچھ وقتوں کی نماز رہ گئی۔ اب اس کی نماز روزہ کا فدیہ ادا کرنا چاہتے ہیں، تو اس فدیہ کا کون مستحق ہے۔ کس قسم کے لوگوں کو دیا جائے بینوا بالدلائل فتوجروا۔

- ناطاقتی : طاقت کا نہیں ہونا
- مسلم طبیب حاذق : مسلمان ماہر حکیم، ڈاکٹر



الجواب: اس کے وہی مستحق ہیں جو زکوۃ کے مستحق ہیں۔ فقیر محتاج کہ نہ ہاشمی ہوں نہ اس کی اولاد، نہ یہ ان کی اولاد۔ **واللہ تعالی اعلم**

شیخ فانی کسے کہتے ہیں؟

سوال: شیخ فانی کی تعریف کیا ہے اور اس کی عمر کی کچھ تعداد بھی معین ہے یا نہیں۔ احکام شرعیہ مثل نماز، روزہ، وضو غسل کے کیا حکم ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب: شیخ فانی کی عمر اسی (۸۰) یا نوے (۹۰) سال لکھی ہے۔ اور حقیقۃً بنائے حکم اس کی حالت پر ہے۔ اگر سو (۱۰۰) برس کا بوڑھا روزہ پر قادر ہے، شیخ فانی نہیں۔ اور اگر وہ ستر (۷۰) برس میں بوجہ ضعف نبیہ بڑھاپے سے ایسا زار و نزار ہو جائے کہ روزہ کی طاقت نہ رہے تو شیخ فانی ہے۔ غرض شیخ فانی وہ ہے جسے بڑھاپے نے ایسا ضعف کر دیا ہو اور جب اس ضعف کی علت بڑھاپا ہو گا تو اس کے زوال کی امید نہیں۔ اسے روزے کے عوض فدیہ کا حکم ہے۔ باقی نماز وطہارت کے بارے میں پیر و جوان سب کا ایک حکم ہے۔ جو جس وقت جس حالت میں جس بات سے معذور ہو گا بقدر ضرورت تاوقت ضرورت تخفیف دی جائے گی قال تعالی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعها۔ واللہ تعالی اعلم۔

☆☆☆

• بنائے حکم	حکم کی بنیاد	• بوجہ ضعف	کمزوری کے سبب
• زار و نزار	نہایت کمزور	• بقدر ضرورت تاوقت ضرورت	ضرورت کے وقت اور ضرورت کے مطابق
• تخفیف	سہولت		



بَابُ السُّحُورِ وَالْاِفْطَارُ

(فتاویٰ رضویہ مترجم)

جلد نمبر ۱۰ - ص ۵۶۱ تا ۶۲۹

سحری کا مسنون وقت کون سا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) حضور سرور عالم ﷺ کا سحری کھانا بالکل قریب صبح کے دوامی تھا یا اتفاقی۔ جیسا کہ بعض حدیثوں میں مروی ہے اور اگر معمول دوامی تھا تو کیا آخر تک رہا۔ اور اسی طرح عموماً سب کو اجازت تا آخر وقت بالقصد ہے یا اس حالت میں کہ آخر وقت ہی اس کو ملا ہو تب۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) تاخیر سحور بمعنی مذکور مطلقاً مستحب و مسنون ہے۔ صرف اسی حالت کو خصوصیت نہیں کہ آخری وقت آنکھ کھلی ہو۔ عادت مستمرہ حضور سرور عالم ﷺ کی یہی تاخیر تھی۔ ہاں حضور اقدس ﷺ کے برابر کسی کا علم نہیں ہوسکتا۔ حضور صاحب وحی صاحب **علمته علم الاولین والآخرین** (تمام اولین وآخرین کے جامع) وصاحب **علمك مالم تعلم وكان فضل الله عليك عظيما** ہیں۔ اوقات حقیقۃً جن میں حد مشترک صرف ایک آن ہوتی ہے۔ ان کا امتیاز حقیقی طاقت بشری سے خارج ہے۔ حضور اقدس ﷺ اس پر مطلع تھے۔ ولہذا احیاناً ایسی تاخیر واقع ہوئی کہ دوسرا اس پر قادر نہیں۔ ایک شب سحری تناول فرمانے کے بعد صرف اتنے وقفہ پر کہ آدمی پچاس آیت پڑھ لے، نماز صبح شروع فرمادی۔ ایسے امور میں اتباع کی قدرت نہیں، ہمارے لئے وہی حکم ہے جو جواب سوال ثانی میں مذکور ہوا۔ **واللہ تعالی اعلم**

روزہ کس چیز سے افطار کرنا چاہئے؟

سوال:

(۱) روزہ افطار کرنا کس چیز سے مسنون ہے۔

(۲) رمضان مبارک میں روزہ افطار کر کے بعد نماز مغرب بہت سے آدمی جمع ہو کر حقہ پیتے ہیں جس سے بیہوش ہوتے ہیں۔ کچھ خبر نہیں رہتی۔ ہاتھ پیروں میں رعشہ ہو جاتا ہے۔ آیا یہ حالت شرعاً سکر میں ہے یا نہیں؟ ایسا حقہ پینا جائز



• دوامی	ہمیشہ کا عمل	• تاخیر سحور	سحری میں تاخیر کرنا
• مستمرہ	ہمیشہ کا عمل	• احیانا	کبھی کبھی
• جواب سوال ثانی	دوسرے سوال کا جواب	• طاقت بشری خارج	انسانی طاقت سے جدا، الگ
• سکر	نشہ		

ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

(۱) خرما، تر اور نہ ہو تو خشک اور نہ ہو تو پانی۔ سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں بسند حسن انس رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے کان النبی ﷺ یفطر قبل ان یصلی علی رطبات فا ن لم تکن رطبات فتمیرات و ان لم تکن تمیرات فحسا حسوات من ماء۔ واللہ تعالی اعلم۔

(۲) ایسا حقہ پینا کبھی ہو، حرام ہے۔ اور یہ حالتِ سکر نہیں بلکہ تفتیر ہے اور تفتیر وسکر دونوں حرام۔ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی حدیث میں ہے نہی رسول اللہ ﷺ عن کل مسکر و مفتر واللہ تعالی اعلم۔

افطار کی دعا پہلے پڑھنی چاہئے یا بعد میں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دعاء افطار اللھم لك صمت و علی رزقك افطرت قبل افطار پڑھنی چاہئے یا بعد افطار۔ مظاہر حق نواب قطب الدین حسن و اشعۃ اللمعات شیخ عبدالحق میں ترجمہ **افطرت** کا بصیغہ ماضی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دعا حضور علیہ ﷺ بعد افطار کے پڑھتے تھے۔ لیکن بعض کتابوں میں لکھتے ہیں کہ دعائے مذکورہ بالا قبل افطار پڑھنی چاہیے **بینوا توجروا۔**

الجواب: فی الواقع اس کا محل بعد افطار ہے۔ ابوداؤد عن معاذ ابن زھرۃ انه بلغه ان النبی ﷺ کان اذا افطر قال اللھم لك صمت و علی رزقك افطرت۔ فحمل افطر علی معنی اراد الافطار صرف عن الحقیقة من دون الحاجة الیه و ذا لا یجوز و ھکذا فی افطرت (ترجمہ بے شک جب حضور پاک علیہ ﷺ افطار فرماتے تو یہ دعا پڑھتے، خدایا میں تیری رضا کے لئے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق سے افطار کیا، تو یہاں **افطر** سے مراد ارادۂ افطار لینا اور حقیقی معنی سے اعراض کرنا ہے حالاں کہ یہ جائز نہیں اور اسی طرح کا معاملہ **افطرت** میں ہے) مولانا علی قاری علیہ الباری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں (کان اذا افطر قال) ای دعاء و قال ابن ملك ای قرأ بعد الافطار الخ (ترجمہ جب افطار کرتے تو کہتے یعنی دعا کرتے۔۔۔۔) واللہ تعالی اعلم۔

***



• تفتیر

فی الواقع اس کا محل یعنی صحیح معنیٰ میں اس کا وقت

کِتَابُ الْحَجِّ والزیارہ

[فتاوی رضویہ مترجم]

جلد نمبر ۱۰ - صفحہ ۶۵۷ تا ۸۱۱

عورت کا حج کو جانا!

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کا حج کو جانا درست ہے یا نہیں۔

الجواب: حج کی فرضیت میں عورت مرد کا ایک حکم ہے۔ جو راہ کی طاقت رکھتا ہو، اس پر فرض ہے۔ مرد ہو یا عورت۔ جو ادا نہ کرے گا وہ عذاب جہنم کا مستحق ہوگا۔ عورت میں اتنی بات زیادہ ہے کہ اسے بغیر شوہر یا محرم کے ساتھ لئے سفر کو جانا حرام ہے۔ اس میں کچھ حج کی خصوصیت نہیں، کہیں ایک دن کے راستہ پر بے شوہر یا محرم کے جائے گی تو گنہگار ہو گی۔ ہاں جب فرض ادا ہو جائے تو بار بار عورت کو سفر کرنا مناسب نہیں کہ وہ جس قدر پردہ کے اندر ہے، اسی قدر بہتر ہے۔ حدیث میں اس قدر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امہات المؤمنین کو حج کرا کر فرمایا ھذہ ثم حصر البیوت یہ ایک حج ہو گیا، اس کے بعد گھر کی چٹائیاں۔ پھر یہ بھی اولویت کا ارشاد ہے، نہ کہ عورت کو دوسرا حج ناجائز ہے۔ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کے بعد پھر حج کیا واللہ تعالیٰ اعلم

اگر والدین حج کی اجازت نہ دیں؟

سوال:

(۱) زید خرچ زادراہ آمدورفت کا اپنی ذات خاص سے رکھتا ہے۔ اگر والدین اجازت حج مکہ معظمہ کی نہ دیں تو حج نامبردہ کا ہو سکتا ہے یا کیا؟

(۲) والدین پر قرضہ قلیل اور حقیقت زمین داری اس سے کہیں زیادہ قیمت کی ہے

(۳) زید مذکور کی اہلیہ نیز عیال اطفال سے کوئی نہیں ہے۔

الجواب: جب کہ زید اپنے ذاتی روپے سے استطاعت رکھتا ہے تو حج اس پر فرض ہے اور حج فرض میں والدین کی اجازت درکار نہیں۔ بلکہ والدین کو ممانعت کا اختیار نہیں۔ زید پر لازم ہے کہ حج کو چلا جائے اگرچہ والدین مانع ہوں۔ والدین پر قرضہ ہونا اس شخص پر فرضیت میں خلل انداز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

- اولویت : بہتر ہونے کا
- زادراہ آمدورفت : سفر خرچ
- نامبردہ : جس کا نام لیا جا چکا
- عیال اطفال : اولاد، بچے



جس پر حج ہوا اُسے حج بدل کرانا!

سوال: میں اس سال جو حج بیت اللہ کو جاتی ہوں تو بارادۂ حج بدل اپنے پیرومرشد جناب نانا صاحب حضرت شاہ آل رسول صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جاتی ہوں۔ مارہرہ آ کر ایک امر جدید دریافت ہوا کہ جس سے آج تک اور اب تک بے خبر محض تھی۔ وہ امر یہ کہ جناب مرحومہ مغفورہ والدہ صاحبہ جو بیت اللہ شریف تشریف لے گئی تھیں وہاں جا کر ان کو مرض الموت پیدا ہوا اور بتاریخ آٹھویں ذی الحجہ مقام منی پہنچ کر انتقال ہوگیا اور حج نہیں ہوا، تو مجھ پر اب حج والدہ مغفورہ لازمی ہوگیا۔ چونکہ میں اپنے ہمراہ بوجہ محرمیت برادرزادہ کو لئے جاتی ہوں، جس کی عمر ۱۹ رسال کی ہے اور اول مرتبہ یہ برادرزادہ بیت اللہ جاتا ہے تو دریافت طلب آپ سے یہ امر ہے کہ میں اس بچہ سے حج والدہ مغفور کرادوں اور خود حج بعوض پیرومرشد کروں اور میں سابق میں اپنے شوہر اور اپنے والد مغفور کا حج کر کے آئی ہوں اور میرا ذاتی حج عرصہ اٹھارہ سال ہوا کہ ہو چکا تھا اگر برادرزادہ سے حج والدہ مرحومہ نہ ہوسکتا ہو تو میں خود قیام کر کے ایک سال تک دونوں حج مرشد و والدہ ادا کروں ان امور کا جواب جلد مرحمت ہو۔

الجواب: بعد ادائے تسلیم خادمانہ ملتمس اگر حضرت کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا اسی سال حج فرض ہوا تھا، اس سے پہلے کسی برس میں مال وغیرہ اتنا نہ تھا کہ حج فرض ہوتا تو جب تو ان کا حج بفضلہٖ تعالیٰ ادا ہوگیا، بلکہ ایسا ادا ہوا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ہر سال حج ادا کرتی رہیں گی اور اگر اس سال سے پہلے فرض ہو چکا تھا تو البتہ حج فرض ان پر باقی رہا۔ حضرت ان کی طرف سے ادا فرمائیں یا ادا کرادیں تو اجر عظیم ہے۔ اب دیکھا جائے کہ یہ صاحب زادے جب سے بالغ ہوئے کسی سال زمانۂ حج میں مال وغیرہ اتنا سامان ان کے پاس تھا کہ ان پر حج فرض ہوگیا یا اب تک ان پر حج فرض نہ ہوا اور اگر اصلاً ان پر فرض نہ ہوا تو حضرت ان کو والدہ ماجدہ کی طرف سے حج کرادیں اور خود حضور پرنور پیرومرشد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے کریں اور اگر خود ان پر حج فرض ہوگیا ہو تو یہ دوسرے کی طرف سے حج کرنے سے گنہگار ہوں گے، مگر حج جس کی طرف سے کریں گے ادا ہو جائے گا۔ ان پر گناہ رہے گا اور ایسی صورت میں ان سے حج غیر کرانا بھی مکروہ ہے کہ ایک گناہ کا حکم دینا ہے۔

- بارادۂ حج بدل : حج بدل کے ارادہ سے
- امر جدید : نیا معاملہ
- بوجہ محرمیت برادرزادہ : بھتیجے کے محرم ہونے کے سبب



حج بدل کی شرائط کیا ہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حج بدل کی کیا کیا شرائط ہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب: حج بدل یعنی نیابۃً دوسرے کی طرف سے حج فرض ادا کرنا کہ اس پر سے اسقاط فرض کرے، ان شرائط سے مشروط ہے:

(۱) جس کی طرف سے حج کیا جائے قبل احجاج اس پر حج پر فرض ہوا۔ اگر فقیر نے حج کرادیا پھر غنی ہوا خود حج کرنا فرض ہوگا۔

(۲) مجوج عنہ حج بدل یعنی نائب کے وقوف عرفہ کرنے سے پہلے خود ادا سے عاجز ہو۔ اگر بحال قدرت حج کرایا پھر عاجز ہوگیا از سر نو احجاج لازم ہوگا۔

(۳) عجز اگر ممکن الزوال تھا مثل حبس و مرض، تو شرط ہے کہ تا دم مرگ دائم رہے اگر بعد حج خود قادر ہوا خود ادا فرض ہوگی بخلاف اس عجز کے کہ قابل زوال نہیں جیسے نابینائی اگر بطور خرق عادت بعد احجاج زائل بھی ہوجائے اعادہ ضرور نہیں۔

(۴) حج بدل کرنے والا تنہا ایک مجوج عنہ کی طرف سے حج واحد کی نیت کرے مثلاً احرمت عن فلان یا اللھم لبیك عن فلان اگر اس کی طرف سے نیت نہ کی یا دو حج کی نیت کی ایک اس کی طرف سے ایک اپنی طرف سے یا دو شخصوں کی طرف سے نیت کی ایک اس کی جانب ایک منیب آخر کی جانب سے تو کافی نہ ہوگا۔

(۵) یہ حج بامر مجوج عنہ ہو بلا اجازت دوسرے کی طرف سے حج کافی نہ ہوگا مگر جب کہ وارث اپنے مورث کی طرف سے حج کرے یا کرائے لقیامه مقامه خلافة

(۶) مصارف آمد و رفت و سائر نفقۂ حج کل یا اکثر مال مجوج عنہ سے ہوں۔

(۷) حج اگر بحیات مجوج عنہ ہو تو جسے اس نے امر کیا، وہی حج کرے، وہ دوسرے سے کرادے گا تو ادا نہ ہوگا اور اگر بعد وفات مجوج عنہ ہے تو مامور دوسرے کو بھی اپنی جگہ قائم کرسکتا ہے۔ اگرچہ میت نے اس کا نام لے کر وصیت کی ہو کہ

- نیابۃً: اصل کا نائب ہوکر، بدلے میں
- قبل احجاج: حج کرانے سے پہلے
- وقوف عرفہ: عرفات کے میدان میں ٹھہرنا
- عجز: مجبوری
- حبس: قید
- قابل زوال: ختم ہونے کے قابل
- بامر مجوج عنہ: جس کی طرف سے حج ہوتا ہے اس کے حکم سے ہو
- سائر نفقہ: تمام اخراجات
- اگر بعد وفات مجوج عنہ: جس کی طرف سے حج کیا گیا اس کی موت کے بعد
- اسقاط فرض: فرض کا ذمے سے ادا ہوجانا
- مجوج عنہ: جس کی طرف سے حج کیا جائے
- احجاج: حج کرانا
- ممکن الزوال: جس کا ختم ہونا ممکن ہو
- تا دم مرگ دائم رہے: موت تک قائم رہے
- منیب آخر: دوسرا نائب
- مصارف آمد و رفت: سفر خرچ
- بحیات مجوج عنہ: جس کی طرف سے حج کیا جارہا ہے اس کی زندگی میں



فلاں میری طرف سے حج کرے۔ ہاں اگر صراحۃً اس نے نہی کردی تھی کہ وہی کرے نہ دوسرا، تو اب دوسرا کافی نہیں۔

(۸) حج بدل کرنے والا اکثر راستہ سواری پر قطع کرے۔ اگر باوصف گنجائش نفقہ، پیادہ حج کرے گا، نفقہ واپس دے دے گا اور حج اس کی طرف سے نہ ہوگا۔

(۹) محجوج عنہ جب اہل آفاق سے ہو تو لازم ہے کہ اس کی طرف سے حج آفاقی کیا جائے۔ اگر اس نے حج کو بھیجا، اس نے عمرہ کا احرام باندھا۔ بعد عمرہ، موسمِ (حج) میں مکہ معظمہ سے احرامِ حج باندھا، اس کی طرف سے حج نہ ہوگا کہ یہ حج مکی ہوا نہ آفاقی۔ ہاں اگر قریب حج، میقات کی طرف نکل کر احرامِ حج میقات سے باندھے، تو جائز ہے کہ حج آفاقی ہوا نہ مکی۔

(۱۰) مخالفت نہ کرے مثلاً تنہا حج کے لئے امر کیا تھا، اس نے قران یا تمتع کیا۔ نفقہ واپس دے گا اور حج اس کی طرف سے نہ ہوگا۔

(۱۱) حج بدل کرنے والا حج صحیح اس دفعہ میں ادا کرے۔ نا عاقل بچے یا مجنوں کا حج کافی نہیں۔ ہاں مراہق کا کافی ہے۔ یونہیں اگر وہ حج فاسد کردیا، کافی نہ ہوگا اگرچہ قضا بھی کرے۔ بیس شرطیں "منسک متقسط" میں ہیں انہیں گیارہ میں آگئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کیا حج بدل کراکر بھی حج فرض باقی رہتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بیوہ پچپن برس کی عمر ہے۔ دوبار پہلے اپنی طرف سے لوگوں کو بھیج کر حج بدل کرا چکی ہے۔ اس سے بعض صاحبوں نے کہا کہ وہ حج نہ ہوئے خود حج کو جا۔ اس نے محرم نہ ہونے کی وجہ سے نکاح کیا مگر ضعیفہ مریضہ ہے اس صورت میں اس کے وہ حج بدل ادا ہوگیے یا اب خود اس پر حج لازم ہے یا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: زندگی میں جو کوئی حج بدل اپنی طرف سے بوجہ عجز و مجبوری کرائے اس حج کی صحت کے لئے شرط ہے کہ وہ مجبوری آخر عمر تک مستمر رہے۔ اگر حج کے بعد مجبوری جاتی رہی اور بذات خود حج کرنے پر قدرت پائی، تو اس سے پہلے جتنے حج بدل اپنی طرف سے کرائے ہوں، سب ساقط ہوگئے۔ حج نفل کا ثواب رہ گیا فرض ادا نہ ہوا۔ اب اس پر فرض ہے کہ خود حج کرے۔ پھر اگر غفلت کی اور وقت گزر گیا اور اب دوبارہ مجبوری لاحق ہوئی تو از سرنو حج بدل کرانا ضرور



● نہی	: روکنا
● پیادہ	پیدل
● مراہق	: بے داڑھی والا
● باوصف گنجائش نفقہ	اخراجات کی سہولت کے باوجود
● مستمر	: ہمیشہ رہے

ہے۔ ہاں اگر کسی کی معذوری ایسی ہو جو عادۃً اصلاً زوال پذیر نہیں، اور اس نے حج بدل کرالیا اور اس کے بعد محض قدرت الٰہی مثلا کسی ولی کی کرامت سے وہ عذر نا قابل الزوال زائل ہو گیا، مثلا اندھے نے حج بدل کرایا تھا، پھر رب العزت نے اسے آنکھیں دے دیں، تو اس کا وہ حج بدل ساقط نہ ہوا وہی کافی ہے۔ خود اگر حج کرے سعادت ہے، ورنہ فرض ادا ہو گیا۔ ایسا زوال عذر کہ کرامت و خرق عادت ہو، معتبر نہیں۔

مسئلہ شرعیہ تو یہ ہے۔ اور صورت سوال سے ظاہر کہ عورت نے پہلے جو دو حج بدل کرائے یا تو وہ حقیقۃً ایسی مجبور نہ تھی کہ خود نہ جاسکتی یا مرض وضعف وغیرہا کی وجہ سے مجبور تھی اور بعد کو وہ مجبوری زائل ہو گئی کہ اس نے خود حج کا قصد کیا جس پر دلیل روشن اسی نیت سے اس کا نکاح کرنا ہے، ورنہ پچپن سالہ عورت کو نکاح کی کیا حاجت تھی۔ بہر حال ان دونوں صورتوں میں کوئی شکل ہو وہ دونوں حج بدل یا تو سرے سے ناکافی تھے، یا اب ساقط ہو گئے۔ صرف ثواب نفل رہا۔ فرض گردن پر باقی ہے۔ خود ادا کرے اور مجبور و ناامید ہو تو پھر حج بدل کرائے و باللہ التوفیق واللہ تعالی اعلم۔

رمضان شریف کے مہینہ میں طواف وغیرہ کا ثواب حج کے ایام کے برابر ہے یا نہیں؟ مدینہ شریف کی حاضری کے بعد حج کرنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) اگر ماہ شعبان میں کوئی شخص مکہ معظمہ پہنچ جائے اور رمضان شریف میں وہاں قیام کرے اور نہایت اطمینان سے طواف و سنگ اسود شریف کا بوسہ وغیرہ ادا کرے تو جیسا ثواب ایام حج میں ہوتا ہے ویسا ہی ہوگا یا اس میں کچھ فرق ہو گا اور وہی ثواب ایک نماز کا ملے گا جیسا کہ ایک لاکھ کا اور صدقات وغیرہ میں بھی اسی کے مثل ہوگا یا نہیں۔ حالانکہ شخص مذکور ایام حج میں بھی ارکان حج ضرور ادا کرے گا۔

(۲) اگر ماہ شعبان میں کوئی شخص مدینہ پہنچ جائے اور وہاں رمضان المبارک میں قیام کرے اور روضہ مطہرہ کی زیارت کرتا رہے۔ اور ہمراہ قافلہ مدینہ منورہ کے مکہ معظمہ پہنچ کر حج کے ارکان ادا کرے۔ یا ماہ شوال میں اول مدینہ منورہ جائے اور وہاں زیارت حضور اقدس ﷺ سے اطمینان کے ساتھ فراغت پا کر مکہ معظمہ جائے اور وہاں حج کے

- زوال پذیر : زائل ہونے والا
- عذر نا قابل الزوال : وہ عذر جو بظاہر ختم ہونے والا نہ ہو
- خرق عادت : عادت کے خلاف



ارکان ادا کر کے اپنے مکان کو چلا آئے، تو ان صورتوں میں شخص مذکور کو ثواب اسی درجہ کا ملے گا جیسا کہ حج بیت اللہ شریف کے بعد مدینہ طیبہ جانے کا ہوتا ہے یا کچھ کم ہوگا۔ حاصل کلام یہ کہ اول مدینہ منورہ جانا اور وہاں سے قافلہ کے ساتھ بیت اللہ شریف آنا اور ارکان حج ادا کر کے مکان کو واپس آجانا درست ہے یا نہیں اور اس کا ثواب مثل بعد میں مدینہ شریف جانے کے ہے یا نہیں؟ عنداللہ جواب سے مشرف فرمایئے اس کے اوپر یہاں بہت جھگڑا ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ ثواب دارین عطا فرمائے۔

الجواب:

(۱) حرم محترم کے اعمال کا ثواب اس زمین پاک کے اعتبار سے ہے، نہ زمان حج کی خصوصیت سے۔ ایک نیکی پر لاکھ کا ثواب جیسے زمانۂ حج میں ہوگا ویسے ہی دیگر اوقات میں۔ اور طواف کعبہ معظمہ جو حج میں کیا جائے گا اگر وہ طواف فرض ہے، جب تو ظاہر ہے کہ فرض کے ثواب کو دوسری چیز نہیں پہنچ سکتی اور اگر وہ طواف عمرہ ہے تو رمضان مبارک میں اس کا طواف ذی الحجہ سے بہت زیادہ ہوگا۔ حدیث میں ہے حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں عمرة فی رمضان تعدل حجة معی رمضان مبارک میں ایک عمرہ میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) علماء کرام نے دونوں صورتیں لکھی ہیں۔ (۱) چاہے پہلے سرکار اعظم ﷺ میں حاضر ہو، اس کے بعد حج کرے۔ یہ ایسا ہوگا جیسے صبح کے فرضوں سے سنتیں مقدم ہیں اور حاضری بارگاہ مقدس اس کے لئے قبول حج کا سامان فرمادے گی انشاء اللہ الکریم ثم رسوله الرؤف الرحیم علیه و علی آله اکرم الصلوٰة و التسلیم (۲) اور چاہے تو حج کے بعد حاضر ہو، یہ ایسا ہوگا جیسے مغرب کے فرضوں کے بعد سنتیں۔ حج اگر مبرور ہے، اسے گناہوں سے پاک کر کے اس قابل کردے گا کہ زیارت قبر انور کرے ع

پاک شو اول وپس دیدہ برآں پاک انداز

یہ سب اس صورت میں ہے کہ مکہ معظمہ کو جاتے میں مدینہ طیبہ راستہ میں نہ پڑے۔ اگر ایسا ہے جیسا کہ شام سے آنے والوں کے لئے تو پہلے حاضری دربار انور ضروری ہے۔ خلاف ادب ہے کہ بے حاضر ہوئے حج کو چلا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم



- طواف کعبہ معظمہ : کعبہ شریف کا طواف
- مبرور : مقبول

شرائط حج

جس عورت کا کوئی محرم نہ ہو وہ حج کیسے کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ادائے حج ہندہ پر مدت سے فرض تھا۔ اب جانے کا قصد کیا، تو محارم اس کے بجہت موانع نہیں جاسکتے۔ ایک محرم کو کہ ارتکاب مناہی سے بے باک ہے اور انصرام سفر کے کاموں کا اس سے متوقع نہیں لے جاممکن ہے۔ اور ایک عورت متقیہ اور ایک بھتیجہ شوہر ہندہ کا کہ بچپن سے اس کے سامنے دین دار و ہوشیار ہے جاتے ہیں ان کے ساتھ نہ جائے گی تو پھر جانے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی فرض رہ جائے گا اس صورت میں ہندہ کو جانا چاہئے یا نہیں اور جائے تو کس کے ساتھ جائے۔ بینوا توجروا

الجواب: عورت کو بے غیر محرم کے حج خواہ کسی اور کام کے واسطے سفر کرنا ناجائز ہے۔ اور بھتیجہ شوہر کا محرم نہیں۔ اور محرم فاسق بے کار ہے۔ اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اور معیت زن متقیہ کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کافی نہیں۔ لیکن اگر بے غیر محرم کے چلی گئی اور حج کر لیا تو فرض ساقط اور حج مع الکراہت ادا۔ اس فعل ناجائز کی معصیت جدا۔ پس جب ہندہ پر بسبب اجتماع شرائط کے حج فرض ہو گیا تھا اور اب محرم کی معیت نہیں ملتی، تو اب چارہ کار یہی ہے کہ نکاح کرے۔ اگر یہ خوف ہو کہ شاید اس نے نکاح کر لیا اور پھر نہ گیا تو یہ پھنس گئی اور حج بھی نہ ہوا۔ یا اندیشہ ہو کہ شوہر موافق مزاج نہ نکلے چاہئے تو تھا چند روز کے لئے اور پابند ہو گئی عمر بھر کی یا، سرے سے اسے پابند شوہر رہنا منظور ہی نہ ہو صرف اس ضرورت کی رفع تک نکاح چاہئے تو:

اقول اس کی تدبیر یہ ہے کہ اس شرط پر نکاح کرے کہ اگر تو اس سال میرے ساتھ حج کو نہ جائے تو مجھ پر ایک طلاق بائن ہو۔ اور جب بعد حج واپس آؤں اور اپنے مکان میں قدم رکھوں تو فوراً مجھ پر طلاق بائن ہو۔ یوں اگر وہ نہ گیا تو طلاق ہو جائے گی اور اگر گیا تو واپسی پر عورت جس وقت اپنے مکان میں قدم رکھے گی نکاح سے نکل جائے گی۔ اور بہتر و آسان تر یہ ہے کہ اس شرط پر نکاح کرے کہ مجھے ہر وقت اپنے نفس کا اختیار ہو کہ جب کبھی چاہوں اپنے آپ کو ایک طلاق

- پاک شو اول وپس دیدہ برآں پاک انداز: پہلے پاک ہو پھر اس پاک پہ نظر ڈال
- محارم: جن سے نکاح ہمیشہ حرام ہو
- بجہت موانع: شریعت کے منع کرنے سبب



بائن دے لوں۔ یوں اس کے نہ جانے یا واپس آنے پر اور اس کے بعد بھی ہر وقت عورت کو اختیار رہے گا۔ مرضی ہو اس کی زوجیت میں رہے، نہ مرضی ہو اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دے کر جدا ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حلال وحرام دونوں طرح کا روپیہ ہو تو حج ہے یا نہیں؟ سفر خرچ ہے مگر تندرستی نہیں ہے!

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں:

(۱) جس کے پاس روپیہ تنخواہ ورشوت وغیرہ کا شامل ہو اور اس کے خرچ خانگی وغیرہ سے فاضل ہو۔ تو اس شخص پر حج بیت اللہ شریف فرض ہے یا نہیں۔ اگر فرض ہے تو اس روپے سے حج ادا ہوگا یا نہیں۔ اگر نہیں ادا ہوگا تو اس کے واسطے کیا صورت ہونی چاہئے کہ جس شکل سے حج بھی ادا ہو جائے اور ثواب کا بھی مستحق ہو۔

(۲) جس شخص کے پاس روپیہ حج بیت اللہ شریف کے خرچ واسطے موجود ہے، لیکن وہ شخص تندرستی نہ ہونے کے سبب خود جانے سے معذور ہے، تو اس پر حج فرض ہے یا نہیں۔ اور اگر ہے تو وہ کس صورت سے ادا ہو سکتا ہے کہ جس سے یہ شخص سبک دوش ہو بینوا توجروا۔

الجواب:

(۱) اگر اس کے پاس مالِ حلال کبھی اتنا نہ ہوا جس سے حج کر سکے۔ اگرچہ رشوت کے ہزار ہا روپے ہوئے تو اس پر حج فرض ہی نہ ہوا کہ مال رشوت مثل مال مغصوب ہے۔ وہ اس کا مالک ہی نہیں۔ اور اگر مالِ حلال اس قدر اس کے پاس ہے یا کسی موسم میں ہوا تھا، اس پر حج فرض ہے۔ مگر رشوت وغیرہ حرام مال کا اس میں صرف کرنا حرام ہے۔ اور وہ حج قابلِ قبول نہ ہوگا، اگرچہ فرض ساقط ہو جائے گا۔ حدیث میں ارشاد ہوا جو مال حرام لے کر حج کو جاتا ہے جب وہ لبیک کہتا ہے فرشتہ جواب دیتا ہے لا لبیک و لا سعدیك و حجك مردود علیك حتی تردما فی یدیك نہ تیری حاضری قبول، نہ تیری خدمت مقبول۔ اور تیرا حج تیرے منہ پر مردود۔ جب تک تو یہ حرام مال جو تیرے ہاتھوں میں ہے، واپس نہ دے" اس کے لئے چارۂ کار یہ ہے کہ قرض لے کر فرض ادا کرے۔



- طلاق بائن: جس سے عورت نکاح سے نکل جاتی ہے
- خانگی: گھریلو
- سبک دوش: ذمہ داری سے آزاد

(۲) عذر اگر ایسا ہو کہ مانع سفر ہے مثلاً آنکھیں نہیں۔ یا پاؤں نہیں۔ اور اس عذر کے زوال کی کوئی امید نہیں، تو اپنی طرف سے حج بدل کرا دے اور اگر عذر مانع سفر نہیں، تو خود جائے۔ اور اگر مانع سفر ہے مگر زوال کی امید ہے جیسے تپ شدید یا درد وغیرہ، تو حج بدل نہیں کرا سکتا، بلکہ زوال کا انتظار کرے، جب شفا ہو جائے خود جائے۔ اور اگر قبل شفا، وقت آجائے، تو حج بدل کی وصیت کر جائے۔ اگر اپنی طرف سے کوئی تقصیر نہ کی تھی یعنی جب سے حج فرض ہوا تھا، عذر مانع سفر لاحق تھا اور قبل زوال وقت آگیا، تو اس پر مواخذہ نہ ہوگا۔ اور اگر ایک سال بھی ایسا گزر گیا تھا کہ جا سکتا تھا اور نہ گیا تو گنہ گار رہا۔ استغفار واجب ہے۔ اور حج بدل کرانا فرض ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار شریف عرش سے افضل ہے یا نہیں؟

سوال: حضور سرور کائنات ﷺ کا مزار اقدس بلکہ مدینہ طیبہ عرش و کرسی و کعبہ شریف سے افضل ہے یا نہیں۔

الجواب: تربت اطہر یعنی وہ زمین کہ جسم انور سے متصل ہے، کعبہ معظمہ بلکہ عرش سے بھی افضل ہے۔ صرح بہ ابن عقیل الحنبلی و تلقاہ العلماء بالقبول (یعنی علامہ ابن عقیل حنبلی نے اس کی صراحت کی اور علمائے حق نے اسے قبول کیا) باقی مزار شریف کا بالائی حصہ اس میں داخل نہیں۔ کعبہ معظمہ مدینہ طیبہ سے افضل ہے ہاں اس میں اختلاف ہے کہ مدینہ طیبہ سوائے موضع تربت اطہر اور مکہ معظمہ سوائے کعبہ مکرمہ، ان دونوں میں کون افضل ہے، اکثر جانب ثانی (یعنی مکہ مکرمہ) ہے اور اپنا مسلک اول (یعنی مدینہ شریف) اور یہی مذہب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ المدینة افضل من مکة (یعنی مدینہ شریف مکہ مکرمہ سے افضل ہے) واللہ تعالیٰ اعلم۔

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضری کا طریقہ!

سوال: حبیب اکرم ﷺ کی زیارت شریفہ حاصل ہونے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: درود شریف کی کثرت شب میں اور سوتے وقت کے علاوہ ہر وقت تکثیر رکھے۔ بالخصوص اس درود شریف کو بعد عشاء سو ۱۰۰ بار یا جتنی بار پڑھ سکے پڑھے۔ "اللھم صل علی سیدنا محمد کما امرتنا ان نصلی علیہ اللھم



مثل مال مغصوب	قبضہ کئے ہوئے مال کی طرح	مانع سفر	سفر سے روکنے والا
زوال	ختم ہونا	تپ شدید	سخت بخار
قبل شفا	اچھے ہونے سے پہلے	تقصیر	کمی
عذر مانع سفر لاحق	ایسا عذر جو سفر سے روکنے والا ہو	قبل زوال	ختم ہونے سے پہلے
متصل	ملا ہوا		

صل علی سیدنا محمد کما ھو اھلہ اللھم صل علی سیدنا محمد کما تحب و ترضی لہ اللھم صل علی روح سیدنا محمد فی الارواح اللھم صل علی جسد سیدنا محمد فی الاجساد اللھم صل علی قبر سیدنا محمد فی القبور صلی اللہ علی سیدنا محمد و مولانا محمد"۔

حصول زیارت اقدس کے لئے اس سے بہتر صیغہ نہیں، مگر خالص تعظیم شان اقدس کے لئے پڑھے، اس نیت کو بھی جگہ نہ دے کہ مجھے زیارت عطا ہو، آگے ان کا کرم بے حد و بے انتہا۔

فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از او غیر او تمنائی

☆☆☆





● سوائے موضع تربت اطہر: اس جگہ کے علاوہ جس سے حضور اقدس ﷺ کا جسم پاک لگا ہوا ہے
● تکثیر: زیادہ کرنا
● تعظیم شان اقدس: حضور ﷺ کی تعظیم
● ترجمہ شعر: فراق و وصل کیا مانگتا ہے، اس سے اس کی رضا طلب کر کہ اس کے علاوہ اس سے کچھ مانگنا افسوس کی بات ہے

كِتَابُ الذَّبَائِحِ وَالْاُضْحِيَّهُ

کئی مکان ہو تو قربانی واجب ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر زید کے پاس مکان سکونت کے علاوہ دو ایک اور ہوں تو اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: واجب ہے جبکہ وہ مکان تنہا یا اس کے اور مال سے کہ حاجت اصلیہ سے زائد ہو، مل کر چھپن روپے کی قیمت کو پہنچیں، (یہ اعلیٰ حضرت کے زمانہ کے کا حکم تھا اس زمانہ میں ساڑھے باون تولہ چاندی کی جو قیمت ہے اس کا اعتبار ہوگا) اگر چہ مکانوں کو کرایہ پر چلاتا ہو یا خالی پڑے ہوں یا سادی زمین ہو بلکہ مکان سکونت اتنا بڑا ہے کہ اس کا ایک اس کے جاڑے گرمی کی سکونت کے لئے کافی ہو اور دوسرا حصہ حاجت سے زائد ہو اور اس کی قیمت تنہا یا اسی قسم کے مال سے مل کر نصاب تک پہنچے جب بھی قربانی واجب ہے۔ اسی طرح صدقۂ بھی۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

کیا ذی الحجہ کا چاند نکلنے کے بعد ناخن ترشوانا گناہ ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کتاب شرح وقایہ (کتاب الاضحیہ جلد چہارم ص ۳۴) میں تحریر ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو شخص ذی الحجہ کا چاند دیکھے اور قربانی کا ارادہ کرے، تو چاہئے کہ اپنے بال اور ناخن کو روک رکھے یعنی نہ کاٹے۔ اب ایک شخص اہل اسلام کا ارادہ قربانی کرنے کا ہے، تو وہ شخص ذی الحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد سے اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے یا حجامت کرالے، یا وہ شخص اگر یہ حکم نہ مانے، اور رسول مقبول صلی اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم کی حکم عدولی کرے، تو اس کے واسطے شرع شریف میں سے کیا حکم ہے؟ اور کیا کہا جائے گا؟ جواب تحریر فرمائیے، اور قربانی اس کی صحیح طور پر ہوگی یا کوئی نقص اس کی قربانی میں عائد ہوگا؟ **بینوا توجروا**

الجواب: یہ حکم صرف استحبابی ہے، کرے تو بہتر ہے نہ کرے تو مضائقہ نہیں، نہ اس کو حکم عدولی کہہ سکتے ہیں، نہ قربانی میں نقص آنے کی کوئی وجہ، بلکہ اگر کسی شخص نے ۳۱ دن سے کسی عذر کے سبب خواہ بلا عذر ناخن تراشے ہوں نہ خط بنوایا ہو کہ چاند ذی الحجہ کا ہو گیا تو وہ اگر چہ قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اس مستحب پر عمل نہیں کرسکتا۔ اب دسویں تک رکھے گا تو ناخن وخط بنوائے ہوئے اکتالیسواں دن ہو جائے گا، اور چالیس دن سے زیادہ نہ بنوانا گناہ ہے۔ فعل مستحب کے لئے گناہ

• مکان سکونت — رہنے والا مکان



نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

گارجین اگر قربانی کرے تو سب کی طرف سے ہوگی یا نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں۔ سائل دریافت کرتا ہے کہ قربانی ولی کرے تو سب گھر والوں کی طرف سے ہوجائے گی کیونکہ سب اولاد شامل ہے مثلاً بیٹے اور بیٹوں کی اولاد، نواسے وغیرہ اور سب مال اسباب کا دادا جو کہ ولی ہے مالک ہے۔ اور دوسروں کو اختیارات بالکل نہیں ہیں، اور ولی اپنے دل میں خیال کر کے قربانی یا دیگر صدقات یا زکوٰۃ یا میلاد شریف کرتا ہے، اس صورت میں سب کی طرف سے قبول ہوگی یا ولی کی طرف سے؟ بینوا توجروا

الجواب: ایک قربانی نہ سب کی طرف سے ہوسکتی ہے، نہ سوا مالک نصاب کے کسی اور پر واجب ہے۔ اگر اس کی نابالغ اولاد میں کوئی خود صاحب نصاب ہو تو وہ اپنی قربان جدا کرے، یونہی زکوٰۃ جس جس پر واجب ہے یہ الگ الگ دیں، ایک کی زکوٰۃ سب کی طرف سے نہیں ہوسکتی، جو چیز واجب شرعی نہیں مثلاً صدقہ نفل و میلاد مبارک، وہ بھی ایک کے کرنے سے سب کی طرف سے نہ قرار پائے گا، ہاں کرنے والا ہر ایک کا اگرچہ فرض ہو اپنی اولاد اور گھر والوں جن کو چاہئے پہنچا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قربانی کے نصاب کی مقدار کیا ہے؟

ہزاروں روپے کمانے والے کے پاس قربانی کے دنوں میں ایک روپیہ بھی نہ ہو

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نصاب کے لئے یہ بھی شرط ہیکہ ۵۲۔۱/۲ (ساڑھے باون) تولے چاندی، یا ۷۔۱/۲ (ساڑھے سات) تولے سونا بمقدار اس کے روپیہ موجود ہوں جب قربانی واجب ہے یا کہ اتنے مقدار کی مالیت ہو چاہے اس کے پاس کاشت ہو یا چوپائے ہوں تو اس پر قربانی ہے یا نہیں۔

● نفل مستحب: مستحب کام، جس کا کرنا ضروری نہیں

● واجب شرعی: جسے شریعت نے واجب قرار دیا ہو



کسی شخص کو ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی ہے لیکن بزمانہ قربانی ایک روپیہ بھی اس کے پاس موجود نہیں، وہ شخص قرض لے کر قربانی کرے گا یا کہ نہیں، علی ہذا القیاس کاشت فروخت کر کے قربانی کرے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: قربانی واجب ہونے کے لئے صرف اتنا ضرور ہے کہ وہ ایام قربانی میں اپنی تمام اصل حاجتوں کے علاوہ ۶۵ روپیہ (یہ اعلیٰ حضرت کے زمانہ کے کا حکم تھا۔ اس زمانہ میں ساڑھے باون تولہ چاندی کی جو قیمت ہے اس کا اعتبار ہوگا) کے مال کا مالک ہو، چاہے وہ مال نقد ہو یا بیل بھینس یا کاشت، کاشتکار کے بیل اس کی حاجت اصلیہ میں داخل ہیں ان کا شمار نہ ہو، ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی والا آدمی قربانی کے دن ۶۵ روپیہ (یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت) کا مالک نہ ہو، یہ صورت، خلاف واقعہ ہے۔ اور اگر ایسا فرض کیا جائے کہ اس وقت وہ فقیر ہے تو ضرور اس پر قربانی نہ ہوگی، اور جس پر قربانی ہے اور اس وقت نقد اس کے پاس نہیں وہ چاہے قرض لے کر کرے یا اپنا کچھ مال بیچے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

جو گائے کی قربانی سے منع کرے کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ آج کل ہندوستان میں گائے کی قربانی بعض مسلمان مشرکوں کی خوشنودی کیلئے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں بکری کی قربانی کی جائے۔ **بینوا توجروا**

الجواب: مشرکوں کی خوشنودی کے لئے گائے کی قربانی بند کرنا حرام حرام سخت حرام ہے۔ اور جو بند کرے گا جہنم کے عذاب شدید کا مستحق ہوگا اور روز قیامت مشرکوں کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نماز عید سے پہلے قربانی جائز ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں شہر میں قبل نماز عید بعد طلوع شمس قربانی جائز ہے یا نہیں؟ اور اہل قریہ یا کہ شہر والے اپنی قربانی کو گاؤں بھیج دیں تو ان کو بعد صبح قبل نماز عید قربانی کر لیں تو جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: شہر میں قربانی اگر چہ ساکن دِہ کی طرف سے وہ روز اول پیش از نماز عید (اور اگر نماز عید کسی عذر سے نہ پڑھیں تو پیش



- کاشت: کھیتی
- علی ہذا القیاس: اسی پر قیاس کرتے ہوئے
- یہ صورت خلاف واقعہ ہے: یعنی ایسا حقیقت میں ہونا واقعہ کے خلاف معلوم ہوتا ہے

ازخروج وقت نماز عید) ناجائز و نامعتبر ہے۔ اور بیرون شہر اگرچہ فنائے مصر غیر متصل بمصر ہو، اگرچہ قربانی ساکن شہر کی ہو، پیش نماز بعد طلوع فجر تاریخ دہم جائز ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

جانور کا صدقہ کیسے دیا جائے؟

سوال: صدقہ کا جانور بلا ذبح کئے اگر کسی مصرف صدقہ کو دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر صدقہ واجبہ ہے اور وجوب خاص ذبح کا ہے، تو بے ذبح ادا نہ ہوگا۔ مگر اس حالت میں کہ ذبح کے لئے وقت معین تھا، جیسے قربانی کے لئے ذی الحجہ کی دسویں، گیارہویں، بارہویں اور وہ وقت نکل گیا تو اب زندہ تصدق کیا جائے گا۔

کتے کا پکڑا ہوا شکار حلال ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کتے کا پکڑا ہوا شکار مسلمان کھا سکتا ہے یا نہیں؟ ایک خرگوش کو کتے نے اس طرح پکڑا ہے کہ اس کے دانت خرگوش کے جسم میں پیوست ہو گئے ہیں اور بہت سا جسم اس کا چبا ڈالا ہے کہ خرگوش کے جسم میں خون جاری ہے۔ ابھی جان باقی ہے پس اس کو ذبح کر کے کھا سکتا ہے کہ نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب: اگر مسلمان یا کتابی عاقل نے کہ احرام میں نہ ہو، بسم اللہ کہہ کر تعلیم یافتہ کتے کو جو شکار کر کے مالک کے لئے چھوڑ دیا کرے، خود نہ کھانے لگے، غیر حرم کے حلال جانور وحشی پرندہ جو اپنے پروں یا پاؤں کی طاقت سے بچاؤ پر قادر تھا چھوڑا۔ اور کتا اس کے چھوڑنے سے سیدھا شکار پر گیا۔ یا اس کے پکڑنے کی تدبیر میں مصروف ہوا، بیچ میں اور طرف مشغول یا غافل نہ ہو گیا اور اس نے شکار کو زخمی کر کے مار ڈالا، یا ایسا مجروح کر دیا کہ اس میں اتنی ہی حیات باقی ہے جتنی مذبوح میں ہوتی ہے کہ کچھ دیر تڑپ کر ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اور کتے کے چھوڑنے میں کوئی کافر، مجوسی یا بت پرست یا ملحد یا مرتد جیسے آج کل کے اکثر نصاریٰ اور رافضی، اور عام نیچری وغیرہم، خلاصہ یہ کہ مسلمان یا کتابی کے سوا کوئی شریک نہ تھا۔ نہ شکار کے قتل میں کتے کی شرکت کسی دوسرے کتے ناتعلیم یافتہ یا سگ نیچری یا اور کسی نئے جانور کی جس کا شکار ناجائز ہو اور چھوڑنے والا چھوڑنے کے وقت سے شکار پانے تک اسی طرف متوجہ رہا، بیچ میں کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہوا، تو وہ جانور بے ذبح حلال ہو گیا۔ اور ان چودہ شرطوں سے ایک میں بھی کمی ہو اور



● بعد طلوع شمس	سورج طلوع ہونے کے بعد
● ساکن دہ	دیہات۔ کے رہنے والے
● پیش از خروج وقت نماز عید	نماز عید کے نکلنے سے پہلے
● اہل قریہ	دیہات والے
● پیش از نماز عید	نماز عید سے پہلے
● فنائے مصر	شہر سے باہر
● غیر متصل بمصر	جو شہر سے ملا ہوا نہ ہو

جانور بے ذبح مرجائے، توحرام ہوجائے گا۔ ورنہ حرم کا شکار تو ذبح سے بھی حلال نہیں ہوتا۔ باقی صورتوں میں ذبح شرعی سے حلال ہوجائے گا۔

ان سب شرائط کے ساتھ جس خرگوش کو کتے نے مار ڈالا مطلقا حلال ہے۔ اور اگر ہنوز مذبوح سے زیادہ زندگی باقی ہے تو بعد ذبح حلال ہے۔ اس کے دانت جسم میں پیوست ہوجانا وجہ ممانعت نہیں ہوسکتا۔ قرآن عظیم نے اس کا شکار حلال فرمایا اور شکار بے زخمی کئے نہ ہوگا۔ اس کے دانت اس کے جسم کو شق کرکے اندر داخل ہوں اور یہ خیال کہ اس صورت میں اس کا لعاب کہ ناپاک ہے، شکار کے بدن کو نجس کرے گا دو وجہ سے غلط ہے۔

اولاً شکار حالت غضب میں ہوتا ہے اور غضب کے وقت اس کا لعاب خشک ہوجاتا ہے۔

ثانیاً اگر لعاب لگا بھی تو آخر جسم سے خون بھی نکلے گا، وہ کب پاک ہے؟ جب اس سے طہارت حاصل ہوگی اس سے بھی ہوجائے گی۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**





● غیر حرم — حرم شریف کے علاوہ
● مذبوح — ذبح کیا ہوا
● ناتعلیم یافتہ — جو سدھایا ہوا نہ ہو
● وجہ ممانعت نہیں — ممانعت کا سبب نہیں

بَابُ الحُظرِ وَالاُبَاحَہ

(فتاوٰی رضویہ مترجم)

جلد نمبر ۱۰- ص ۵۵۱ تا ۵۵۹

کون سا علم طلب کرنا فرض ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حدیث طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم و مسلمة میں عموماً ہر علم مراد ہے یا کوئی علم خاص مقصود ہے۔ اگر علم خاص مقصود ہے، تو وہ کون سا علم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: حدیث طلب العلم فریضة علی کل مسلم کہ بوجہِ کثرتِ طرق وتعددِ مخارج، حدیث حسن ہے۔ اس کا صریح مفاد ہر مسلمان مرد وعورت پر طلبِ علم کی فرضیت ——— تو یہ صادق نہ آئے گا مگر اس علم پر، جس کا تعلّم فرض عین ہو ——— اور فرض عین نہیں، مگر ان علوم کا سیکھنا جس کی طرف انسان بالفعل اپنے دین میں محتاج ہو۔ اعم واشمل واعلیٰ واکمل واہم واجل علم اصول عقائد ہے، جن کے اعتقاد سے آدمی مسلمان سنی المذہب ہوتا ہے اور انکار ومخالفت سے، کافر یا بدعتی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(۱) سب سے پہلا فرض آدمی پر اسی (اصول عقائد) کا تعلّم ہے اور اس کی طرف احتیاج میں سب یکساں۔ (۲) پھر علم مسائل نماز یعنی اس کے فرائض وشرائط ومفسدات جن کے جاننے سے نماز صحیح طور پر ادا کر سکے (۳) پھر جب رمضان آئے تو مسائل صوم (۴) مالک نصاب نامی ہو تو مسائل زکوٰۃ (۵) صاحب استطاعت ہو تو مسائل حج (۶) نکاح کرنا چاہے تو اس کے متعلق ضروری مسئلے (۷)، تاجر ہو تو مسائل بیع وشرا، (۸) مزارع پر مسائل زراعت، (۹) موجر ومستاجر پر مسائل اجارہ وعلیٰ ھذا القیاس، ہر شخص پر اس کی حاجتِ موجودہ کے مسئلے سیکھنا فرض عین ہے اور انہیں میں سے ہیں مسائل حلال وحرام کہ ہر فرد بشر ان کا محتاج ہے اور مسائل علم قلب یعنی فرائض علم قلبیہ مثل تواضع واخلاص وتوکل وغیرہا، اور ان کے طرق تحصیل اور محرمات باطنیہ، تکبر وریا وعجب وحسد وغیرہا ——— اور ان کے معالجات کہ ان کا تعلّم بھی ہر مسلمان پر اہم فرائض سے ہے۔ جس طرح بے نمازی فاسق وفاجر ومرتکب کبائر ہے۔ یوں ہی بعینہٖ ریا سے نماز پڑھنے والا انہیں مصیبتوں میں گرفتار ہے۔ نسئل اللہ العفو والعافیة تو صرف یہی علوم حدیث مراد ہیں وبس۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں تحت حدیث فرماتے ہیں:

مراد بعلم دریں جا علمیست کہ ضروری وقت مسلمان ست مثلاً چوں در اسلام در آمد واجب شد بروَے معرفت صانع تعالیٰ وصفات وعلم بہ نبوت رسول ﷺ وجز آں از انچہ صحیح نیست



بوجہ کثرتِ طرق وتعددِ مخارج	یعنی کئی طریقوں سے مروی ہونے کے سبب
صریح مفاد	یعنی واضح مفہوم
احتیاج میں	ضرورت مند ہونے میں
مزارع	کھیتی کرنے والا
موجر ومستاجر	اجرت دینے اور لینے والا
طرق تحصیل	حاصل کرنے کے طریقے
اہم واشمل واعلیٰ واکمل واہم واجل	یعنی سب سے اہم
نصاب نامی	بڑھنے والا مال
مسائل زراعت	کھیتی کے مسائل
مسائل اجارہ	اجرت کے مسائل
مرتکب کبائر	گناہ کبیرہ کرنے والا

ایمان بے آں و چوں وقت نماز آمد واجب شد آموختن علم باحکام صلاۃ و چوں رمضان آمد واجب گردید تعلم احکام صوم الخ۔

ترجمہ: اس علم سے وہ علم مراد ہے جو اسلام لانے کے وقت ضروری ہو جیسے جب اسلام میں آئے تو خدائے تعالیٰ اور اس کی صفات کی معرفت، جلد ۲۲

غرض اس حدیث میں اسی قدر علم کی نسبت ارشاد ہے۔ ہاں آیات واحادیث دیگر کہ فضیلت علماو ترغیب علم میں وارد۔ وہاں ان کے سوا، اور علوم کثیرہ بھی مراد ہیں، جن کا تعلم فرض کفایہ یا واجب یا مسنون یا مستحب —— اس کے آگے کوئی درجہ فضیلت وترغیب، اور جو ان سے خارج ہو ہرگز آیات واحادیث میں مراد نہیں ہوسکتا۔ اور ان کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ علوم جو آدمی کو اس کے دین میں نافع ہوں خواہ اصالۃً جیسے فقہ وحدیث وتصوف بے تخلیط وتفسیر قرآن بے افراط وتفریط خواہ وسالۃً مثلاً نحو وصرف ومعانی وبیان کہ فی حد ذاتہا امر دینی نہیں، مگر فہم حدیث وقرآن کے لئے وسیلہ ہیں اور فقیر غفرہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے عمدہ معیار عرض کرتا ہے۔ مراد متکلم جیسے خود اس کے کلام سے ظاہر ہوتی ہے دوسرے کے بیان سے نہیں ہوسکتی۔

مصطفی علیہ ﷺ جنہوں نے علم وعلما کے فضائل ارشاد فرمائے انہیں کی حدیث میں وارد ہے کہ علماء وارث انبیا کے ہیں انبیا نے درم و دینار ترکہ میں نہ چھوڑے، علم اپنا ورثہ چھوڑا ہے۔ جس نے علم پایا، اس نے بڑا حصہ پایا اخرج ابوداؤد و الترمذی و ابن ماجہ و ابن حبان والبیہقی عن ابی درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول (فذکر الحدیث فی فضل العلم و فی آخرہ) ان العلماء ورثۃ الانبیاء و ان الانبیاء لم یورثوا دینارا او لا درھما وانما ورثوا العلم فمن اخذہ بحظ وافر بس ہر علم میں اسی قدر دیکھ لینا کافی کہ آیا یہ وہی عظیم دولت، نفیس مال ہے، جو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نے اپنے ترکہ میں چھوڑا جب تو بیشک محمود اور فضائل موعودکا مصداق، اور اس کے جاننے والے کو لقب عالم ومولوی کا استحقاق۔ ورنہ مذموم وبد ہے۔ جیسے فلسفہ ونجوم یا لغو وفضول جیسے قافیہ وعروض یا کوئی دنیا کا کام جیسے نقشہ ومساحت بہرحال ان فضائل کا مورد نہیں، نہ اس کے صاحب کو عالم کہہ سکیں۔ ائمہ دین فرماتے ہیں جو "علم کلام" میں مشغول رہے اس کا نام دفتر علما سے محو ہو جائے فی الطریقۃ المحمدیۃ عن التاتار



- اصالۃً: یعنی اصلاً، اسی علم کا سیکھنا
- بے افراط وتفریط: بے کمی زیادتی کے
- مراد متکلم: یہاں مراد حضور ﷺ ہیں کہ گفتگو آپ ہی کے فرمان پر ہورہی ہے
- فضائل موعود: جس فضیلت کا وعدہ کیا ہے
- مورد نہیں: یعنی ان فضائل کا مستحق نہیں
- تصوف بے تخلیط: ایسا علم تصوف جس میں غلط وفاسد عقائد نہ ملائے گئے ہوں
- وسالۃً: وسیلہ ہو کر، تابع ہو کر
- فی حد ذاتہا: یعنی اصل میں
- قافیہ وعروض: فن شاعری کے قواعد۔

خانیۃ عن ابی اللیث الحافظ وھو کان بسمر قند متقدما فی الزمان علی الفقیہ ابو اللیث قال من اشتغل بالکلام محی اسمہ عن العلماء سبحان اللہ! جب متاخرین کا علم کلام جس کی اصل، اصول عقائد سنت و اسلام ہیں بوجہِ اختلاف فلسفہ وزیاداتِ مزخرفہ، مذموم ٹھہرا۔ اور اس کا مشتغل، لقب عالم کا مستحق نہ ہوا۔ تو خاص فلسفہ و منطق فلاسفہ ودیگر خرافات کا کیا ذکر ہے۔ ولہذا حکم شرعی ہے کہ اگر کوئی شخص علمائے شہر کے لئے کچھ وصیت کر جائے، تو ان فنون کا جاننے والا ہرگز اس میں داخل نہ ہوگا فی الھندیۃ عن المحیط اذا وصی لاھل العلم ببلدۃ کذا فانہ یدخل فیہ اھل الفقہ واھل الحدیث و لا یدخل من یتکلم بالحکمۃ الخ ونقل مثلہ فی شرح الفقہ الاکبر للمتکلمین عن کتب الفتاوی لاصحابنا و سمی منھا الظھریۃ فقیر غفر اللہ تعالی لہ، قرآن حدیث سے صدہا دلائل اس معنی پر قائم کرسکتا ہے کہ مصداقِ فضائل، صرف علوم دینیہ ہیں وبس، ان کے سوا کوئی علم، شرع کے نزدیک علم، نہ آیات و احادیث میں مراد —— اگرچہ عرفِ ناس میں، یا باعتبارِ لغت، اسے علم کہا کریں —— ہاں آلات ووسائل کے لئے حکم مقصود کا ہوتا ہے، مگر اسی وقت تک کہ وہ بقدرِ توسل وتقصد سیکھے جا ئیں۔ اس طور پر وہ بھی موردِ فضائل ہیں: جیسے نماز کے لئے گھر سے جانے والوں کو حدیث میں فرمایا کہ "وہ نماز میں ہے" جب تک نماز کا انتظار کرتا ہے۔ نہ یہ کہ انہیں مقصود قرار دے لیں اور ان کے تشغل میں عمر گزار دیں۔ نحوی، لغوی، ادیب، منطقی، کہ انہیں علوم کا ہو رہے اور مقصودِ اصلی سے کام نہ رکھے، زنہار عالم نہیں کہ جس حیثیت کے صدقے میں انہیں نام ومقامِ علم حاصل ہوتا، جب وہی نہیں، تو یہ اپنی حد ذات میں نہ ان خوبیوں کے مصداق تھے، نہ قیامت تک ہوں۔ ہاں اسے یہ کہیں گے کہ ایک صنعت جانتا ہے۔ جیسے آہن گر ونجار ---- اور فلسفی کے لیے یہ بھی مثال ٹھیک نہیں، کہ لوہار بڑھئی کوان کا فن، دین میں ضرر نہیں پہنچاتا اور فلسفہ تو حرام، مضرِ اسلام ہے۔ اس میں منہمک رہنے والا لقبِ اجہل، بلکہ اس سے زائد کا مستحق ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ہیہات ہیہات ویسے علم سے کیا مناسبت، علم وہ ہے جو مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ ہے۔

● بوجہِ اختلافِ فلسفہ وزیاداتِ مزخرفہ	یعنی فلسفہ میں شدید اختلافات ہونے اور اس کے واہیات وفضول ہونے کے سبب		
● عرفِ ناس	لوگوں کی عادتیں	● آہن گر ونجار	لوہار وبڑھئی
● مشتغل	اس میں مشغول رہنے والا	● وہ بقدرِ توسل وتقصد	یعنی اصل علم سیکھنے کے لئے مقصد اور وسیلہ سمجھ کر
● لقبِ اجہل	سب سے بڑے جاہل ہونے کا لقب	● صدہا دلائل	سینکڑوں دلائل
● موردِ فضائل	یعنی فضیلت ملنے کا مستحق		
● مصداقِ فضائل	جس پر فضائل صادق آئے		
● تشغل	مشغول رہنا		
● ہیہات ہیہات	افسوس افسوس		



تعزیہ داری کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ داری کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب: تعزیہ کی اصل اس قدر تھی کہ روضۂ پر نور، حضور شہزادۂ گلگوں قبا، حسین شہید ظلم و جفا صلوات اللہ تعالی و سلامہ علی جدہ الکریم و علیہ کی صحیح کی نقل بنا کر بہ نیتِ تبرک، مکان میں رکھنا، اس میں شرعاً کوئی حرج نہ تھا کہ تصویر مکانات وغیرہا، ہر غیر جاندار کی بنانا، رکھنا، سب جائز —— اور ایسی چیز میں کہ مسلمان دین کی طرف منسوب ہو کر عظمت پیدا کریں، ان کی تمثال بہ نیتِ تبرک رکھنا، قطعاً جائز جیسے صدہا سال سے طبقہ بطبقہ ائمہ دین و علمائے معتمدین، نعلین شریفین حضور سید الکونین ﷺ کے نقشے بناتے اور ان کے فوائد جلیلہ و منافع جزیلہ میں مستقل رسالے تصنیف فرماتے ہیں۔ جسے اشتباہ ہو امام علامہ تلمسانی کی "فتح المتعال" وغیرہ مطالعہ کرے۔ مگر جہال بے خرد نے اس اصل جائز کو بالکل نیست و نابود کر کے صدہا خرافات وہ تراشیں کہ شریعت مطہرہ سے الامان الامان کی صدائیں آئیں:

اول: تو نفس تعزیہ میں روضہ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی۔ ہر جگہ نئی تراش، نئی گڑھت، جسے اس نقل سے کچھ علاقہ نہ نسبت۔ پھر کسی میں پریاں، کسی میں براق، کسی میں اور بیہودہ طمطراق —— پھر کوچہ بکوچہ، دشت بدشت، اشاعتِ غم کے لئے ان کا گشت، اور ان کے گرد سینہ زنی اور ماتم سازی کی شور افگنی۔ کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے، کوئی مشغول طواف، کوئی سجدہ میں گرا ہے، کوئی ان مایۂ بدعات کو معاذ اللہ! جلوہ گاہِ حضرت امام علیٰ جدہ و علیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک پنی سے مرادیں مانگتا، منتیں مانتا ہے، حاجت روا جانتا ہے۔ پھر باقی تماشے، باجے، تاشے، مردوں عورتوں کا راتوں کو میل اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل، ان سب پر طرہ ہیں —— غرض عشرۂ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اِس شریعت پاک تک، نہایت بابرکت و محل عبادت، ٹھہرا ہوا تھا، ان بیہودہ رسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا۔ پھر وبال ابتداع کا جوش ہوا کہ خیرات کو بھی بطور خیرات نہ رکھا، ریا و تفاخر علانیہ ہوتا ہے۔ پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں، بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے۔ روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں، رزق الٰہی کی بے ادبی ہوتی ہے، پیسے دیتے ہیں، گر کر غائب ہوتے ہیں، مال کی

● منسوب	یعنی اسلام کی طرف نسبت کر کے	● اشتباہ	شبہہ میں پڑنا	● تفاخر	اپنے آپ کو بڑا سمجھنا
● تمثال	نقشہ بنا کر	● جہال بے خرد	جاہل، بے عقل	● اشاعت	شائع کرنا
● طبقہ بطبقہ	یعنی عہد بعہد	● مایۂ بدعات	بدعات کا مجموعہ	● ساختہ تصویریں	فرضی بنائی ہوئی تصویریں
● فوائد جلیلہ و منافع جزیلہ	عظیم فوائد، بے حد منافع	● وبال ابتداع	بدعات کا وبال		



اضاعت ہو رہی ہے، مگر نام تو ہو گیا کہ فلاں صاحب لنگر لٹا رہے ہیں۔ اب بہار عشرہ کے پھول کھلے تاشے، باجے بجتے چلے۔ طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم، بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم، شہوانی میلوں کی پوری رسوم۔ جشن یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ تصویریں بعینہا حضرات شہدائے کربلا رضوان اللہ تعالی علیہم کے جنازے ہیں۔ کچھ نوچ اتار، باقی توڑ تاڑ دفن کر دیئے۔ یہ ہر سال اضاعِ مال کے جرم و وبال، جداگانہ رہے۔ اللہ تعالی صدقے حضرات شہدائے کربلا علیہم الرضوان والثنا کے، ہمارے بھائیوں کو نیکیوں کی توفیق بخشے اور بری باتوں سے توبہ عطا فرمائے۔ آمین۔

اب، کہ تعزیہ داری اس نا مرضیہ کا نام ہے، قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے۔ ہاں اگر اہلِ اسلام جائز طور پر حضرات شہدائے کرام علیہم الرضوان کی ارواح طیبہ کو ایصال ثواب کی سعادت پر اقتصار کرتے، تو کس قدر خوب و محبوب تھا۔ اور اگر نظر و شوقِ محبت میں نقلِ روضہ انور کی بھی حاجت تھی، تو اسی قدر جائز پر قناعت کرتے، کہ صحیح نقل بغرض تبرک و زیارت اپنے مکانوں میں رکھتے اور اشاعت غم و تصنع الم و نوحہ زنی و ماتم کنی و دیگر امور شنیعہ و بدعات قطعیہ سے بچتے، اس قدر میں بھی کوئی حرج نہ تھا۔ مگر اب ایسی نقل میں بھی اہل بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لئے ابتلائے بدعات کا اندیشہ ہے اور حدیث شریف میں آیا اتقوا مواضع التُهَم اور وارد ہو من کان یؤمن باللہ و الیوم الآخر فلا یقف مواقف التهم لہٰذا روضہ اقدس حضور سید الشہداء کی ایسی تصویر بھی نہ بنائے، بلکہ صرف کاغذ کے صحیح نقشے پر قناعت کرے اور اسے بقصد تبرک بے آمیزش منہیات اپنے پاس رکھے۔ جس طرح حرمین محترمین سے کعبہ معظمہ اور روضہ عالیہ کے نقشے آتے ہیں یا دلائل الخیرات شریف میں قبر پرنور کے نقشے لکھے ہیں و السلام علی من اتبع الهدیٰ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

والد پر اولاد کے کس قدر حقوق ہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ باپ پر بیٹے کا کس قدر حق ہے اور وہ ادا نہ کرے، تو اس کے واسطے حکم شرعی کیا ہے۔ مفصل طور پر ارقام فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب: اللہ عزوجل نے اگرچہ والد کا حق ولد پر نہایت اعظم بتایا۔ یہاں تک کہ اپنے حق کے برابر اس کا ذکر فرمایا کہ ان

اضاعِ مال	مال کا برباد کرنا	نامرضیہ	ناپسندیدہ
امور شنیعہ و بدعات قطعیہ	سخت برے کام اور بری بدعتیں	ابتلائے بدعات	بدعتوں میں مبتلا ہونا
اشاعت غم و تصنع الم	غم و الم کا بناوٹی اظہار	بے آمیزش منہیات	حرام کام کی ملاوٹ کے بغیر



اشکرلی و لوالدیک حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا ـــــ مگر ولد کا حق بھی والد پر عظیم رکھا ہے کہ ولد، مطلق اسلام پھر خصوص جوار پھر خصوص قرابت پھر خصوص عیال ان سب کا حقوق جامع ہوکر، سب سے زیادہ خصوصیت خاصہ رکھتا ہے اور جس قدر خصوص بڑھتا جاتا ہے، حق اشد وآکد ہوجاتا ہے۔ علماء کرام نے اپنی کتب جلیلہ مثل "حیاء العلوم" و "عین العلوم" و "مدخل" و "کیمیائے سعادت" و "ذخیرۃ الملوک" وغیرہا میں، حقوق ولد سے نہایت مختصر پر کچھ تعرض فرمایا، مگر میں صرف احادیث مرفوعہ حضور پرنور سید عالم ﷺ کی طرف توجہ کرتا ہوں فضل الٰہی جل واعلیٰ سے امید کہ فقیر کی یہ چند حرفی تحریر ایسی نافع وجامع واقع ہو کہ اس کی نظیر کتب مطولہ میں نہ ملے۔ اس بارے میں جس قدر حدیثیں بحمدہٖ تعالیٰ میرے حافظہ اور نظر میں ہیں، انہیں بالتفصیل مع تخریجات تو ایک رسالہ ہوتا ہے اور غرض صرف افادہ احکام۔ لہٰذا اس دست فقط وہ حقوق کہ یہ حدیثیں ارشاد فرما رہی ہیں، کمال تلخیص واختصار کے ساتھ شمار کروں **و باللہ التوفیق**

(۱) سب سے پہلا حق وجود اولاد سے بھی پہلے یہ ہے کہ آدمی اپنا نکاح کسی رذیل قوم سے نہ کرے کہ بری رگ ضرور رنگ لاتی ہے۔

(۲) دیندار لوگوں میں شادی کرے کہ بچے پر نانا و ماموں کی عادات وافعال کا بھی اثر پڑتا ہے۔

(۳) زنگیوں، حبشیوں میں قرابت نہ کرے کہ ماں کا سیاہ رنگ بچہ کو بدنما نہ کرے۔

(۴) جماع کی ابتداء بسم اللہ سے کرے ورنہ بچے میں شیطان شریک ہوجاتا ہے

(۵) اس وقت شرم گاہ زن پر نظر نہ کرے کہ بچہ کے اندھے ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۶) زیادہ باتیں نہ کرے کہ بچہ کے گونگے یا توتلے ہونے کا خطرہ ہے

(۷) مرد و زن کپڑا اوڑھ لیں جانوروں کی طرح برہنہ نہ ہوں کہ بچہ کے بے حیا ہونے کا خدشہ ہے

(۸) جب پیدا ہو، فوراً سیدھے کان میں اذان، بائیں میں تکبیر کہے کہ خللِ شیطان وام الصبیان سے بچے۔

(۹) چھوہارا وغیرہ کوئی میٹھی چیز چبا کر اس کے منہ میں ڈالے کہ حلاوت، اخلاق کی فال حسن ہے۔



● خصوص جوار	پڑوسی کا حق	● خصوص قرابت	رشتہ داری کا حق
● خصوص عیال	اولاد کا حق	● حق اشد وآکد ہوتا جاتا ہے	حق اور بڑھ جاتا ہے
● کتب مطولہ	ضخیم اور مستند کتابیں	● بالتفصیل مع تخریجات	تفصیلی طور پر حوالوں کے ساتھ
● وجود اولاد	یعنی پیدائش سے پہلے	● افادہ احکام	احکام کا پہنچانا
● ام الصبیان	بچوں کو ہونے والی بیماری	● احادیث مرفوعہ	وہ حدیث جس کی سند حضور ﷺ تک پہنچے
● کمال تلخیص واختصار	نہایت ہی مختصر انداز میں	● شاکی	شکایت کرنے والے

(۱۰) ساتویں (۷) اور نہ ہو سکے تو چودھویں (۱۴) ورنہ اکیسویں (۲۱) دن عقیقہ کرے۔ دختر (لڑکی) کے لئے ایک اور پسر (لڑکا) کے لئے دو ۲ ر کہ اس میں بچہ کو گویا رہن سے چھڑانا ہے

(۱۱) ایک ران دائی کو دے کہ بچہ کی طرف سے شکرانہ ہے۔

(۱۲) سر کے بال اتروائے

(۱۳) بالوں کے برابر چاندی تول کر خیرات کرے۔

(۱۴) سر پر زعفران لگائے

(۱۵) نام رکھے یہاں تک کہ کچے بچے کا بھی جو کم دنوں کا گر جائے، ورنہ اللہ عزوجل کے یہاں شاکی ہوگا

(۱۶) برا نام نہ رکھے کہ فال بد ہے۔

(۱۷) عبداللہ، عبدالرحمٰن، احمد، حامد وغیرہ۔ یا انبیاء اولیاء یا اپنے بزرگوں میں جو نیک لوگ گزرے ہوں، ان کے نام پر نام رکھے کہ موجب برکت ہے، خصوصا نام پاک محمد ﷺ کہ اس مبارک نام کی بے پایاں برکتیں بچہ کے دنیاو آخرت میں کام آتی ہیں

(۱۸) جب محمد نام رکھے تو اس کی تعظیم وتکریم کرے۔

(۱۹) مجلس میں اس کے لئے جگہ چھوڑے۔

(۲۰) مارنے، برا کہنے میں احتیاط رکھے۔

(۲۱) جو مانگے بروجہ مناسب دے

(۲۲) پیار میں چھوٹے لقب، بے قدر نام نہ رکھے کہ پڑا ہوا نام مشکل سے چھوٹتا ہے۔

(۲۳) ماں، خواہ نیک دایہ، نمازی، صالحہ، شریف القوم سے دو سال تک دودھ پلوائے

(۲۴) رذیل یا بدفال عورت کے دودھ سے بچائے کہ دودھ طبیعت کو بدل دیتا ہے۔

(۲۵) بچہ کا نفقہ، اس کی حاجت کے سب سامان مہیا کرنا خود واجب ہے۔ جن میں حفاظت بھی داخل

(۲۶) اپنے حوائج وادائے واجبات شریعت سے جو کچھ بچے، اس میں عزیزوں قریبوں محتاجوں غریبوں سب سے پہلے حق،

- بروجہ مناسب: مناسب طور پر
- اپنے حوائج وادائے واجبات شریعت: اپنی ضروریات اور شریعت کے واجب کردہ اعمال ادا کرنے بعد



عیال واطفال کا ہے،جوان سے بچے وہ اوروں کو پہنچے

(۲۷) بچہ کو پاک کمائی سے پاک روزی دے، کہ ناپاک مال ناپاک ہی عادتیں لاتا ہے

(۲۸) اولاد کے ساتھ تنہا خوری نہ برتے، بلکہ اپنی خواہش کو ان کی خواہش کا تابع رکھے۔جس اچھی چیز کو ان کا جی چاہے، انہیں دے کر،ان کے طفیل میں آپ بھی کھائے۔زیادہ نہ ہو تو انہیں کو کھلائے

(۲۹) خدا کی ان امانتوں کے ساتھ مہر ولطف کا برتاؤ رکھے۔انہیں پیار کرے۔بدن سے لپٹائے۔کندھے پر چڑھائے۔

(۳۰) ان کے ہنسنے کھیلنے کی باتیں کریں۔ان کی دل جوئی،دل داری،رعیت ومحافظت ہر وقت حتی کہ نماز وخطبہ میں بھی ملحوظ رکھے۔

(۳۱) نیا میوہ، نیا پھل، پہلے انہیں کو دے کہ وہ بھی تازے پھل ہیں۔نئے کو نیا مناسب ہے۔

(۳۲) کبھی کبھی حسب ضرورت انہیں شیرینی وغیرہ کھانے، پہننے، کھیلنے، کی اچھی چیز کہ شرعاً جائز ہے، دیتا رہے۔

(۳۳) بہلانے کے لئے جھوٹا وعدہ نہ کرے، بلکہ بچہ سے بھی وہی وعدہ جائز ہے،جس کو پورا کرنے کا قصد رکھتا ہو۔

(۳۴) اپنے چند بچے ہوں تو جو چیز دے،سب کو برابر ویکساں دے۔ایک کو دوسرے پر فضیلت دینی ترجیح نہ دے۔

(۳۵) سفر سے آئے،توان کے لئے کچھ تحفے ضرور لائے۔

(۳۶) بیمار ہوں تو علاج کرائے۔

(۳۷) حتی الامکان سخت وموذی علاج سے بچائے۔

(۳۸) زبان کھلتے ہی اللہ اللہ پھر پورا کلمہ لا الٰہ الا اللہ پھر پورا کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سکھائے۔

(۳۹) جب تمیز آئے،آداب سکھائے۔کھانے پینے ہنسنے بولنے اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے،حیا،لحاظ،بزرگوں کی تعظیم،ماں باپ،استاد اور دختر کو شوہر کی بھی اطاعت کے طرق وآداب بتائے۔

(۴۰) قرآن مجید پڑھائے۔

(۴۱) استاذ،نیک صالح متقی،صحیح العقیدہ،سن رسیدہ کے سپرد کرے اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے۔



- باعث بقائے ایمان : ایمان باقی رہنے کا سبب
- تہدید وتخویف : ڈرانا دھمکانا
- سلامت صدر ولسان : زبان ودل کی سلامتی
- قانع : یعنی کام چلاتا ہے
- عُجب : گھمنڈ،تکبر
- بلائے عقوق : نافرمانی کی مصیبت
- رذائل : بری عادتیں
- یار بد مار بد سے بدتر : برا دوست زہریلے سانپ سے زیادہ خطرناک ہے
- کتب عشقیہ وغزلیات فسقیہ : مجازی عشق ومحبت کی کہانیوں اور اخلاق وعادات بگاڑنے والے اشعار سے محفوظ رکھے۔اسی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب ان کتابوں کے پڑھنے کی ممانعت ہے تو ٹی وی اور موبائل سے بچنا کتنا ضروری ہے جس سے گھر کا گھر تباہ ہو رہا ہے۔
- چشم نمائی : کڑی نگاہ رکھے
- مکر زنان : عورتوں کی مکاریاں
- رعایت قوم ودین : یعنی رشتہ میں دین داری اور کفو کا خیال رکھے

(۴۲) بعد ختمِ قرآن، ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔

(۴۳) عقائد اسلام وسنت سکھائے کہ لوحِ سادہ فطرت اسلامی وقبول حق پر مخلوق ہے۔اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہوگا۔

(۴۴) حضور اقدس رحمت عالم ﷺ کی محبت وتعظیم ان کے دل میں ڈالے کہ اصل ایمان، عین ایمان ہے۔

(۴۵) حضور پر نور ﷺ کے آل واصحاب واولیاء وعلماء کی محبت وعظمت تعلیم کرے کہ اصل سنت وزیور ایمان بلکہ باعث بقائے ایمان ہے۔

(۴۶) سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کردے۔

(۴۷) علم دین، خصوصاً وضو، غسل، نماز وروزہ کے مسائل، توکل، قناعت، زُہد، اِخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا، سلامتِ صدر ولسان وغیرہا خوبیوں کے فضائل، حرص وطمع، حُبِ دنیا وحُبِ جاہ، ریا، عُجب، تکبر، خیانت، کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ وغیرہا برائیوں کے رذائل پڑھائے۔

(۴۸) پڑھانے سکھانے میں رفق ونرمی ملحوظ رکھے۔

(۴۹) موقع پر چشم نمائی، تہدید کرے، مگر کوسنا نہ دے، کہ اس کا کوسنا ان کے لئے سبب اصلاح نہ ہوگا بلکہ اور زیادہ افساد کا اندیشہ ہے۔

(۵۰) مارے تو منھ پر نہ مارے۔

(۵۱) اکثر اوقات تہدید وتخویف پر قانع رہے۔کوڑا، قمچی اس کے پیش نظر رکھے کہ دل میں رعب رہے۔

(۵۲) زمانہ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی دے کہ طبیعت نشاط پر باقی رہے۔

(۵۳) مگر زنہار زنہار بری صحبت میں نہ بیٹھنے دے، کہ یار بد مار بد سے بدتر ہے۔

(۵۴) نہ ہرگز ہرگز "بہار دانش، مینا بازار، مثنوی غنیمت" وغیرہا کتب عشقیہ وغزلیات فسقیہ دیکھنے دے، کہ نرم لکڑی جدھر جھکائے جھک جاتی ہے۔صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ لڑکیوں کو سورہ یوسف شریف کا ترجمہ نہ پڑھایا جائے کہ اس میں مکرِ زنان کا ذکر فرمایا ہے۔پھر بچوں کو خرافات شاعرانہ میں ڈالنا کب بجا ہوسکتا ہے۔

(۵۵) جب دس برس کا ہو نماز مار کر پڑھائے۔

(۵۶) اس عمر سے اپنے خواہ کسی کے ساتھ نہ سلائے۔جدا بچھونے، جدا پلنگ پر، اپنے پاس رکھے۔



● بندش کردے	بند کردے	● جدال ونزاع	لڑائی جھگڑا
● زنداں	قید خانہ	● جبر حاکم وچارہ جوئی	حاکم کی سختی اور انصاف مانگنے کی گنجائش
● بالاخانوں	مکان کی اوپری منزل	● مرورِ عدت	عدت گزرنے کے بعد
● احادیث مرفوعہ	جس حدیث کی سند حضور ﷺ تک پہنچی ہوئی ہو		

(۵۷) جب جوان ہو شادی کردے۔ شادی میں وہی رعایتِ قوم و دین و سیرت و صورت، ملحوظ رکھے۔
(۵۸) اب جو ایسا کام کہنا ہو، جس میں نافرمانی کا احتمال ہو، اسے امر و حکم کے صیغہ سے نہ کہے، بلکہ برفق و نرمی بطور مشورہ کہے، کہ وہ بلائے عقوق میں نہ پڑ جائے۔
(۵۹) اسے میراث سے محروم نہ کرے، جیسے بعض لوگ اپنے کسی وارث کو نہ پہنچنے کی غرض سے کل جائداد، دوسرے وارث یا کسی غیر کے نام لکھ دیتے ہیں۔
(۶۰) اپنے بعد مرگ بھی ان کی فکر رکھے۔ یعنی کم سے کم دو تہائی ترکہ چھوڑ جائے۔ ثلث سے زیادہ خیرات نہ کرے۔ یہ ساٹھ (۶۱) حق تو پسر و دختر سب کے ہیں بلکہ دو ۲ ر حق اخیر میں سب وارث شریک اور خاص پسر کے حقوق سے ہے کہ اسے لکھنا پیرنا، سپہ گری سکھائے، ۔ سورہ مائدہ کی تعلیم دے۔ اعلان کے ساتھ اس کا ختنہ کرے۔

خاص دختر کے حقوق سے ہے کہ اس کے پیدا ہونے پر ناخوشی نہ کرے، بلکہ نعمت الہیہ جانے۔ اسے سینا پرونا کاتنا کھانا پکانا سکھائے۔ سورہ نور کی تعلیم دے۔ لکھنا ہرگز نہ سکھائے کہ احتمال فتنہ ہے (یہاں حاشیہ لگانا ہے) بیٹوں سے زیادہ دل جوئی و خاطر داری رکھے کہ ان کا دل بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ دینے میں انہیں اور بیٹوں کو کانٹے کی تول برابر رکھے۔ جو چیز دے، پہلے انہیں دے کر بیٹوں کو دے۔ نو ۹ ر برس کی عمر سے نہ اپنے پاس سلائے نہ بھائی وغیرہ کے ساتھ سونے دے۔ اس عمر سے خاص نگہداشت شروع کرے۔ شادی برات میں جہاں گانا ناچ ہو، ہرگز نہ جانے دے۔ اگرچہ خاص اپنے بھائی کے یہاں ہو کہ گانا سخت سنگین جادو ہے۔ اور ان نازک شیشوں کو تھوڑی ٹھیس بہت ہے۔ بلکہ ہنگاموں میں جانے کی مطلق بندش کرے۔ گھر کو اس پر زنداں کردے۔ بالا خانوں پر نہ رہنے دے۔ گھر میں لباس و زیور سے آراستہ کرے کہ پیام رغبت کے ساتھ آئیں۔ جب کفو ملے، نکاح میں دیر نہ کرے۔ حتی الامکان بارہ برس کی عمر میں بیاہ دے۔ زنہار زنہار کسی فاسق، فاجر، خصوصاً بد مذہب کے نکاح میں نہ دے۔ یہ اسی (۸۰) حق ہیں کہ اس وقت کی نظر میں احادیث مرفوعہ سے خیال میں آئے۔ ان میں اکثر تو مستحبات ہیں، جن کے ترک پر اصلاً مواخذہ نہیں اور بعض پر آخرت میں مطالبہ ہو۔ مگر دنیا میں بیٹے کے لئے باپ پر گرفت و جبر نہیں، نہ بیٹے کو جائز کہ باپ سے جدال و نزاع کرے، سوا چند حقوق کے کہ ان میں جبر حاکم و چارہ جوئی و اعتراض کو دخل ہے:

اول نفقہ: کہ باپ پر واجب ہو اور وہ نہ دے تو حاکم جبراً مقرر کرے گا۔ نہ مانے تو قید کیا جائے گا۔



● بعد تعلق حق ورثہ	وارثین کا حق ثابت ہونے کے بعد	● مورث	ورثہ چھوڑنے والا
● مہر مثل	جو بیاہی جانے والی لڑکی کے گھر کی خواتین کا مہر ہو	● غیبت	غیر حاضری میں
● غبن فاحش	کھلا دھوکہ، دغابازی	● باندی	نوکرانی
● موجب عار	شرمندگی کا سبب		

دوم رضاعت: کہ ماں کو دودھ نہ ہو، تو دائی رکھنا، بے تنخواہ نہ ملے، تو تنخواہ دینا واجب —— اور نہ دے، تو جبراً لی جائے گی، جب کہ بچہ کا اپنا مال نہ ہو۔ یونہیں ماں، بعد طلاق ومرور عدت بے تنخواہ، دودھ نہ پلائے، تو اسے بھی تنخواہ دی جائے گی۔ کما فی الفتح ورد المحتار وغیرھما

سوم حضانت: کہ لڑکا سات ۷ برس، لڑکی نو ۹ برس کی عمر تک جن عورتوں مثلاً ماں، نانی، دادی، خالہ، پھوپھی کے پاس رکھی جائے گی، اگر ان میں کوئی بے تنخواہ نہ مانے اور بچہ فقیر اور باپ غنی ہے، تو جبراً تنخواہ دلائی جائے گی۔ کما اوضحہ فی رد المحتار

چہارم (حفظ وصیانت) بعد انتہائے حضانت بچہ کو اپنے حفظ وصیانت میں لینا باپ پر واجب ہے۔ اگر نہ لے گا، حاکم جبر کرے گا کما فی رد المحتار عن شرح الجمیع

پنجم (بقائے ترکہ) ان کے لئے ترکہ باقی رکھنا کہ بعد تعلقِ حقِ ورثہ یعنی بحالت مرض الموت، مورث اس پر مجبور ہوتا ہے یہاں تک کہ ثلث سے زائد میں اس کی وصیت بے اجازت ورثہ نافذ نہیں۔

ششم اپنے بالغ بچے، پسر، خواہ دختر کو غیر کفو سے بیاہ دینا، یا مہر مثل میں غبن فاحش کے ساتھ مثلاً دختر کا مہر مثل ہزار ہے پانچ سو پر نکاح کر دیا۔ یا بہو کا مہر مثل پانچ سو ہے، ہزار باندھ لینا۔ یا پسر کا نکاح کسی باندی سے یا کسی ایسے شخص سے جو مذہب یا نسب یا پیشہ یا افعال یا مال میں وہ نقص رکھتا ہو جس کے باعث اس سے نکاح موجب عار ہو۔ ایک بار تو باپ کا کیا ہوا ایسا نکاح نافذ ہوتا ہے، جب کہ نشہ میں نہ ہو۔ مگر دوبارہ اپنے کسی نابالغ بچے کا ایسا نکاح کرے گا تو اصلاً صحیح نہ ہوگا۔

ہفتم: ختنہ میں بھی ایک صورت جبر کی ہے کہ اگر کسی شہر کے لوگ چھوڑ دیں، سلطان اسلام انہیں مجبور کرے گا۔ نہ مانیں گے تو ان پر جہاد فرمائے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

شاگرد پر استاذ کے کیا حقوق ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاگرد کے ذمہ استاذ ومعلم کے حقوق کس قدر ہیں اور اس کے ادا نہ ہونے میں کیا مواخذہ ہوگا اور استاد کے احکام کی نافرمانی میں شاگرد کی نسبت کیا حکم ہے اور اس مسئلہ میں کہ شاگردات



● بکمال عاجزی وزاری	بہت ہی عجز وانکساری کے ساتھ	● غیر محارم	جن سے شادی حرام نہ ہو
● مباحات	کسی کام کا جائز ہونا	● آثار بلوغ	بالغ ہونے کے آثار
● واجبات شرعیہ	جسے شریعت نے ضروری قرار دیا ہو		

کا پردہ استاد سے بعد بلوغ ہونا چاہئے یا قبل بلوغ بھی۔ **بینوا توجروا**

سوال: فتاویٰ ''عالمگیری'' میں ''وجیز امام حافظ الدین کردری'' سے ہے قال الزندویسی حق العالم علی الجاهل و حق الاستاذ علی التلمیذ واحد علی السواء و هو ان لا یفتح بالکلام قبله و لا یجلس مکانه و ان غاب و لا یرو علی کلامه و لا یتقدم علیه فی مشیه یعنی امام زندویستی نے فرمایا کہ عالم کا جاہل پر اور استاذ کا شاگرد پر یکساں حق ہے۔ اور وہ یہ کہ اس سے پہلے بات نہ کرے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کی غیبت میں بھی نہ بیٹھے اور چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے۔ اسی میں ''غرائب'' سے ہے ینبغی للرجل ان یرا عی حقوق استاذه و آدابه لا یبخل بشئی من ماله آدمی کو چاہئے کہ اپنے استاذ کے حقوق واجب کا لحاظ رکھے۔ اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے۔ یعنی جو کچھ اسے درکار ہو، بخوشی خاطر حاضر کرے اور اس کے قبول کر لینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔ اسی میں ''تاتارخانیہ'' سے ہے یقدم حق معلمه علی حق ابویه و سائر مسلمین و یتواضع لمن علمه خیرا و لو حرفا و لا ینبغی ان یخذله و لا یستاثر علیه احدا فان فعل ذالك فقد فصم عروة من عری السلام و من اجلاله ان لا یقرع بابه بل ینتظر خروجه یعنی استاد کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے اور جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو، اس کے لئے تواضع کرے اور لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے۔ اپنے استاد پر کسی کو ترجیح نہ دے، اگر ایسا کرے گا تو اس نے اسلام کے رشتوں سے ایک رسی کھول دی ——— اور استاد کی تعظیم سے ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہو تو اس کے دروازے پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے۔ قال الله تعالی ان الذین ینا دونك من وراء الحجرات اکثرهم لا یعقلون و لو انهم صبروا حتی تخرج الیهم لکان خیرا لهم والله غفور رحیم۔ عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاذ علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پرنور علیہ السلام ہے۔ ہاں اگر وہ کسی خلاف شرع بات کا حکم کرے، ہرگز نہ مانے کہ لا طاعة لاحد فی معصیة الله تعالی یعنی خدا کی نافرمانی میں کسی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ مگر اس نہ ماننے میں گستاخی اور بے ادبی سے پیش نہ آئے فان المنکر لا یزال بمنکر اس لئے کہ ناپسندیدہ عمل ناپسندیدگی سے دور نہیں کیا جائے گا۔ نافرمانی احکام کا جواب اس تقریر سے واضح ہو گیا۔ اس کا وہ حکم کہ خلاف



● موکد	بہت ضروری
● قرب بلوغ وکمال اشتہا	بالغ ہونے کے قریب اور بہت زیادہ شہوت جاگنے والا
● محرم	حج وعمرہ کرنے والا جس نے احرام باندھ رکھا ہو
● قبل انذار وتحذیر	ڈرانے دھمکانے سے پہلے

شرع ہو مستثنیٰ کیا جائے گا۔ بکمال عاجزی وزاری معذرت کرے اور بچے——— اور اگر اس کا حکم مباحات میں ہے، تو حتی الوسع اس کی بجا آوری میں اپنی سعادت جانے۔

علماء فرماتے ہیں جس سے اس کے استاد کو کسی طرح کی ایذا پہنچی، وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا اور اگر اس کے احکام واجبات شرعیہ ہیں جب تو ظاہر ہے کہ ان کا لزوم دوبارہ ہو گیا، ان میں اس (استاذ) کی نافرمانی، صریح راہ جہنم ہے۔ **والعیاذ باللہ تعالیٰ**——— رہا پردہ، اس میں استاد و غیر استاد، عالم و غیر عالم، پیر، سب برابر ہیں۔ نو ۹/ برس سے کم کی لڑکی کو پردہ کی حاجت نہیں اور جب پندرہ برس کی ہو سب غیر محارم سے پردہ واجب اور نو ۹/ سے پندرہ ۱۵/ تک اگر آثار بلوغ ظاہر ہوں، تو واجب اور ظاہر نہ ہوں تو مستحب۔ خصوصاً بارہ ۱۲/ برس کے بعد بہت موکد کہ یہ زمانہ قرب بلوغ و کمال اشتہا کا ہے **و من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل** جو زمانے کے احوال سے واقف نہ ہو وہ جاہل ہے۔
نسأل اللہ تعالیٰ العفو والعافیۃ واللہ تعالیٰ اعلم

سانپ کا قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سانپ کا قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب: سانپ کا قتل مستحب ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کے قتل کا حکم کیا ہے، یہاں تک کہ اس کے قتل کی حرم میں اور محرم کو بھی اجازت ہے اور جو خوف سے چھوڑ دے، اس کے لئے لفظ **لیس منی** (یعنی وہ مجھ میں سے نہیں) حدیث میں وارد۔ **فی صحیح البخاری قال عبد اللہ بینا نحن مع رسول اللہ فی غار اذ نزلت علیہ "والمرسلٰت" فالتلقینا ھا من فیہ وان فاھالرطب بھا وخرجت حیۃ فقال رسول اللہ ﷺ اقتلوھا قال فابتدرنا ھا فسبقتنا قال فقال و قیت شرکم کما وقیتم شرھا** (یعنی ہم ایک دفعہ حضور ﷺ کے ساتھ غار میں تھے جب آپ پر سورہ مرسلٰت نازل ہوئی ہم نے اسی وقت اسے لے لیا جب کہ اس وقت آپ کا مبارک دہن اس سے تر و تازہ تھا پھر اچانک وہاں سانپ نکلا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم فرمایا ہم نے اس کے مارنے میں سبقت کی مگر وہ بھاگ گیا آپ نے فرمایا وہ تم سے بچ گیا اور تم اسکے شر سے بچ گئے) اور اسی کے مثل امام نسائی نے روایت کیا۔ لیکن قتل اس سانپ کا کہ سپید رنگ ہے اور سیدھا چلتا ہے یعنی چلنے میں بل



- نہ مال تمیز — یعنی حلال وحرام کا فرق نہ معلوم
- کبود رنگ، کوتاہ دم — نیلا رنگ اور چھوٹے دم والا
- زن حاملہ — وہ عورت جو امید سے ہو، حمل والی
- ساقط — گر جائے
- نہ مستحق معلوم — یعنی نہیں معلوم کہ کس کا مال ہے

نہیں کھاتا قبل انذار وتحذیر کے ممنوع ہے۔ فی سنن ابی داؤد عن رسول اللہ ﷺ اقتلوا الحیات کلھا الا الجان الابیض الذی کانہ قضیب فضہ (یعنی تمام قسم کے سانپ مارڈالو مگر وہ سفید سانپ جو اس طرح نظر آئے کہ گویا وہ چاندی کی چھڑی ہے) و روی الزیلعی عنہ ﷺ اقتلوا ذالطفیتین و الا بتر و ایاکم و الحیۃ البیضاء فانھا من الجن (آپ نے فرمایا جس سانپ کی پیٹھ پہ دو سفید خط ہوں یا وہ چھوٹی دم والا ہو اسے مارڈالو لیکن سفید انپ کے مارنے سے پرہیز کرو اس لئے کہ وہ جنات میں سے ہے و فی الترمذی قال عبد اللہ بن مبارک انما یکرہ من قتل الحیات الحیۃ التی تکون دقیقۃ کانھا فضۃ و لا تلتوی فی مشیۃ (اس سانپ کو مارڈالنا جو مکروہ ہے جو باریک ہے جو دیکھنے میں چاندی کی طرح ہے اور بل کھاتے ہوئے نہیں چلتا) اور اسی طرح وہ سانپ جو مدینہ کے گھروں میں رہتے ہیں بے انذار وتحذیر کے نہ قتل کئے جائیں مگر ''ذوا لطفیتین'' کہ اس کی پیٹھ پر دو خط سپید ہوتے ہیں اور ''ابتر'' کہ ایک قسم ہے سانپ کی، کبود رنگ کوتاہ دم اور ان دونوں قسم کے سانپوں کا خاصہ ہے کہ جن کی آنکھ پر ان کی نگاہ پڑے، اندھا ہو جائے۔ زن حاملہ اگر انہیں دیکھ لے، حمل ساقط ہو کہ اس طرح کے سانپ اگر مدینہ کے گھروں میں بھی رہتے ہوں تو ان کا مارنا بے انذار کے جائز ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

ترکہ کا حرام مال اولاد کے لئے حلال ہے یا نہیں؟

سوال: باپ نے سود وغیرہ حرام مال چھوڑ کر انتقال کیا، اب وہ مال لڑکے کے واسطے حلال ہوگا یا نہیں۔ لڑکا حرام خوری میں نا راض تھا۔

الجواب: جس جس شخص کی نسبت معلوم ہو کہ فلاں سے اتنا مال سود، یا رشوت یا غصب یا چوری میں اس کے باپ نے لیا تھا، اس پر فرض ہے کہ ترکہ سے اتنا اتنا مال ان لوگوں یا ان کے وارثوں کو واپس دے۔ اگرچہ وہ مال بعینہ جدا نہ معلوم ہو۔ جو ان ناجائز طریقوں سے لیا۔ اور جس مال کی نسبت بعینہ معلوم ہو کہ یہ خاص وہی مالِ حرام ہے، تو فرض ہے کہ اسے مالِ غیر وغصب سمجھے، اگرچہ وہ لوگ معلوم نہ ہوں جن سے لیا تھا پھر بحالتِ علم ان مستحقوں یا ان کے وارثوں کو دے۔ ورنہ ان کی نیت سے فقراء پر تصدق کرے اور اگر اجمالاً صرف اتنا معلوم ہو کہ ترکہ میں مال حرام بھی ملا ہے مگر نہ مال متمیز نہ مستحق معلوم تو دیانۃً افضل احتراز اور حکمِ جواز۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**



- سعی بجالانا: کوشش کرنا
- عشر: یعنی کھیت کی پیداوار پر جسے خود سے سینچا ہو، دسواں حصہ نکالنا

بعد وفات والدین کے حقوق اولاد پر کیا ہیں؟

سوال: ما قولکم رحمکم الله تعالیٰ اندریں مسئلہ (اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر رحم فرمائے، اس مسئلہ میں آپ کا کیا فرمانا ہے) کہ وفات کے بعد والدین کے اولاد پر کیا حقوق ہیں۔ **بینوا بالکتاب، توجروا بالثواب**

الجواب:

(۱) سب سے پہلا حق بعد موت، ان کے جنازے کی تجہیز، غسل وکفن ونماز ودفن ہے۔ اور ان کاموں میں سنن ومستحباب کی رعایت، جس سے ان کے لئے ہر خوبی وبرکت ورحمت ووسعت کی امید ہو۔

(۲) ان کے لئے دعاء واستغفار ہمیشہ کرتے رہنا اس سے کبھی غفلت نہ کرنا۔

(۳) صدقہ وخیرات واعمال صالحات کا ثواب انہیں پہنچاتے رہنا، حسب طاقت اس میں کمی نہ کرنا۔ اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی نماز پڑھنا۔ اپنے روزوں کے ساتھ ان کے واسطے بھی روزے رکھنا بلکہ جو نیک کام کرے سب کا ثواب انہیں اور سب مسلمانوں کو بخش دینا کہ ان سب کو ثواب پہنچ جائے گا اور اس کے ثواب میں کمی نہ ہوگی، بلکہ بہت ترقیاں پائے گا۔

(۴) ان پر کوئی قرض کسی کا ہو، تو اس کی ادا میں حد درجہ کی جلدی وکوشش کرنا اور اپنے مال سے ان کا قرض ادا ہونے کو دونوں جہاں کی سعادت سمجھنا، آپ قدرت نہ ہو تو اور عزیزوں، قریبوں پھر باقی اہل خیر سے اس کی ادا میں امداد لینا

(۵) ان پر کوئی فرض رہ گیا تو بقدر قدرت اس کی ادا میں سعی بجالانا۔ حج نہ کیا ہو تو خود ان کی طرف سے حج کرنا یا حج بدل کرانا۔ زکوٰۃ یا عشر کا مطالبہ ان سے رہا، تو اسے ادا کرنا۔ نماز یا روزہ باقی ہو، تو اس کا کفارہ دینا۔ وعلیٰ ھذا القیاس ہر طرح ان کی برأتِ ذمہ میں جدو جہد کرنا

(۶) انہوں نے جو وصیت جائزہ شرعیہ کی ہو حتی الامکان اس کے نفاذ میں سعی کرنا، اگرچہ شرعاً اپنے اوپر لازم نہ ہو، اگرچہ اپنے پر بار ہو۔ مثلاً وہ نصف جائداد کی وصیت اپنے کسی عزیز غیر وارث یا اجنبی محض کیلئے کر گئے، تو شرعاً تہائی مال سے زیادہ میں بے اجازت وارثان نافذ نہیں مگر اولاد کو مناسب ہے کہ ان کی وصیت ماننے اور ان کی خوشی پوری کرنے کو اپنی خواہش پر مقدم جانے۔

● حرج شرعی	شرعی مجبوری
● مدام تر	ہمیشہ
● نکوئی	بھلائی، نیکی



(۷) ان کی قسم بعد مرگ بھی سچی ہی رکھنا۔ مثلاً ماں یا باپ نے قسم کھائی تھی کہ میرا بیٹا فلاں جگہ نہ جائے گا یا فلاں سے نہ ملے گا یا فلاں کام کرے گا، تو ان کے بعد یہ خیال نہ کرنا کہ اب وہ تو ہیں نہیں، ان کی قسم کا کیا خیال—نہیں، بلکہ اس کا ویسا ہی پابند رہنا، جیسا ان کی حیات میں رکھا، جب تک کوئی حرج شرعی مانع نہ ہو اور کچھ قسم ہی پر موقوف نہیں، ہر طرح امور جائزہ میں بعد مرگ بھی ان کی مرضی کا پابند رہنا۔

(۸) ہر جمعہ کو ان کی زیارت قبر کیلئے جانا، وہاں یٰسین شریف، ایسی آواز سے کہ وہ سنیں، پڑھنا۔ اور اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچانا۔ راہ میں جب کبھی ان کی قبر آئے، بے سلام وفاتحہ نہ گزرنا۔

(۹) ان کے رشتہ داروں کے ساتھ عمر بھر نیک سلوک کئے جانا۔

(۱۰) ان کے دوستوں سے دوستی نبھانا، ہمیشہ ان کا اعزاز واکرام رکھنا۔

(۱۱) کبھی کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر جواب میں انہیں برا نہ کہلوانا۔

(۱۲) سب میں سخت تر و عام تر و مدام تر یہ حق ہے کہ کبھی کوئی گناہ کر کے انہیں قبر میں رنج نہ پہنچانا۔ (کیوں کہ) اس کے سب اعمال کی خبر ماں باپ کو پہنچتی ہے۔ نیکیاں دیکھتے ہیں، تو خوش ہوتے ہیں۔ ان کا چہرا فرحت سے چمکتا اور دمکتا رہتا ہے اور گناہ دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں اور ان کے قلب پر صدمہ ہوتا ہے۔ ماں باپ کا یہ حق نہیں کہ قبر میں بھی انہیں رنج پہنچائے۔ وہ اللہ غفور الرحیم، عزیز، کریم، **جل جلالہ** صدقہ، اپنے حبیب رؤف ورحیم **علیہ وعلی اٰلہ افضل الصلاۃ والتسلیم** کا ہم سب مسلمانوں کو نیکیوں کی توفیق دے۔ گناہوں سے بچائے۔ ہمارے اکابر کی قبروں میں نور وسرور پہنچائے، کہ وہ قادر ہے اور ہم عاجز— وہ غنی ہے ہم محتاج۔ وحسبنا اللہ و نعم الو کیل نعم المولی ونعم النصیر ولاحولا ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالی علی الشفیع الرفیع العفو الکریم الرؤف الرحیم سیدنا محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین آمین والحمد للہ رب العلمین۔

اب وہ حدیثیں جن سے فقیر نے یہ حقوق استخراج کئے، ان میں سے بعض بقدر کفایت ذکر کروں۔

حدیث (۱) کہ ایک انصاری **رضی اللہ تعالی عنہ** نے خدمت اقدس حضور پر نور سید عالم ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کی، یا رسول اللہ! ماں باپ کے انتقال کے بعد کوئی طریقہ ان کے ساتھ نکوئی کا باقی ہے، جسے میں بجالاؤں؟ فرمایا نعم

● بزرگ داشت   خدمت گزاری، مہمان داری



اربعة الصلاة علیهما والاستغفار بهما و انفاذ عهدهما من بعدهما و اکرام صدیقهما و صلة الرحم التی لا رحم لك الا من قبلها فهذا الذی بقی من برهما بعد موتهما ہاں چار باتیں ہیں، ان پر نماز، ان کے لئے دعاء مغفرت، ان کی وصیت نافذ کرنا اور ان کے دوستوں کی بزرگ داشت اور جو رشتہ صرف انہیں کی جانب سے ہو نیک برتاؤ سے انہیں قائم رکھنا، یہ وہ نکوئی ہے کے ان کے موت کے بعد ان ساتھ کرنی باقی ہے (چیک کرنا ہے)

کسی ولی کی قبر کو بوسہ دینا کیسا؟

سوال: ہمارے سنی حنفی علماء کثرهم الله تعالی و ابقاهم الی یوم الجزاء اس میں کیا فرماتے ہیں کہ خالد نے زید سے سوال کیا کہ کسی ولی کی قبر شریف کو بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ زید نے جواب دیا، اس میں علماء کا اختلاف ہے بعضے ناجائز فرماتے ہیں اور بعضے جائز کہتے ہیں۔ لیکن جواز ان کا قولاً وفعلاً بہت سے اکابر سے منقول ہے۔ "مطالب المومنین" میں ہے۔ بسند جید وارد ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ جب شام سے مزار اقدس کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو روتے تھے اور اپنے چہرہ مبارک کو لٹاتے، یعنی مزار اقدس سے ملتے تھے اور مسند امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ میں ہے کہ ایک روز مروان نے ایک شخص کو مزار اقدس پر منہ رکھے ہوئے دیکھا تو کہا کہ اے شخص! تو جانتا ہے کہ کیا کرتا ہے؟ پھر نزدیک آکر دیکھا تو ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ تھے۔ "خلاصۃ الوفا" میں ہے کہ حضرت امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص تبرکا منبر شریف کو بوسہ دے اور ہاتھ لگائے مزار اقدس کے ساتھ بھی ثواب کی امید پر ایسا ہی کرے تو فرمایا "کوئی حرج نہیں ہے" اور فتاوی عالم گیری میں ہے لا باس بتقبیل قبر والدیه اور عینی وشرح بخاری میں ہے ان تقبیل الا ما کن الشریفة علی قصد التبرك و کذالك تقبیل ایدی الصالحین و ارجلهم فهو حسن محمود باعتبار القصد والنیة اور شاہ عبد العزیز صاحب کا اپنے باپ دادا کی قبروں کو بوسہ دینا "بوارق محمدیہ" میں منقول ہے۔ باقی رہا عدم جواز سو بعضے اس کی علت اس کا عادت نصاریٰ سے ہونا بتاتے ہیں اور بعضے اس کا مسنون ہونا فرماتے ہیں۔



- حکم شبہ: شبہ کا حکم
- شنبہ: سنیچر
- کتب فقہ: فقہی کتابیں
- مصرح: صراحت کے ساتھ
- لمس و تقبیل: چھونا اور بوسہ دینا
- داعی و مانع کے درمیان دائر: یعنی بوسہ کی طرف بلانے اور اس کام سے روکنے کے درمیان دائر ہے
- احوط: زیادہ احتیاط
- تقبیل: بوسہ دینا
- جدار مزار انور: حضور ﷺ کے مزار پاک کی دیوار

تو پہلی (صورت) میں تو یہ ہے کہ یہ مسئلہ شرعی ہے۔ جب ہمارے اور غیر کے درمیان کسی امر میں کچھ فرق ہو گیا تو حکمِ تشبہ باطل ہوتا ہے۔ تنہا عاشورے کا روزہ نیز روز شنبہ کے روزے کا مکروہ ہونا اور نویں یا گیارہویں اور جمعہ یا یکشنبہ کا ملا دینے سے بلا کراہت جائز ہونا، اسی طرح اہل مصیبت کے لوگوں کی تعزیت کے لئے آنے کی غرض سے گھر کے دروازے پر بیٹھنے کا مکروہ ہونا اور گھر کے اندر بیٹھنے کا بلا کراہت جائز ہونا کتب فقہ میں مصرح ہے۔ بس کسی ولی کے مزار شریف کو صرف بوسہ دے کے چلا آنا بعلت مذکورہ مکروہ ہوگا اور جب سلام بھی عرض کیا اور بوسہ بھی دیا اور آنکھوں سے بھی لگایا اور فاتحہ بھی پڑھی تو بلا کراہت جائز ہوگا۔

اور دوسری صورت میں یہ کہ کسی امر کے غیر مسنون ہونے کو اس کا حرام یا مکروہ ہونا، لازم نہیں۔ دیکھیئے مثلاً نماز کی نیت کے ساتھ تلفظ باوجودے کہ (علی ما قال الشرنبلالی فی حاشیہ علی الدرر الغرور جیسا کہ علامہ شرنبلانی نے "درر" اور "غرر" کے حاشیہ میں فرمایا) نہ حضور سے، نہ صحابہ کرام سے، نہ تابعین سے، نہ ائمہ اربعہ سے ــــ کسی سے منقول نہیں، مگر فقہاء اس کو مستحب فرماتے ہیں۔ پس زید کا یہ جواب صحیح ہے یا نہیں۔

الجواب: فی الواقع بوسہ قبر میں علماء کا اختلاف ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہ ایک امر ہے دو چیزوں، داعی و مانع کے درمیان دائر۔ داعی محبت ہے اور مانع ادب۔ تو جسے غلبہ محبت ہو، اس سے مواخذہ نہیں کہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم سے ثابت ہے اور عوام کے لئے منع ہی احوط ہے۔ ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مزار اکابر سے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو، پھر تقبیل کی کیا سبیل ــــ عالم مدینہ علامہ سید نور الدین سمہودی قدس اللہ سرہ "خلاصۃ الوفا شریف" میں جدار مزار انور کے لمس و تقبیل وطواف سے ممانعت کے اقوال نقل کر کے فرماتے ہیں۔ احمد بن حنبل کے صاحبزادے فرماتے ہیں میں نے باپ سے پوچھا کہ کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے منبر کو چھوئے اور بوسہ دے اور ثواب الٰہی کی امید پر ایسا ہی قبر شریف کے ساتھ کرے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ امام اجل تقی الملۃ والدین علی بن عبد الکافی سبکی قدس سرہ الملکی "شفاء السقام" پھر سید نور الدین "خلاصۃ الوفا" میں بروایت یحیٰی بن الحسن عن عمر بن خالد عن ابی نباتۃ عن کثیر بن یزید عن المطلب بن عبد اللہ بن حنطب، ذکر فرماتے ہیں کہ مروان نے ایک صاحب کو دیکھا کہ مزار اعطر سید اطہر ﷺ سے لپٹے ہوئے ہیں۔ قبر شریف پر اپنا منھ رکھتے ہیں۔ مروان نے ان کی گردن پکڑ کر کہا جانتے ہو، یہ تم کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے اس کی طرف منھ کیا اور فرمایا "ہاں میں سنگ دل کے پاس نہ آیا،



- مزار اعطر — خوشبو دار مزار
- شد الرحال — سفر کرنا
- اذن — اجازت
- تحمل — برداشت کرنا
- استغراق — ڈوب جانا

میں تو رسول اللہ ﷺ کے حضور حاضر ہوا ہوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا" دین پر نہ رو، جب اس کا والی اس کا اہل ہو۔ ہاں دین پر رو، جب نا اہل اس کا والی ہو"۔ سید قدس سرہ فرماتے ہیں رواہ احمد بسند حسن یعنی امام احمد نے یہ حدیث بسند حسن روایت فرمائی۔ نیز فرماتے ہیں۔ ابن عساکر نے بسند صحیح ابو داؤد رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا کہ" بلال رضی اللہ تعالی عنہ شام کو چلے گئے تھے۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ ان سے فرماتے ہیں" یہ کیا جفا ہے کیا وہ وقت نہ آیا کہ تو ہماری زیارت کو حاضر ہو" حضرت بلال رضی اللہ عنہ غمگین اور ڈرتے ہوئے جاگے اور بقصد زیارت اقدس سوار ہوئے، مزار انور پر حاضر ہو کر رونا شروع کیا اور اپنا منہ قبر شریف پر ملتے تھے۔

امام حافظ عبد الغنی وغیرہ اکابر فرماتے ہیں" زیارت اقدس کے لئے شد الرحال کرنے میں ہم فقط خواب پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ اس پر کہ بلال رضی اللہ عنہ نے یہ کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم بکثرت موجود تھے۔ انہیں معلوم ہوا، اور کسی نے اس پر انکار نہ فرمایا۔ عالم مدینہ فرماتے ہیں" خطیب بن حملہ نے ذکر کیا کہ بلال رضی اللہ عنہ نے قبر انور پر اپنے دونوں رخسار رکھے اور ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما اپنا داہنا ہاتھ اس پر رکھتے" پھر کہا شک نہیں کہ محبت میں استغراق اس میں اذن پر باعث ہوتا ہے اور اس سے مقصود تعظیم ہے اور لوگوں کے مرتبے مختلف ہیں، جیسے زندگی میں ـــــ تو کوئی بے اختیارانہ اس کی طرف سبقت کرتا ہے اور کسی میں تحمل ہے، وہ پیچھے رہتا ہے۔

ابن ابی الصیف اور امام محب الطبری سے نقل کیا کہ مزارات اولیاء کو بوسہ دینا جائز ہے اور اسماعیل تیمی سے نقل کیا کہ" ابن المنکدر تابعی کو ایک مرض لاحق ہوا کہ کلام دشوار ہو جاتا۔ وہ کھڑے ہوتے اور اپنا رخسار قبر انور سید اطہر ﷺ پر رکھتے، کسی نے اس پر اعتراض کیا فرمایا" میں نبی ﷺ کے مزار اقدس سے شفا حاصل کرتا ہوں" علامہ شیخ عبد القادر فاکہی مکی رحمۃ اللہ علیہ کتاب مستطاب" حسن التوسل فی زیارت افضل الرسل" میں فرماتے ہیں" خلوت میں جہاں اس کا اندیشہ نہ ہو کہ کسی جاہل کا وہم اس کے سبب کسی ناجائز شرعی کی طرف جائے گا، ایسے وقت، بارگاہ اقدس کی مٹی اور آستانے پر اپنا منہ، رخسار اور داڑھی رگڑنا مستحب و مستحسن ہے۔ جس میں کوئی حرج معلوم نہیں۔ مگر اس کے لئے جس کی نیت اچھی ہو اور افراط شوق اور غلبہ محبت اسے اس پر باعث ہو۔ پھر فرماتے ہیں" علاوہ بریں میں تجھے یہاں ایک ایسا تحفہ دیتا ہوں جس کے معنی تجھ پر ظاہر ہو جائے وہ یہ کہ امام اجل تقی الملت والدین سبکی"



● افراط شوق	شوق کی زیادتی
● حطیم شریف	خانہ کعبہ شریف کا حصہ جسے دیوار سے گھیر دیا گیا ہے
● شورش	اختلاف و ہنگامہ
● طنبورہ	ایک قسم کا باجا
● مردنگ	ایک قسم کی ڈھولک جو طبلہ کی طرح ایک طرف سے بجائی جاتی ہے
● بیلا	ایک قسم کا باجا جو سارنگی کی طرح ہوتا ہے

دارالحدیث" کے اس بچھونے پر جس پر امام نوی قدس سرہ اللہ العزیز قدم مبارک رکھتے تھے۔ ان کے قدم کی برکت لینے اور ان کی زیارت و تعظیم کے شہرہ دینے کو اپنا چہرا اس پر ملا کرتے تھے، جیسا کہ خود فرماتے ہیں "دار الحدیث میں ایک لطیف معنی ہے جسکے ظاہر کرنے کا مجھے عشق ہے کہ شاید میرا چہرا پہنچ جائے۔ اور اس جگہ پر جس کو قدم نوری نے چھوا تھا اور ہمارے شیخ تاج العارفین امام سنت خاتمۃ المجتہدین، آستانہ بیت الحرم میں حطیم شریف پر جہاں سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلاۃ والسلام کا مزار کریم ہے، اپنا چہرا اور داڑھی ملا کرتے تھے۔

بالجملہ یہ کوئی امر ایسا نہیں جس پر انکار واجب ہو، جب کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اور اجل ائمہ رحمہ اللہ تعالی سے ثابت ہے تو اس پر شورش کی کوئی وجہ نہیں، اگر چہ ہمارے نزدیک عوام کو اس سے بچنے ہی میں احتیاط ہے۔ امام علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی "حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ" میں فرماتے ہیں المسئلة متی امکن تخریجها علی قول من الاقوال فی مذهبنا او مذهب غیرنا فلیست بمنکر یجب انکاره والنهی عنه انما المنکر ماوقع الاجماع علی حرمته والنهی عنه واللہ تعالی اعلم۔

بے عمل پیر کی اقتدا میں نماز!

سوال: ایک پیر مرید کرتا ہے اس طریقہ پر کہ اول ڈھول اور طنبورہ اور مردنگ اور سارنگی اور ستار اور بیلہ اور تالی بجانا اور گیت گانا اور ناچنا شروع کرتا ہے تو پھر بے ہوش ہوتا ہے اور گانا اور بجانا ایسی زور سے کرتا ہے کہ ایک میل سے سنا جاتا ہے اور اس پیر کے نزدیک جب سب مرید آتے ہیں، اول سجدہ کرتے ہیں یا پھر قدم چومتے ہے تو اس شرط میں اس ملک کے عالم منع کرتے ہیں اور وہ پیر یہ جواب دیتے ہیں کہ پیر کو سجدہ کرنا قرآن میں جائز ہے۔ سورہ یوسف کی اس آیت میں ورفع ابویه علی العرش وخر وا له سجدا اور وہ پیر یا کہ وہ مرید امامت کریں تو ان کے پیچھے اقتدا کرنے سے نماز درست ہوگی یا نہیں۔

الجواب: مزامیر ناجائز ہے اور سجدہ غیر خدا کو حرام قطعی ہے اور قرآن عظیم کی طرف اس کے جواز کی نسبت کرنا افترا ہے۔ قرآن عظیم نے اگلی شریعت والوں کا واقعہ ذکر فرمایا ہے۔ ان کی شریعت میں سجدہ تحیۃ حلال تھا، ہماری شریعت نے حرام فرمادیا۔ تو اب اس سے سند لانا ایسا ہے، جیسے کوئی شراب کو حلال بتائے کہ اگلی شریعتوں میں جہاں تک نشہ نہ دے



● سجدہ تحیۃ   سجدہ تعظیمی

حلال تھی۔ بلکہ شریعتِ سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام میں سگی بہن سے نکاح جائز تھا۔ اب اس کی سند لا کر جو حلال بتائے کافر ہو جائے گا۔ ایسے پیر اور ایسے مریدوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ ہے اور پڑھی ہو تو پھیرنا واجب ہے اور انہیں امام بنانا ناجائز۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

سلام کرنے کے اسلامی آداب کیا ہیں؟

سوال: کیا فرماتے علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان نے دوسرے سے السلام علیکم کہا۔ دوسرے نے بھی جواب میں السلام علیکم ہی کہا۔ دیگر یہ کہ سلام کے جواب میں آداب، بندگی، تسلیمات، وغیرہ وغیرہ کہے۔ ایسی صورت میں اول السلام علیکم کہنے والا خاموش رہے، یا کیا کہے اور سلام کا جواب مسنون طریقہ سے جس نے نہیں دیا ہے، وہ کس کا مرتکب ہوا۔

(۲) دوسرے یہ کہ بہتر اور آسان طریقہ اس کے جواب کا کیا ہے، کس قدر الفاظ کہنا چاہئے۔

(۳) تیسرے یہ کہ ایک مقام پر چند یا ایک شخص بیٹھا ہو اور کوئی شخص آئے اور بعد سلام علیکم کرنے کے اور کوئی بات چیت کر کے فوراً چلا جائے، قیام نہ کرے۔ ایسی صورت میں شخص مذکور کو جاتے وقت پھر سلام علیکم کہنا چاہئے یا نہیں۔

(۴) چوتھا یہ کہ ان لوگوں کو جن سے دوسرے دن یا روزمرہ بلکہ کبھی ایک سن میں چند بار بھی ملنے کا اتفاق پڑتا ہو، ان کو بعد سلام اور جواب سلام کے (اگر چہ دوسرا شخص اپنے ضروری کام میں مصروف ہو،) مصافحہ کرنا بھی امر ضروری ہے؟ دیگر یہ کہ مصافحہ کون کون سے موقعوں پر کرنا ضروری ہے اور مصافحہ فرض ہے یا واجب یا سنت۔

(۵) پانچویں یہ کہ اگر کوئی مسلمان اگر چہ وہ خود گنہگار ہو، اور اپنے آپ کو گنہگار جانتا بھی ہو، لیکن اپنے مسلمان بھائی کی حالت، خلاف طریقہ اور برتاؤ دیکھ کر اور باوجود نصیحت اور ہدایت کر سکنے کے، نہ کرے، تو اس مسلمان مذکور کی بابت کیا حکم ہے۔ دیگر یہ کہ اگر شخص مذکور کسی وجہ خاص یعنی دوسرے کی خفگی وغیرہ کے باعث کچھ نہ کہے، مگر خود غمگین ہو اور افسوس کرے اور اس کے حق میں دعائے خیر کرے، تو شخص مذکور کچھ اجر پانے کا مستحق ہے یا نہیں۔

(۶) چھٹی یہ کہ منافقانہ طریقہ سے ملنا اور سلام کرنا کیسا ہے، چاہئے یا نہیں۔

الجواب: السلام علیکم کے جواب میں السلام علیکم کہنے سے جواب ادا ہو جائے گا، اگر چہ سنت یہ ہے کہ

● خفگی ناراضگی
● اعادہ لوٹانا



وعلیکم السلام کہے۔ آداب، تسلیمات، بندگی، کہنا ایک مہمل بات ہے اور خلاف سنت ہے اس کا جواب کچھ ضروری نہیں۔ وہاں مصلحت پر نظر کرے، اگر صورت یہ ہے کہ اس کے جواب نہ دینے سے وہ متنبہ ہوگا اور آئندہ خلاف سنت سے باز رہے گا۔ تو کچھ جواب نہ دے اور اگر وہ دنیا کے اعتبار سے بڑا شخص ہے اور اسے جواب نہ دینے میں ضرر وایذا کا اندیشہ ہے، تو ویسا ہی کوئی مہمل جواب دے دے۔ اسی طرح اگر اسے جواب نہ دینے سے کینہ پیدا ہوگا یا اپنی ناواقفی کے باعث اس کی دل شکنی ہوگی، جب بھی جواب دینا اولیٰ ہے اور سلام جب مسنون طریقہ سے کیا گیا ہو اور سلام کرنے والا سنی مسلمان صحیح العقیدہ ہو تو جواب دینا واجب ہے اور اس کا ترک، گناہ ——— مگر اجنبی جوان عورت اگر سلام کرے، تو دل میں جواب دینا چاہئے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۲) کم از کم **السلام علیکم** اور اس سے بہتر **ورحمۃ اللہ** ملانا اور سب سے بہتر **وبرکاتہ** شامل کرنا اور اس پر زیادت نہیں۔ پھر سلام کرنے والے نے جتنے الفاظ میں سلام کیا ہے۔ جواب میں اتنے کا اعادہ تو ضرور ہے اور افضل یہ ہے کہ جواب میں زیادہ کہے اس نے **السلام علیکم** کہا، تو یہ **وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ** کہے۔ اور اگر اس نے **السلام علیکم ورحمۃ اللہ** کہا تو یہ **وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ** کہے اور اگر اس نے **وبرکاتہ** تک کہا، تو یہ بھی اتنا ہی کہے کہ اس سے زیادت نہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۳) جاتے وقت پھر کہے لیست الاولیٰ باحق من الأخرۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) مصافحہ سنت ہے اور اس کا وقت ابتدائے ملاقات ہے۔ خواہ ابتدائے حقیقی ہو، جیسے کوئی شخص ابھی آیا۔ یا حکمی ہو جیسے کوئی بدمذہب آیا اور بیٹھا اور گفتگو کرتا رہا اور ہدایت پائی اور سنّی ہوا، تو جتنے حاضرین اہل سنت ہیں، ان سب کو اس سے مصافحہ چاہئے، جیسا کہ امیر المؤمنین مولیٰ علی **کرم اللہ وجہہ الکریم** نے اس کا حکم دیا۔ نماز کے بعد بھی مصافحہ اسی ابتدائے حکمی میں داخل ہے کہ نمازی نماز میں دوسرے عالم میں ہوتا ہے۔ لہٰذا جو خارج نماز، آیتِ سجدہ کی تلاوت کرے، اس کے سننے سے نمازی پر سجدہ واجب نہیں اور نمازی تلاوت کرے تو جو نماز سے باہر ہے، اس پر واجب نہیں۔ اسی لئے شریعت مطہرہ میں ختم نماز میں ایک دوسرے پر سلام رکھا ——— دن میں اگر کئی بار ملنا ہو، تو ہر بار مصافحہ کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

● اتباع شرع — شرعی احکام کی پیروی
● بقدر قدرت — طاقت کے مطابق



(۵) احکام الٰہیہ بجالانا اور گناہ سے خود بچنا، ہر شخص پر فرض ہے۔ اور دوسرے کو اتباع شرع کا حکم دینا اور گناہ سے بقدر قدرت منع کرنا، ہر اہل پر فرض ہے۔ آپ گناہ کرنے کے سبب دوسرے کو نہ منع کرنا دوسرا گناہ ہے۔ ہاں اگر منع کرنے سبب فتنہ وفساد، وحشت ونفرت کا ظن غالب ہو، تو سکوت کی اجازت ہے اور اس کے ساتھ دل میں غمگین ہونا اور مسلمان بھائی کے لئے دعا کرنا، یہ ایمان کی علامت ہے اس پر ثواب پائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(٦) بلاضرورت ومجبوریٔ شرعی، حرام ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

خضاب لگانا، اور داڑھی کتروانا!

سوال:

(۱) زید کا قول ہے کہ خضاب مہندی میں ملا کر لگانا جائز ہے۔

(۲) زید کا قول ہے کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ وقت جہاد داڑھی کتروانا چاہئے۔

الجواب:

(۱) مہندی میں اتنا نیل ملانا جس سے رنگ سیاہ آئے، حرام ہے۔ قیامت کے دن ان کے منھ کالے کئے جائیں گے۔ حدیث پاک میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، جو سیاہ خضاب استعمال کرے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا منھ سیاہ کرے گا۔ ہاں مہندی میں اتنا نیل ملانا، جس سے رنگ سرخ ہی رہے، مگر اس میں ذرا پختگی آجائے۔ یہ جائز ہے۔ وھو المراد بالماثور وبما ھو فی خانیۃ وغیرھا مذکور۔

(۲) زید محض جھوٹا ہے۔ قرآن مجید پر افترا کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

داڑھی کی شرعی مقدار کیا ہے؟

سوال:

(۱) داڑھی کا طول ایک مشت ودو انگشت ہے۔ یا کم۔ یا کس قدر، کہ جس سے کم رکھنے میں گنہگار ہوگا

(۲) اور مونڈوانا، کتروانا ایک ہی بات ہے، یا قینچی سے چاہے جس قدر کتروا کر چھوٹا کردے۔ اس میں حرج ہے یا نہیں

● طول	لمبائی
● مشت ودو انگشت	ایک مٹھی دو انگل



ہے۔

(۳) تیسرے یہ کہنا کہ عرب شریف اسلام کا گھر ہے۔ وہاں کے لوگ داڑھی کترواکر چھوٹا کرلیتے ہیں۔ اگراور کوئی شخص داڑھی کتروائے، تو کیا مضائقہ ہے۔ ایسا کہنے والے شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۴) چوتھے یہ کہ لبوں کے بال بڑھے ہوئے شخص کا جھوٹا پانی وغیرہ پینا کیسا ہے۔

(۵) پانچویں یہ کہ ایسے لوگوں کی نسبت یعنی داڑھی منڈوانے والے، کترنے والے، لبوں کے بال بڑھانے والے، کس خطا کے مرتکب ہیں۔ چھٹے یہ کہ مثل داڑھی کے مقدار کے، لبوں کے بال کس قدر ہوں؟ اگر کوئی شخص لبوں کے بال مونڈوائے یا بہت باریک کرے تو کیا قباحت ہے؟

الجواب:

(۲) داڑھی کا طول ایک مشت یعنی ٹھوڑی سے نیچے چار انگل چاہئے۔ اس سے کم کرانا حرام ہے۔ قینچی سے کترے، خواہ استرے سے لے، سب یکساں ہے۔ ہاں ٹھوڑی کترنے سے، سب منڈا دینا سخت وخبیث تر ہے کہ حرام حرام میں فرق ہوتا ہے۔ افیون، بھنگ، چرس، شراب سب حرام ہیں، مگر شراب سب میں بدتر ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۳) شریعت پر کسی کا قول وفعل حجت نہیں۔ اللہ ورسول سب پر حاکم ہیں۔ اللہ ورسول پر کوئی حاکم نہیں۔ یہ فعل وہاں کے جاہلوں کا ہے اور جاہلوں کا فعل سند نہیں ہوسکتا، کہیں کے ہوں۔ ایسا کہنے والا اگر جاہل ہے، اسے سمجھا دیا جائے اور اگر ذی علم ہوکر ایسا کہتا ہے یا سمجھانے کے بعد بھی نہ مانے، اصرار کئے جائے، وہ سخت فاسق وگمراہ ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۴) اگر اسے وضو نہ تھا، اس حالت میں اس نے پانی پیا اور لبوں کے بال پانی کو لگے، تو پانی مستعمل ہوگیا۔ مستعمل پانی کا پینا ہمارے امام رضی اللہ تعالی عنہ کے اصل مذہب میں حرام ہے۔ ان کے نزدیک وہ پانی ناپاک ہوگیا۔ خود اس نے جو پیا، ناپاک پیا۔ اور اب جو پیئے گا۔ ناپاک پیئے گا۔ اور مذہب مفتیٰ بہ پر مستعمل پانی کا پینا مکروہ ہے۔ اس نے جو پیا، مکروہ پیا۔ اور اب جو بچا ہوا پیئے گا، مکروہ پیئے گا۔ ہاں! اگر اسے وضو تھا یا منہ دھلا تھا، تو شرعاً حرج نہیں۔ اگرچہ اس کے مونچھوں کا دھون پینے سے قلب کراہت کرے گا۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۵) حد شرع سے کم داڑھی رکھنا، یا حد شرع سے زیادہ مونچھیں رکھنا، سب خلافِ شرع اور مجوسیوں کی سنت اور نصرانیوں

● مذہب مفتیٰ بہ یعنی جس قول پہ فتویٰ دیا جائے



کی عادت ہے۔ آدمی اس سے گنہگار رہتا ہے اور اس کی عادت رکھنے سے فاسق ہوجاتا ہے۔ **واللّٰہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) لبوں کی نسبت یہ حکم ہے کہ لبیں پست کرو کہ نہ ہونے کے قریب ہوں البتہ منڈانا نہ چاہئے۔ اس میں علماء کو اختلاف ہے۔ **واللّٰہ تعالٰی اعلم**

سجدۂ تعظیمی جائز یا ناجائز، مختلف سجدوں کا حکم، اہل قبلہ کی تکفیر کا مسئلہ!

سوال:

(۱) زید اپنے پیر کی تصویر کو نہایت احترام سے رکھتا ہے، بوسہ دیتا ہے، سجدۂ تحیت کرتا ہے۔ لہٰذا تصویر کا رکھنا، تصویر کو بوسہ دینا اور تصویر کو سجدہ تحیت کرنا کیسا ہے؟ ہر ایک کا حکم علٰیحدہ علٰیحدہ نص صریح یا حدیث صحیح یا قول امام سے بحوالہٗ کتب تحریر فرمادیں اور زید ثبوت سجدہ تحیت میں کتاب ''انوار العیون فی اسرار المکنون'' مصنفہ شیخ عبدالقدوس کی یہ عبارت پیش کرتا ہے

''مریدان حضرت شیخ العالم قدس سرہ پیش حضرت شیخ العالم سر پیش می آوردند و سجدۂ پیش می رفتند و می نشستند و امروز هماں سنت مریدان حضرت شیخ العالم جاری که پیش قبر حضرت شیخ العالم و پیش صاحب سجادہ سر بر زمین می نهند و سجدہ می کنند''

اس قول کے متعلق کیا حکم ہے اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ سجدہ تحیت کے متعلق فقہا میں اختلاف ہے۔

(۲) سجدہ عبادت، سجدہ تعظیم، سجدہ تحیت، سجدہ شکر تقبیل ارض ان سب کی تعریف و فرق معہ حوالہ کتاب تحریر فرمادیں نیز ان میں کون مخصوص ہے، زندہ بزرگوں کے لئے اور کون ہے قبور و تصاویر کے لئے۔

(۳) جو مسلمان نماز پڑھتا ہے قبلہ کی طرف، لیکن تصویر کو سجدہ کرتا ہے۔ اس کو کافر کہنا چاہئے یا نہیں۔ اگر کافر کہا جاوے تو قول امام **لا یکفر اهل القبلة** کی کیا توجیہہ ہے۔ نیز بخاری میں ہے ''حضرت انس سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ السلام نے جو ہماری طرف نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کی طرف متوجہ ہو، ہمارا ذبیحہ کھائے، وہ مسلمان ہے۔ اس کے لئے اللہ رسول کا ذمہ ہے۔ اس کے ذمہ میں اللہ کا عہد نہ توڑو۔ اس کا کیا مطلب ہے فقط۔



● سجدۂ تحیت	تعظیمی سجدہ	● ہر چہار مذہب	مذہب حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی
● نص صریح	یعنی ظاہری حکم	● مسئلہ جلیہ واضحہ متفق علیہا	یعنی جس مسئلہ پر سب کا اتفاق ہو
● قول امام	امام اعظم کے قول	● بروجہ تحیت	تعظیم کے طور پر
● تقبیل ارض	زمین کا بوسہ دینا	● محی کفر	کفر کا انکار
● بروجہ عبادت	عبادت کے طریقے پر	● تحریم	حرام کرنا

الجواب:

(۱) غیر خدا کو سجدہ بلاشبہ حرام ہے۔ پھر اگر بروجہ عبادت ہو تو قطعاً یقیناً اجماعاً کفر ہے اور اگر بروجہ تحیت ہو، تو کفر میں اختلاف ہے۔ اس کے حرام ہونے میں اختلاف نہیں اور حق یہی ہے کہ بے نیت عبادت حرام ہے۔ کبیرہ ہے۔ مگر کفر نہیں۔ زیلعی کی عبارت کا صاف یہی مطلب ہے نفی کفر کرتے ہیں نہ کہ نفی کی حرمت ـــــــ احادیث صحیح اس بارے میں بکثرت وارد ہیں اور کتب ہر چہار مذہب اس کی تحریم پر متفق۔ بعض ملفوظات کہ بعض اولیاء کرام کی طرف بلاسند صحیح متصل منسوب ہوں، ایسے مسئلہ جلیہ واضحہ متفق علیہا کے مقابل ہرگز قابل اسناد نہیں ـــــــ اور بالخصوص سجدہ قبر کے بارے میں وہ حدیث موجود ہے ارأیت لو مررت بقبری اکنت تسجد له فلا تفعل اور تصویر کو سجدہ تو کھلا پھاٹک بت پرستی کا ہے۔ دنیا میں بت پرستی کا آغاز تصاویر کو جانب قبلہ صرف نصب کرنے سے ہوا کما فی **صحیح البخاری وغیرہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما** نہ کہ سجدہ کہ جانب قبلہ نصب سے ہزارہا درجہ بدتر ـــــــ اور کفر سے ایسا ہی قریب ہے، جیسے آنکھ کی سپیدی سے سیاہی۔ تصویر کی تعظیم مطلقاً حرام ہے۔ بلکہ غیر محل اہانت میں اس کا رکھنا ہی حرام و مانع دخول ملائکہ رحمت ہے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں **لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب و لا صورۃ** یہ سب وساوس ابلیس ہیں۔ مسلمان اگر اس کے ہاتھوں میں نرم ہو، وہ اسے ہلاک کردے گا۔ جلد کھینچے اور عدو مبین سے جدا ہو کر شریعت مطہرہ کی رکاب تھام لے۔ **واللہ یھدی من یشاء الی صراط المستقیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۲) سجدہ کسی قسم کا، شریعت محمدیہ **علیٰ صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ** میں جائز نہیں۔

حلال وحرام رقم اکٹھی ہو تو خیرات کیسے دی جائے؟

سوال: زید کے پاس کچھ روپیہ تو حلال (کمائی) کا ہے اور کچھ ناجائز (کمائی) کا۔ دونوں روپیہ اکٹھا جمع ہے۔ زید یہ بات بھول گیا ہے کہ اس روپے میں جائز کمائی کا کتنا ہے اور ناجائز کا کتنا۔ اب اگر زید اس روپیہ سے خیرات کرنا چاہے، تو کس طور سے کرے۔



غیر محل اہانت	جو توہین کی جگہ نہیں
مانع دخول ملائکہ رحمت	رحمت کے فرشتوں کے داخل ہونے کو روکنے والا
عدو مبین	بہت بڑا دشمن
وساوس ابلیس	ابلیس کے وسوسے
تحری	غور و فکر کرنا، تحقیق کرنا

الجواب: تحری کرے۔زیادہ سے زیادہ جہاں تک ناجائز روپیہ ہو،اسے اصل مالکوں یا وارثوں کو واپس دے۔اگر ان کا پتانہ ہو تو اس قدر کل تصدق کردے۔باقی جتنا روپیہ اس کا رہ گیا ہے،اس کا یہ مختار ہے۔تصدق وغیرہ جس صرف میں چاہے اٹھائے۔**واللہ تعالی اعلم**

ناپاک روپے سے قرض کی ادائیگی!

سوال: زید نے عمر کو روپیہ قرض دیا۔عمر نے زید کے روپیہ کی ادائیگی ناپاک روپے سے کی۔ایسی حالت میں زید کا روپیہ پاک رہا،یا ناپاک۔

الجواب: ناپاک روپیہ کی دو قسم ہے۔ایک وہ جو اس شخص کی ملک ہی نہیں،جیسے غصب یا رشوت یا چوری کا روپیہ۔یہ روپیہ اسے نہ کوئی اپنے قرض میں لے سکتا ہے،نہ اپنی کسی بیچی ہوئی چیز کی قیمت میں ادا۔اگر لے گا،تو وہ اس کے لئے حرام و ناپاک ہوگا۔جب کہ اسے معلوم ہو کہ دینے والے کے پاس بعینہ یہ روپیہ اس وجہ حرام سے ہے اور اگر دینے والے کے پاس،علاوہ حرام،ہر قسم کا روپیہ ہے اور لینے والے کو معلوم نہیں کہ یہ روپیہ جو کچھ دے رہا ہے،خاص وجہ حرام کا ہے۔تو اسے لینے میں حرج نہیں۔

دوسری قسم وہ کہ اس کی ملک بروجہ خبیث ہے۔جیسے وہ روپیہ کہ کسی عقد فاسد سے حاصل کیا جائے۔یہ بعد قبضہ،ملک ہو جاتا ہے اور دوسرے (شخص) کو اپنے کسی جائز ذریعہ میں لینا روا ہے۔واللہ تعالی اعلم۔

راستہ چلتے ہوئے قرآن پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: رستے میں چلتے ہوئے قرآن مجید پڑھتے جانا جائز ہے یا نہیں۔رستے میں نجس مکان بھی آتے ہیں جن کی بدبو سے چلنا بھی مشکل ہوتا ہے۔

الجواب: رستے میں قرآن شریف کی تلاوت دو شرط سے جائز ہے۔ایک یہ کہ وہاں کوئی نجاست نہ ہو۔دوسرے یہ کہ راہ چلنا اسے قرآن عظیم پڑھنے سے غافل نہ کرے۔جہاں نجاست یا بدبو ہو،وہاں خاموش رہے۔جب وہ جگہ نکل جائے،پھر پڑھے **واللہ تعالی اعلم۔**

● وجہ حرام	حرام ذریعہ
● ملک بروجہ خبیث	ناجائز طور پہ قبضہ میں آیا ہوا مال
● عقد فاسد	وہ عقد جو شریعت کے مطابق نہ ہو



شوکت اسلام کی نیت سے تعزیہ نکالنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شوکت ودبدبۂ اسلام کی بنیاد پر تعزیہ بنانا اور نکالنا وعلم وبراق اور مہندی وغیرہ نکالنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز تعزیہ کو حاجت روا سمجھنا یا یہ کہنا کہ تعزیہ ہماری منت کا ہے۔ اگر بند کریں نہ بناویں، تو ہمارے مال واولاد کا نقصان ہوگا، کیسا ہے؟ تعزیہ دار یا تعزیہ پرست کے ہاتھ کا کھانا درست ہے یا نہیں۔

الجواب: علم، تعزیہ، بیرق مہندی جس طرح رائج ہیں۔ بدعت ہیں۔ اور بدعت سے شوکت اسلام نہیں ہوتی۔ تعزیہ کو حاجت روا یعنی ذریعہ حاجت روا، سمجھنا جہالت پر جہالت ہے اور اسے منت جاننا اور حماقت۔ اور نہ کرنے کو باعث نقصان خیال کرنا زنانہ وہم ہے۔ مسلمان کو ایسی حرکات وخیال سے باز آنا چاہئے—— بایں ہمہ تعزیہ دار، مسلمان ہے اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ ضرور حلال ہے۔ کوئی جاہل سا جاہل مسلمان بھی تعزیہ کو معبود نہیں جانتا۔ تعزیہ پرست کا لفظ وہابیہ شرک پرست کی زیادتی ہے۔ جس طرح تعظیم وتکریم مزارات طیبہ پر، مسلمانوں کو قبر پرست کا لقب دیتے ہیں یہ سب ان کا جہل وظلم ہے واللہ تعالی اعلم۔

حقوق اللہ اور حقوق العبد کی تفصیل!

سوال: حقوق اللہ وحقوق العبد کی تفصیل دیکھنے کی خاص ضرورت درپیش ہے۔ اگر کتب دینیہ میں سے کسی کتاب میں مفصلاً درج ہوں، تو نام کتاب سے مطلع فرمایا جائے، ورنہ کچھ ایسی ہدایت فرمائی جائے جس سے پورے طور پر تفصیل حقوق اللہ وحقوق العبد کی دریافت ہوجائے۔

الجواب: حقوق اللہ وحقوق العبد بے شمار ہیں، بلکہ تمام شریعت مطہرہ بلکہ فقہ ین اکبر واصغر سب انہیں کی تفصیل میں ہیں۔ تمام علوم دینیہ کا کوئی حکم ان سے باہر نہیں۔ فتاوی فقیر میں حقوق والدین وحقوق زوجین وحقوق اولاد کا قدرے بیان ہے۔ کتاب مستطاب ''احیاء العلوم شریف'' میں زیادہ تفصیل ہے۔ جلد ثانی کتاب ''آداب الاخوۃ'' ملاحظہ ہو۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

● حاجت روا — ضرورت پوری کرنے والا
● تعزیہ پرست — تعزیہ پوجنے والا



کعبہ شریف کی جانب پشت کر کے بیٹھنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر صاحبان کو دیکھا گیا کہ کعبہ شریف کی جانب پشت کر کے دیوار مسجد کے سہارے سے بیٹھ کر تسبیح وغیرہ پڑھتے ہیں۔ ایسے صاحبان کے واسطے کیا حکم ہے۔

الجواب: یہ نامناسب ہے۔ حدیث میں ہے **افضل المجالس ما استقبل به القبلة** سب میں بہتر نشست رو بہ قبلہ ہے **واللہ تعالیٰ اعلم**

مزامیر کے ساتھ سماع اور اہل و نااہل کا مسئلہ!

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب کہ سماع میں یہ بات مقرر ہے کہ اہل کے لئے جائز نااہل کے لئے ناجائز۔ چنانچہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ع

سماع امر برادر نگویم کہ چیست   دنگر مستمع رابدانم کہ کیست

تو آج کل جو مشائخ مزامیر سنتے ہیں، ان کے لئے کیوں ناجائز ہوا، کیوں کہ وہ اس کے اہل ہیں۔ نااہل سنے تو اس پر اعتراض چاہئے۔ یہ تو اسے غذائے روح سمجھتے ہیں اور اپنے لئے عبادت جانتے ہیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب: اہل نااہل کا تفرقہ سماع مجرد میں ہے۔ شعر حضرت شیخ سعدی قدس سرہ میں اسی کا ذکر ہے۔ مزامیر میں اہل کی اہلیت نہیں۔ نہ ان کا کوئی اہل، نہ وہ کسی کے لئے جائز۔ مگر مجاذیب از خود رفتہ کہ عقل تکلیفی نہ رکھتے ہوں، ان پر ایک مزامیر کیا؟ کسی بات کا مواخذہ نہیں کہ ع

سلطان نگیرد خراج از خراب (کہ بادشاہ خراب مال پہ خراج نہیں لیتا ہے)

ایسی جگہ اہل عقل میں اہل و نااہل کا فرق کرنا، ہر کس و ناکس کو گناہ پر جری کرنا اور امت مرحومہ پر مکر شیطان لعین کا دروازہ کھولنا ہے۔ ہر فاسق اسی کا مدعی ہوگا، کہ ہم اہل ہیں۔ ہم کو حلال ہے۔ علانیہ ارتکاب معصیت کرے گا اور حرام خدا کو حلال بتائے گا۔ اور اپنے امثال عوام جہال کو گمراہ بنائے گا۔ کیا شریعت محمدیہ علیہ ﷺ ایسا حکم لاتی ہے حاش للہ۔ شریعت مطہرہ فتنہ کا دروازہ بند فرماتی ہے اور یہ حکم، فتنہ کے روزن کو عظیم پھاٹک کرتا ہے۔ تو کس قدر مبائن

- سماع — محفل سماع، قوالی
- سماع مجرد — بغیر مزامیر کے سننا
- مجاذیب از خود رفتہ — یعنی مست و بے خود، آپے سے باہر



شریعت غرا ہے۔اب دیکھ لیجئے کہ آج کل کتنے نامی شخص، کتنے بے تمیز، کتنے کندہ ناتراشیدہ جن کو استنجا کرنے کی بھی تمیز نہیں، یہ بھی نہیں جانتے کہ استنجا کرنے میں کیا فرض، واجب، سنت، مکروہ حرام ہیں۔ وہ گیروا کپڑے رنگ کر، یا عورتوں کے سے کاکل بڑھا کر، رات دن اسی آواز شیطانی میں منہمک ہیں۔نمازیں قضا ہوں بلا سے، مگر ڈھولک ٹھنکنا ناغہ نہ ہو۔اور پھر وہ پیر و مرشد ہیں۔ان کے پاؤں پر سجدے ہوتے ہیں اور علانیہ کہتے ہیں کہ ہم کو روا ہے۔ہما ری روح کی پاکیزہ غذا ہے۔یہ ناپاک نتیجہ اسی اہل و نااہل کے فرق پر جہل کا ہے۔اور ان کا کذب صریح یوں آشکار کہ سماع بے مزامیر جس میں اہل و نااہل کا فرق ہے۔اس کے جواز میں اس کے اہل نے یہ شرط رکھی ہے کہ جلسہ سماع میں کوئی نااہل نہ ہو۔یہاں تک کہ قوال بھی اہل باطن ہو۔جیسے بارگاہ حضور سیدنا محبوب الٰہی سلطان الاولیا نظام الحق و الدین محمد **رضی اللہ تعالی عنہ** میں حضرت سیدنا امیر خسرو و حضرت سیدی میر حسن علی سنجری قدس سرہما۔بفرض باطل اگر مزامیر میں بھی اہل و نااہل کا فرق ہوتا، تو اہل وہ تھا کہ کسی نااہل کے سامنے نہ ہوتا، یہ مجمع عام کرتے ہیں جس میں فساق، فجار، شرابی، زناکار سب کا شیطانی بازار لگتا ہے اور مزامیر کھڑکتے ہیں۔یہ اہلیت کی شکل ہے۔**ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔ ان سب کی گمراہی اور عوام کی بربادی، تباہی کا وبال انہیں مولویوں کے سر ہے، جو اہل و نااہل کا فرق بتاتے ہیں اور حرام خدا کو حلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اقتر کی بھیڑوں کو ابلیس بھیڑیئے کے پنجے میں دیتے ہیں۔پھر مزامیر کی حالت بالکل شراب کی مثل ہے **قلیلھا یدعو الی کثیرھا** تھوڑی سے بہت کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔گناہ، گناہ کی طرف کھینچتا ہے۔ع

تخم فاسد بار فاسد آورد (غلط بیج غلط ہی پھل لاتا ہے)

یہ سب نتائج ملعونہ اسی مداہنت و تحلیل حرام کے فرق اہل و نااہل کے ہیں۔**والعیاذ باللہ رب العالمین**۔دربارۂ شطرنج تو خود روایات وجوہ عدیدہ پر ہیں۔مگر ناصحان امت نے نظر بعصر یہی فرمایا کہ اس کی اباحت میں امت مرحومہ اور خود دین اسلام پر شیطان کو مدد دینا ہے۔لہٰذا مطلقا حرام و گناہ کبیرہ ہے۔تو مزامیر کہ نفس امارہ کو شیطان لعین کی ان کی طرف رغبت بہ نسبت شطرنج ہزار ہا درجہ زائد ہے، کیوں کر مطلقا حرام و سخت کبیرہ نہ ہوں گے۔سو میں پنچانوے وہ ہوں گے جنھیں شطرنج کی طرف التفات بھی نہیں اور سو میں پانچ بھی نہیں نکلیں گے جن کے نفس امارہ کو مزامیر کی شیطانی آواز خوش نہ آتی ہو۔اہل تقوی بھی اپنے نفس کو بالجبر اس سے باز رکھتے ہیں۔حسن بلائے چشم ہے



● امثال	اپنی طرح	● کندہ ناتراشیدہ	یعنی جاہل، مسائل شرعیہ سے ناواقف
● جہال	جاہلوں	● کذب صریح	کھلا ہوا جھوٹ
● تحلیل حرام	حرام کو حلال کرنا	● روزن	کھڑکی
● آشکار	ظاہر		
● مبائن	مخالف		

نغمہ وبال گوش ہے۔ کافی شرح وافی للامام حافظ الدین النسفی پھر جامع الرموز پھر ردالمحتار میں ہے هو حرام و كبيرة عندنا و فی اباحته اعا نة الشيطان على الاسلام والمسلمين ۔ مسلمانو! زبان اختیار میں ہے شعریات باطلہ میں العسل مرة والخمر يا قاتية کہہ دینے کا ہر شخص کو اختیار ہے۔ شرابی شراب کو بھی غذائے روح و جانفزا و جان پرور کہا کرتے ہیں۔ کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے جو فرق بتایا ہے۔ ذرا انصاف و ایمان کے ساتھ اسے سنئے تو خود کھل جائے گا۔ ع

کہ با کہ باختہ عشق در شب دیجور

ہاں سنئے اور گوش ایمان سے سنئے کہ ارشاد اقدس رسول اکرم ﷺ سے کیا ثابت ہے۔ غذائے روح وہ ہے جس کی طرف شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا و آله افضل الصلاة والتحية بلاتی ہے اور جس کی طرف شریعت مطہرہ بلاتی ہے، اس پر وعدہ جنت ہے اور جنت ان چیزوں پر موعود ہے، جو نفس کو مکروہ ہیں اور غذائے نفس وہ ہے جس سے شریعت محمدیہ صلوات الله تعالى و سلامه عليه و على آله منع فرماتی ہے اور جس سے شریعت کریمہ منع فرماتی ہے، اس پر وعید نار ہے اور نار کی وعید ان چیزوں پر ہے جو نفس کو مرغوب ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ جنت ان چیزوں سے گھیر دی گئی ہے جو نفس کو ناگوار ہیں اور دوزخ ان چیزوں سے ڈھانپ دی گئی ہے جو نفس کو پسند ہیں ۔ ابوداؤد و ترمذی ونسائی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب اللہ عزو جل نے جنت بنائی، جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام کو حکم فرمایا کہ اسے جا کر دیکھ۔ جبریل علیہ السلام نے اسے اور جو کچھ مولیٰ تعالیٰ نے اس میں اہل جنت کے لئے تیار فرمایا ہے، دیکھا۔ پھر حاضر ہو کر عرض کی، اے میرے رب ! تیری عزت کی قسم، اسے تو جو کوئی سنے گا، بے اس میں جائے نہ رہے گا۔ پھر رب عزوجل نے اسے ان باتوں سے گھیر دیا جو نفس کو ناگوار ہیں۔ پھر جبریل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ اب جا کر دیکھ۔ پھر حاضر ہو کر عرض کی، اے میرے رب! تیری عزت کی قسم، مجھے ڈر ہے کہ اب تو شاید اس میں کوئی بھی نہ جا سکے۔ پھر جب مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے دوزخ پیدا کی۔ جبریل علیہ السلام سے فرمایا، اسے جا کر دیکھ۔ جبریل علیہ السلام نے دیکھا۔ پھر آ کر عرض کی، اے میرے رب! تیری عزت کی قسم، اس کا حال سن کر کوئی بھی اس میں نہ جائے گا۔ مولیٰ تعالیٰ نے اسے نفس کی خواہشوں سے ڈھانپ دیا پھر جبریل علیہ السلام کو اس کے دیکھنے کا حکم فرمایا۔ جبریل امین علیہ الصلوات والتسلیم



وجوہ عدیدہ	مختلف اسباب
نظر بصر	زمانہ کے حالات کو دیکھتے ہوئے
موعود	یعنی وعدہ کیا ہوا ہے
جانفزا و جان پرور	یعنی جان کو خوش کرنے والا
وعید نار	جہنم کا وعدہ

نے اسے دیکھ کر عرض کی، اے میرے رب! تیری عزت کی قسم، مجھے ڈر ہے کہ اب تو شاید ہی کوئی اس میں جانے سے بچے ـــــ یہ ہے وہ فرق کہ مصطفےٰ ﷺ نے بتایا اور خود رب العزت جل جلالہ قرآن عظیم میں نماز کو فرماتا ہے۔ بے شک نماز گراں ہے مگر، ان خشوع والوں پر جن کو یقین ہے کہ اپنے رب سے ملیں گے اور اسے اس کی طرف پھر کر جانا ہے۔ غذائے روح کی یہ پہچان ہے۔

اب مزامیر کو دیکھئے کفار، فساق، فجار، رات دن ان میں منہمک ہیں۔ تو واضح ہوا کہ وہ شہوات نفس ہیں۔ جب تو بندگان نفس امارہ ان پر مٹے ہوئے ہیں۔ غذائے روح ہوتے تو وہ ان کا نام نہ لیتے کہ بندگان نفس، غذائے روح کا نام لیے تھراتے ہیں۔ ہاں وہ عبادت ضرور ہیں مگر کہاں؟ مندروں اور گرجاؤں میں کہ ان کی عبادت مزامیر ہی کے ساتھ ہوتی ہے مگر حاشا وہ مسجد والوں کی عبادت نہیں۔ مسجد کا رب اس سے پاک ہے کہ شیطانی لذتوں سے کہ جن میں کافروں کا حصہ غالب ہو، اس کی عبادت کی جائے۔ یہ عجب عبادت ہے کہ مندروں گرجاؤں میں ہوتی ہے اور مسجدیں اس سے محروم۔ ہندوؤں، نصرانیوں میں دھڑلے سے رائج، اور رسول اللہ ﷺ وصحابہ وائمہ اس سے محفوظ۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ اگر عبادت ہے۔ جاہلوں کی شکایت نہیں اگر چہ وہ مشائخ بن بیٹھیں، اگر چہ اولیائے کرام کا ارشاد ہے کہ صوفی بے علم مسخرۂ شیطان ست ما اتخذ اللہ جاھلا ولیا قط۔ اللہ نے کبھی کسی جاہل کو اپنا ولی نہ کیا۔ ع

کہ بے علم نتواں خدارا شناخت (ترجمہ دینا ہے)

عجب تو ان مولوی کہلانے والے مشائخ نے ڈھایا ہے کہ اپنے ساتھ عوام کو بھی شریعت پر جری و بے باک کر دیا، اہل نا اہل کا جھوٹا تفرقہ زبانی کہیں اور جلسے میں دنیا بھر کے نا اہل بھریں۔ ائمہ دین فرماتے ہیں ”اے گروہ علما! اگر تم مستحبات چھوڑ کر مباحات کی طرف جھکو گے، عوام مکروہات پر گریں گے۔ اگر تم مکروہات کرو گے۔ عوام حرام میں پڑیں گے۔ اگر تم حرام کے مرتکب ہو گے۔ عوام کفر میں مبتلا ہوں گے۔ بھائیو! للہ، اپنے اوپر رحم کرو۔ اپنے اوپر رحم نہ کرو، امت مصطفیٰ ﷺ پر رحم کرو۔ چرواہے کہلاتے ہو، بھیڑیے نہ بنو۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ آمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین۔ آمین واللہ تعالیٰ اعلم۔



- بندگان نفس امارہ — نفس کے غلام
- تفرقہ — فرق کرنا
- جری — بے باک

داڑھی اور مونچھ کی شرعی مقدار!

سوال: داڑھی کا طول ایک مشت و دو انگشت ہے، یا کم یا کس قدر کہ جس سے کم رکھنے میں گنہگار ہوگا اور مونڈ وانا استرے سے اور قینچی سے کتروانا، چھوٹا چھوٹا کروانا ایک ہی بات ہے، یا قینچی سے چاہے جس قدر کتروا کر چھوٹا کر دے، اس میں حرج نہیں ہے۔

عرب شریف اسلام کا گھر ہے وہاں کے لوگ داڑھی کتروا کر چھوٹا کر لیتے ہیں۔ اگر کوئی شخص داڑھی کتروائے، تو کیا مضائقہ ہے۔ ایسے کہنے والے شخص کی نسبت کیا حکم ہے۔ لبوں کے بال بڑھے ہوئے شخص کا جھوٹا پانی وغیرہ پینا کیسا ہے۔ ایسے لوگوں کی نسبت یعنی داڑھی منڈوانے والے، کترنے والے، لبوں کے بال بڑھانے والے، کس خطا کے مرتکب ہیں۔ ان کی نسبت کیا حکم ہے۔ مثل داڑھی کے مقدار کے لبوں کے بال کی بابت کہ کس قدر ہوں کیا حکم ہے؟ اگر کوئی شخص لبوں کے بال مونڈوائے یا بہت باریک کرے، تو کیا قباحت ہے۔

الجواب:

(۱) داڑھی کا طول ایک مشت یعنی تھوڑی سے نیچے چار انگل چاہیے۔ اس سے کم کرانا حرام ہے۔ قینچی سے کترے خواہ استرے سے، سب یکساں ہے۔ ہاں تھوڑی کترنے سے سب منڈا دینا سخت وخبیث تر ہے کہ حرام حرام میں فرق ہوتا ہے۔ افیون، بھنگ، چرس، شراب سب حرام ہیں مگر شراب سب میں بدتر ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

(۲) شریعت پر کسی کا قول فعل حجت نہیں۔ اللہ و رسول سب پر حاکم ہیں۔ اللہ و رسول پر کوئی حاکم نہیں۔ یہ فعل وہاں کے جاہلوں کا ہے اور جاہلوں کا فعل سند نہیں ہو سکتا۔ کہیں کے ہوں۔ ایسا کہنے والا اگر جاہل ہے، اسے سمجھا دیا جائے اور اگر ذی علم ہو کر ایسا کہتا ہے یا سمجھانے کے بعد بھی نہ مانے، اصرار کئے جائے، وہ سخت فاسق و گمراہ ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۳) اگر اسے وضو نہ تھا، اس حالت میں اس نے پانی پیا اور لبوں کے بال پانی کو لگے، تو پانی مستعمل ہو گیا۔ مستعمل پانی کا پینا ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصل مذہب میں حرام ہے۔ ان کے نزدیک وہ پانی ناپاک ہو گیا۔ خود اس نے

● طول	لمبائی
● مشت و دو انگشت	ایک مٹھی دو انگلی



جو پیا ناپاک پیا۔ اور اب جو پیئے گا ناپاک پیے گا۔ اور مذہب مفتیٰ بہ پر مستعمل پانی کا پینا مکروہ ہے۔ اس نے جو پیا مکروہ پیا اور اب جو بچا ہوا پیئے گا مکروہ پیئے گا۔ ہاں اگر اسے وضو تھا، یا منہ دھلا تھا تو شرعاً حرج نہیں۔ اگر چہ اس کے مونچھوں کا دھون پینے سے قلب کراہت کرے گا۔ **واللہ تعالی اعلم**

(۴) حد شرع سے کم داڑھی رکھنا یا حد شرع سے زیادہ مونچھیں رکھنا، سب خلاف شرع اور مجوسیوں کی سنت اور نصرانیوں کی عادت ہے۔ آدمی اس سے گنہگار ہوتا ہے اور اس کی عادت رکھنے سے فاسق ہوجاتا ہے۔ **واللہ تعالی اعلم**

(۵) لبوں کی نسبت یہ حکم ہے کہ لبیں پست کرو کہ نہ ہونے کے قریب ہوں۔ البتہ منڈانا نہ چاہئے، اس میں علما کو اختلاف ہے۔ **واللہ تعالی اعلم**

جمعہ کے دن مکتب میں چھٹی ہونے کی سند کیا ہے؟

سوال: بروز جمعہ مکتب کے لڑکوں کو چھٹی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو مع حدیث و آیت کے آگاہ فرمادیں فقط۔

الجواب: جمعہ کی چھٹی ہمیشہ معمول علمائے اسلام ہے اور اسی قدر اس کی سند کے لیے کافی۔ ایسی جگہ بالخصوص آیت یا حدیث ہو ناضرور نہیں۔ اور آیت و حدیث سے یوں نکال بھی سکتے ہیں کہ حدیث صحیح میں جمعہ کی پہلی ساعت سے جمعہ کی طرف جانے کی ترغیب فرمائی۔ تو صبح سے فراغ جمعہ تک تو وقت اہتمام و انتظار جمعہ میں گزرا، پڑھنے کا کیا وقت ہے۔ اگر کہئے مسجد میں جاکر پڑھے تو قبل جمعہ حلقہ سے ممانعت فرمائی۔ بعد نماز فرمایا گیا **فاذا قضیت الصلاۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ** جب نماز ہوچکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ یہاں بھی تجارت و کسب حلال کا ذکر فرمایا، نہ تعلیم علم کا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ دن چھٹی کا ہے۔ **واللہ تعالی اعلم**

چندہ کے پیسہ کا مالک کون؟

سوال: جنگ بلقان کے وقت چند اشخاص نے مل کر چندہ مجروحین و بیوگان ترکوں کے واسطے قصبہ اور دیہات سے جمع کیا۔ اس اثناء میں چندہ فراہم کرنے والوں میں سے ایک شخص نے کچھ روپیہ اپنے صرف میں کرلیا اور آج تک نہیں دیا برابر جھوٹے وعدے کرتا رہا اور بقیہ روپیہ تھے، اس روپیہ کے نہ ملنے کی وجہ سے اب تک نہیں روانہ کیا گیا۔ اب اس



● ذی علم — عالم، علم والا
● مذہب مفتیٰ بہ — یعنی جس پر فتویٰ دیا جاتا ہے

روپیہ کو کسی صرف میں لانا چاہیے یا ان اشخاص کو واپس کر دینا چاہیے یا صرف مسجد یا مدرسہ میں یا مطبع علمان میں صرف کر چاہیے اور جس شخص نے وہ روپیہ نہیں دیا ہے اس کی بابت کیا حکم ہے۔ ایسے شخص اس بار امانت سے سبک دوش ہو جاوے جن کے پاس جمع ہے زیادہ حد ادب۔ چیک کرنا ہے

الجواب: چندہ کا روپیہ چندہ دینے والوں کا ملک رہتا ہے، جس کام کے لئے وہ دیں، جب اس میں صرف نہ ہو تو فرض ہے کہ انہیں کو واپس دیا جائے یا کسی دوسرے کام کے لیے وہ اجازت دیں۔ ان میں جو نہ رہا ہو، ان کے وارثوں کو دیا جائے یا ان کے عاقل بالغ جس کام میں اجازت دیں۔ ہاں جو ان میں نہ رہا ہو اور ان کے وارث بھی نہ رہے، یا پتا نہیں چلتا یا معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس کس سے لیا تھا، وہ مثل مال لقطہ ہے۔ مصارف خیر مثل مسجد اور مدرسہ اہل سنت و مطبع اہل سنت وغیرہا میں صرف ہو سکتا ہے۔

اشارہ سے سلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟

کیا عصر بعد سے مغرب تک نہیں کھانا پینا چاہئے؟

سوال:

(۱) سلام کرنا اشارہ کے ساتھ، یعنی وقت سلام مسنون ہاتھ پیشانی تک لے جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) بعض لوگ اس ملک میں بعد نماز عصر کے اذان مغرب تک کچھ کھاتے پیتے نہیں ہیں۔ اور اس کو عصر کا روزہ کہتے ہیں۔ اس کے فوائد بہت بیان کرتے ہیں کہ وقت سکرات جب شیطان پانی لے کر دھوکھا دینے کو آئے گا، اس وقت اس روزہ رکھنے والے کو وقت، عصر کا معلوم ہوگا اور روزہ کا خیال رہے گا، تب کہہ دے گا کہ میں روزہ سے ہوں۔ ہرگز تیرا پانی نہ پیوں گا۔ چنانچہ شیطان لاچار ہو کر چلا جائے گا۔ اور اس روزہ کا رکھنے والا گمراہی سے بچ جائے گا —— اب کیا یہ روزہ اور اس کے فوائد صحیح ہیں یا نہیں۔ کسی معتبر کتاب میں اس کی کچھ اصل ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو اس پر ثواب سمجھ کر عمل کرنا کیسا ہے؟ فقط۔

- مطبع علمان: جہاں سے مذہبی علمی کتابیں چھپتی ہوں
- مال لقطہ: راستے میں گری ہوئی چیز



الجواب:

(۱) بلاضرورت فقط اشارہ پر قناعت، بدعت اور یہود ونصاریٰ کی سنت ہے۔اور سلام مسنون کے ساتھ محل حاجت عرفیہ میں اشارہ بھی ہوتو حرج نہیں۔

(۲) حدیث وفقہ میں اس کی اصل نہیں، معمولات بعض مشائخ سے ہے۔اور اس پر عمل میں حرج نہیں۔انسان جتنی دیر شہوات نفسی سے بچے بہتر ہے۔**واللہ تعالیٰ اعلم**

شب برات کی فاتحہ جائز ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ:

مدت مدید سے دستور چلا آرہا ہے کہ ماہ شعبان کی چودھویں تاریخ کو عوام اہل سنت، حلوا پکا کر اس پر حضرت اویس قرنی وحضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اپنے دوسرے خاندانی لوگوں کا فاتحہ کرتے ہیں اور کچھ حصہ محتاجوں کو اور باقی اعزا واقارب میں تقسیم کیا کرتے ہیں اور اس رسم کو لوگ بطور اتباع سلف کرتے ہیں۔بعض علما اس رسم کو بے اصل اور ہنود کی رسم کے مشابہ فرما کر روکتے ہیں۔اور بعض اس رواج کو بے ضرر جان کر منع نہیں فرماتے۔اور بعض کو اصرار ہے کہ یہ رواج قدیم بے سبب نہیں ہے۔لہٰذا تارک کو خاطی کہتے ہیں۔جواب دنداں شکن مفصل مدلل ارشاد فرمایا جائے۔

یہ رواج مسلمانوں میں کس زمانہ سے شروع ہوا ہے اور اس کی شریعت اسلامیہ میں کوئی اصلیت ہے یا نہیں۔

الجواب:

شریعت اسلامیہ میں ایصال ثواب کی اصل ہے۔اور صدقات مالیہ کا ثواب باجماع ائمہ اہل سنت پہنچتا ہے۔اور تخصیصات عرفیہ کو حدیث نے جائز فرمایا کہ صوم یوم السبت لا لك ولا عليك (سنیچر کا روزہ نہ تیرے لئے مفید اور نہ نقصان دہ)۔مانعین کی یہ جہالت ہے کہ جواز خصوص کے لئے دلیل خصوص مانگتے ہیں اور منع خصوص کے لئے دلیل خصوص نہیں دیتے ــــــ ان سے پوچھئے تم جو منع کرتے ہو، آیا اللہ ورسول نے منع کیا ہے یا اپنی طرف



● محل حاجت عرفیہ	یعنی جہاں ضرورت ہو	● دنداں شکن	یعنی مدلل
● مدت مدید	لمبی مدت		
● بطور اتباع سلف	بزرگوں کی پیروی کے طریقے پر		
● تارک	چھوڑنے والا		

سے کہتے ہو۔ اگر اللہ و رسول نے منع فرمایا ہے تو دکھاؤ کہ کونسی آیت وحدیث میں ہے کہ حلوا ممنوع ہے یا شب برأت میں ممنوع ہے۔ یا حضرت سید الشہداء حمزہ، یا حضرت خیر التابعین اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس کا ثواب پہنچا نا ممنوع ہے۔ یا اعزہ واحباء میں اس کا تقسیم کرنا ممنوع ہے اور جب نہیں دکھا سکتے تو جو بات اللہ و رسول نے نہیں فرما ئی تم اس کو منع کرنے والے کون۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

مستحبات کو بدعت سیئہ کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مستحبات کو بدعت سیئہ کہہ کر روکنے والے یا قرون ثلٰثہ میں نہ تھے" کہہ کر منع کرنے والے کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ اور ایسے لوگوں کو کسی مسجد کا امام بنانا یا مدرس مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: کتب عقائد میں تصریح ہے کہ تحلیل حرام وتحریم حلال دونوں کفر ہیں۔ یعنی جو شے مباح ہو، جسے اللہ و رسول جل وعلاو ﷺ نے منع نہ فرمایا، اسے ممنوع جاننے والا کافر ہے، جب کہ اس کی اباحت وحلت ضروریات دین سے ہو۔ یا کم از کم حنفیہ کے طور پر قطعی ہو۔ ورنہ اس میں شک نہیں کہ بے منع خدا ورسول، منع کرنے والا شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے۔ اور اللہ عزوجل پر بہتان اٹھاتا ہے اور اس کا ادنیٰ درجہ فسق شدید وکبیرہ خبیثہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ **ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھٰذا حلال و ھٰذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون۔ و قال تعالیٰ انما یفتری الکذب الذین لا یو منون۔**

فاسق ومرتکب کبیرہ ومفتری علی اللہ ہونا ہی اس کے پیچھے نماز ممنوع اور اسے امام بنانا ناجائز ہونے کے لیے بس تھا، مگر یہ وجہ منع کہ سوال میں مذکور، آجکل اصول وہابیت مردودہ مخذولہ سے ہے۔ اور وہابیہ بے دین ہے، ان کے پیچھے نماز باطل محض۔ فتح القدیر میں ہے **الصلوٰۃ خلف اھل الاھواء لا یجوز** ۔ انہیں امام ومدرس بنانا حرام قطعی اور اللہ و رسول کے ساتھ سخت خیانت اور مسلمانوں کی کمال بدخواہی۔ **صحیح مستدرک** میں ہے رسول اللہ ﷺ فر ماتے ہیں **من استعمل علی عشرۃ رجلا و فیھم من ھو ارضی للہ منه فقد خان اللہ و رسوله و المومنین** اور اگر ان کے عقائد کفر پر مطلع ہو کر ان کے استحسان یا آسان سمجھنے سے ہو، تو امام ومدرس بنانے والا خود کا



● صدقات مالیہ	مالی صدقہ	● جواز خصوص	کسی خاص کام کے جائز ہونے
● باجماع ائمہ	تمام اماموں کے اتفاق سے	● منع خصوص	کسی خاص کام کو منع کرنے
● تخصیصات عرفیہ	کسی کام کو خاص کر لینا	● قرون ثلٰثہ	حضور ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین عظام کا زمانہ
● مانعین	روکنے والے	● تحلیل حرام وتحریم حلال	حرام کو حلال اور حلال حرام کرنا

فرہوجائے گا فان الرضا بالکفر کفر و من انکر شیئا من ضروریات الدین فقد کفر و من شك فی کفرہ و عذابہ فقد کفر ۔ کسی مسجد یا مدرسہ کے مہتمم ومتولی روا رکھیں گے کہ اپنے اختیار سے اسے امام ومدرس کریں جوان کے ماں باپ کو اعلانیہ مغلظ گالیاں دیا کرے۔ ہرگز نہیں —— پھر وہابیہ تو اللہ عزوجل کے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کو علانیہ گالیاں دیتے لکھتے چھاپتے ہیں۔ وہ کیسا مسلمان کہ اسے ہلکا جانے اور ایسوں کو مدرس و امام مقرر کرے۔ اللہ تعالیٰ سچا اسلام دے اور اس پر سچی استقامت عطا فرمائے۔ اور اپنی اور اپنے حبیب اکرم ﷺ کی سچی محبت دے اور ان کے دشمنوں سے کامل عداوت ونفرت عطا فرمائے کہ بغیر اس کے مسلمان نہیں ہوسکتا، اگرچہ لاکھ دعویٰ اسلام کرے، اور شبانہ روز نماز روزے میں منہمک رہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لا یومن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین ۔ کاش مسلمان اتنا ہی کریں کہ اللہ و رسول کی محبت وعظمت کو ایک پلہ میں رکھیں، اپنے ماں باپ کی الفت وعزت کو دوسرے میں۔ پھر دشمنان وبدگویان محمد ﷺ سے اتنا ہی برتاؤ کریں جو اپنی ماں کو گالیاں دینے والے کے ساتھ برتتے ہیں۔ تو یہ صلح کل یہ بے پروائی یہ سہل انگاری یہ نیچری ملعون تہذیب، سد راہ ایمان نہ ہو، ورنہ ماں باپ کی محبت وعزت رسول اللہ ﷺ کی محبت و عزت سے زائد ہو کر ایمان کا دعویٰ محض باطل اور اسلام قطعاً یقیناً زائل ۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ ۔ قال تعالیٰ الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون زبان سے سب کہہ دیتے ہیں کہ ہاں ہمیں اللہ و رسول کی محبت وعظمت سب سے زائد ہے مگر عملی کارروائیاں آزمائش کرا دیتی ہیں کہ کون اس دعوے میں جھوٹا ہے اور کون سچا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کعبہ شریف کی طرف پاؤں کرنا کیسا ہے؟

سوال: ایک شخص نے کعبہ شریف کی طرف پیر کئے، لیکن اس کو خیال تھا جب اٹھوں گا تو میرا منھ زیارت مقدس کی طرف ہوگا اور میں پڑھتا اٹھوں گا۔

الجواب: کعبہ معظمہ کی طرف پاؤں کر کے سونا بلکہ اس طرف پاؤں پھیلانا خواہ جاگتے میں، لیٹے میں، خواہ بیٹھے میں ہر طرح ممنوع و بے ادبی ہے۔ اور یہ اس کا خیال حماقت ہے۔ سنت یوں ہے کہ قطب کی طرف سر کرے، اور سیدھی کروٹ

● مفتری علی اللہ: اللہ تعالیٰ پر افترا کرنے والا	● سہل انگاری: کاہلی
● وجہ منع: منع کرنے کا سبب	● سد راہ ایمان: ایمان کا راستہ روکنے والا
● اصول وہابیت مردودہ مخذولہ: وہابیوں کے مردود قاعدے	● استحسان: اچھا سمجھنا، اچھا جاننا



پر سوے، کہ سونے میں بھی منہ کعبہ ہی کو رہے۔ ہاں وہ مریض جس میں اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہیں، اس کی نماز کے لیے ایک طریقہ یہ رکھا گیا ہے کہ پائینتی قبلہ کی طرف ہو اور سر کے نیچے اونچا تکیہ رکھ دیں کہ منہ کعبہ معظمہ کو پھر یہ ضرورت کے واسطے، غیر مریض اپنے آپ کو اس پر قیاس نہیں کر سکتا۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

عورتوں کے محارم کون کون ہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ عورتوں کے محارم کون کون ہیں اور رضاعی محارم کون کون اور محارم صہری کون کون ہیں۔ اور ہنسی، مذاق بھی عورتوں کو کرنا جائز ہے یا نہیں **بینوا توجروا**

الجواب: فروع یعنی اپنی اولاد، اولادِ اولادِ اولاد ——— اور اصول: جس کی اولاد میں خود ہے۔ اگر چہ وہ کتنے ہی دور ہوں۔ اور اپنے ماں باپ کی اولاد کتنے ہی دور فاصلہ پر ہو۔ اور اپنے دادا، پردادا، نانا، پرنانا، نانی، پرنانی کی خاص صلبی یا بطنی اولاد، یہ محارم نسب ہیں۔ اور یہی رشتے دودھ سے بھی ——— مرضعہ ماں ہے اور اس کا شوہر جس کے نطفہ سے دودھ تھا باپ ہے۔ اور جسے دودھ پلایا اولاد ہے۔ تو اپنی یہ اولاد اور اس کی نسبی و رضاعی کتنی ہی دور ہو اور اپنے ان ماں باپ کے اصول نسبی و رضاعی کی بلا واسطہ اولاد نسبی و رضاعی، یہ سب رضاعی محرم ہیں ——— اور صہری محرم: شوہر کے اصول و فروع نسبی و رضاعی اور اپنے اصول مثلاً ماں دادی نانی پردادی پرنانی کے شوہر اور اپنی فروع مثلاً بیٹی پوتی نواسی پرپوتی پرنواسی کے شوہر۔

جائز ہنسی، جس میں نہ فحش ہو، نہ ایذائے مسلم، نہ بڑوں کی بے ادبی، نہ چھوٹوں سے بدلحاظی، نہ وقت و محل کے نظر سے بے موقع، نہ اس کی کثرت، اپنی ہمسر عورتوں سے جائز ہے اور شوہر کے ساتھ موجب اجر، اور یہاں (شوہر کے ساتھ) کثرت میں بھی حرج نہیں۔ اگر اس کے خلاف مرضی نہ ہو۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

سادات کا احترام ضروری ہے یا نہیں؟

جو تعظیم نہ کرے اس کا کیا حکم ہے اور تعظیم کرنے والوں کا اجر کیا ہے؟

زائل	مختصر
● رضاعی محارم	دودھ کے ذریعہ حرام ہونے والے افراد
● محارم صہری	نکاح کے ذریعہ حرام ہونے والے افراد



سوال:

(۱) جولوگ سیدوں کوکلمات بے ادبانہ کہا کرتے ہیں اوران کے مراتب کوخیال نہیں کرتے بلکہ کلمہ تحقیر آمیز کہہ بیٹھتے ہیں ان کا کیا حکم ہے۔

(۲) حضور سرور کائنات ﷺ نے دربارۂ محبت واطاعت آل کے لئے کچھ ارشاد فرمایا ہے یا نہیں۔

(۳) اور جولوگ سیدوں سے محبت رکھتے ہیں، ان کے لئے یوم محشر میں آسانی ہوگی یا نہیں۔

(۴) ایک جلسہ میں دومولوی صاحبان تشریف رکھتے ہیں ایک ان میں سے سید ہیں۔ تو مسلمان کسے صدر بنائیں۔

الجواب:

(۱) سادات کرام کی تعظیم فرض ہے اوران کی توہین حرام۔ بلکہ علمائے کرام نے ارشاد فرمایا جو کسی عالم کو مولویا یا کسی سید کو میروا بروجہ تحقیر کہے کافر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے **الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال لعالم عویلم او لعلوی علیوی قاصدا به الاستخفاف کفر** ۔ بیہقی امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے اور ابو الشیخ و دیلمی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جو میری اولاد اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے وہ تین علتوں سے خالی نہیں، یا تو منافق ہے، یا حرامی، یا حیضی بچہ —— بلکہ علما وانصار وعرب سے وہ مراد ہیں جو گمراہ و بددین نہ ہوں اور سادات کرام کی تعظیم ہمیشہ جب تک ان کی بدمذہبی حد کفر کو نہ پہنچے، کہ اس کے بعد وہ سید ہی نہیں۔ نسب منقطع ہے **قال الله تعالیٰ انه لیس من اهلك انه عمل غیر صالح** جیسے نیچری قادیانی وہابی غیر مقلد، دیوبندی اگرچہ سید مشہور ہوں نہ سید ہیں، نہ ان کی تعظیم حلال۔ بلکہ توہین وتکفیر فرض۔ اور روافض کے یہاں تو سیادت بہت آسان ہے۔ کسی قوم کا رافضی ہوجائے، دو دن بعد میر صاحب ہوجائے گا۔ ان کا بھی وہی حال ہے کہ ان فرقوں کی طرح تبرائیان زمانہ بھی عموماً مرتدین ہیں۔ **والعیاذ بالله تعالیٰ**۔

(۲) محبتِ آل اطہار کے بارے میں متواتر حدیثیں بلکہ قرآن کریم کی آیۂ کریمہ **قل لا اسئلك علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ** ۔ ان کی محبت بحمد اللہ تعالیٰ مسلمان کا دین ہے۔ اور اس سے محروم ناصبی خارجی جہنمی ہے۔ **والعیاذ بالله تعالیٰ**۔ مگر محبت صادقہ، نہ روافض کی سی محبت کاذبہ، جنہیں ائمہ اطہار فرمایا کرتے تھے "خدا کی قسم



مرضعہ	دودھ پلانے والی
موجب اجر	ثواب ملنے کا سبب
مراتب	درجے
تحقیر آمیز	جس میں حقارت ہو

اتمہاری محبت ہم پر عار ہوگئی"

اطاعت عامہ اللہ ورسول کی پھر علماے دین کی ہے قال اللہ تعالیٰ اطیعو ا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم ۔اصل اطاعت اللہ ورسول کی ہے اور علماے دین ان کے احکام سے آگاہ، پھر اگر عالم سید بھی ہو تو نور علی نور امور مباح میں جہاں تک نہ شرعی حرج ہو، نہ کوئی ضرر، سید غیر عالم کے بھی احکام کی اطاعت کرے کہ اس میں اس کی خوشنودی ہے، اور سادات کرام کی خوشی میں کہ حد شرع کے اندر ہو حضور سید عالم ﷺ کی رضا ہے۔ اور حضور کی رضا اللہ عزوجل کی رضا۔

(۳) ہاں سچے محبان اہل بیت کرام کے لئے روز قیامت نعمتیں برکتیں راحتیں ہیں۔طبرانی کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہم اہل بیت کی محبت لازم پکڑو کہ جو اللہ سے ہماری دوستی کے ساتھ ملے گا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں جائے گا۔قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کسی کو اس کا عمل نفع نہ دے گا جب تک ہمارا حق نہ پہچانے۔

(۴) اگر دونوں عالم دین سنی صحیح العقیدہ اور جس کام کے لئے صدارت مطلوب ہے، اس کے اہل ہوں تو سید کو ترجیح ہے ورنہ ان میں جو عالم یا علم میں زائد یا سنی ہو اور دونوں عالم دین میں مساوی ہوں تو جو اس کام کا زیادہ اہل ہو۔واللہ تعالیٰ اعلم

ابٹن لگانا جائز ہے یا نہیں؟
کیا عورتوں سے مذاق کا کوئی رشتہ ہوتا ہے؟

سوال: شادی سے قبل دولہا اور دولہن کو ابٹن ملا جاتا ہے، اس کے لئے اپنے خویش واقارب برادری کی عورتیں بلائی جاتی ہیں۔دولہا خود بالغ ہو یا نابالغ ان کو اکثر وہ عورتیں جن سے رشتہ مذاق کا ہوتا ہے، وہی بدن وغیرہ سارے بدن میں ابٹن لگاتی ہیں اور اس کے بعد سب کو گڑ تقسیم کیا جاتا ہے۔یہ اسراف ہے یا نہیں اور رسم مذکور جائز ہے یا نہیں۔



● سیادت	سید ہونا
● تبرائیان زمانہ	شیعہ فرقہ، تبرا کرنے والا لعن طعن کرنے ولا
● محبت صادقہ	سچی محبت
● محبت کاذبہ	جھوٹی محبت

الجواب: ابٹن ملنا جائز ہے۔ اور کسی خوشی پر گڑ کی تقسیم اسراف نہیں۔ اور دولہا کی عمر نو دس سال کی ہو تو اجنبی عورتوں کا اس کے بدن میں ابٹن ملنا بھی گناہ و ممنوع نہیں۔ ہاں بالغ کے بدن میں نامحرم عورتوں کا ملنا نا جائز ہے اور بدن کو ہاتھ تو ماں بھی نہیں لگا سکتی، یہ حرام اور سخت حرام ہے اور عورت و مرد کے مذاق کا رشتہ، شریعت نے کوئی نہیں رکھا۔ یہ شیطانی و ہندوانی رسم ہے **واللہ تعالیٰ اعلم**

صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ "ص" لکھنا کیسا ہے؟
لوگوں کے محمد نام پہ ؐ لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: لوگوں کے نام کے آگے جو محمد ہے اس پر حرف (ؐ) اس طرح لکھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: حرف (ؐ) لکھنا جائز نہیں۔ نہ لوگوں کے نام پر، نہ حضور ﷺ کے اسم کریم پر۔ لوگوں کے نام پر تو یوں نہیں کہ وہ اشارہ درود کا ہے اور غیر انبیاء و ملائکہ علیہم الصلاۃ والسلام پر بالاستقلال درود جائز نہیں۔ اور نام اقدس پر یوں نہیں کہ وہاں پورے درود شریف کا حکم ہے ﷺ لکھے فقط ؐ یا عم یا صلعم جو لوگ لکھتے ہیں سخت شنیع و ممنوع ہے یہاں تک کہ تاتارخانیہ میں اس کو تخفیف شان اقدس ٹھہرایا والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

★★★

● اسراف: فضول خرچی ● بالاستقلال: یعنی مستقل، بغیر حضور ﷺ پر درود بھیجے



كِتَابُ الْاَشْرِبَه

[فتاوی رضویہ مترجم]

جلد نمبر ۲۵ - صفحہ ۷۷ تا ۲۱۴

علاج کے لئے افیون کھانا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ تھوڑی سی افیون مرض کی غرض سے کھانا جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب: بضرورت دوا قلیل المقدار افیون کہ اس قدر سے نشہ وسرور یا عقل وحواس میں تغیر وفتور اصلاً نہ پیدا ہو، استعمال کرنا جائز ہے۔ اور شوق کی راہ سے بطور مشغلہ کھانا، جس طرح عام کھانے والے اپنے پیچھے لت لگا لیتے ہیں، مطلقا جائز نہیں۔ اگر چہ نشہ نہ کرے۔ اگر چہ بوجہ اپنی قلت کے اس قابل ہی نہ ہو۔ ردالمحتار میں ہے (البنج والافیون استعمال الکثیر المسکر منہ حرام مطلقا واما القلیل فان کان للھو حرم وان للتداوی فلا اہ ملتقطا)۔ کھانے والے کی خاص نیت سے خدا کو خبر ہے۔ بعض دوا کا نرا بہانہ ہی کرتے ہیں۔ انہیں مفتی کا فتوی نفع نہ دے گا واللہ یعلم المفسد من المصلح اور اس خبیث چیز کی بدخو ہے کہ چند روز میں گھر کر لیتی ہے اور پھر چھڑائے نہیں چھوٹتی اور بتدریج پاؤں پھیلاتی ہے۔ یہاں تک کہ تھوڑی مدت میں آدمی کو خاصا افیونی کر لیتی ہے۔ والعیاذ باللہ —— اطبا لکھتے ہیں "اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے کھانے سے باطن کی جھلیوں میں سوراخ ہو جاتے ہیں۔ اس کے سوا کسی دوسری بلا سے نہیں بھرتے۔ ناچار عادت ڈالنی پڑتی ہے —— حتی الامکان بچے۔ اور اگر ایسی ہی ضرورت شدیدہ ہو، تو خالی کھانے سے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے، کہ مرض کے مناسب کسی نسخہ میں اتنا جز شریک کر لیں کہ ایک دن کی قدر شربت میں بہت قلیل مقدار آئے جس پر نشہ وغیرہ کا گمان نہ ہو۔ اس تقدیر پر اس کی صورت بھی اہل لہو کی مستعمل صورت سے جدا ہو جائے گی اور موضع تہمت پر وقوف بھی نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شراب پینے والا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص شراب پئے وہ کیسا ہے بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم احفظنا والمسلمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ شراب حرام اور پیشاب کی طرح ناپاک اور اس کا پینا سخت گناہ کبیرہ اور پینے والا فاسق، فاجر، ناپاک، بے باک، مردود، ملعون، مستحق عذاب شدید وعقاب الیم ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔ اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سخت سخت وعیدیں ہولناک تہدیدیں فرما



● بضرورت دوا	دوا کی ضرورت کے سبب	● نرا	: خالص
● قلیل المقدار	: تھوڑی سی	● عقل وحواس میں تغیر وفتور	: جس سے ہوش ہو حواس بدل جائے
● بوجہ اپنی قلت کے	: اپنی قلت (کم) ہونے کے سبب	● ضرورت شدیدہ	: سخت ضرورت
● اہل لہو	: دنیا دار	● موضع تہمت	: تہمت کی جگہ جس سے بچنے کا حکم ہے
● وقوف	: ٹھہرنا	● اطبا	: طبیب کی جمع، حکیم، ڈاکٹر
● بتدریج	: آہستہ آہستہ	● حتی الامکان	: جہاں تک ہو سکے

ئیں۔ہم یہاں صرف بعض پر اکتفا کرتے ہیں۔

حدیث (۱) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں شراب پیتے وقت شرابی کا ایمان ٹھیک نہیں رہتا رواہ الشیخان و غیرھما عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حدیث (۲) جو شخص شراب کے لئے شیرہ نکالے اور جو نکلوائے اور جو پیئے اور جو اٹھا کر لائے اور جس کے پاس لائی جائے اور جو پلائے اور جو بیچے اور جو اس کے دام کھائے اور جو خریدے اور جس کے لئے خریدی جائے ان سب پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی (رواہ الترمذی و ابن ماجہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ و رجالہ ثقات)۔

حدیث (۳) کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "جو زنا کرے یا شراب پیئے۔اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کھینچ لیتا ہے، جیسے آدمی اپنے سر سے کرتا کھینچ لے (رواہ الحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ۔)

حدیث (۴) کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تین شخص جنت میں نہ جائیں گے۔شرابی اور اپنے قریبی رشتہ داروں سے بد سلوکی کرنے والا اور جادو کی تصدیق کرنے والا۔اور جو شرابی بے توبہ مر جائے۔اللہ تعالیٰ اسے وہ خون اور پیپ پلائے گا، جو دوزخ میں فاحشہ عورتوں کی بری جگہ سے اس قدر بہے گا کہ ایک نہر ہو جائے گا۔دوزخیوں کو ان کی فرج کی بدبو عذاب پر عذاب ہوگی۔وہ سخت بدبو، گندی، پیپ جو بدکار عورت کے فرج سے بہے گی اس شرابی کو پینی پڑے گی والعیاذ باللہ تعالیٰ۔رواہ احمد و ابن حبان فی صحیحہ والحاکم و صححہ و ابو یعلی عن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔مسلمان ذرا آنکھیں بند کر کے غور کرے کہ شراب چھوڑنا قبول ہے یا اس پیپ کے گھونٹ نگلنا۔والعیاذ باللہ تعالیٰ

حدیث (۵) رسول اللہ ﷺ تعالیٰ فرماتے ہیں "شرابی اگر بے توبہ مرے، تو اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح حاضر ہوگا جیسے کوئی بت پوجنے والا۔(رواہ احمد بسند صحیح عندنا و ابن حبان فی صحیحہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

حدیث (۶) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص شراب کی ایک بوند پیئے، چالیس روز تک اس کی کوئی نماز قبول نہ ہو۔اور جو مر جائے اور اس کے پیٹ میں شراب کا ایک ذرہ بھی ہو، تو جنت اس پر حرام کر دی جائے گی اور جو شراب پینے سے



● عقاب الیم	: بھیانک سزا	● تہدیدیں	: تنبیہ سرزنش
● شیرہ	: جوس	● فرج کی بدبو	: ان فاحشہ عورتوں کی شرم گاہ کی بدبو

چالیس دن کے اندر مرے گا، وہ زمانہ کفر کی موت مرے گا والعیاذ باللہ تعالیٰ

حدیث (۷) کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "میرے رب نے اپنی عزت کی قسم یاد فرمائی ہے کہ میرا بندہ جو ایک گھونٹ شراب کا پیئے گا، میں اسے اس کے بدلے جہنم کا کھولتا ہوا پانی پلاؤں گا، اس کی بخشش تک۔ اور جو کسی چھوٹے کو پلائے گا، جب بھی اس کی سزا میں وہ پانی پلاؤں گا، اس کی بخشش تک۔ اور میرا جو بندہ میرے خوف سے شراب چھوڑے گا اسے اپنے پاک دربار میں پلاؤں گا۔

حقہ پینا کیسا ہے؟

سوال: علمائے دین نے حقہ کو حرام مطلق قرار دیا ہے یا مکروہ۔ کیا وہ شخص زیارت حضور سرور کائنات ﷺ سے مشرف نہ ہوگا جو حقہ پیتا ہے۔ اگرچہ درود شریف بکثرت پڑھتا ہو۔ اور کیا اس کا تحفہ حضور قبول نہ فرمائیں گے۔

الجواب: دم لگانا، جس سے ہوش وحواس میں فرق آجاتا ہے، حرام ہے۔ اور سادہ حقہ ہرگز حرام نہیں۔ نہ اس کا پینا کسی طرح کا گناہ ہے۔ ہاں اگر بو رکھتا ہے تو خلاف اولیٰ ہے۔ جیسے کچی پیاز کھانا۔ اور یہ جاہلانہ خیالات کہ حقہ پینے والا زیارت اقدس حضور پرنور ﷺ سے معاذ اللہ محروم ہے یا حضور رحمت عالم ﷺ معاذ اللہ اس کا تحفۂ درود شریف قبول نہ فرمائیں گے۔ یہ سب دروغ بے فروغ اور حضور سید عالم ﷺ پر افتراء ہے۔ بہت بندگان خدا حقہ پینے والے، خواب میں زیارت جمال جہاں آرائے حضور اقدس ﷺ سے بارہا مشرف ہوئے اور حضور رؤف ورحیم ﷺ نے غایت کرم ومہربانی کے کلمات ارشاد فرمائے۔ قل لو انتم تملکون خزائن رحمۃ ربی اذالا مسکتم خشیۃ الانفاق وکان الانسان قتورا

ہاں وردِ درود مبارک کے وقت حقہ نہ پیئے اور پی چکا ہو، تو کلی، مسواک سے منھ صاف کرکے ورد شروع کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

افیون کھانا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ افیون کھانی کیسی ہے۔ افیونی فاسق و مستحق وعذاب ہے یا نہیں۔ اور جو



● دروغ بے فروغ	:	فائدہ نہیں دینے والا جھوٹ
● افترا	:	تہمت، بہتان
● زیارت جمال جہاں آرائے حضور اقدس	:	حضور اقدس ﷺ کے پرنور چہرے کی زیارت

لوگ اس کی ہمراہی کریں، اس کی مدد کریں، وہ کیسے ہیں۔ افیونی کو کھانا کھلانا جائز ہے یا نہیں۔ اور کھانے کے علاوہ ،دام دیئے جائیں یا نہیں۔ جب کہ اس کی عادت سے معلوم ہے کہ وہ ان داموں کو افیون میں صرف کرے گا۔

الجواب: افیونی ضرور فاسق و مستحق عذاب ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر چیز کہ نشہ لائے اور ہر چیز کہ عقل میں فتور ڈالے، حرام فرمائی۔ اور مخالفتِ شرع میں کسی کی مدد کرنی، ہمراہی لینی، خود مخالفتِ شرع کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تأخذ کم بهما رأفة فی دین الله رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں فی کل کبد حراء رطبة اجر۔ اور کھانے کے علاوہ دام نہ دیئے جائیں، جب کہ معلوم ہو کہ افیون میں صرف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا تعاونوا علی الاثم والعدوان .واللہ تعالیٰ اعلم

شراب کے حرام ہونے کی وجہ کیا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شراب کا حرام ہونا اس کے نشہ کی وجہ سے ہے یا ادویہ کے سڑ کر تیار ہونے کی وجہ سے۔

الجواب: شراب کا شراب ہونا، جوش آنے اور نشہ لانے کی حالت پر موقوف ہے۔ دوائیں اگر سڑائی جائیں اور ان میں نشہ لانے کا جوش پیدا نہ ہو، تو وہ شراب نہ ہوں گی۔ جیسے بعض مصفی عرقوں میں ادویہ کی تعفین کی جاتی ہے اور بغیر سڑائے صرف آنچ دینے یا دھوپ دکھانے یا گرم ہوا میں ٹھہرنے سے، وہ جوش آجائے، جیسے آب ونقوع، انگور و خرما، تربوز شکر آمیختہ اور تاڑی وغیرہ میں تو وہ شراب ہوجائے گی۔ پھر شراب ہوجائے، تو اس کی حرمت اس قدر پینے پر موقوف نہ رہے گی جو نشہ لائے، بلکہ وہ نجاست غلیظہ اور مطلقا حرام اگر چہ ایک بوند۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شراب کب سے حرام ہے؟ چند واقعات کی تحقیق!

سوال: یہ چند امور حضور سے دریافت کئے جاتے ہیں۔ اول یہ کہ آنحضرت ﷺ سے پیشتر اور جو نبی گزرے ہیں ان کے وقت میں شراب حلال تھی یا حرام۔ دوسرے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت ﷺ کے وقت میں شراب پی اور حالت نشہ میں نماز میں سورہ غلط پڑھی اور تیسرے یہ بیان کیا کہ حضرت امیر حمزہ نے



● افیون	:نشہ آور چیز	● فتور	: نقص، خرابی
● مخالفت شرع	:شریعت کی مخالفت	● ہمراہی لینی	:سہارا لینا، دوست بنانا
● ادویہ	:دوا کی جمع		

حالت نشہ میں ایک اونٹنی بلا ذبیحہ کا دل اور جگر کھایا۔

الجواب: اگلی شریعتوں میں بلکہ خود شریعت اسلام کی ابتداء میں شراب کی تحریم نہ تھی۔ ہاں نشہ ہمیشہ ہر شریعت میں حرام رہا ہے۔ امیر المؤمنین سیدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی نسبت امر مذکور کا بیان کرنے والا، اگر اس سے شان اقدس مرتضوی پر طعن چاہتا ہے، تو خارجی ناصبی، مردود جہنمی ہے۔ ورنہ بلا ضرورت شرعیہ عوام کو پریشان کرنے والا سفیہ، احمق، بدعقل، بے ادب ہے۔ یہی حال سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا ہے۔ بلکہ اس میں قائل نے جھوٹ ملایا ہے۔ اسے توبہ لازم ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالیٰ اعلم

والدین کی اطاعت فرض یا واجب؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اطاعتِ والدین و برادران واجب ہے یا فرض۔ اور درصورت ارتکابِ گناہ کبیرہ مثلاً زنا کرنا، چوری کرنا، ڈارھی منڈانا، یا کتروانا، ترک اطاعت واجب ہے۔ یا اب بھی اطاعت کرنا چاہئے۔ اور اگر بعد ارتکاب گناہ، لڑکا اپنے باپ سے یا چھوٹا بھائی بڑے بھائی سے کہے، کہ ڈارھی منڈانا یا چوری کرنا چھوڑ دو۔ اور اس کے جواب میں وہ کہے کہ یہ تو ضرور کروں گا اس حالت میں اطاعت کرے یا نہیں۔ اور اگر وہ شخص توبہ سے انکار کرے، تو کافر ہوا یا نہیں۔

الجواب: اطاعتِ والدین جائز باتوں میں فرض ہے۔ اگرچہ وہ خود مرتکب کبیرہ ہوں۔ ان کے کبیرہ کا وبال ان پر ہے۔ مگر اس کے سبب یہ امورِ جائزہ میں ان کی اطاعت سے باہر نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر وہ کسی ناجائز بات کا حکم کریں، تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں لا طاعة لاحد فی معصیة اللہ تعالیٰ۔ ماں باپ اگر گناہ کرتے ہوں، ان سے بہ نرمی و ادب، گزارش کرے۔ اگر مان لیں تو بہتر ورنہ سختی نہیں کرسکتا۔ بلکہ غیبت میں ان کے لئے دعاء کرے۔ اور ان کا یہ جاہلانہ جواب دینا کہ یہ تو ضرور کروں گا۔ یا توبہ سے انکار کرنا، دوسرا سخت کبیرہ ہے۔ مگر مطلقاً کفر نہیں۔ جب تک کہ حرام قطعی کو حلال جاننا یا حکم شرع کی توہین کے طور پر نہ ہو۔ اس سے بھی جائز باتوں میں ان کی اطاعت نہ کی جائے گی۔ ہاں اگر معاذ اللہ یہ انکار بروجہ کفر ہو، تو وہ مرتد ہو جائیں گے۔ اور مرتد کے لئے مسلمان پر کوئی حق نہیں۔ رہا بڑا بھائی، وہ ان احکام میں ماں باپ کا ہمسر نہیں۔ ہاں اسے بھی حق تعظیم حاصل ہے۔ اور بلا وجہ شرعی ایذا رسانی تو کسی



- مصفّٰی: صاف
- تعفین: بدبودار کرنا
- شکر آمیختہ: شکر ملی ہوئی
- شان اقدس مرتضوی: حضرت علی مرتضیٰ کی شان
- آب دنقوع: بھیگی ہوئی دوا کا پانی
- تحریم: حرام کرنا
- نجاست غلیظہ: بڑی نجاست، ایک درہم کے مقدار لگنے سے اس کا پاک کرنا فرض ہو جاتا ہے
- خارجی۔ رافضیوں کے ایک فرقہ جو حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اچھا کہتے اور حضرت علی کو نہیں مانتے
- ناصبی: اہل بیت سے دشمنی رکھنے والا فرقہ
- سفیہ: بے وقوف

مسلمان کی حلال نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

مہوا سے بنائی ہوئی شراب حلال یا حرام ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس زمانے میں جو شراب مہوا سے بناتے ہیں اور عرق کی طرح کھینچے جاتے ہیں اور اس کا نام شراب ہے اور تمام ملک میں مستعمل ہے۔ پس ایک حکیم صاحب فقہ اور اہل علم سے ہیں ان کی رائے ہے کہ تیزاب کی طرح نکالا جاتا ہے۔ اگر چہ بسبب مسکر کے حرام تو ہے، لیکن دوا میں استعمال کرنا یا دوا کے واسطے پینا جائز ہے۔ اور آٹھ قسم فقہ میں جو ہے اس میں سے کسی قسم میں یہ شراب نہیں۔ ہاں سکر کرے، جب حرام ہے۔ دوا میں پینا تھوڑا پینا کسی بیماری میں حرام نہیں۔ اور حد اس پر نہیں۔ یہ کہنا حکیم صاحب کا صحیح ہے یا غلط اور اس پر ایک درمختار کا مسئلہ افیون کا بھی پیش کرتے ہیں الافیون حرام الا لصاحب التداوی وغیرہ کی طرح اس کو بھی سمجھنا یا خمر کے موافق یہ شراب کیسے ہے۔ اور حکم اس کا کیا ہے۔ بینوا توجروا اجرکم اللہ اجرا وافیا۔

الجواب: صحیح یہ ہے کہ مائعات مسکر ہے یعنی جتنی چیزیں رقیق و سیال ہو کر نشہ لاتی ہیں۔ خواہ وہ مہوا سے بنائی جائیں یا گڑ، یا اناج، یا لکڑی یا کسی بلا سے، وہ سب شراب ہیں۔ ان کا ہر قطرہ حرام بھی اور پیشاب کی طرح نجس و ناپاک بھی۔ اور ان سے نشے میں شراب کی طرح حد بھی ہے۔ اور صحیح یہ کہ دوا میں بھی ان کا استعمال حرام ہی ہے۔ بخلاف ان چیزوں کے جو بغیر سیال ہونے کے نشہ رکھتی ہیں۔ جیسے افیون، مشک و زعفران وغیرہ، کہ یہ ناپاک نہیں اور بقدر سکر مطلقا حرام ہیں۔ یونہی بقصد لہو فساد بھی مطلقا حرام اگر چہ بقدر سکر نہ ہو۔ ورنہ مقدار قلیل بغرض صحیح، مثلِ دوا وغیرہ بے تشبہ فاسقین حلال ہے۔ تو "درمختار" کی اس عبارت کو مہوا کی شراب سے کوئی تعلق نہیں۔

حقہ پینا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ بعض جاہل بلکہ عالم یہ کہتے ہیں کہ حقہ پینا مکروہ ہے اور اس کا پانی اگر کپڑے پر گر جائے تو کپڑا ناپاک ہو جائے گا۔



● در صورت ارتکاب گناہ کبیرہ	گناہ کبیرہ کرنے کی صورت میں	● مرتکب کبیرہ	:گناہ کبیرہ کرنے والا
● غیبت	:غیر حاضری	● ہمسر	:برابر
● بسبب مسکر	:نشہ کے سبب	● مرتد	:اسلام سے پھرا ہوا، کافر

الجواب: حقے کے پانی کو ناپاک بتانا محض جہالت اور شریعت مطہرہ پر افترا ہے۔ اور حقہ جس طرح بعض جاہل، افطارِ رمضان کے وقت پیتے ہیں، جس سے کہ حواس میں خلل آتا ہے۔ ضرور ناجائز اور گناہ ہے۔ اور تکیے وغیرہ کا حقہ جو مدتوں تازہ نہ ہوتا ہو اور کریہہ بدبو دے، مکروہ ہے۔ اور عام حقہ جیسا کہ اہل تہذیب پیتے ہیں، جس میں بدبو نہیں ہوتی۔ وہ محض مباح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

انگریزی دوا کا استعمال کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ادویہ انگریزی، استعمال ہوں یا نہ ہوں اور اگر ہوں تو وہ کون سی ہے، جس کو بلاتکلف استعمال کرلیں، آیا کل ادویہ ممنوع ہیں، یا صرف وہ، جن میں اثر شراب ہے۔ خواہ پینے کی ہو خواہ مالش کی ہو۔ اور عطریات کا بھی حال معلوم ہو جائے کہ کل عطر منع ہے یا جس میں آمیزش شراب کی ہو۔ بظاہر آمیزش شراب معلوم ہو یا نا ہو، مگر اس میں خلط ہو اور ایسی عطریات کی مالش کی جاویں یا سونگھیں جاویں۔ اس کی تفصیل بھی ہو جائے۔

الجواب: انگریزی رقیق دوائیں جو ٹنچر کہلاتی ہیں۔ ان میں عموماً اسپرٹ پڑتی ہے۔ اور اسپرٹ یقیناً شراب بلکہ شراب کی نہایت بدتر قسموں میں سے ہے۔ وہ نجس ہے۔ ان کا کھانا حرام، لگانا حرام، بدن یا کپڑے یا دونوں کی مجموع پر ملا کر اگر روپیہ بھر جگہ سے زیادہ میں ایسی شئی لگی ہوئی ہو نماز نہ ہوگی۔ ہاں خشک دوا جس میں کسی نجاست کی خلط کا حال معلوم نہ ہو لگانا جائز ہے۔ اور اگر کسی حرام شئی کا اختلاط معلوم نہ ہو، تو کھانے کی بھی اجازت ہے۔ اور افضل احتیاط ہے۔ انگریزی عطروں کا حال فقیر کو معلوم نہیں۔ سوا اس کے کہ بہت بدبو کریہہ الرائحہ ہوتی ہیں۔ رقیق اشیاء میں ان کی قوت رکھنے کے لئے ڈاکٹری نسخوں میں اسپرٹ ہی کا مطلقاً استعمال ہے۔ لہٰذا ان سے احتراز ہی چاہئے اور اگر ثابت ہو جائے کہ ان میں اسپرٹ ہے تو ان کا نہ صرف لگانا بلکہ سونگھنا بھی ناجائز ہے کہ شراب کے مول لینے والے، اٹھانے والے پر بھی لعنت فرماتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم



● سکر:	نشہ	● خمر	:شراب
● مائعات	:بہنے والی چیزیں، جیسے شراب، الکحل وغیرہ	● رقیق وسیال	پتلی اور بہنے والی
● حد:	سزا	● بقدر سکر	:نشہ کے مقدار
● بقصد لہو وفساد	: لہو اور فساد کے ارادے سے	● بے تحبہ فاسقین	:فاسقین کی مشابہت نہ ہو تو

حقہ پینے والے کیسے ہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں بروز قیامت حقہ پینے والے سے حضور سرور کائنات علیہ السلام روئے مبارک پھیر لیں گے اور درود شریف اس کا پڑھنا قبول نہ ہوگا؟ یہ بیان غلط ہے یا صحیح۔

الجواب: یہ سب دروغ کاذب ہے۔ اور شریعت مطہرہ محمد رسول اللہ علیہ السلام پر افترا ـــــ حقہ تو مباح ہے، اگر بفرض غلط، حرام بھی ہوتا تو اتنا گناہ نہ ہوتا، جس قدر رسول اللہ علیہ السلام پر افترا کرنا کبیرہ شدیدہ ہے۔ جس کے بعد بس کفر ہی کا درجہ ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ کے واسطے سے مانگنے والا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک سائل کوچہ وبازار میں پھرتا ہے اور ہر ایک سے سوال کرتا ہے کہ مجھے اللہ کے واسطے روٹی یا کپڑا یا پیسہ دو۔ بعض دیتے ہیں اور اکثر نہیں دیتے۔ اول اکثروں کے واسطے جو نہیں دیتے ہیں کیا حکم ہے۔ و نیز ایک شخص کسی دوسرے شخص سے کہتا ہے تو اپنی بیٹی کا اللہ کے واسطے میرے ساتھ نکاح کردے لیکن وہ نہیں کرتا اس کے واسطے کیا حکم ہے و نیز ایک شخص کسی صاحب ریاست و امارت سے کہتا ہے کہ ایک ہزار روپیہ مجھے اللہ کے واسطے دیدے مگر وہ نہیں دیتا۔ اس کے واسطے کیا حکم ہے۔ بعض سائل ان الفاظ میں سوال کرتے ہیں کہ خدا اور رسول کے واسطے مجھے کچھ دو یا کوئی شخص کسی سے کہہ بیٹھے کہ خدا اور رسول کے واسطے مجھے معاف کرو۔ ان پر ہر شخص کے واسطے از روئے شرع شریف کیا حکم ہے؟ بالتفصیل جواب عنایت ہو۔ یہ سوالات خالصاً لوجہ اللہ ہیں۔ جو شرع شریف کا حکم ہو بیان فرمائیے۔

الجواب: رسول اللہ علیہ السلام فرماتے ہیں ملعون من سأل بوجہ اللہ و ملعون من سئل بوجہ اللہ ثم منع سائلہ ما لم یسئل ھجرا ملعون ہے جو اللہ کا واسطہ دے کر کچھ مانگے اور ملعون ہے جس سے خدا کا واسطہ دے کر مانگا جائے پھر اس سائل کو نہ دے۔ جب کہ اس نے کوئی بے جا سوال نہ کیا ہو۔ اور فرماتے ہیں علیہ السلام جس سے خدا کا واسطہ دے کر کچھ مانگا جائے اور وہ دے دے، تو اس کے لیے ستر (۷۰) نیکیاں لکھی جائیں۔ اور مروی کہ فرماتے ہیں



● ادویہ انگریزی	:انگریزی دوائیں	● آمیزش	: ملاوٹ
● خلط	:ملنا	● رقیق	:پتلی
● ٹنکچر	: جراثیم کش دوا	● اسپرٹ	: شراب
● اختلاط	:ملنا	● کریہہ الرائحہ	: ناپسندیدہ مہک

ﷺ جو تم سے خدا کا واسطہ دے کر مانگے، اسے دو۔ اور اگر نہ دینا چاہو، تو اس کا بھی اختیار ہے۔ اور فرماتے ہیں ﷺ اللہ کے واسطے سے، سوا جنت کے کچھ نہ مانگا جائے۔ علماء نے بعد توفیق و تطبیق احادیث، یہ حکم منقح فرمایا کہ اللہ عزوجل کا واسطہ دے کر سوا اخروی، دینی شی کے، کچھ نہ مانگا جائے۔ اور مانگنے والا خدا کا واسطہ دے کر مانگے اور دینے والے کا اس شی کے دینے میں کوئی حرجِ دینی و دنیوی نہ ہو، تو مستحب و موکد دینا ہے۔ ورنہ نہ دے۔ بلکہ امام عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو خدا کا واسطہ دے کر مانگے، مجھے یہ خوش آتا ہے کہ اسے کچھ نہ دیا جائے۔ یعنی تاکہ یہ عادت چھوڑ دے۔ اس تفصیل سے سب سوالات کا جواب واضح ہوگیا۔ جو خدا کا واسطہ دے کر بیٹی مانگے اور اس سے مناکحت کسی دینی یا دنیوی مصلحت کے خلاف ہے، یا دوسرا اس سے بہتر ہے، تو ہرگز نہ مانا جائے کہ دختر کے لئے صلاح و اصلح کا لحاظ اس بے باک سے اہم و اعظم ہے۔

اور روپیہ پیسہ دینے میں اپنی وسعت و حالت اور سائل کی کیفیت و حاجت پر نظر درکار ہے۔ اگر یہ سائل قوی و تندرست گدائی کا پیشہ ور، جوگیوں کی طرح ہے، تو ہرگز ایک پیسہ نہ دے، کہ اسے سوال حرام ہے۔ اور اسے دینا حرام پر اعانت کرنا ہے۔ دینے والا گنہگار ہوگا۔

اور اگر صاحب حاجت ہے اور جس سے مانگا، اس کا عزیز و قریب بھی حاجت مند ہے اور اس کے پاس اتنا نہیں کہ دونوں کی مواسات کرے، تو اقربا کی تقدیم لازم ہے۔ ورنہ بقدر طاقت و وسعت ضرور دے اور روگردانی نہ کرے۔

یہ سوالات کا جواب تھا اور اتنی بات گزارش ہے کہ بے ادب سائل ہونا نہ چاہئے، سوال کیا جائے علماء کرام سے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع مفتیان شرع متین اور آخر میں ہدایت یہ کی جائے کہ رورعایت کسی کی نہ پائی جائے۔ یہ کھلی دریدہ دہنی ہے۔ علمائے دین و مفتیان شرع متین کو کسی کی رورعایت سے کیا تعلق۔ جو احکام الٰہیہ ہیں، بتاتے ہیں۔ جو کسی کی رورعایت سے معاذ اللہ قصداً غلط حکم بتائیں، وہ علمائے دین کب ہوئے۔ نائبان شیاطین ہوئے۔ عوام پر علمائے دین کا ادب باپ سے زیادہ فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”تین شخص ہیں جن کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق کھلا منافق، از انجملہ ایک بوڑھا مسلمان، دوسرا عالم، کہ مسلمانوں کو نیک بات بتائے، تیسرا بادشاہ مسلمان عادل۔ واللہ تعالیٰ اعلم





● دروغ کاذب	: بہت بڑا جھوٹا	● کبیرہ شدیدہ	: سخت بڑا گناہ
● بعد توفیق و تطبیق احادیث	: حدیثوں میں موافقت و مطابقت کے بعد	● منقح	: واضح
● موکد	: ضروری	● صلاح و اصلح	: یعنی اچھی تربیت
● مواسات	: برابری	● اقربا کی تقدیم	: یعنی پہلے قریبی رشتہ داروں کو دے
● سائل	: مانگنے والا	● دریدہ دہنی	: بدتمیزی
● نائبان شیاطین	: شیطان کی پیروی کرنے والے	● ازاں جملہ	: انہیں میں سے

كِتَابُ الرِّهَنُ

(فتاویٰ رضویہ مترجم)

جلد نمبر ۲۵-ص ۲۲۲تا۲۹۹

گروی زمین سے نفع اٹھانا!

سوال: گروی زمین ومکان سے نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: اس قسم کے مسائل میں قول منقح ومحرر واصل محقق ومقرر یہ ہے کہ بر بنائے قرض کسی قسم کس نفع لینا مطلقا سود وحرام ہے۔ حدیث پاک میں ہے حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں کل قرض جر منفعة فهو ربا۔ رواه الحارث فی مسنده عن امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی الله عنه ''جو قرض کوئی نفع کھینچ لائے وہ سود ہے اور اگر اس بنا سے جدا، ویسی ہی باہمی سلوک کے طور پر کوئی نفع وانتفاع ہو تو وہ مدیون کی مرضی پر ہے۔ اس کی خالص رضا واذن سے ہو تو روا، ورنہ حرام۔

اب یہ بات کہ یہ انتفاع، بر بنائے قرض ہے یا بطور سلوک، اس کے لئے معیار، شرط وقرارداد ہے۔ یعنی اگر قرض اس شرط پر دیا کہ نفع لیں گے، تو وہ نفع بر بنائے قرض، حرام ہوا۔ اور اگر قرض میں اس کا کچھ لحاظ نہ تھا، پھر آپس کی رضامندی سے کوئی منفعت، محض بطور احسان ومروت حاصل ہوئی، تو وہ بر بنائے حسن سلوک ہے۔ نہ بر بنائے قرض۔ تو مدارِ کار شرط پر ٹھہرا۔ یعنی نفعِ مشروط سود، اور نفعِ غیر مشروط سود نہیں، بلکہ باذنِ مالک، مباح۔ پھر شرط کی دو صورتیں ہیں:

(۱) نصاً یعنی بالتصریح قراردادِ انتفاع ہو جائے۔

(۲) عرفاً کہ زبان سے کچھ نہ کہیں مگر بحکم رسم ورواج قرارداد معلوم۔ اور داد وستد خود ہی ماخوذ ومفہوم ہو۔

ان دونوں صورتوں میں وہ نفع حرام وسود ہے فان المعهود عرفا كالمشروط لفظا (اس لئے کہ جو عرف کے اعتبار سے معہود ہو وہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسے لفظوں میں مشروط ہو) ـــــ جب یہ اصل کلی معلوم ہوئی، حکمِ مسئلہ واضح ہو گیا کہ اگر مکان وغیرہ شئے مرہون سے مرتہن کا بذریعہ سکونت وغیرہ نفع لینا مشروط ہو چکا ہے، جیسا کہ دخلی رہن ناموں میں اس کی صاف تصریح ہوتی ہے۔ جب تو اس کا صریح سود حرام ہونا ظاہر ـــــ ورنہ غالب عرف وعادت

● قول منقح ومحرر واصل محقق ومقرر یہ ہے کہ :یعنی محققانہ اور قول راجح قول

● انتفاع	:فائدہ حاصل کرنا	● مدیون	:جس نے قرض لیا
● رضا واذن	:اجازت	● مدارِ کار	:بنیادی طور پر
● بالتصریح قراردادِ انتفاع	:صراحت کے ساتھ نفع حاصل کرنے کا معاہدہ		
● داد وستد	:معاملہ، خرید وفروخت، لین دین	● شئے مرہون	:جس کو گروی رکھی جائے
● مرتہن	:گروی لینے والا	● اس بنا سے جدا،	:اس معاہدہ سے الگ



رسم ورواج زمانہ صراحۃً حاکم، ابنائے زمان اسی نفع کی غرض سے قرض دیتے ہیں اور لینے دینے والے سب بغیر ذکر، اسے قرار یافتہ سمجھتے ہیں۔ اگر مرتہن جانے کہ مجھے انتفاع نہ ملے گا، ہرگز عقد نہ کرے اور راہن بوجہ قرض دبا ہوا نہ ہو تو کبھی مجبوراً اجازتِ انتفاع نہ دے ـــــــ ولہٰذا مرتہن اس نفع وسود کو اپنا حق واجب جانتے ہیں اور راہن کو اس پر مجبور کرتے ہیں۔ تو یہ انتفاع اگرچہ لفظاً مشروط نہ ہو، عرفاً بے شک مشروط ومعہود ہے۔ تو حکم، مطلق حرمت وممانعت ہے۔
ہاں! اگر مرتہن بے لحاظ انتفاع قرض دے اور صرف بغرض وثوقِ وصول جو تشریع رہن سے مقصود شارع ہے، رہن لے ۔اور عاقدین وقتِ عقد صراحۃً شرط کرلیں کہ مرتہن کسی طرح نفع اٹھانے کا مجاز نہ ہوگا۔ پھر راہن اپنی خوشی سے مرتہن کو انتفاع کی اجازت دے اور مرتہن صرف بربنائے اجازت نہ کہ اپنا استحقاق جان کر نفع اٹھائے۔ اور حال یہ ہو کہ اگر راہن اس وقت روک دے تو فوراً رک جائے یعنی بعد اس شرطِ عدمِ انتفاع کے، مالک نے برضائے خود، مکان رہن میں رہنے کا اذن دیا، یہ آکر بیٹھا ہی تھا کہ اس نے منع کیا تو معاً باز رہے۔ اور اصلاً چوں وچرا نہ کرے، تو ایسا انتفاع جب تک رضائے راہن رہے، حلال ہوگا۔ مگر حاشا! ہندوستان میں اس صورت کی صورت کہاں۔ اللہ عزوجل مسلمانوں کی اصلاح فرمائے آمین۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

گروی رکھی ہوئی چیز سے نفع اٹھانا!

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو شے مرہون سے نفع اٹھانا با اجازت راہن جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: مرہون سے انتفاع حرام محض ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں **کل قرض جر منفعة فهو ربا** ۔ با اجازت راہن نفع اٹھانے کے یہ معنی تھے کہ قرض کے دباؤ سے نہ ہو اور اس کی اجازت ہی کا پابند رہے۔ جب وہ خوشی سے کہہ دے، انتفاع کرے اور جس وقت منع کردے، فوراً باز رہے۔ مثلاً اس نے اپنی خوشی سے کہہ دیا کہ مکان میں رہو۔ یہ آکر رہا۔ اسی وقت اس نے کہہ دیا، مجھے منظور نہیں۔ تو فوراً نکل جائے۔ کچھ عذر وحیلہ درمیان میں نہ لائے۔ ایسا یہاں ہرگز نہیں ہوتا بلکہ قطعاً دباؤ پر رہتے ہیں اور راہن دباؤ ہی کے باعث اجازت دیتا ہے اور وہ رجسٹری کے کا

- ابنائے زمان: دنیادار لوگ
- قرار یافتہ: یعنی اس لین دین پہ معاہدہ ہو چکا
- راہن بوجہ قرض: گروی رکھنے والا قرض کے سبب
- مشروط ومعہود: شرط ٹھہرایا ہوا، معاہدہ کیا ہوا
- بے لحاظ انتفاع: نفع لینے کی غرض کے بغیر
- بغرض وثوق وصول: یعنی صرف اعتماد کے لئے
- تشریع رہن: رہن کا جائز ہونا
- مقصود شارع: شریعت نافذ کرنے والے یعنی حضور ﷺ کا مقصد
- استحقاق: اپنا حق جان کر
- عاقدین وقتِ عقد: یعنی گروی رکھنے والے اور گروی لینے والے معاہدہ کے وقت
- شرط عدم انتفاع: نفع نہ لینے کی شرط
- مکان رہن: گروی رکھا ہوا مکان



غذوں میں لکھی جاتی ہے کہ اس کے سبب انتفاع بالجبر کر سکیں اور اگر لاکھ کہے کہ نکل جاؤ ہر گز نہ نکلیں گے اور یہی جواب دیں گے کہ پہلے ہمارا قرض دے دو، تو جائیں۔ تو یہ صورت اجازت سے اصلاً متعلق نہیں۔ بالا جماع حرام و ربا ہے۔ **واللہ تعالی اعلم**

گروی رکھی ہوئی زمین کو جوتنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرہون شئی سے فائدہ اٹھانا مثلاً زمین رہن رکھا۔ اس کو جوتتا ہے اور اس میں زراعت بوتا ہے اور اس کے مینڈھ وغیرہ بندھواتا ہے۔ اس کے نیچے اس کا منافع کھاتا ہے۔ اور اس کو قیاس کرتا ہے بکری اور گھوڑے کے اوپر۔ اس کا منافع کھانا جائز ہے یا نہیں فقط۔

الجواب: مرتہن کو مرہون سے نفع اٹھانا حرام اور نرا سود ہے۔

کیا گروی رکھی ہوئی چیز سے نفع اٹھانے کی کوئی دلیل ہے؟

سوال: مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی افسر مدرس مدرسہ ندوہ کی رائے یہ معلوم ہوئی کہ وہ منافع جائداد مرہونہ مرتہن بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عالم گیری میں ایک جزئیہ موجود ہے الا ان یأذن الراھن براہ دستگیریِ عاجزان اس کے متعلق جو تحقیقِ صحیح حضور والا کی رائے میں ہو، اس سے آگاہ فرما کر سرفرازی بخشیں۔

الجواب: اس فتوی میں اس وہم کے تین رد موجود ہیں۔

(۱) یہاں رہن ہی نہیں، محض قرض ہے۔ اور قرض پر نفع سود۔ اور سود کسی کی اجازت سے حلال نہیں ہو سکتا۔

(۲) اگر رہن بھی مانئے، تو اجازتِ راہن جسے شرع اجازت مانتی ہے، یہاں عنقا ہے۔ ہر گز محض اس کی اجازت بروجہ احسان و تبرع کے طور پر نفع نہیں لیتے بلکہ دَین کے دباؤ سے، جس پر اس مرتہن کا راہن کو در بارۂ کرایہ نوٹس دینا شاہد ہے۔ احسان وغیرہ پر نوٹس نہیں ہوتا۔ لاجرم اِسے اپنا حق سمجھا اور بالجبر حاصل کرنا چاہا۔ پھر اجازت سے ہونا کیسا۔

(۳) ان سب سے قطع نظر ہو، تو جب سائل نے تصریح کر دی کہ یہ اجازت بعد انقضائے میعاد بر بنائے قرارداد تھی، تو قطعاً نفع کی شرط ہوگئی اور دین پر جو نفع شرط کر لیا جائے بالاجماع ربا و حرام قطعی ہے۔ اسے بہ اجازت راہن لینا نہیں کہہ



- انتفاع بالجبر: زبردستی نفع حاصل کرنا
- زراعت: کھیتی
- مینڈھ: کھیت کو باندھنے والا پشتہ،
- براہ دستگیری عاجزان: پریشان لوگوں کی مدد کے لئے

سکتے، بلکہ معاہدہ فاسدہٗ محرمہ والاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

امانت رکھنے کے نام پر پیسہ لینا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) اگر ایک مسلمان کچھ زیور، دوسرے مسلمان کے پاس لے کر گیا اور اس سے کچھ روپیہ قرض لیا اور زیور اپنا اس کے پاس روپیہ کی ضمانت میں رکھ دیا جس مسلمان کے پاس زیور رکھا گیا ہے، وہ زیور کا حق حفاظت یا کرایہ حاصل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر لے، تو جائز ہوگا یا نہیں؟ زیور جس کے پاس رکھا گیا وہ بندۂ خدا، سود سے بچنا چاہتا ہے اور اس طرح سے نفع جائز حاصل کرنا چاہتا ہے۔

(۲) اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے پاس کچھ روپیہ لینے گیا اور اس روپیہ کی ضمانت میں ایک دستاویز لکھا جس میں کوئی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ اس روپیہ کی ضمانت میں تحریر کی۔ اب جس مسلمان نے کہ روپیہ دوسرے مسلمان کو دیا اور اس جائداد کی حفاظت کرنے کا روپیہ مانگتا ہے۔ لہٰذا اس کو لینا جائز ہے یا نہیں؟
مکرر یہ ہے کہ یہ سنا ہے کہ حضور نے رہن دخلی کی کوئی ایسی صورت نکالی ہے جو کہ جائز ہے۔ امید کہ اس سے بھی مطلع فرمایا جاؤں گا۔

(۳) ایسی کون کون سی صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں کہ جن سے مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے یا غیر قوم سے روپیہ کا لین دین کر سکیں اور فائدہ بھی اٹھا سکیں۔ امید کہ ایک یا دو صورتیں تحریر فرما دی جائیں، جو حسب تصریح فقہائے کرام ثابت یا حدیث نبوی میں واقع ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کا اجر دے گا۔

الجواب:

(۱) زیور کہ روپیہ کی ضمانت میں دیا گیا اس کے معنی بعینہ رہن رکھنے کے ہیں اور رہن کی حفاظت ذمۂ مرتہن ہے کہ وہ اسی کے حق میں محبوس ہے۔ اس پر اجرت لینے کے کوئی معنی نہیں۔ اگر لے گا، خالص سود ہوگا۔ یہ نفع جائز نہیں ہو سکتا بلکہ قطعی حرام ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

(۲) جائداد ضمانت میں دینا یہاں دو طریقے پر رائج ہے



● اجازت راہن	گروی رکھنے والے کی اجازت	● احسان وتبرع	ذاتی منفعت کی امید کے بغیر کسی کو دینا
● دَین	قرض	● دربارۂ کرایہ	کرایہ کے سلسلہ میں
● لاجرم	یقینا	● بالجبر	زبردستی
● بعد انقضائے میعاد	مدت پوری ہونے کے بعد	● معاہدۂ فاسدۂ محرمہ	حرام لغو معاہدہ

ایک یہ کہ جائداد مالک ہی کے پاس رہتی ہے اور وہ دائن کو لکھ دیتا ہے کہ یہ میں نے تیرے دَین میں مکفول کی۔ اسے کفالت یا استغراق کہتے ہیں۔ یہ شرعاً محض باطل ومہمل ہے۔ نہ اس میں کسی حق حفاظت کا وہم ہوسکتا ہے کہ جائداد مرتہن کے قبضہ میں دی نہیں جاتی۔

دوسری صورت رہن دخلی کی ہے، وہ خود ہی حرام وسود ہے۔

تیسری صورت جو شرعی ہے اور یہاں جاری نہیں۔ وہ یہ کہ جائداد مرتہن کے قبضہ میں دے دی جائے اور مرتہن صرف اس پر قبضہ رکھے، کسی طرح کا نفع اس سے حاصل نہ کرے۔ یہ صورت جائز اور یہی رہن شرعی ہے اور اسکی حفاظت کا وہی حکم ہے جو جواب اول میں گزرا کہ اس پر کچھ لینا محض سود اور حرام قطعی ہے۔ **واللہ تعالی اعلم**

(۳) رہن دخلی کے جواز کی یہاں کوئی شکل نہیں، نہ میں نے نکالی ہے، نہ کوئی نکال سکتا ہے۔ اس کے جواز کی صرف یہ صورت ہے کہ زید نے عمرو کے پاس اپنا مکان رہن رکھا اور کوئی شرط اس کی سکونت کی قرار نہ پائی۔ پھر زید نے محض اپنی خوشی سے، صرف بطور احسان، اسے سکونت کی اجازت دی۔ اور وہ اس کی اجازت ہی کی بنا پر اس میں رہنا چاہتا ہے، نہ اس پر اصرار کرے گا، نہ اس پر قرض کا بار ڈالے گا۔ یہاں تک کہ اگر اس نے اجازت دی اور یہ مکان میں رہنے کو آیا، ایک پاؤں دروازے کے باہر اور ایک اندر ہے کہ اس نے کہا، اب میں اجازت نہیں دیتا، تو فوراً پاؤں باہر نکال لے۔ ایسا رہنا ہو تو ممکن ہے، مگر کیا یہاں ایسی صورت کا احتمال ہے، حاشا! ہرگز نہیں۔ **وللہ تعالی اعلم**

مشروط طور پر زمین لے کر نفع اٹھانا!

سوال: زید نے بکر سے ایک بیگہ زمین مبلغ ایک صد (۱۰۰/ر) روپیہ دے کر لے لی، اس شرط پر کہ جب تک روپیہ ادا نہیں کریں گے، زمین اس کے قبضہ میں رہے گی اور نفع بھی اٹھائیں گے اور اصل روپیہ میں سے مبلغ عا (۲/ر روپے) ہر سال میں کم ہوتا جائے۔ یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: یہ صورت رہن واجارہ جمع کرنے کی ہے اور وہ جمع نہیں ہو سکتے۔ رہن یوں باطل ہوا کہ دو روپے سال، اجرت منافعِ زمین، رہن ٹھہرے۔ اجارہ یوں فاسد ہوا کہ مدت مجہول رہی کہ جب تک روپیہ ادا ہو۔ لہٰذا یہ شرعاً جائز نہیں گناہ ہے۔ اس کا فوراً فسخ کرنا دونوں پر واجب ہے۔ زمین فوراً واپس کردے یا اس اجارۂ فاسدہ کو فسخ کرکے



- ذمۂ مرتہن: گروی لینے والے کے ذمہ
- اسی کے حق میں محبوس ہے: یعنی اس کی حفاظت اسی کے ذمہ رکھی گئی ہے۔
- دائن: قرض دینے والا
- مکفول: ضمانت وکفالت میں دیا گیا ہے

از سر نو صحیح اجارہ متعین مدت کر لے جس میں یہ شرط نہ ہو کہ تا ادائے قرض، زمین پر قبضہ رہے گا۔ رہا اس کا قرض ہے، اسے اختیار ہے کہ اب وصول کرے یا جب چاہے۔ قرض کے لئے کوئی میعاد لازم نہیں ہو سکتی۔ **واللہ تعالی اعلم**

عاریۃً لئے ہوئے مکان کو کرایہ پر لگانا!

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مکان کا مرتہن ہے۔ اگر وہ اس مکان کو راہن سے عاریت لے کر اس میں سکونت اختیار کرے، یا اس کو کرائے پر اٹھائے، تو یہ فعل اس کا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: بہ اجازتِ راہن عاریۃً رہے کہ جس وقت راہن منع کرے، فوراً سکونت چھوڑ دے، مقفل کر کے صرف قبضۂ رہن رکھے، جائز ہے۔ اور کرایہ پر چلانا بے اجازت راہن ہو تو حرام ہے۔ اور با اجازت ہو تو رہن جاتا رہا۔ کرایہ کا مالک راہن ہوگا۔
واللہ تعالی اعلم





● رہن	گروی رکھنا	● اجارہ	اجرت پر دینا
● مدت مجہول رہی	یعنی وقت متعین نہیں کیا گیا	● مقفل	بند کر کے
● قبضۂ رہن	گروی رکھے ہوئے سامان پہ قبضہ		

كِتَابُ الْوَصَايَا

فالج کا مریض کتنے سال تک اپنا مال ہبہ کرسکتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کو عارضہ فالج ہوا اور وہ عارضہ کے ساڑھے تین برس بعد بیع یا ہبہ یا کوئی تصرف، وارث یا غیر وارث کسی کے نام کرے، تو وہ تصرف شرعا جائز رہے گا یا نہیں۔ اور مرض شرعا مرض الموت قرار پائے گا یا نہیں۔

الجواب: ہمارے ائمہ کرام نے فالج ودق وسل وغیرہا امراض مزمنہ کے مرض الموت ہونے کے لئے سال بھر کی حد مقرر فرمائی ہے۔ اگر اس کے اندر موت ہو تو وہ مرض الموت قرار پاتے ہیں اور جب ایک سال سے تجاوز ہو جائے تو اس مریض کا حکم شرعا بعینہ مثل صحیح وتندرست کے ٹھہرتا ہے اور جو کچھ تصرفات، بیع خواہ ہبہ خواہ کچھ اور، وارث خواہ غیر وارث کسی کے نام کرے مثل تصرفاتِ صحیح کے صحیح ونافذ قرار پاتا ہے فی الفتاویٰ للامام قاضی خان ازا تصرف بعد سنة فهو كالصحيح يجوز تصرفاته انتهى. والله تعالىٰ اعلم

مرض موت میں مریض کو بیع کا اختیار ہے کہ نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنے مرض موت میں ایک مکان اور ایک دوکان کہ قریب سولہ سو روپیہ کی قیمت کی تھی چھ سو روپیہ کو اپنے شوہر ودختر کے ہاتھ بیع کی۔ بعد پندرہ روز کے مرگئی اس صورت میں یہ بیع جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں بیع صحیح نہیں کہ مرض موت میں کم قیمت کو باتفاق امام اعظم وصاحبین رحمہم اللہ ناجائز ہے اور وارث کے ہاتھ تو برابر قیمت کو بھی بے

● دق وسل: پھیپھڑے کی بیماری

● امراض مزمنہ: ہمیشہ رہنے والا مرض



اجازت دیگر ورثہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جائز نہیں۔ فی التلویح لو باع احد الورثۃ عینا من اعیان الترکۃ بمثل القیمۃ فلا یجوز عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ انتہیٰ ملخصا۔

مرض موت میں مہر معاف کرنے سے معاف ہوگا یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنے مرض موت میں کل مہر اپنا اپنے شوہر کو بخش دیا۔ صرف اس میں سے پانچ سو روپیہ پانچ دینار کی نسبت کہا کہ اس قدر میں معاف نہیں کرتی۔ اس کی مالک میرے بعد میرے والدین ہیں۔ اس کے بعد ہندہ نے شوہر، و والدین و چار بہن چھوڑ کر انتقال کیا۔ اب مادر و پدر ہندہ، معافی مہر اور شوہر ان پانسو روپیہ پانچ دینار، والدین کو دینے میں کلام کرتا ہے اس صورت میں ترکۂ ہندہ کس حساب سے تقسیم ہوگا اور اس قدر مہر معاف اور مابقی کی وصیت کہ والدین کو کی تھی صحیح ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں ہبہ مہر شوہر کو کہ ہندہ سے اس کی مرض موت میں واقع ہوا تھا اور ورثہ باقین اس کی اجازت نہیں دیتے، باطل ہوگیا۔ اسی طرح ان پانسو روپیہ پانچ دینار کی وصیت کہ والدین کے لئے کی تھی اسی وجہ سے صحیح نہ رہی۔ پس کل مہر ہندہ، ذمۂ شوہر لازم۔ اور اس کے ترکہ میں سب وارث مشترک۔ برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث ووارث آخر وتقدیم مقدم کالدین والوصیۃ الصحیحۃ کل مہر ہندہ اور جو کچھ اس کا ترکہ ہو چھ سہام پر منقسم ہو کر تین سہم زوج اور ایک مادر (ماں) اور دو پدر (باپ) کو ملیں گے اور خواہروں (بہنوں) کو کچھ نہ پہنچے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرض موت میں کی گئی وصیت نافذ ہوگی یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص موت کے قریب



- مادر و پدر ہندہ: ہندہ کے ماں باپ
- ترکۂ ہندہ: ہندہ کا چھوڑا ہوا مال
- باقی: بچا ہوا
- سب وارث مشترک: سارے وارث برابر
- سہام: حصے
- برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث ووارث آخر وتقدیم مقدم کالدین والوصیۃ الصحیحۃ: یعنی سوال پوچھنے والا اگر سچ بول رہا، اور دوسری کوئی رکاوٹ اور کوئی دوسرے وارث نہ ہوں تو تقسیم مال سے پہلے میت کے قرض اور اس کی وصیت پر شرعی اعتبار سے عمل کرنے کے بعد۔

زبانی وصیت کر جائے کہ فلاں وارث کو مال میرا ملے اور فلاں وارث کو نہ ملے۔ یہ وصیت درست ہے یا نہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب: اگر وصیت مذکورہ کو ورثۂ میت سے کوئی عاقل بالغ روا نہیں رکھتا تو وہ وصیت اس وارث موصی لہ کے حصہ میں باطل محض ہوگئی اور ان وارثوں میں کوئی مجنون یا نابالغ اجازت کو روا رکھتا ہے تو نامعتبر ہے اور جو سب وارث جائز رکھتے ہیں اور وہ سب عاقل بالغ ہیں، تو وصیت مذکورہ حق موصیٰ لہ میں تمام وکمال جائز ونافذ ہوجائے گی۔ پس بعد ادائے دیون مقدمہ علی الوصایا، اگر ذمۂ میت ہوں، کل یا بعض جس قدر کی نسبت وصیت کی ہے اس وارث موصیٰ لہ کو دیا جائے گا اور جوان میں بعض جائز رکھتے اور بعض ناجائز تو جو جائز رکھتے ہیں بشرطیکہ وہ عاقل بالغ ہوں بقدران کے حصص کے، وصیت نافذ ہوجائے گی اور بقدر حصوں اجازت نہ دینے والوں اور اطفال ومجانین کے اگرچہ وہ جائز بھی رکھیں باطل۔ **وکان لم یکن** (گویا کہ ہوئی ہی نہیں) تصور کی جائے گی۔ اور میت کا یہ کہنا کہ فلاں وارث کو میرا مال نہ ملے، محض لغو عبث ہے۔ توریث ورثہ بحکم شرع ہے کہ کسی کے ابطال سے اس کا بطلان ممکن نہیں۔ حتی کہ خود وارث کو اختیار نہیں کہ حق ارث سے دست بردار ہو۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

کیا تبرعا کیا ہوا وعدہ بعد موت بھی واجب الادا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی جائداد سے بقید حیات اپنے عمرو کے واسطہ اور بعد انتقال عمرو کی زوجہ کے واسطہ مبلغ دو روپیہ مشاہرہ مقررہ کیا تھا۔ بقضائے الٰہی زید اور عمرو نے انتقال کیا اور زوجہ عمرو متوفی موجود ہے۔ اس حالت میں زوجۂ مذکورہ اس مشاہرہ مقرر کی



- وارث موصیٰ لہ: وہ وارث جس کے لئے وصیت کی گئی
- بعد ادائے دیون مقدمہ علی الوصایا: قرض کا ادا کرنا جو وصیت پر مقدم ہے
- اطفال ومجانین: بچے اور دیوانے
- ابطال سے اس کا بطلان: وارث کے چھوڑنے سے ختم نہیں ہوگا
- ورثائے زید: زید کے وارثین
- تبرع: نیکی
- حق موصیٰ لہ: جس کے لئے وصیت ہے اس کا حق
- بقدران کے حصص کے: ان کے حصے کے مطابق
- توریث ورثہ بحکم شرع: ترکۂ میت کا وارث ہونا شریعت کے حکم سے ہے
- حق ارث: ترکہ کا حق
- مظہر: ظاہر کر رہا ہے

جو زید نے یعنی بقیدِ حیات مقرر کیا تھا، شرعاً ورثاء زید سے پانے کی مستحق ہے یا نہیں۔

الجواب: سائل مظہر کہ بعد انتقال سے مراد، بعد انتقال عمرو ہے، تو یہ وصیت نہ ہوئی فان الوصیۃ انما تکون مضافۃ الیٰ مابعد الموت (ترجمہ: وصیت بعد موت ہی نافذ ہوتی ہے) بلکہ صرف اپنی زندگی تک ایک تبرع کا وعدہ تھا ولاجبر علی تبرع ولاعلی وفاء وعدہ (یعنی تبرع اور وعدہ پورا کرنے پر جبر نہیں ہوتا)۔ اور سائل مظہر کہ زید نے اپنی حیات تک وعدہ وفا بھی کیا۔ انتقال، عمرو سے پیشتر ہوا۔ غرض صورت مذکورہ میں خواہ وفائے وعدہ ہوا یا نہ ہوا، زوجۂ عمرو اس مشاہرہ کا مطالبہ نہ ورثائے زید سے کرسکتی ہے نہ ترکۂ زید سے۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

وصیت اگر تہائی مال سے کم میں ہے تو نافذ ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک جگہ کی نسبت وصیت کی کہ میرے باپ کے اور میرے وقت سے جو جو جس جس کا مقرر ہے وہ اس کی توفیر (آمدنی) سے ادا ہوتا رہے۔ خالد نے موضع مذکور کا ٹھیکہ لیا اور تین برس تک حقوق مستحقین کو نگاہ رکھا اب اس نے بالکل بند کرلیا۔ شرعاً خالد کو ایسا اختیار حاصل ہے یا نہیں؟ اور وصیت مذکورہ شرعاً درست ہے یا نہیں **بینوا توجروا**

الجواب: وصیت جب کہ ثلثِ کل متروکہ موصی، بعد ادائے دین سے زائد نہ ہو، تو واجب النفاذ ہے۔ وارث بھی اسے بند نہیں کرسکتے۔ نہ کہ کارندہ یا ٹھیکہ دار۔ تو کل موضعِ مذکور، اگر ثلث متروکۂ زید سے زائد نہیں، تو یہ وصیت بتمامہا ہمیشہ نافذ رہے گی۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم**



- پیشتر: پہلے
- حقوق مستحقین: مستحقین کے حقوق
- بعد ادائے دین: قرض ادا کرنے کے بعد
- کارندہ: اس کے یہاں کام کرنے والے
- بتمامہا: کل کی کل
- توفیر: آمدنی
- ثلثِ کل متروکہ موصی: وصیت کرنے والے کے کل مال کا تہائی
- واجب النفاذ: نافذ کرنا ضروری
- ثلث متروکۂ زید: زید کے چھوڑے ہوئے مال کا تہائی حصہ
- عہ: غالبا ۲روپے

امانت کے روپے میں صاحب مال کے حج کے لئے تصرف جائز ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس ص روپے بکر کے جمع ہیں اور بکر مر گیا۔ اور اس کی وارث ایک بیوی ہے کہ اس نے اب دوسرا نکاح کر لیا ہے اور ایک بھائی حقیقی اور دو بھائی چچا زاد ہیں تو ہر ایک کو اس میں سے کس قدر حصہ ملنا چاہئے۔ اور سوائے اس کے، ارادہ بکر کا حج کا تھا اور حج اس پر فرض بھی تھا لیکن مرتے وقت کوئی وصیت اس روپے کے بابت نہیں کی تھی۔ سو اس صورت میں زید اگر چاہے تو اس کی طرف سے حج بھی کرا سکتا ہے یا نہیں۔ فقط مکرر یہ کہ مرتے وقت بکر کے حواس بھی درست نہیں تھے۔ **بینوا توجرو**

الجواب: زید کو اس روپے میں کسی تصرف کا اختیار نہیں کہ وہ امانت دار تھا۔ اب اس امانت کے مالک وارثان بکر ہوئے۔ زید پر واجب ہے کہ سب روپے انہیں واپس دے قال اللہ تعالی ان اللہ یامرکم ان تأدوا الامانات الی اھلھا بے شک اللہ عزوجل حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچا دو۔ روپے اور جو کچھ ترکۂ بکر ہو، بر تقدیر عدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم دین ومہر ووصیت چار سہم پر منقسم ہو کر ایک سہم اس کی زوجہ اور تین حقیقی بھائی کو پہنچیں گے۔ چچا زاد بھائیوں کا کچھ حق نہیں۔ نکاح ثانی کر لینا عورت کے مہر یا میراث کو ساقط نہیں کرتا۔ **واللہ تعالی اعلم**

مرض موت کی تعریف کیا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرض الموت کی کیا تعریف ہے اور کس کس مرض پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اور کب تک اس کی



• وارثان بکر	بکر کے وارثین	• ضعیف ومغلوب	کمزور
• سہم	حصہ	• انحطاط کافی نہ ہوا تھا	کمزوری کافی نہیں ہوئی تھی
• موت متصل ہو	موت آجائے		
• تصرفات کئے	اپنے مال کو استعمال کیا		
• غلبہ خوف ہلاکت	ہلاک ہونے کے خوف کا غلبہ		

مدت مقرر ہے کہ قبل اس کے مرض الموت نہ کہا جاسکے۔

الجواب: شرعاً کسی مرض کے مرض الموت ہونے کے لئے دو باتیں درکار ہیں کہ وہ دونوں جمع ہوں تو مرض الموت ہے اور ان میں ایک بھی کم ہو تو نہیں۔

(۱) اس مرض میں خوف ہلاک و اندیشہ موت، قوت و غلبہ کے ساتھ ہو۔ اگر اصلاً خوفِ موت نہیں، یا ہے تو ضعیف و مغلوب ہے، تو مرض موت نہیں اگر چہ اتفاقاً موت واقع ہو جائے۔

(۲) اس غلبۂ خوف کی حالت میں اس کے ساتھ موت متصل ہو، اگر چہ اس مرض سے نہ مرے۔ موت کا سبب کوئی اور ہو جائے۔ مثلاً زید کو ہیضہ یا طاعون ہوا۔ اور ابھی اسے انحطاط کافی نہ ہوا تھا، خوف ہلاک غالب تھا کہ سانپ نے کاٹا مرگیا۔ یا کسی نے قتل کر دیا تو اس مرض میں جو تصرفات کئے وہ مرض الموت میں تھے۔ اگر چہ موت اس مرض سے نہ ہوئی۔ اور اگر انحطاط کافی ہو گیا تھا کہ غلبہ خوف ہلاکت جا تارہا۔ اور اب اتفاقاً اسی مرض خواہ دوسرے سبب سے یا تو وہ تصرفات مرض کے نہ تھے، اگر چہ حال اشتداد ہی میں کئے ہوں کہ انحطاط مرض و زوال خوف نے اسے مرض الموت نہ رکھا۔ یو ہیں اگر بحال انحطاط و عدم خوف تصرفات کئے اور ان کے بعد پھر اشتداد ہو کر خوف غالب اور ہلاک واقع ہوا تو یہ تصرفات حالت مرض کے نہ ہوں گے کہ بحال غلبۂ خوف نہ تھے۔ اگر چہ ان سے قبل و بعد غلبہ تھا۔

☆☆☆



● حال اشتداد	مرض کی سختی
● انحطاط مرض و زوال خوف	مرض کے کم اور خوف کے ختم ہونے کے سبب
● بحال انحطاط و عدم خوف	مرض کے کم اور خوف کے ختم ہونے کے سبب
● اشتداد	سختی، زیادتی

كِتَابُ الْكَلَامُ

حشر کے میدان میں مردہ قبروں سے کپڑے پہن کر اٹھیں گے یا ننگے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حشر کے میدان میں مردہ قبروں سے کپڑے پہن کر اٹھیں گے یا ننگے؟ اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ دنیا میں مردہ کے واسطے جو جوڑا دیا جاتا ہے وہی پہن کر اٹھیں گے اور جس کو نہیں دیا جائے گا وہ ننگا اٹھے گا یہ قول صدق ہے یا کذب؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب: مردے قبروں سے اپنے کفن پہنے اٹھیں گے۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہوا کہ لوگ ننگے حشر کے لئے جائیں گے۔ اور علماء نے تطبیق یہ دی کہ قبروں سے کفن پہنے اٹھیں گے اور پھر طول مدت کے سبب وہ کفن گل کر گر پڑیں گے اور ننگے رہ جائیں گے۔ پھر مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنے کرم سے بہشتی کپڑے پہنائے گا۔ سب سے پہلے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جوڑا پہنایا جائے گا۔ حضور ﷺ کی تعظیم ابوۃ کے سبب۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

بھوت چڑیل کس قوم سے ہیں؟

سوال: بھوت، چڑیل، مسان یہ کس قوم سے ہیں۔ اور دنیا میں یہ مشہور ہے کہ ہندو مرتے ہیں وہ بھوت ہو جاتے ہیں اور اکثر پلیدوں پر اپنا اثر کرتے ہیں۔

الجواب: یہ اقسام شیاطین سے ہیں۔ اور وہ خیال کہ ہندو کے مردے بھوت ہو جاتے ہیں اور کسی پر آتے ہیں، محض غلط ہے۔ وہ اپنے عذاب میں محبوس ہوتے ہیں۔ انہیں اس پر قدرت کہاں۔ البتہ جن اور شیاطین بعض وقت آدمی پر دخل کرتے ہیں، کبھی بے ہوش کر دیتے ہیں اور کبھی اس کی زبان سے بولتے ہیں۔ اور طرح طرح کے حرکات کرتے ہیں۔

شہید زندہ ہیں یا نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ شہید کو باعتبار ظاہری موت، مردہ کہیں گے۔ اور دوسرا ایک شخص ہے وہ کہتا ہے کہ شہید محض مٹی ہے، خواہ دفن کریں یا ایسے ہی کہیں ڈال دیں اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں کون برسر حق ہے۔



● تطبیق یہ دی	دونوں حدیث کا ایسا مفہوم بتایا،	● طول مدت	لمبی مدت
● تعظیم ابوۃ کے سبب	والد ہونے کی تعظیم کے سبب	● اقسام شیاطین سے	شیاطین کی قسم سے
● محبوس	قید		

الجواب: قرآن عظیم نے شہدائے راہ خدا کو مردہ کہنے سے منع فرمایا ہے۔ اور صاف ارشاد فرمایا کہ وہ زندہ ہیں۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ **ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات، بل احیاء ولکن لا تشعرون** اور شہیدوں کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں خبر نہیں۔ اور فرماتا ہے **جل ذکرہ**: خبردار شہیدوں کو مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ تو اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی دیئے جاتے ہیں، شاد ہیں، اس پر جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دیا اور اپنے پیچھے آنے والوں کی خوشیاں منا رہے ہیں، جو ابھی ان سے نہ ملے۔ اسلئے کہ نہ ان پر کوئی ڈر ہے نہ انہیں غم ہو۔ خوش ہیں اللہ کے احسان اور فضل سے اور اس سے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی نیکی ضائع نہیں کرتا۔

جو شخص شہیدوں کو محض مٹی کہتا ہے: قرآن عظیم کا منکر ہے۔ اس پر لازم ہے کہ نئے سرے سے ایمان لائے اور عورت رکھتا ہو تو نئے سرے سے اس سے نکاح کرے۔ اور اس کا وہ کہنا کہ خواہ دفن کریں خواہ ویسا ہی کہیں ڈال دیں، یہ بھی شہدائے کرام کی صریح توہین ہے اور کلمۂ کفر ہے۔ غرض بوجوہ اس پر تجدید اسلام لازم۔ اور پہلے شخص کا یہ کہنا کہ باعتبار موت ظاہری مردہ کہہ سکتے ہیں، یہ بھی محض فضول اور نامناسب ہے۔ جب قرآن عظیم نے صراحۃً انہیں مردہ کہنے، مردہ سمجھنے کی ممانعت فرمائی تو ان باتوں کی کیا حاجت ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

سید فاسق اور غیر سید پرہیز گار میں کون بہتر ہے؟

سوال: زید سید مؤمن ہے مگر فاسق فاجر ہے اور عمرو غیر سید مومن پرہیز گار۔ آیا ان دونوں میں کس کو فضیلت ہے اور عند اللہ اور عند الناس کیا حکم ہے۔

الجواب: فضل اگر تقویٰ کے لئے ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم مگر تقویٰ بے علم ناممکن حدیث شریف میں المعتبد بغیر فقه کالحمار فی الطاحون۔ بے علم کے عابد بننے والا ایسا ہے جیسے چکی میں گدھا کہ محنت کرا اور اس کو کچھ حاصل نہیں۔ رواہ ابو نعیم فی الحلیه عن واثله بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ۔ درمختار میں ہے فی فتاوی المصنف: لا تقبل شهادة الجاهل علی العالم لفسقه بترك ما یجب تعلمه شرعًا فحینئذ لا تقبل شهادة علی مثله ولا علی غیره وللحاکم تعزیره علی ترك ذالك۔ فتاوی مصنف میں ہے "جاہل کی گواہی عالم پر مقبول نہیں" کیوں کہ جس علم کا طلب کرنا اس پر واجب ہے، اسے چھوڑ کر وہ فاسق ہوا، تو اس



● بوجوہ — کئی طرح سے
● تجدید اسلام لازم — یعنی نئے سرے سے کلمہ پڑھ کے مسلمان ہونا ضروری

کی شہادت نہ تو اسی جیسے جاہل پر مقبول ہے نہ غیر جاہل پر۔ اور حاکم کو اسے نہ علم حاصل کرنے پر تعزیر کرنا چاہئے۔ یہ تو فضل، جانب علم راجح ہوا اور شک نہیں کہ عالم دین سنی صحیح العقیدہ کو ہر جاہل پر مطلقاً فضیلت حاصل ہے۔

پھر بھی سید کا فضل ذاتی ہے جو فسق بلکہ بدمذہبی سے بھی نہیں جاتا۔ جب تک معاذ اللہ حد کفر تک نہ پہنچے۔ سید صحیح النسب اس سے محفوظ رہے گا بحمدہ تعالیٰ۔ اور متقی عالم کا فضل عملی وصفی ہے۔ ولہٰذا عالم معاذ اللہ اگر بدمذہب ہو، اس کی تعظیم حرام کہ اس کی عظمت نیابتِ رسول اللہ ﷺ کے سبب تھی۔ اور جب وہ بدمذہب ہوا، نائب شیطان ہوا۔ اور سید کی تعظیم بسبب جزئیت حضور اقدس ﷺ ہے۔ اور جزئیت بابقائے اسلام باقی ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

امامت کی کتنی قسمیں ہیں اور بارہ امام کس قسم میں داخل ہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امامت کی کتنی قسمیں ہیں اور بارہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کس قسم میں داخل ہیں **بینوا توجروا**

الجواب: امام نماز تو حسب شرائط معلومہ فقہ، عام سنی مسلمان ہو سکتے ہیں اور امام فی الدین ہر عالم کبیر وجلیل ہادی الی اللہ ہے۔ ان میں مجتہدین متورعین کو خصوصیت خاصہ ہے۔ اور ہر فن کا ماہر کامل اس میں امام کہلاتا ہے۔ امام باطن اجلہ اکابر اولیائے کاملین کو ہے۔ امام بمعنی امیر المومنین وخلیفۂ اسلام، بیعت اہل حل وعقد یا استخلاف خلیفہ سابق ہے۔ ائمہ اثنا عشر **رضی اللہ تعالیٰ عنہم** امام فی الدین ہیں۔ ائمہ باطن ہیں سب اپنے اپنے وقت کے غوث وقطب الاقطاب ہیں ان میں اکثر مجتہدین بھی ہیں۔ اور مولیٰ علی وامام مہدی رضوان اللہ تعالیٰ عنہم خلفائے کرام بھی ہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

امام اعظم افضل ہیں یا سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہما؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں بطور اعتقاد اہل سنت کے آیا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ افضل ہیں یا حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ **بینوا توجروا**



- فضل جانب علم راجح — یعنی فضیلت علم والے کو ہوگی
- متقی عالم کا فضل عملی وصفی — یعنی متقی عالم کی فضیلت عمل اور صفت علم کے سبب ہے
- تعظیم بسبب جزئیت حضور — یعنی سید کی تعظیم حضور ﷺ سے نسبی رشتہ کے سبب ہے
- بابقائے اسلام — یعنی اور حضور ﷺ سے سادات کا یہ رشتہ نسب ان کے مسلمان رہنے تک باقی رہتا ہے
- حسب شرائط معلومہ فقہ — فقہی معلومات رکھنے کی شرط کے ساتھ
- ہادی الی اللہ — اللہ تعالیٰ کی طرف
- مجتہدین متورعین — یعنی فقہ وتصوف کے جامع
- امام باطن — معرفت کا امام
- بیعت اہل حل وعقد — یعنی بڑے اور ذمہ دار افراد کی بیعت
- ائمہ اثنا عشر — بارہ امام

الجواب: امام عبدالوہاب شعرانی میزان الشریعۃ الکبری میں ہے: الامام ابو الحنیفہ رضی اللہ تعا عنہ سئل عن الاسود والعطاء وعلقمہ ایھم افضل فقال واللہ ما نحن باھل ان نذ کرھم فکیف نفاضل بینھم۔ یعنی ایک روز امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ سے سوال ہوا کہ امام علقمہ وامام اسود شاگردان حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما، وامام عطاء ابن ابی رباح استاد امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین میں کون افضل ہیں۔ فرمایا" ہم ان کے ذکر کرنے کے قابل نہیں، نہ کہ ان میں ایک کو دوسرے سے افضل بتائیں۔ حضرت امام رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ ارشاد تو اضعاً تھا اور یہاں قطعاً حقیقت امر ہے۔ حاشاللہ۔ ہمارے منھ اس قابل نہیں کہ حضور سیدنا امام اعظم یا حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالی عنہما کا نام پاک اپنی زبان سے لیں۔ یہ بھی رحمت الٰہیہ ہے کہ اس نے ہمیں اپنے محبوبوں کے ذکر کی اجازت دی ہے۔ ہم کس منہ سے ان میں تفاضل بیان کریں، وہ ہماری شریعت کے امام اور یہ ہمارے طریقت کے امام مفرد:

عہد ما بالب شیریں دہنا بست خدائے
ما ہمہ بندہ و ایں قوم خدا وندا نند

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ محی الدین ہیں، احیاء دین کے لئے قائم کئے گئے اور مذہب حنبلی اسلام کا ربع ہے۔ حضور سید المرسلین ﷺ نے سیدنا امام ابن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا: **جعلتک ربع الاسلام** ہم نے تم کو اسلام کا چہارم کیا۔ یہ مذہب قریب اندراس تھا۔ لہٰذا اس کے احیاء کے لئے اس پر افتاء فرمائے۔ ہاں حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے لئے حضرات عالیہ امام مالک وامام شافعی وامام احمد ومن بعدھم من الائمۃ الکرام رضی اللہ تعالی عنہم پر فضل تابعیت ہے۔ امام تابعی ہیں۔ **رأی انس رضی اللہ تعالی عنہ** (انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کو دیکھا) اور باقی حضرات میں کوئی تابعی نہیں۔

حضور کے مثل پیدا کرنے کا مسئلہ

سوال: زید کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی ذات پاک رسول مقبول ﷺ کے برابر پیدا کر سکتا ہے مگر اپنے وعدہ کے سبب پیدا نہیں کرے گا۔ زید کا امام نماز ہونا محققین علماء کے نزدیک درست ہے یا نہیں۔

● یہاں قطعاً حقیقت امر	یعنی یہاں حقیقۃً ایسا ہی ہے	● قریب اندراس	مٹنے کے قریب
● احیاء دین	دین کا زندہ کرنا	● ربع	چوتھائی
● خصائص کریہ نا قابل اشتراک	یعنی حضور ﷺ کے خصائص میں دوسرا کوئی شریک نہیں ہوسکتا		
● تابع حق اور طالب حق	حق طلب کرنے والا اور اس کی پیروی کرنے والا		



الجواب: حضور علیہ السلام کے بہت فضائل جلیلہ و خصائص کریمہ نا قابل اشتراک ہیں۔ جیسے افضل الانبیاء، خاتم النبیین، سید المرسلین، اول خلق اللہ، افضل خلق اللہ، اول شافع، اول مشفع، نبی الانبیاء صلی اللہ تعالی علیہ وعلیہم وسلم۔ اگر اس وقت قائل کا ذہن اس طرف نہیں گیا محض عموم قدرت پیش نظر تھا اسے تفہیم کی جائے، اگر تابع حق اور طالب حق ہو گا ضرور سمجھ جائے گا۔ اور اپنی غلطی سے بعض آئے گا اور اگر باوصف تفہیم عناد و استکبار دلداد و اصرار کرے، تو ضرور بدمذہب ہے۔ اسے امام بنانا ہرگز جائز نہیں اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ یہ بھی اس وقت ہے کہ قول مذکور بعلت وہابیت نہ ہو، ورنہ اب دیو بندیوں نے وہابیہ میں اسلام کا نام نہ رکھا۔ جو ان کے مثل اللہ و رسول کی شدید و واضح و نا قابل تاویل توہین کرتے ہیں، خود کافر ہیں۔ ورنہ اتنا ضرور ہے کہ ان توہینوں کے کرنے والے کو کافر نہیں کہتے، یہ ان کے صدقے میں کافر ہوئے۔ علمائے کرام حرمین شریفین، دیو بندیوں کی نسبت تحریر فرما چکے کہ من شك في كفره فقد كفر. جو ان کے کفر میں شک کرے، خود کافر ہے۔ العیاذ باللہ تعالی واللہ تعالی اعلم۔

امام اعظم کی کتاب سے فاتحہ کا ثبوت

سوال: اگر کسی کتاب میں امام اعظم کے قول یا فعل سے کھانے پر فاتحہ ہاتھ اٹھا کر پڑھنے کا ثبوت ہو تو برائے مہربانی اس کتاب کا نام اور صفحہ سے بہت جلد اطلاع فرمائیں کیوں کہ ایسا دعوی مولوی عبد الحکیم غیر مقلد کرتا ہے جس کے پرچہ کی نقل جو میرے پاس آیا ہوا ہے کر کے خدمت میں روانہ کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں (نقل رقعہ یہ ہے)

میں عبد الحکیم اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اگر کوئی عالم امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے یہ ثابت کر دے کہ انہوں نے کھانا آگے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہے تو میں اس کام کو کروں گا اور علانیہ لوگوں میں توبہ کروں گا اور سو روپیہ کی مٹھائی اس کے شکریہ میں تقسیم کروں گا۔

الجواب: امام اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا مذہب وہ ہے جو ان کی کتاب "عقائد فقہ اکبر" کی شرح میں ہے کہ: ان دعاء الاحياء للاموات و صدقاتهم عنهم نفع لهم خلافا للمعتزلة والاصل فی ذالك عند اهل السنة

● عموم قدرت: یعنی صرف قادر ہونا، قدرت والا ہونا پیش نظر تھا ● بعلت وہابیت نہ ہو: وہابی ہونے کے سبب نہ ہو
● نا قابل تاویل توہین: ایسے توہین کرتے ہیں کہ اس میں تاویل کا، بچنے کا کوئی پہلو نہیں ہوتا



ان للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیرہ صلوٰۃ وصوما وحجا او صدقة او غیرھا وعند ابی حنیفة رحمة الله علیه واصحابه یجوز ذالك وثوابه الی المیت ۔۔ بے شک زندوں کا مردوں کے لئے دعاء کرنا اور ان کی طرف سے صدقہ دینا مردوں کو نفع دیتا ہے۔ معتزلہ گمراہ فرقہ اس میں مخالف ہے۔ اور اصل اس میں یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک آدمی اپنے ہر عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے۔ نماز ہو یا روزہ یا حج یا صدقہ یا کچھ۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک یہ سب جائز ہے۔ اور میت کو اس کا ثواب پہنچتا ہے۔ یہ مذہب ہے امام اعظم کا، اگر اس میں کوئی ثبوت دے دے کہ امام نے قرآن مجید اور کھانے کا ثواب پہنچانا جائز تو فرمایا لیکن کھانا آگے رکھنے کو منع فرمایا ہے۔ میت کے لئے دعاء تو جائز فرمائی ہے لیکن اس میں ہاتھ اٹھانا منع فرمایا ہے۔ تو اسے دوسو روپے انعام دیئے جائیں گے۔ نیز دیوبند وغیرہ وہابی مدارس میں جو نصاب تعلیم ہے اور سالانہ جیسے طرز معلوم کیلئے امتحان اور ان کے نمبر اور روداد یں چھاپنا اور کتابیں چھاپ کر بیچنا اور ان پر کمیشن کاٹنا اگر کوئی عالم اس کا ثبوت دے کہ امام اعظم نے ان باتوں کا حکم دیا ہے تو سو روپیہ انعام پائے گا۔

کیا شیطان خواب میں حضور علیہ وسلم ﷺ کی صورت میں آ سکتا ہے؟

اٹھارہ ہزار عالم سے کیا مراد ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) خواب میں شیطان کسی اچھی صورت میں ہو کر فریب دے سکتا ہے یا نہیں کہ میں محمد رسول اللہ ہوں ﷺ۔

(۲) اٹھارہ ہزار عالم سے کیا مراد ہے۔ کل اشیاء درخت وغیرہ بھی شامل ہے یا نہیں۔

الجواب:

(۱) حضور اقدس علیہ افضل الصلوات والتسلیمات کے ساتھ شیطان تمثل نہیں کر سکتا۔ حدیث میں فرمایا: من رأنی فقد رأی الحق فان الشیطان لا یتمثل لی۔ ہاں نیک لوگوں کی شکل بن کر دھوکہ دے سکتا ہے بلکہ اپنے آپ کو الٰہ ظاہر کر سکتا ہے۔

(۲) عالم اٹھارہ ہیں اور ہر ایک میں کثرت مخلوقات کے سبب اسے ہزار سے تعبیر کیا۔ تینوں موالید جمادات، نباتات



- معتزلہ: دوسری ہجری قمری کے آغاز میں واصل بن عطائی (80-131) نے اس فرقہ کی بنیاد رکھی اس زمانے میں ارتکاب گناہ کبیرہ اور اس کے بارے میں حکم دنیوی اور اخروی کا مسئلہ مورد بحث تھا خوارج نے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہونے والوں کو کافر اور حسن بصری نے منافق قرار دیا تھا۔
- ان کے اصحاب: جیسے حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام محمد، حضرت امام زفر وغیرہ
- کل اشیاء: تمام چیزیں
- الٰہ: معبود، خدا
- تمثل: کسی کی شکل بننا
- کثرت مخلوقات: مخلوقات زیادہ ہونے کے سبب

،حیوانات اور چاروں عناصر اور سات آسمان اور فلک ثوابت، فلک اطلس، کرسی، عرش افادہ الشیخ الاکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محفلوں میں سلام شروع میں کیوں نہیں پڑھا جاتا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے قیام میلاد شریف اگر مطلقاً ذکر خیر کی وجہ سے کیا جاتا ہے تو اول وقت سے کیوں نہیں کیا جاتا۔ اس لئے کہ اول سے ذکر خیر ہی ہوتا ہے اور اگر اس خیال سے کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ اول وقت سے رونق افروز نہیں ہوتے، اگر ہوتے تو ابتدائے مجلس مبارک قیام ہی سے کیوں نہیں ہوتا اور اگر نہیں ہوتا تو کیا صرف مولود ہی کے وقت جلوہ افروز ہوتے اور تا قیامت تشریف فرما رہتے اور فوراً لوگوں کے بیٹھتے تشریف لے جاتے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا آنا لوگوں کے قیام و نیز میلاد خواں کے صرف مولود کہنے پر موقوف ہے ۔کیا یہ زید کا کہنا لغو ہے یا نہیں اور اس کا کافی جواب کیا ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب: زید کی یہ سب حماقتیں، جہالتیں، سفاہتیں ہیں مہمل ولا یعنی شقوق اپنی طرف سے ایجاد کئے اور جو وجہ حقیقی ہے اس کی طرف اسے ہدایت نہ ہوئی۔ تعظیم ذکر اقدس مثل تعظیم ذات انور ہے، ﷺ تعظیم ذات باختلاف حالات مختلف ہوتی ہے۔ معظم کے قدوم کے وقت قیام کیا جاتا ہے اور اس کے حضور کے وقت باادب اس کے سامنے بیٹھنا تعظیم ہے۔ ذکر شریف میں بھی قدوم کی تعظیم قیام سے ہے۔ اور باقی وقت کی تعظیم باادب قعود سے۔ ولکن الوھابیہ قوم لا یعقلون۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اولیاء کرام سے استمداد کا حکم!

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ

(۱) اولیاء اللہ کو دور سے مشکل کے واسطے پکارنا کیسا ہے۔ اولیاء اللہ دور سے بعض وقت سنتے ہیں یا سب وقت سنتے ہیں

(۲) اگر کوئی یارسول اللہ پکارے اور یہ اعتقاد رکھے کہ آپ بذات خود سنتے ہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ یہ اعتقاد صحیح نہیں۔

الجواب:



- فلک ثوابت: آٹھواں آسمان جس پر وہ ستارے ہیں جو گردش نہیں کرتے۔
- فلک اطلس: وہ آسمان جس میں ستارے نہیں ہیں
- معظم کے قدوم: قابل تعظیم شخص کے آنے سے
- باادب قعود: مؤدب بیٹھنا

(۱) شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ روح را قرب و بعد مکانی یکساں ست۔ تو وہ سب وقت سنتے ہیں مگر ملاء اعلیٰ کی طرف توجہ اوراس میں استغراق اکثر کو ہر وقت سننے سے مانع ہوسکتا ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں لکھا ہے

استغراق آنہاں بجہت کمال وسعت تدارک آنہاں مانع توجہ بایں سمت نمی شود وارباب مطالب حاجات خود را از آنہاں می طلبند و می یابند۔

(۲) بذات خود کہ یہ معنی کہ بے عطائے الٰہی، خود اپنی ذاتی قدرت سے سنتے ہیں تو یہ بے شک باطل بلکہ کفر ہے۔ اور یہ ہر گز کسی مسلمان کا خیال بھی نہیں اور اگر بذات خود کا یہ معنی کہ بعطائے الٰہی حضور کی قوت سامعہ تمام شرق وغرب کو محیط ہے، سب کی عرضیں، آوازیں خود سنتے ہیں۔ اگر چہ آداب دربار شاہی کے لئے ملائکہ عرض درود وعرض اعمال کیلئے مقرر ہیں تو یہ بے شک حق ہے۔ بلاشبہ عرش وفرش کا ہر ذرہ ان کے پیش نظر ہے اور ارض وسما کی ہر آواز ان کے گوش مبارک میں ہے۔ شاہ ولی اللہ کی فیوض الحرمین میں ہے لا یشغلہ شأن عن شأن. وھو تعالیٰ اعلم

★★★

روح را قرب و بعد مکانی	روح کے لئے قریب وبعید جگہ برابر ہے	استغراق	کسی میں ڈوب جانا
ملاء اعلیٰ	فرشتے	حضور ﷺ کی قوت سامعہ	حضور ﷺ کے سننے کی طاقت
مانع	روکنے	ارض وسما	زمین وآسمان
بعطائے الٰہی	اللہ تعالیٰ کی عطا سے		
تمام شرق وغرب کو محیط ہے	یعنی پوری دنیا پہ غالب ہے		

مُتَفَرِّقَاتُ

علماء وحفاظ اور شہید کا شفاعت کرنا!

سوال: حافظ کتنوں کی شفاعت کرے گا؟ سنا گیا ہے کہ اپنے اعزا سے دس شخصوں کی شفاعت کرے گا۔ کیا یہ رویت صحیح ہے

جواب: ہاں اور اس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا جس سے مشرق سے مغرب تک روشن ہو جائے۔ اور شہید پچاس شخصوں کی (مسند الفردوس، جلد ۵ ص ۴۸۰)۔ حاجی ستر (۷۰) کی اور علما بے گنتی لوگوں کی شفاعت کریں گے، حتیٰ کہ عالم کے ساتھ جن لوگوں کو کچھ بھی تعلق ہوگا اس کی شفاعت کریں گے۔ کوئی کہے گا میں نے وضو کے لئے پانی دیا تھا۔ کوئی کہے گا میں نے فلاں کام کر دیا تھا۔ لوگوں کا حساب ہوتا جائے گا اور وہ جنت کو بھیجے جائیں گے۔ علماء کا حساب کب کا ہو چکا ہوگا اور وہ روکے جائیں گے۔ عرض کریں گے، الٰہی! لوگ جارہے ہیں، ہم کیوں روکے گئے ہیں۔ فرمایا جائے گا، تم آج میرے نزدیک فرشتوں کی مانند ہو، شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت سے لوگ بخشے جائیں، ہر سنی عالم سے فرمایا جائے گا، اپنے شاگردوں کی شفاعت کر، اگرچہ آسمان کے ستاروں کی برابر ہوں۔

قرآن عظیم کا ادب!

سوال: اگر قرآن عظیم صندوق میں بند ہو اور ریل کا سفر یا کسی دوسری سواری میں سفر کر رہا ہے اور تنگی جگہ کے باعث مجبور ہے، تو ایسی صورت میں صندوق نیچے رکھ سکتا ہے یا نہیں۔

جواب: ہرگز نہ رکھے، انسان خود مجبوریاں پیدا کر لیتا ہے ورنہ کچھ دشوار نہیں، جس کے دل میں قرآن عظیم کی عظمت ہے، وہ ہر طرح سے اس کی تعظیم کا خیال رکھے گا۔

عذاب جسم پر ہوتا ہے یا روح پر؟

سوال: عذاب فقط روح پر ہوتا ہے یا جسم پر بھی؟ اور ہر ایک کے ساتھ کتنی روحیں ہیں؟

جواب: عذاب روح وجسم دونوں پر ہوتا ہے۔ یونہی ثواب بھی۔ حدیث پاک میں ہے ایک لنجھا کسی باغ کے سامنے پڑا تھا اور میوے دیکھ رہا تھا، مگر اس تک جانہ سکتا تھا۔ اتفاقاً ایک اندھے کا اس طرف سے گزر ہوا کہ باغ میں جاسکتا تھا، مگر

● لنجھا : لنگڑا



میوے اسے نظر نہ آتے۔ لنجھے نے اندھے سے کہا، تو مجھے باغ میں لے چل، وہاں جا کر ہم اور تم دونوں میوے کھائیں گے۔ اندھا اس کو اپنی گردن پر سوار کر کے باغ میں لے گیا، لنجھے نے میوے توڑے اور دونوں نے کھائے۔ اس صورت میں کون مجرم ہوگا، دونوں ہی مجرم ہیں۔ اندھا جسم ہے اور لنجھا روح۔

ہر ایک کے ساتھ صرف ایک روح ہے، اگر مسلمان ہے تو علیین میں اور کافر ہے تو سجین میں —— جو شخص قبر پر جاتا ہے، روح اس کو بخوبی دیکھتی ہے، اس کی بات سنتی ہے۔ مرنے کے بعد روح کا ادراک بے شمار بڑھ جاتا ہے، خواہ مسلمان کی ہو یا کافر کی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں، روح کو قرب و بعد مکانی یکساں ہے۔ روح بصر کو دیکھو، کوئیں کے اندر سے ستاروں کو دیکھتی ہے۔ یعنی نگاہ اٹھتے ہی زمین سے فلک ثوابت تک پہنچتی ہے جو یہاں سے آٹھ ہزار برس کی راہ پر ہے۔ حدیث میں روح زندہ و مردہ کی مثال پرند کی فرمائی کہ جب تک پنجرے میں بند ہے، اسی کے لائق پر کھول سکتا ہے۔ جب قفس سے نکال دو پھر اس کی اڑان دیکھو۔

داڑھی منڈوانا!

سوال: داڑھی منڈانا اور کتروانا گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ؟۔

جواب: کتروانا یا منڈانا ایک دفعہ کا صغیرہ گناہ ہے اور عادت سے کبیرہ۔ جس سے فاسق معلن ہو جائے گا۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب اگر اعادہ نہ کیا گناہ گار ہوگا۔

بیعت کیا ہے؟

سوال: بیعت کے کیا معنی ہیں؟۔

جواب: بیعت کے معنی بک جانا۔ سبع سنابل شریف میں ہے۔ ایک صاحب کو سزائے موت کا حکم بادشاہ نے دیا۔ جلاد نے تلوار کھینچی یہ اپنے شیخ کے مزار کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے، جلاد نے کہا اس وقت قبلہ کو منہ کرتے ہیں فرمایا تو اپنا کام کر میں نے قبلہ کو منہ کر لیا ہے اور ہے بھی یہی بات، کہ کعبہ قبلہ ہے جسم کا۔ اور شیخ قبلہ ہے روح کا۔ اسی کا نام ارادت ہے۔ اگر کوئی اس طرح صدق عقیدت کے ساتھ ایک دروازہ پکڑ لے، تو اس کو فیض ضرور آئے گا۔ اگر اس کا



- علیین: بہشت کا ایک نام
- سجین: دوزخ کی ایک گھاٹی
- فلک ثوابت: آٹھواں آسمان، جس کے ستارے حرکت نہیں کرتے
- قفس: پنجرہ
- فاسق معلن: اعلانیہ فسق کرنے والا
- اعادہ: لوٹانے

شیخ خالی ہے، تو شیخ کا شیخ تو خالی نہ ہوگا۔ اور بالفرض وہ بھی نہ سہی، تو حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ تو معدن فیض و منبع انوار ہیں ان سے فیض آئے گا۔ سلسلہ صحیح و متصل ہونا چاہئے۔

ایک فقیر بھیک مانگنے والا ایک دکان پر کھڑا کہہ رہا تھا "ایک روپیہ دے" وہ نہ دیتا تھا، فقیر نے کہا "روپیہ دیتا ہے تو دے ورنہ تیری ساری دکان الٹ دوں گا" اس تھوڑی دیر میں بہت لوگ جمع ہو گئے۔ اتفاقا ایک صاحب دل کا گزر ہوا، جن کے سب لوگ معتقد تھے۔ انہوں نے دکاندار سے فرمایا جلد روپیہ اسے دے، ورنہ دکان الٹ جائے گی۔ لوگوں نے عرض کی، حضرت! یہ بے شرع جاہل کیا کر سکتا ہے؟ فرمایا "میں نے اس فقیر کے باطن پر نظر ڈالی کہ کچھ ہے بھی، معلوم ہوا بالکل خالی ہے۔ پھر اس کے شیخ کو دیکھا، اسے بھی خالی پایا۔ اس کے شیخ کے شیخ کو دیکھا انہیں اہل اللہ سے پایا اور دیکھا کہ وہ منتظر کھڑے ہیں کہ کب اس کی زبان سے نکلے اور میں دکان الٹ دوں۔ تو بات کیا تھی کہ شیخ کا دامن قوت کے ساتھ پکڑے ہوا تھا۔ ائمہ دین فرماتے ہیں کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے دفتر میں قیامت تک کے مریدین کے نام درج ہیں، جس قدر غلامی میں ہیں یا آنے والے ہیں۔ حضور پر نور رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں "رب عزوجل نے مجھے ایک دفتر عطا فرمایا کہ منتہائے نظر تک وسیع تھا اور اس میں قیامت تک کے میرے مریدین کے نام تھے اور مجھ سے فرمایا وھبتھم لك میں نے یہ سب تمہیں بخش دیئے۔ (بہجۃ الاسرار، ص ۱۰۰)

بسم اللہ پڑھ کے کھانا کھانا!

سوال: کیا کھانے کے وقت بسم اللہ شریف پڑھ لینا کافی ہے۔

جواب: ہاں کافی ہے۔ بغیر بسم اللہ، شیطان اس کھانے میں شریک ہو جاتا ہے، رب العزت نے اس سے فرمایا تھا "وشارکھم فی الاموال والاولاد" مال و اولاد میں ان کا شریک ہو، جو بغیر بسم اللہ کھائے پیئے۔ اس کے کھانے میں شیطان شریک ہوتا ہے اور بغیر بسم اللہ عورت کے پاس جائے، اس کی اولاد میں شیطان کا ساجھا ہوتا ہے ،۔ حدیث میں ایسوں کو "مغربین" فرمایا، جو انسان و شیطان کے مجموعی نطفے سے بنتے ہیں۔ اگر کھانے کی ابتداء میں بھول جائے، درمیان میں یاد آ جائے فورا "بسم اللہ علی اولہ و آخرہ" پڑھ لے کہ شیطان اسی وقت قے کر دیتا ہے اور بفضلہ تعالی میں بھوکا ہی مارتا ہوں یہاں تک کہ پان کھاتے وقت بسم اللہ اور جب چھالیہ منہ میں ڈالی، تو



● معدن فیض ومنبع انوار: فیض اور انوار خزانہ
● سلسلہ صحیح و متصل: یعنی اس کی ارادت کا سلسلہ صحیح بھی ہو اور حضور ﷺ تک یہ سلسلہ پہنچا ہوا ہو
منتہائے نظر: جہاں تک نظر پہنچے

بسم اللہ شریف ـــــــــ ہاں حقہ پیتے وقت نہیں پڑھتا۔ طحطاوی میں اس سے ممانعت لکھی ہے۔ وہ خبیث اگر اس میں شریک ہوتا ہو تو ضرر ہی پاتا ہوگا کہ عمر بھر کا بھوکا پیاسا، اس پر دھوئیں سے کلیجہ جلنا، بھوک پیاس میں حقہ بہت برا معلوم ہوتا ہے۔

جھینگہ کھانا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جھینگہ کھانا درست ہے یا نہیں؟ مکروہ ہے یا حرام، جواب تحریر فرمائیے:

الجواب: ہمارے مذہب میں مچھلی کے سوا تمام دریائی جانور مطلقا حرام ہیں۔ تو جن بعض (فقہائ) کے خیال میں جھینگہ مچھلی کی قسم سے نہیں، ان کے نزدیک حرام ہونا ہی چاہئے۔ مگر فقیر نے کتب لغت وطب و کتب علم حیوان میں بالاتفاق اسی کی تصریح دیکھی کہ وہ مچھلی ہے۔ (قاموس، صحاح وتاج العروس، صراح، منتہی الارب، مخزن، تحفۃ المؤمنین، تذکرہ داؤد انطاکی، حیاۃ الحیوان الکبریٰ)

جھینگے کی صورت عام مچھلیوں سے بالکل جدا اور گنگچے وغیرہ کیڑوں سے بہت مشابہ ہے اور لفظ ماہی غیر جنس سمک پر بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے ماہی سقنقور۔ حالانکہ وہ ناکے کا بچہ ہے کہ سواحل نیل پر خشکی میں پیدا ہوتا ہے۔ اور ہمارے ائمہ سے حلت روبیان میں کوئی نص معلوم نہیں۔ اور مچھلی بھی ہے تو یہاں کے جھینگے ایسے ہی چھوٹے ہوتے ہیں جن پر "جواہر اخلاطی" کی وہ تصحیح وارد ہوگی۔ بہر حال ایسے شبہ واختلاف سے بے ضرورت بچنا ہی اولی ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

طلاق کی کتنی قسمیں ہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طلاق کی کتنی قسمیں ہیں اور ہر ایک کی تعریف کیا ہے؟ اور کون کون لفظ ہیں جن سے طلاق ہو جاتی ہے؟ اور پھر اس کو اپنے نکاح میں کیسے لا سکتا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب: طلاق تین قسم ہے:

(۱) رجعی (۲) بائن (۳) مغلظہ

رجعی: وہ ہے جس سے عورت فی الحال نکاح سے نہیں نکل سکتی۔ عدت کے اندر اگر شوہر رجعت کر لے وہ بدستور اس کی زوجہ رہے



- ضرر: تکلیف
- ماہی سقنقور: ریت میں رہنے والا ایک جانور
- سواحل نیل: دریائے نیل کے کنارے
- روبیان: مچھلی کی ایک قسم کا نام ہے، جو عراق اور کام کے سمندر میں ہوتی ہے۔
- عدت: جو طلاق کے بعد (تین حیض) یا شوہر کے انتقال کے بعد (چار ماہ دس دن) عورتیں گزارتی ہیں۔ ہاں عورت اگر حاملہ ہے تو وضع حمل بھی عدت ہے

گی۔ہاں عدت گزر جائے اور رجعت نہ کرے تو اس وقت نکاح سے نکلے گی۔ پھر بھی برضائے خود نکاح کر سکتے ہیں۔

بائن: وہ جس سے عورت فی الفور نکاح سے نکل جاتی ہے۔ہاں، برضائے خود نکاح کر سکتے ہیں۔عدت کے اندر خواہ بعد۔

مغلظ: وہ کہ عورت فوراً نکاح سے نکل بھی گئی اور اب کبھی ان دونوں کا نکاح بھی نہیں ہو سکتا۔جب تک حلالہ نہ ہو۔یہ تین طلاق سے ہوتا ہے خواہ ایک ساتھ دی ہوں خواہ برسوں کے فاصلے سے۔

رجعی دی ہوں یا بائن۔یا بعض رجعی بعض بائن۔طلاق کے سیکڑوں لفظ ہیں۔بعض سے رجعی پڑتی ہیں۔بعض سے بائن، بعض سے مغلظ۔رجعی و بائن کے تقریباً دو سو لفظ ہم نے اپنے فتاوی میں ذکر کئے۔**واللہ تعالی اعلم**

(احکام شریعت)

کیا کسی کی بیماریاں دوسرے کو لگ سکتی ہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ بیمار آدمی کے ساتھ کھاتے ہوئے پرہیز کرتے ہیں اور اس مریض کا کپڑا نہیں پہنتے۔اور کہتے ہیں بیماری ایک آدمی کی دوسرے شخص کو لگ جاتی ہے۔آیا حدیث میں اس کی کوئی ممانعت آئی ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ جھوٹ ہے کہ ایک بیماری دوسرے کو اڑ کر لگتی ہے۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں **لا عدوی** بیماری اڑ کر نہیں لگتی۔اور فرماتے ہیں فمن اعدی الاول اس دوسرے کو تو پہلے کی اڑ کر لگی اس پہلے کو کس کی لگی۔جس مریض کے بدن سے نجاست نکلتی اور کپڑوں کو لگتی ہو۔جیسے تر خارش یا معاذ اللہ جذام میں اس کا کپڑا نہ پہنا جائے۔نہ اس خیال سے کہ بیماری لگ جائے گی بلکہ نجاست سے احتیاط کے لئے۔اور جہاں یہ نہ ہو کپڑا پہننے میں حرج نہیں۔یونہی ساتھ کھانے میں، جب کہ ایمان قوی ہو کہ اگر معاذ اللہ بتقدیر الٰہی اسے وہی مرض ہو جائے تو یہ نہ سمجھے کہ ساتھ کھانے یا اس کا کپڑا پہننے سے ہو گیا۔ایسا نہ کرتا تو نہ ہوتا۔اور اگر ضعیف الایمان ہے تو وہ ان مرض والوں سے بچے، جن کی نسبت متعدی ہونا عوام کے ذہن میں جما ہوا ہے جیسے جذام۔ **والعیاذ باللہ تعالی**۔یہ بچنا اس خیال سے نہ ہو کہ بیماری لگ جائے گی۔کہ یہ تو مردود و باطل ہے بلکہ اس خیال سے کہ عیاذاً باللہ اگر بتقدیر الٰہی کچھ واقع ہوا تو ایمان ایسا قوی نہیں کہ شیطانی وسوسہ کی مدافعت کرے۔اور جب مدافعت نہ ہو سکی تو فاسد عقیدہ میں مبتلا ہونا ہوگا۔لہٰذا احتراز کرے۔



● فی الفور	فوراً	● برضائے خود	اپنی مرضی سے
● حلالہ	یعنی طلاق مغلظہ کے بعد اسی پہلے شوہر کے نکاح میں دوبارہ آنے کے لئے عورت کا دوسرے مرد سے نکاح صحیح کرنا اور اس شوہر کا اسے مجامعت کے بعد طلاق دینا		
● تر خارش	وہ کھجلی جس میں چپچپاہٹ ہو	● جذام	کوڑھ کا مرض
● متعدی ہونا	بڑھنا، دوسرے کو لگنا	● مدافعت کرے	مقابلہ کرے

ایسوں کو حدیث میں ارشاد ہوا فر عن المجذوم کما تفر من الاسد مجذوم سے بھاگ جیسا کہ شیر سے بھاگتا ہے۔ واللہ تعالی اعلم (احکام شریعت)

نیاز و فاتحہ میں کیا فرق ہے؟

سوال: راہبران دین و مفتیان شرع متین کا کیا حکم ہے کہ نیاز اور فاتحہ میں کیا فرق ہے؟ اور نیاز و فاتحہ دینے کا مستحب طریقہ کیا ہے۔ اور یہ کہ جس کی نیاز یا فاتحہ دلائی جائے اس کو ثواب کس طریقہ سے پہنچائے؟ اور سوائے اس کے اور مسلمانوں کو کس طرح کہہ کر ثواب پہنچائے؟ بینوا توجروا

الجواب: مسلمانوں کو دنیا سے جانے کے بعد جو ثواب قرآن مجید کا تنہا یا کھانے وغیرہ کے ساتھ پہنچاتے ہیں، عرف میں اسے فاتحہ کہتے ہیں کہ اس میں سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ اولیاء کرام کو جو ایصال ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً نذر و نیاز کہتے ہیں۔

سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور تین بار یا سات بار یا گیارہ بار سورۂ اخلاص، اول و آخر ۳۔ ۳ یا زائد بار درود شریف پڑھے۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر عرض کرے کہ الٰہی! میرے اس پڑھنے (اور اگر کھانا کپڑا وغیرہ بھی ہوں تو ان کا نام بھی شامل کرے اور اس پڑھنے اور ان چیزوں کے دینے) پر جو ثواب مجھے عطا ہو، اسے میرے عمل کے لائق نہ دے، اپنے کرم کے لائق عطا فرما۔ اور اسے میری طرف سے فلاں ولی اللہ مثلاً حضور پر نور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ کی بارگاہ میں نذر پہنچا، اور ان کے آبائے کرام اور مشائخ عظام و اولاد امجاد و مریدین و محبین اور میرے ماں باپ اور فلاں، فلاں اور سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روز قیامت تک جتنے مسلمان ہو گزرے یا موجود ہیں یا قیامت تک ہوں گے سب کو۔ (عطا فرما) واللہ تعالی اعلم (احکام شریعت)

میاں بیوی کے حقوق کیا ہیں؟

سوال: کیا ارشاد ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ عورت پر مرد کے اور مرد پر عورت کے کیا حقوق ہیں؟

الجواب: مرد پر عورت کا حق نان و نفقہ دینا، رہنے کو مکان دینا، مہر وقت پر ادا کرنا، اس کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ رکھنا، اسے

● مجذوم جسے کوڑھ کا مرض ہو



خلاف شرع باتوں سے بچانا۔قال اللہ تعالی وعا شروھن بالمعروف اور ان کے ساتھ اچھی گزران کرو،قال تعالی:یا ایھا لذین امنوا قوا انفسھم و اھلیکم نارا ۔اے وہ لوگو!جو ایمان لائے ہو،اپنے آپ اور اپنے اہل کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

اور عورت پر مرد کا حق خاص امور متعلقہ زوجیت میں اللہ ورسول کے بعد تمام حقوق حتی کہ ماں باپ کے حق سے زائد ہے ۔ان امور میں ان کے احکام کی اطاعت،اس کے ناموس کی نگاہداشت عورت پر فرض اہم ہے۔بے اس کے اذن کے محارم کے سوا کہیں نہیں جاسکتی۔اور محارم کے یہاں بھی ماں باپ کے یہاں ہر آٹھویں دن،وہ بھی صبح سے شام تک کے لئے،اور بہن بھائی،ماموں،خالہ،پھوپھی کے یہاں سال بھر بعد۔اور شب کو کہیں نہیں جاسکتی۔نبی ﷺ فرماتے ہیں ''اگر میں کسی کو کسی غیر خدا کے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے''۔اور ایک حدیث میں ہے'' اگر شوہر کے نتھنوں سے خون اور پیپ بہہ کر اس کی ایڑیوں تک جسم بھر گیا ہو اور عورت اپنی زبان سے چاٹ کر اسے صاف کرے،تو اس کا حق ادا نہ ہوگا'' **واللہ تعالی اعلم** **(احکام شریعت)**

مختلف مسائل:

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل ذیل میں:

(الف) حضور سرور عالم ﷺ نے شب معراج براق پر سوار ہوتے وقت اللہ تعالی سے وعدہ لے لیا ہے کہ روز قیامت جب کہ سب لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے ہر ایک مسلمان کی قبر پر اسی طرح ایک ایک براق بھیجوں گا جیسا کہ آج آپ کے واسطے بھیجا گیا ہے یہ مضمون صحیح ہے یا نہیں کیوں کہ کتاب **معارج النبوۃ** سے لوگ اس کو بیان کرتے ہیں۔

(ب) کتاب معارج النبوۃ کیسی کتاب ہے اور اس کے مصنف عالم اہل سنت معتبر محقق تھے یا نہیں۔

(ج) طوائف جس کی آمدنی صرف حرام پر ہے اس کے یہاں میلاد شریف پڑھنا اور اسی حرام آمدنی کی منگائی ہوئی شیرنی پر فاتحہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(د) مجلس میلاد شریف میں بعد بیان میلاد شریف کے ذکر شہادت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ اور واقعات کربلا پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

● امور متعلقہ زوجیت	شوہر کے حقوق سے متعلق
● ناموس کی نگاہداشت	شوہر کی عزت کا لحاظ
● اذن	اجازت
● محارم	جن سے ہمیشہ کے لئے شادی حرام ہے



(ہ) خاتون جنت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت یہ بیان کرنا کہ روز محشر وہ برہنہ سر و پا ظاہر ہوں گی اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون آلودہ اور زہر آلودہ کپڑے کاندھے پر ڈالے ہوئے اور نبی اکرم ﷺ کا دندان مبارک جو جنگ احد میں شہید ہو گیا تھا، ہاتھ میں لئے ہوئے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں گی اور عرش کا پایہ پکڑ کر ہلائیں گی اور خون کے معاوضہ میں امت عاصی کو بخشوائیں گی، صحیح ہے یا نہیں؟

(و) مجلس میلاد شریف پڑھنے کے لئے پیشتر ٹھہرالینا کہ ایک روپیہ دو تو ہم پڑھیں گے اور اس سے کم پر نہیں پڑھیں گے اور وہ بھی اس سے پیشگی بطور بیعانہ یا سائی جمع کرالینا جائز ہے یا نہیں؟

(ز) حضور اقدس ﷺ کا شب معراج عرش الٰہی پر نعلین مبارک تشریف لے جانا صحیح ہے یا نہیں؟

(ح) رافضیوں کے یہاں محرم میں ذکر شہادت و مصائب شہدائے کربلا و سوز خوانی و مرثیہ مصنفہ انیس و دبیر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(ط) بیان کیا جاتا ہے شب معراج حضور ﷺ کو آپ کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عذاب دکھایا گیا اور ارشاد باری ہوا کہ اے حبیب یا ماں باپ کو بخشوالے یا امت کو آپ نے ماں باپ کو چھوڑا، امت اختیار کی۔ صحیح ہے یا نہیں؟

(ی) زید باوجود اطلاع پانے جوابات سوالات مذکور کے اگر اپنے قول و افعال مذکور بالا سے باز نہ آئے اور تائب نہ ہو اور ان جوابات کو جھوٹا تصور کرے اور یہی بیانات اور طریقے جاری رکھے تو اس سے مجلس شریف پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

(الف) بے اصل ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

(ب) سنی واعظ تھے۔ کتاب میں رطب و یابس سب کچھ ہے **واللہ تعالیٰ اعلم**

(ج) اس مال کی شیرنی پر فاتحہ کرنا حرام ہے۔ مگر جب کہ اس نے مال بدل کر مجلس کی ہو اور یہ لوگ جب کوئی کار خیر کرنا چاہتے ہیں تو ایسا ہی کرتے ہیں اور اس کے لئے کوئی شہادت کی حاجت نہیں۔ اگر وہ کہے کہ میں نے قرض لے کر یہ مجلس کی ہے اور وہ قرض اپنے مال حرام سے ادا کیا ہے۔ تو اس کا قول مقبول ہوگا کما نص علیه فی الهندية وغیرها بلکہ اگر شیرنی اپنے مال حرام ہی سے خریدی اور خریدنے میں اس پر عقد و نقد جمع نہ ہوئی یعنی حرام روپیہ دکھا کر اس کے بدلے خرید کر وہی حرام روپیہ دیا۔ اگر ایسا نہ ہوا ہو تو مذہب مفتیٰ بہ پر وہ شیرنی بھی حرام نہ ہوگی۔ جو شیرنی اسے خاص اجرتِ زنا یا غنا میں ملی۔ یا اس کے کسی آشنا نے تحفہ میں بھیجی یا اس کی خریداری میں عقد و نقد مال



- خون آلودہ اور زہر آلودہ: حضرت امام حسن کو زہر دے کر شہید کیا گیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کربلائے معلی میں شہید کیا گیا اسی کی شہادت کی طرف اشارہ ہے
- دندان مبارک: دانت مبارک
- امت عاصی: گناہ گار امت
- سائی: بیعانہ
- سوز خوانی: غم و الم کا اشعار پڑھنا
- مرثیہ مصنفہ انیس و دبیر: مرثیہ لکھنے والے ہندوستان کے بڑے شاعر انیس و دبیر کا مرثیہ

حرام پر جمع ہوئے، وہ شیرنی حرام اور اس پر فاتحہ حرام ہے۔
یہ حکم تو شیرنی وفاتحہ کا ہوا، مگر اس کے یہاں جانا اگرچہ مجلس شریف پڑھنے کے لئے ہو، معصیت یا مظنہ معصیت یا تہمت یا مظنہ تہمت سے خالی نہیں اور ان سب سے بچنے کا حکم ہے۔ حدیث شریف میں ہے: من کان یومن با للہ والیوم الآخر فلا یقفن مواقع التھم۔
جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، وہ ہرگز تہمت کی جگہ نہ کھڑا ہو۔ اول تو ان کی چوکی اور فرش اور ہر استعمالی چیز انہیں احتمالات خباثت پر ہی ہے، جو اہل تقوی نہیں، اسے ان کے ساتھ قرب آگ اور بارود کا قرب ہے اور جو اہل تقوی ہے وہ لوہار کی بھٹی ہے کہ کپڑے جلے نہیں، تو کالے ضرور ہوں گے۔ پھر اپنے نفس پر اعتماد کرنا اور شیطان کو دور سمجھنا، احمق کا کام ہے ومن وقع حول الحمی او شك ان یقع فیه۔ جو رمنے کے گرد چرائے گا کبھی اس میں پڑ بھی جائے گا۔ **واللہ تعالی اعلم**

(د) علماء کرام نے مجلس میلاد شریف میں ذکر شہادت سے منع فرمایا ہے کہ وہ مجلس سرور ہے، ذکر حزن مناسب نہیں۔

(ھ) یہ سب محض جھوٹ ہے اور افترا، اور کذب اور گستاخی و بے ادبی ہے۔ مجمع اولین وآخرین میں ان کا برہنہ سر تشریف لانا، جن کو برہنہ سر آفتاب نے بھی نہ دیکھا وہ کہ جب صراط پر گزر فرمائیں گی، زیر عرش سے منادی ندا کرے گا "اے اہل محشر! اپنے سر جھکا لو اور اپنی آنکھیں بند کر لو، کہ فاطمہ بنتِ محمد ﷺ کی، صراط پر گزر فرماتی ہیں۔ پھر وہ نور الٰہی ایک برق کی طرح ستر ہزار حوریں جلو میں لئے ہوئے گزر فرمائے گا۔ **واللہ تعالی اعلم**

(و) اللہ عزوجل فرماتا ہے: لا تشتروا بآیتی ثمنا قلیلا۔ یہ ممنوع ہے اور ثواب عظیم سے محرومی مطلق۔ **واللہ تعالی اعلم**

(ز) یہ محض جھوٹ اور موضوع ہے۔ **واللہ تعالی اعلم**

(ح) حرام ہے۔ ع

کند ہم جنس باہم جنس پرواز

حدیث میں ارشاد ہوا لا تجالسوھم ان کے پاس نہ بیٹھو۔ دوسری حدیث میں فرمایا من کثر سواد قوم فھو منھم جو کسی قوم کا مجمع بڑھائے وہ انہیں میں سے ہے۔ **واللہ تعالی اعلم**

(ط) محض جھوٹ افترا اور کذب وبہتان ہے اللہ ورسول پر افترا کرنے والے فلاح نہیں پاتے۔ جل وعلا وعلیہ ﷺ۔ **واللہ تعالی اعلم**



مظنہ معصیت	گناہ کا گمان	تہمت یا مظنہ تہمت	تہمت لگنے یا تہمت لگنے کا گمان
احتمالات خباثت	ناپاک ہونے کا احتمال	رمنے کے گرد	چراگاہ کے آس پاس
ذکر حزن	غم واندوہ کا ذکر		
جلو میں لئے	پہلو میں لئے		

(ی) جو بعدِ اطلاع، احکام شرعیہ نہ مانے اور انہیں افعال پر مصر رہے اور فتوی شریعت کو جھوٹا تصور کرے، وہ گمراہ ہے۔ اس سے مجلس شریف پڑھوانا یا اس کا سننا اس سے امید ثواب رکھنا اس کی تعظیم کرنا سب ناجائز ہے۔ جب تک تائب نہ ہو۔ واللہ تعالی اعلم

مَردوں کے لئے سونے چاندی، پیتل وغیرہ کا استعمال!

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سونے چاندی، پیتل کانسہ وغیرہ کی انگوٹھی یا بٹن یا گھڑی کی زنجیر، مرد کو پہننا جائز ہے یا نہیں؟ اور ان کو پہن کر نماز پڑھنا یا پڑھانا درست ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب: چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی، ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی، مرد کو پہننا جائز ہے اور دو انگوٹھیاں یا کئی نگ کی ایک انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشہ خواہ زائد چاندی کی اور سونے، کانسے، پیتل، لوہے، تانبے کی مطلقا ناجائز ہیں۔ گھڑی کی زنجیر سونے چاندی کی مرد کو حرام۔ اور دھاتوں کی ممنوع ہے۔ اور جو چیزیں ممنوع کی گئی ہیں ان کو پہن کر نماز اور امامت، مکروہ تحریمی ہیں ۔ واللہ تعالی اعلم

احکام شریعت

سود اور رشوت کا مال توبہ سے پاک ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سود اور رشوت کا مال توبہ سے پاک ہو جاتا ہے؟ اور اس کے یہاں نوکری کرنا اور کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: زبانی توبہ سے حرام مال پاک نہیں ہوسکتا، بلکہ توبہ کے لئے شرط ہے کہ جس جس سے لیا ہے، واپس دے۔ وہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو دے۔ پتہ نہ چلے، تو اتنا مال تصدق کر دے۔ بے اس کے گناہ سے برأت نہیں۔ اس کے یہاں نوکری کرنا، تنخواہ لینا، کھانا کھانا جائز ہے، جب کہ وہ چیز جو اسے دے، اس کا بعینہ مالِ حرام ہونا معلوم نہ ہو۔ واللہ تعالی اعلم و علمہ اتم و احکم۔

احکام شریعت

مردار جانور کی ہڈی پاک ہے یا ناپاک؟

● مصر رہے — وہی کام کرتا رہے
● برأت — نجات



سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مردار جانور کی ہڈی پاک ہے یا ناپاک۔ کیونکہ سینگ تو ہر جانور کا پاک ہے۔ اگر مسواک میں ہڈی ہاتھی دانت کی ہو کیسی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: ہڈی ہر جانور کا پاک ہے۔ حلال ہو یا حرام۔ مذبوح ہو یا مردار۔ جب کہ اس پر بدن میتہ کی کوئی رطوبت نہ ہو۔ سوا سور کے، کہ اس کی ہر چیز ناپاک ہے۔ مسواک میں ہاتھی دانت کی ہڈی ہو تو کچھ حرج نہیں۔ ہاں اس کا ترک بہتر ہے۔ **واللّٰہ تعالٰی اعلم** **(احکام شریعت)**

ہنود سے کھانے کا سامان خریدنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہنود سے اشیاء خوردنی جیسے دودھ، دہی، گھی، ترکاری شیرینی وغیرہ، تر یا خشک کا استعمال اہل سنت کے نزدیک درست ہے یا حرام اور آیہ **انما المشرکون نجس** سے اہل تشیع کا اشیاء مذکورہ میں کیا خیال ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب: آیہ کریمہ انما المشرکون نجس ان کے نجاستِ قلب ونجاستِ دین کے بارے میں ہے۔ اجسام اگر ملوث بہ نجاست ہیں، نجس ہیں ورنہ نہیں۔ تمام کتب فقہ، متون وشروح وفتاوی اس کی تصریحات سے مالا مال ہیں۔ ان کے یہاں کا گوشت تو ضرور حرام، مگر اس حالت میں کہ مسلمانوں نے اللہ عزوجل کے لئے ذبح کیا اور بنانے پکانے لانے کے وقت مسلمانوں کی نگاہ سے غائب نہ ہوا۔ کوئی نہ کوئی مسلمان اسے دیکھتا رہا، تو اس وقت حلال ہے ورنہ حرام۔ اور باقی اشیاء، جن میں نجاست یا حرمت متحقق وثابت ہو، نجس وحرام ہیں۔ ورنہ طاہر وحلال۔ اصل اشیاء میں طہارت وحلت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ جب تک کسی عارض سے اس اصل کا زوال ثابت نہ ہو۔ حکم اصل ہی کے لئے رہے گا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ہنود بلکہ تمام کفار اکثر ملوث بہ نجاست رہتے ہیں بلکہ اکثر نجاستیں ان کے نزدیک پاک ہیں بلکہ بعض نجاستیں ہنود کے خیال میں پاک کنندہ ہیں، تو جہاں ایک دشواری نہ ہو، ان سے بچنا اولیٰ ہے۔ غرض فتوی جواز اور تقویٰ احتراز۔ روافض کا خیال ضلال ہے۔ **واللّٰہ تعالٰی اعلم**



● بدن میتہ	میت کے بدن	● رطوبت	تری
● اشیاء خوردنی	کھانے والی چیزیں	● اجسام	جسم کی جمع
● ملوث بہ نجاست	نجاست لگی ہوئی	● عارض	سبب
● کتب فقہ، متون وشروح وفتاوی	فقہ حنفی کی اولین ور مستند کتابیں، جو تین درجے "متون، شروح اور فتاوی" میں تقسیم کی گئی ہیں		
● حرمت متحقق	حرام ہونا ثابت ہو	● طہارت وحلت	پاکی اور حلال ہونا
● اصل کا زوال ثابت نہ ہو	یعنی کسی شے کی پاکی اور اس کا حلال ہونا جب تک کسی سبب سے ختم نہ ہو گیا ہو		

لوحِ محفوظ کیا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لوحِ محفوظ کیا چیز ہے۔ **بینو توجروا**

الجواب: زیرِ عرش ایک لوح ہے جس کا طول پانسو برس کی راہ ہے۔ اس میں **ماکان و مایکون الیٰ یوم القیامۃ** (یعنی جو ہوا اور جو قیامت تک ہوگا) ثبت ہے۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کیا اپنا حق بولنے کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنا حق حاصل کرنے کے لئے جھوٹی بات کہنا کہاں تک جائز ہے۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب: اپنا حق مردہ، زندہ کرنے کے لئے پہلودار بات کہنا، جس کا ظاہر دروغ ہو اور واقع میں اس کے سچے معنی مراد ہوں، اگرچہ سننے والا کچھ سمجھے، بلاشبہ باتفاق علمائ، دین میں جائز اور احادیث صحیحہ سے اس کا جواز ثابت ہے۔ جب کہ وہ حق، بے اس طریقہ کے ملنا میسر نہ ہو، ورنہ یہ بھی جائز نہیں۔ پہلودار بات یوں مثلاً ظالم نے ظلماً اس کی کسی چیز پر قبضہ مخالفانہ اس مدت تک رکھا، جس کے باعث انگریزی قانون میں عارض ہو کر حق، ناحق ہو جاتا ہے مگر مخالف کے پاس اپنے قبضہ کا کاغذی ثبوت نہیں۔ اس کے بیان پر رکھا گیا اگر یہ اقرار کئے دیتا ہے کہ واقعی مثلاً بارہ برس سے میرا قبضہ نہیں تو حق جاتا اور ظالم فتح پاتا ہے۔ لہٰذا یوں کہنے کی اجازت ہے کہ ہاں میرا قبضہ رہا ہے یعنی زمانہ گزشتہ ——— اور زیادہ تصریح چاہی جائے تو یوں کہہ سکتا ہے کہ '' آج تک میرا قبضہ چلا آیا'' اور نیت میں لفظ '' آیا'' کو کلمۂ استفہام لے۔ جیسے کہتے ہیں '' آیا یہ بات حق ہے'' یعنی کیا یہ بات حق ہے۔ تو استفہام انکاری کے طور پر اس کلمہ کا یہ مطلب ہوا کہ آج تک میرا قبضہ چلا۔ یعنی ایسا نہ ہوا، بلکہ میرا قبضہ منقطع ہو کر مخالف کا قبضہ ہو گیا۔ یا یوں کہے ''کل تک برابر میرا قبضہ رہا آج کا حال نہیں معلوم کہ کچہری کیا حکم دے'' اور لفظ ''کل'' سے زمانہ قریب، مراد لے۔ جیسے نوجوان لڑکے کو کہتے ہیں ''کل کا بچہ ہے'' حالانکہ اس کی عمر بیس بائیس سال کی ہو۔ اسی معنی پر روزِ قیامت کو ''روزِ فردا'' کہتے ہیں۔ کل آنے والی ہے یعنی بہت نزدیک ہے۔ یا مخالف کے قبضہ کی نسبت سوال ہو، تو کہے ''اس کا قبضہ کبھی نہ تھا یا کبھی نہ ہوا''

• طول	لمبائی	• حق مردہ	وہ حق جو بظاہر ختم ہو گیا
• دروغ	جھوٹ	• باتفاق علما	اس مسئلہ میں علماء کا اتفاق ہے
• کلمۂ استفہام	پوچھے جانے والا کلمہ	• استفہام انکاری	یعنی انکار کرنے والے انداز میں



اور مراد یہ لے کہ کبھی وہ وقت بھی تھا کہ اس کا قبضہ نہ تھا۔ زیادہ تصریح درکار ہو، تو کہے "اس کا قبضہ اصلاً کسی وقت ایک آن کو بھی نہ ہوا نہ ہے" اور معنی یہ لے کہ حقیقی قبضہ، ہر شئی پر اللہ عزوجل کا ہے۔ دوسرے کا قبضہ ہو ہی نہیں سکتا۔ غرض جو شخص تصرفات الفاظ ومعانی سے آگاہ ہے۔ سو پہلو نکال سکتا ہے۔ مگر ان کا جواز بھی صرف اسی حالت میں ہے جب یہ واقعی مظلوم ہے۔ اور بغیر ایسی پہلو داربات کے ظلم سے نجات نہیں مل سکتی۔ ورنہ اوپر مذکور ہوا کہ یہ بھی ہرگز جائز نہیں۔

اب رہی یہ صورت کہ جہاں پہلو دار بات سے کام نہ چلے، وہاں صریح کذب بھی دفعِ ظلم واحیاءِ حق کے لئے جائز ہے یا نہیں۔ اس بارے میں کلماتِ علماء مختلف ہیں۔ بہت روایات سے اجازت نکلتی ہے اور بہت اکابر نے منع کی تصریح فرمائی ہے۔ حتی الوسع احتیاط، اس سے اجتناب میں ہے اور شاید قول فیصل یہ ہو کہ اس ظلم کی شدت اور کذب کی مصیبت کو عقل سلیم ودین قویم کی میزان میں تَولے، جدھر کا پلہ غالب پائے، اس سے احتراز کرے۔ مثلاً اس کا ذریعۂ رزق تمام وکمال کسی ظالم نے چھین لیا اب اگر نہ لے تو یہ اور اس کے اہل وعیال سب فاقے مریں۔ اور وہ بے کذب صریح مل نہیں سکتا تو اس ناقابل برداشت ظلمِ اشد کے دفع کو امید ہے کہ غلط بات کہہ دینے کی اجازت ہو ——— اور اگر کسی مالدار شخص کے سَو دو سو روپے کسی نے دبالئے صریح جھوٹ کی اجازت اسے نہ ہونی چاہئے کہ جھوٹ کا فساد زیادہ ہے۔ اور اتنے ظلم کا تحمل اس مالدار پر ایسا گراں نہیں۔ حدیث ثابت اور فقہ کا قاعدہ مقررہ بلکہ عقل ونقل کا ضابطۂ کلیہ ہے کہ جو شخص بلاؤں میں گرفتار ہو ان میں جو آسان ہو اسے اختیار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (احکام شریعت)

☆☆☆



● تصرفات الفاظ ومعانی	یعنی الفاظ کے معنی سمجھ کر اس کے استعمال پہ قدرت ہو		
● صریح کذب	صاف جھوٹ	● دفع ظلم واحیاء حق	ظلم کو دفع کرنے اور اپنا حق لینے
● حتی الوسع	جہاں تک ہو سکے	● بے کذب صریح	صراحۃً جھوٹ بولے بغیر
● تحمل	برداشت کرنا		

اعلیٰ حضرت قدس سرہ

سے استفتاء کرنے والے عالم اسلام کے

معروف علماء اور دانشور

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

سے استفتاء کرنے والے عالم اسلام کے معروف علماء اور دانشور

مولانا خادم حسین جامعہ نظامیہ، لاہور

الف

نمبر شمار	اسماء	اضلاع	حوالہ
۱	مولانا ابوالحسن	ارکان	ج/ ۴ ص/ ۲۰۴
۲	مولانا اشرف علی	بریلی شریف	ج/ ۴ ص ۱۴۲, ج/ ۱۰ ص/ ۱۲۰
۳	سید مولانا ایوب علی	//	ج/ ۴ ص/ ۴۱۴
۴	مولانا امیر اللہ	//	ج/ ۳ ص ۱۰۲, ۱۸۴, ۶۵۳, ۶۷۰ ج/ ۴ ص ۴۷۸, ۴۸۵, ج/ ۵ ص/ ۱۶۹ ج/ ۱۰ ص/ ۱۳۸, ۲۳۰
۵	مولانا احسان علی	//	ج/ ۳ ص/ ۱۳۱, ۱۳۲, ۱۳۵، ج:: ص/ ۳۵۵، ۴۱۶، ۶۴۵، ج ۵ ص ۲۹۹، ج ۱۰ ص ۴۸۱
۶	مولانا امام الدین	//	ج ۵، ص ۶۷۴
۷	مولانا اظہر الدین بنگالی	سہارنپور	ج ۴، ص ۴۹۳
۸	مولانا انوار الدین	سلہٹ	ج ۴، ص ۱۰۸، ۱۶۳، ۲۰۴
۹	مولانا امیر یار	سہارن پور	ج ۴، ص ۱۱۰
۱۰	مولانا اسمٰعیل میاں	جنوبی افریقہ	ج ۲، ص ۲۶، ۱۱۷، ج ۵، ص ۱۰۳ ج ۲، ص ۱۲۵، ۱۳۷
۱۱	مولانا انوار الحق	لاہور	ج ۳، ص ۲۲۶، ج ۵، ص ۷۵، ۷۹۵ ج ۴، ص ۱۲۴
۱۲	مولانا احمد الدین	بیگم شاہی مسجد لاہور	ج ۷، ص ۹۲، ج ۵، ص نصف ثانی ص ۳۱۲

۱۳	مولانا اکرم علی سید عرف مطلوب	حیدرآباد دکن	ج۵،ص۲۷۵
۱۴	مولانا سید ابوالحسن احمد نوری	بدایوں	ج۳،ص۱۷۵،ج۵،ص۵۳۰،ج۱۱،ص۹۳
۱۵	مولانا امداد علی	علی گڑھ	ج۵،ص۷۲۲،۷۲۷
۱۶	مولانا انعام الحق	بریلی شریف	ج۵،ص۷۲۶
۱۷	مولانا احمد بخش	ڈیرہ غازی خان	ج۳ص۶۳۹،ج۵ص۷۸۶
۱۸	مولانا احمد حسین	رہتک	ج۳،ص۷۲۳
۱۹	مولانا امیر اللہ	ایٹہ	ج۴،ص۴۷۸،۴۸۵،ج۸ نصف اول ص۱۶۹
۲۰	مولانا علی شاہ	پاکپتن ساہیوال	ج۳،ص۴۱۹
۲۱	مولانا سید علی	مرادآباد	ج۴،ص۳۸
۲۲	مفتی امجد علی اعظمی صدرالشریعہ	مؤیوپی	ج۳،ص۴۸۷
۲۳	مولانا احمد مختار میرٹھی	شہر مانڈے	ج۲،ص۴۸۳،ج۵،ص۱۹۷
۲۴	مولانا اللہ یار	نماڑ	ج۱،ص۵۷۹،ج۲ ۱۲۸۲،ج۳،ص۶۷۵،۶۸۴
۲۵	مولانا احسان حسین	بریلی شریف	ج۵،ص۴۲،ج۷،ص۲۵۱،۲۶۲
۲۶	مولانا امداد حسین	رام پور	ج۳،ص۱۶۹
۲۷	مولانا احمد بخش	شہر تکیہ	ج۳،ص۳۷۳
۲۸	مولانا احمد مختار صدیقی	ملک برھما(برما)	ج۶،ص۲۵
۲۹	مولانا اختر حسین بریلوی	بریلی شریف	ج۶،ص۱۷۴،ج۷،ص۹۳،ج۵،ص۷۸۲،ج۱۱،ص۹۰
۳۰	مولانا آدم شاہ	کولھاپور	ج۶،ص۷۷
۳۱	مولانا احمد صدیقی	کراچی بندرگاہ	ج۶،ص۱۱۴
۳۲	مولانا امیر حسین	پٹنہ	ج۶،ص۳۴۲
۳۳	مولانا احمد حسین	کانپور	ج۱۰،ص نصف اول ص۷۷

۳۴	مولانا امیر حسن	بلند شہر	ج ۴،ص ۱۷۴،ج ۷،ص ۲۶۱،ج ۱۰،ص نصف ثانی ص ۲۰۳
۳۵	مولانا احمد علی	کانپور	ج ۱۰،ص نصف اول ص ۱۵۴
۳۶	مولانا احسان علی	علی گڑھ	ج ۱۱،ص ۲۷۶،۳۷
۳۷	مولانا احمد حسین	رام پور	ج ۱۱،ص ۲۹۱
۳۸	مولانا امجد علی خان صاحبزادہ	رام پور	ج ۷،ص ۳۸۴
۳۹	مولانا سید احمد علی	اودے پور	ج ۶،ص ۳۳۵
۴۰	مولانا سید اکرام الدین	لکھنؤ	ج ۷،ص ۴۱
۴۱	مولانا ابراھیم	ملک آباد گجرات	ج ۱،ص ۳۱۷،رضا اکیڈمی
۴۲	مولانا احمد خان وکیل	اودے پور	ج ۱۱، ۳۱۲
۴۳	مولانا سید اسمعیل حسن میاں	ایٹہ	ج ۱۰،ص نصف اول ص ۶، ۸۷
۴۴	مولانا سید احمد علی مدنی	بمبئی	ج ۶،ص ۴۲۸
۴۵	مولانا سید احمد میاں	رام پور	ج ۱۱،ص ۲۹۵
۴۶	مولانا ابوسعد	کان پور	ج ۱۱،ص ۲۹۵
۴۷	مولانا امیر حسن عرف نوشہ میاں	بریلی شریف	ج ۱۰،نصف ثانی ص ۱۴۵
۴۸	مولانا ابراھیم	الہ آباد	ج ۱۰ص ۲۶۲
۴۹	مولانا آفتاب الدین	بریلی شریف	ج ۱۰،ص ۲۸۲
۵۰	مولانا احمد مختار	میرٹھ	ج ۱۰ص ۳۱۳
۵۱	مولانا الطاف الرحمن	مراد آباد	صلوۃ
۵۲	مولانا احمد اللہ	کانپور	ردالقحط الوبا بدعوۃ الجیران و مواساۃ الفقراء
۵۳	مولانا ارشد علی	رام پور	ج ۷، ۲۹۱
۵۴	مولانا سید ابراھیم گیلانی، قادری بغدادی	کراچی	ج ۱۰،ص ۲۰۴

۵۵	مولانا ابراہیم	بنارس	ج۱۰،ص ۲۶۰،۳۰۸
۵۶	مولانا امیر الدین	گنج گیا	ج۵،ص ۲۴۷
۵۷	مولانا امیر الدین	جونا گڑھ	ج۲،ص ۱۷۲

ب

۵۸	مولانا باسط احمد	لکھنؤ	ج۲،ص ۴۹۴
۵۹	مولانا بدرلدین	بنارس	ج۱۱،ص ۳۱
۶۰	مولانا بدیع الزماں	بریلی شریف	ج۳،ص ۵۹۴
۶۱	مولانا برکات احمد وکیل	بریلی شریف	ج۳،ص ۳۲۰
۶۲	مولانا بشیر احمد علی گڑھ	بریلی شریف	ج۳،ص ۱۵، ج۵،ص ۱۶۷
۶۳	مولانا بشیر الدین وکیل	بریلی شریف	ج۵،ص ۶۱۳
۶۴	مولانا بندہ علی	بریلی شریف	ج۱۰،ص ۳۲

ت

۶۵ ۶۶	مولانا تلن خان، عرف میزان اللہ شاہ	شہر کہنہ بریلی	ج۶،ص ۳۴۰
۶۷	مولانا تمیز الدین	نصر آباد	ج۷،ص ۱۱۹
۶۸	مولانا تاج الدین	راولپنڈی	ج۶،ص ۱۴۰

ج

۶۹	مولانا جمال الدین	چاٹگام	ج۵،ص ۴۷۴
۷۰	مولانا جمیل الدین رضوی	چیت پور کاٹھیاوار	
۷۱	مولانا جمیل احمد	مراد آباد	ج۴،ص ۵۲

ح

۷۲	مولانا حاکم علی (پروفیسر بی،اے)	موتی بازار لاہور	ج۱۰،ص۲۷۹
۷۳	مولانا حامد بخش	بدایوں	ج۷،ص۲۴۸،۹۶
۷۴	مولانا سید حامد حسن	مارہرہ مطہرہ شریف	ج۴،ص۶۶۴
۷۵	مولانا حامد علی	الہ آباد	ج۱۰،ص۲۱۰
۷۶	مولانا حامد علی	بریلی شریف	ج۱۰،ص۲۱۱
۷۷	مولانا سید حبیب اللہ دمشقی	بریلی شریف	ج۱۰،ص۱
۷۸	مولانا حسن رضا خان	ریاست ٹونک	ج۷،ص۲۹۵
۷۹	مولانا حشمت علی	شہر گڈھیا	ج۳،ص۷۳،ج۶،ص۵۰۶
۸۰	مولانا حبیب اللہ بیگ	ریاست رام پور	ج۵،ص۶۰۱،ج۳ص۶۲۹
۸۱	مولانا حضور احمد	بریلی شریف	ج۴،ص۱۱۳
۸۲	مولانا حفیظ الرحمن	رہتک	ج۲،ص۳۲
۸۳	مولانا حفیظ الرشید	مراد آباد	ج۷،ص۲۷۷
۸۴	مولانا حمد اللہ قادری	پشارو	ج۷،ص۵۴۳،ج۱۰،ص۳۰۷
۸۵	مولانا حمید الرحمن	نواکھالی	ج۱۰،ص۳۱۰
۸۶	مولانا شاہ حمید اللہ نعمان	راولپنڈی	ج۳،ص۶۶
۸۷	مولانا حسن حیدر میاں	مارہرہ مطہرہ	ج۴،ص۴۸۶
۸۸	مولانا حسن بخش رضوی	خیر آباد	ج۱،ص۵۵۹

خ

۸۹	مولانا خدا بخش	کھیری	ج۳،ص۲۴۰
۹۰	مولانا خدا یار خان	شہر کہنہ	ج۷،ص۳۵

۹۱	مولانا خلیل الرحمن	بنارس	ج۱۰ص ۷۷، ۱۳۳، ۲۶۹، ج۷ص ۵۳
۹۲	مولانا خلیل اللہ	بنگالہ	ج۱۰،ص ۱۸۰
۹۳	مولانا خلیل اللہ خان	پشاور	ج۱۰،ص ۱۴۰ا
۹۴	مولانا سید خورشید	بھیڑی	ج۱،ص ۵۷۹
۹۵	مولانا خلیل اللہ	کوہ المورہ	ج۴،ص ۶۴۸، ۶۴۹
۹۶	مولانا خلیل اللہ خان	کھیری	ج۵،ص ۲۵۱

ر

۹۷	مولانا رضی الدین	گیا	ج۳،ص ۷۰۱
۹۸	مولانا رحیم اللہ	بریلی شریف	ج۳،ص ۸۷، ۲۲۹، ج۱۰،ص ۹۲
۹۹	مولانا رحمۃ اللہ	شہر کہنہ	ج۵،ص ۱۵۴
۱۰۰	مولانا رمضان علی بنگالی	بریلی شریف	ج۳،ص ۷۴۶، ج۶،ص ۴۸۴، ج۱۰،ص ۷۸
۱۰۱	مولانا رحیم بخش	میرٹھ	ج۶،ص ۱۵۰
۱۰۲	مولانا راحت اللہ	بلند شہر	ج۳،ص ۱۳۳، ۶۰۲، ج۵،ص ۳۳۸، ج۶،ص ۷۸
۱۰۳	مولانا ریاست علی خان	شاہجہان پور	ج۵،ص ۴۶۷، ج۱۰،ص ۲۲۱، ۲۳۲
۱۰۴	مولانا رحیم بخش بنگالی	بریلی شریف	ج۳،ص ۵۹۸، ۸۰۸، ج۱۰،ص ۲۵۴ ج۱۱،ص ۳۲۰
۱۰۵	مولانا رجب الدین	بریلی شریف	ج۱۱،ص ۳۲۰ ج۴،ص ۹۹
۱۰۶	مولانا رحیم بخش	آرہ شاہ آباد	ج۳،ص ۷۹۹، ج۴،ص ۸۶
۱۰۷	مولانا ریاست حسین	رام پور	ج۳،ص ۶۸۸، ۸۰۲، ج۵،ص ۴۴۴، ۶۱۹
۱۰۸	مولانا رسول بخش	گورکھپور	ج۱۰،ص ۴۵
۱۰۹	مولانا رحیم بخش	شیر کوٹ	ج۵،ص ۴۸۹

س

۱۱۰	مولانا سلامت اللہ شاہ	رام پور	ج۳،ص ۴۳۹، ج۷،ص ۵۹۸

۱۱۱	مولانا سکندر علی بنگالی	خیرآبادا	ج ۵، ص ۱۸۶
۱۱۲	مولانا سراج الحق شاہ	دہلی	ج ۳، ص ۵۲۰
۱۱۳	مولانا سلیم اللہ	لاہور	ج ۲، ص ۱۱۵
۱۱۴	مولانا سید احمد	کاٹھیاواڑ	ج ۲، ص ۱۳۷
۱۱۵	مولانا سلطان احمد (نواب)	بریلی شریف	ج ۱، ص ۳۶۱، ج ۲، ص ۱۸، ۳۱، ج ۳، ص ۵۳، ۴، ۶۵۴، ۸۶، ۹۸، ۳۲۲، ۷۲۳، ج ۴، ص ۱۸، ۶۶۳، ج ۵، ص ۱۰۰، ۳۱۷، ج ۱۱، ص ۱۱۷
۱۱۶	مولانا سعید الحسن	کان پور	ج ۵، ص ۵۱۹
۱۱۷	مولانا سیف اللہ	کاٹھیاواڑ	ج ۴، ص ۴۷۵
۱۱۸	مولانا سراج الحق (جج)	بہاول پور	ج ۷، ص ۳۰۳
۱۱۹	مولانا سعید احمد لکھنوی	علی گڑھ	ج ۱۰، ص ۱۶۵
۱۲۰	مولانا سعید الرحمن	میمن سنگھ	ج ۱۰، ص ۳۰۶
۱۲۱	مولانا سید حسین	گونڈہ	ج ۴، ۴۶۴
۱۲۲	مولانا سلیمان	اکبرآباد	ج ۶، ص ۵۰۵
۱۲۳	مولانا سرور شاہ، ابوالنصر	سکھر چونڈی شریف	ج ۵، ص ۲۷۷
۱۲۴	مولانا سید احمد	مرادآباد	ج ۲، ص ۳۵۳
۱۲۵	مولانا سید حسین (نائب قاضی)	بمبئی	ج ۵، ص ۶۱۷
۱۲۶	مولانا سلیمان	کان پور	ج ۱۰، ص ۱۷۸
۱۲۷	مولانا سید دیدار علی الوری	اکبرآباد	ج ۶، ص ۱۲۶

ش

۱۲۸	مولانا شجاعت علی	شہر کہنہ	ج ۳، ص ۷۷ ۴، ج ۴، ص ۵۴۱
۱۲۹	مولانا شریف الرحمن	مظفر پور	ج ۵، ص ۲۹۸

۱۳۰	مولانا شفاعت رسول	رام پور	ج۵،ص ۵۸
۱۳۱	مولانا شفاعت اللہ	بریلی شریف	ج۶،ص ۱۲۹، ج۴،ص ۴۰۶
۱۳۲	مولانا شفیع احمد	بریلی شریف	ج۱۰،ص ۱۵۴
۱۳۳	مولانا شمس الدین	بریلی شریف	ج۱۰،ص ۲۷۹
۱۳۴	مولانا شفیع الدین	کانپور	ج۳،ص ۳۲۴
۱۳۵	مولانا شمس الدین	پیلی بھیت	ج۱۰،ص ۲۷۸
۱۳۶	مولانا شیر علی	دربھنگہ	ج۵،ص ۱۱۴
۱۳۷	مولانا شمس الدین	اجمیر شریف	ج۷،ص ۵۲۳
۱۳۸	مولانا شیر محمد	میرٹھ	ج۶،ص ۱۵۱
۱۳۹	مولانا شیر محمد	ہری پور ہزارہ	ج۱،ص ۵۶۴، ج۲،ص ۳۴۲، ج۳،ص ۴۰۶، ۱۵۸،۶۲۶، ج۴،ص ۳۰،۳۳،۱۸۰،۳۷۷، ۴۷۴، ج۵،ص ۳۸۴،
۱۴۰	مولانا شمس الہدیٰ	بریلی شریف	ج۳،ص ۳۷۴

ص

۱۴۱	مولانا صابر علی	لکھنؤ	ج۶،ص ۴۲۸
۱۴۲	مولانا صالح محمد خان	بلند شہر	۱۰،ص ۱۳۶
۱۴۳	مولانا صلاح الدین	پشاور	ج۶،ص ۴۱۴

ض

۱۴۴	مولانا ضیاء الدین	لکھنؤ	ج۲،ص ۲۷
۱۴۵	مولانا ضیاء الدین	پٹنہ	ج۲،ص ۱۲۹، ج۳،ص ۴۷۳، ج۴،ص ۱۶۵
۱۴۶	مولانا ضیاالدین	پرتگال	ج۲،ص ۲۷۳، ج۳،ص ۴۸۹،۸۱۰
۱۴۷	مولانا ضیاء الدین	شاہ جہانپور	ج۶،ص ۱۰۲

۱۴۸	مولانا ضیاء الاسلام	آگرہ	ج۵،ص ۷۶۲

ظ

۱۴۹	مولانا ظفر الدین شہرام مدرسہ عربیہ	شہرام	ج۴،ص ۵۶۴،ج۲،ص ۳۰۶
۱۵۰	مولانا ظفر الدین	شاہ آباد	ج۱۰،ص ۳۰۶،۳
۱۵۱	مولانا ظفر الدین	پانکی ڈاکخانہ سند	ج۱۰،ص ۱۳۰
۱۵۲	مولانا سید ظہور احمد	گیا	ج۵،ص ۴۷،۴۸،۴۹
۱۵۳	مولانا سید ظہور الحسن	رام پور	ج۷،ص ۲۹۱
۱۵۴	مولانا ظہور حسین	بریلی شریف	ج۶،ص ۳۳۷
۱۵۵	مولانا ظہور اللہ	ریاست ٹونک	ج۷،ص ۳۵۴
۱۵۶	مولانا ظہیر الدین	مظفر پور	ج۱۰،ص ۲۴۰
۱۵۷	مولانا ظہور الحسین حسنی	بنگالہ	ج۱۰،ص ۱۸۵

ع

۱۵۸	مولانا عبد العزیز	گونڈہ ملک	ج۳،ص ۵۷، ۳۸۳،ج۱۰،ج۳ص ۳۸۳
۱۵۹	مولانا عبد اللطیف (قاضی)	بمبئی	ج۶،ص ۳۵۶
۱۶۰	مولانا عبد الحمید		ج۱،ص ۵۵۴
۱۶۱	مولانا عبد القادر (مفتی صدر الصدور)	رام پور	ج۶،ص ۳۹۲،ج۷،ص ۵۵۹،ج۱۱،ص ۳۱۹
۱۶۲	مولانا عبد العلی	نواکھالی	ج۶،ص ۳۹۶
۱۶۳	مولانا عبید اللہ	کان پور	ج۶،ص ۳۹۷
۱۶۴	مولانا عبد الطیف	کاٹھیاواڑ	ج۴،ص ۸۲،ج۶،ص ۴۳۱
۱۶۵	مولانا عبد الحمید	مارہرہ مطہرہ ایٹہ	ج۶،ص ۴۹۶

١٦٦	مولانا عبدالعزیز خان قادری	ملک برھما	ج۶،ص ۱۴۵
١٦٧	مولانا عبدالرحیم	ریاست بہاول پور	ج۶،ص ۱۵۸،۱۷۱
١٦٨	مولانا علی رضا خان	بغداد شریف	ج۶،ص ۱۸۳
١٦٩	مولانا عبدالرحمن قادری (مصنف فوائد مکیہ)	گولڑہ شریف راولپنڈی	ج۷،ص ۴۸۹،ج۱۰،ص ۳۲
١٧٠	مولانا عبدالعزیز	اورنگ آباد	ج۷،ص ۲۸
١٧١	مولانا عبدالحمید	بنارس	۵،ص ۱۵۵،ج۱۰،ص ۷ ۴ج ۱۱،ص ۲،ج ۲،ص ۴۴
١٧٢	مولانا عبدالرزاق مدراسی	مدراس	ج ۳،ص ۱۳۰،ج ۵،ص ۲۹ ج ۵،ص ۵۷۱
١٧٣	مولانا عبدالحکیم	سلہٹ	ج۵،ص ۴۰۲، ۵۶۳
١٧٤	مولانا عبدالوحید (قاضی)	عظیم آباد پٹنہ	ج ۳،ص ۶۱۸،ج ۴،ص ۶۰۲،ج ۵،ص ۲۴۰، ۱۲۵، ج ۱۱،ص ۱۶۷
١٧٥	مولانا عابد حسین	لکھنؤ	ج۵،ص ۳۷۷
١٧٦	مولانا عزیز الحسن	ٹاور	ج۵،ص ۸۲،ج۶،ص ۳۳۳
١٧٧	مولانا عبدالقادر	سرہند شریف	ج۵،ص ۱۹۳
١٧٨	مولانا عبداللہ	لاہور	ج۵،ص ۳۳۲
١٧٩	مولانا عبدالغنی	سلہٹ	ج ۳،ص ۶۲۵،ج ۵،ص ۱۵۵، ۵۵۸، ۵۵۹، ۶۴۳
١٨٠	مولانا عبدالغفور	الہ آباد	ج۵،ص ۲۹۱
١٨١	مولانا عبدالرسول	بدایوں	ج۵،ص ۲۹۷
١٨٢	مولانا عبدالمقتدر	بدایوں	ج۵،ص ۲۹۷
١٨٣	مولانا عبدالمجید	بدایوں	ج ۳،ص ۸
١٨٤	مولانا عبدالحمید	بلاسپور	ج ۲،ص ۳۷۹
١٨٥	مولانا عبدالرحمن (وکیل)	جودھ پور	ج ۳،ص ۶۰۹
١٨٦	مولانا عبدالرحمن	مراد آباد	ج ۳،ص ۲۶۳،ج۱۰،ص ۲۶۵، ۳۱۳
١٨٧	مولانا عبدالغنی	مراد آباد	۵،ص ۳۳۲

۱۸۸	مولانا عبدالحفیظ	بریلی شریف	ج۳،ص۲۰۹،ج۱۰،ص۲۷۴
۱۸۹	مولانا عبدالعلی	فیض آباد	ج۳،ص۳۷۹،۵۹۴،۶۰۰،ج۱۰،ص۱۶۸
۱۹۰	مولانا عبداللہ	فیض آباد	ج۳،ص۲۰۹،۲۷۴
۱۹۱	مولانا عبداللہ بہاری	بریلی شریف	ج۲،ص۱۲ ج۳،ص۲۶،۲۷،ج۲،ص۱۴۳،ج۳ ص۳۷۴،۳۷۶،۶۲۲،۶۴۷،ج۳،ص۲۵۰،۸ ۴۸،ج۵ ص۱۹۵،ج۱۰،ص۲۷۶
۱۹۲	مولانا عبدالعزیز	بریلی شریف	ج۶،ص۳۷۹
۱۹۳	مولانا عبدالرشید	بریلی شریف	ج۳،ص ۳۹۴،ج۵،ص۶۴۵،ج۲،ص۲۰۵
۱۹۴	مولانا عبیداللہ	بریلی شریف	ج۱۰،ص ۲۵۳
۱۹۵	مولانا عبدالمنان	دہلی	ج۳،ص۲۴۱
۱۹۶	مولانا عبدالمنان	بنگالہ	ج۱۰،ص۷۰
۱۹۷	مولانا عبدالقادر	بمبئی	ج۱۰،ص۲۹
۱۹۸	مولانا عزیزالحسن	بریلی شریف	ج۱۰،ص۱۲۶
۱۹۹	مولانا عبدمجیدخان حنفی	بلندشہر	ج۱۰،ص۱۳۷
۲۰۰	مولانا عبدالقیوم بنگالی	بریلی شریف	ج۱۰،ص۱۸۸
۲۰۱	مولانا عبدالرحیم بیگ	کراچی	ج۱۰،ص۱۴۴
۲۰۲	مولانا عبدالرحمن	گودھرہ	ج۱۰،ص۱۷۵
۲۰۳	مولانا عبدالعلیم صدیقی قادری	بمبئی،کلکتہ،جنوبی افریقہ	ج۷،ص۱۲۵،ج۱۰،ص۱۶۱،۱۹۶
۲۰۴	مولانا عطاء حسین	گوالیار	ج۱۰،ص۱۹۶
۲۰۵	مولانا عین الیقین	بریلی شریف	ج۱۰،ص۱۷۸
۲۰۶	مولانا عابدعلی	سلطان پور	ج۱۰،ص۳۲۰
۲۰۷	مولانا عبداللہ قادری	سکھر	ج۱۰،ص۳۱۵
۲۰۸	مولانا عبدالرشید	دہلی	ج۴،ص۱۱۶،ج۱۰،ص۲۶۶
۲۰۹	مولانا عبدالواحد متھروی	شہرکہنہ	ج۵،ص۷۷۱

۲۱۰	مولانا عبدالرحیم	بریلی شریف	ج۷،ص۳۹۰
۲۱۱	مولانا عبدالباری	نواکھالی	ج۱۰،ص۲۱۱
۲۱۲	مولانا عبدالحمید	کمرلہ	ج۱۰،ص۱۹۱
۲۱۳	مولانا سید عبدالجبار	حیدرآباد دکن	ج۱۱،ص۳۰۰
۲۱۴	مولانا عبداللطیف	رنگ پور	ج۱۰،ص۲۱۱
۲۱۵	مولانا عبدالرحیم خان	ریاست دیوان	ج۱۰،ص۱۴۳
۲۱۶	مولانا عبدالسلام	جبل پور	ج۳،ص۴۲۸
۲۱۷	مولانا عظیم الدین	خیرآباد	ج۳،ص۱۱،ج۷،ص۴،۱۱۲
۲۱۸	مولانا عبدالغنی بنگالی	بریلی شریف	ج۴،ص۲۳،ج۱۱ص۲۷۲
۲۱۹	مولانا عبداللطیف	سہسوان	ج۱۰،ص۷۲
۲۲۰	مولانا سید علی بن زید	سورت	ج۶،ص۳۳۸،۳۷۰
۲۲۱	مولانا عبدالسمیع	میرٹھ	ج۱۱،ص۱۱۷
۲۲۲	مولانا عظیم اللہ	شیرگڑھ	ج۱۰،ص۱۰۰
۲۲۳	مولانا سید عبدالاول	کاٹھیاواڑ	ج۱۰،ص۲۸۷
۲۲۴	مولانا عبدالعزیز میاں	سارن	ج۱۰ص۳۰۴
۲۲۵	مولانا عبدالشکور	بلیا	ج۵،ص۲۷۲
۲۲۶	مولانا عبدالرب	رانچی	ج۵،ص۶۵۱
۲۲۷	مولانا عبدالجلیل	بریلی شریف	ج۵،ص۱۷۵
۲۲۸	مولانا عنایت حسین (وکیل)	ہردوئی	ج۵،ص۷۱۷
۲۲۹	مولانا عبدالنبی قادری		ج۴،ص۵۸۷
۲۳۰	مولانا عبدالرحیم	علی گڑھ	ج۴،ص۱۱۷
۲۳۱	مولانا عبدالحمید	سلہٹ	ج۴،ص۵۵
۲۳۲	مولانا عبدالحمید (قاضی)	ککڑی	
۲۳۳	مولانا عبداللہ	گورکھ پور	ج۴،ص۶۷۳

۲۳۴	مولانا عبداللہ	بہار شریف	ج ۴، ص ۴۵۳
۲۳۵	مولانا علی حبیب علوی	ٹاور	ج ۵، ص ۳۱۵
۲۳۶	مولانا عبداللہ	علی گڑھ	ج ۵، ص ۷۱۷
۲۳۷	مولانا عبدالکریم	احمد آباد گجرات	ج ۵، ص ۱۲۶
۲۳۸	مولانا عبدالرحیم	احمد آباد گجرات	ج ۳ ص ۷۳۱، ج ۴ ص ۱۶۶، ۱۸۱، ج ۵ ص ۶۵۵، ۷۹۲، ج ۶ ص ۴۲، ۴۷، ج ۱، ثانی ص ۳۶، ۲۸۲
۲۳۹	مولانا عبدالرحمن	احمد آباد گجرات	ج ۶ ص ۱۹۵
۲۴۰	مولانا عزیز الرحمن	کلکتہ	ج ۵ ص ۴۳۰
۲۴۱	مولانا عبدالعزیز	کلکتہ	ج ۵ ص ۶۰۷
۲۴۲	مولانا عبدالمطلب	کلکتہ	ج ۳ ص ۷۳۸
۲۴۳	مولانا عبیداللہ	الہ آباد	ج ۵ ص ۱۱۹
۲۴۴	مولانا عبدالغفور	آرا	ج ۵ ص ۵۲۶
۲۴۵	مولانا عبدالمجید شنوپوری	ریاست رامپور	ج ۵ ص ۵۷۳، ۵۹۰، ج ۱۰ ثانی ص ۱۱۹، ۳۸۳
۲۴۶	مولانا عبدالرؤف	رامپور	ج ۳ ص ۶۸۹
۲۴۷	مولانا علیم الدین	رامپور	ج ۲ ص ۳۴۴، ج ۵ ص ۱۸
۲۴۸	مولانا عبدالحق	کلکتہ	ج ۴ ص ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۶
۲۴۹	مولانا عباس علی میاں	بھڑوچ	ج ۲ ص ۳۵۳، ج ۴ ص ۱۸۰، ج ۶ ص ۱۳۶
۲۵۰	مولانا عبدالکریم مکرانی	کراچی	ج ۴ ص ۲۰۰
۲۵۱	مولانا علی احمد	گیا	ج ۴ ص ۲۰۹
۲۵۲	مولانا عبدالرحمن حبشانی	کانپور	ج ۱ ص ۳۳۳، ج ۱ ص ۳۳۶، ج ۴ ص ۳۱، ۳۰۵، ج ۵ ص ۳۸۰، ج ۱۰ اول ص ۷۵، ۹۸
۲۵۳	مولانا عبدالرحیم مدراسی	بنگلور	ج ۴ ص ۵۸
۲۵۴	مولانا عبدالصمد	رامپور	ج ۴ ص ۵۰۱

۲۵۵	مولانا سید عبدالکریم		ج ۴ ص ۸۸، ج ۵ ص ۶۸
۲۵۶	مولانا عبداللہ، مدرس	گونڈہ ملک	ج ۴ ص ۴۴۱، ۴۵۳
۲۵۷	مولانا عبدالکریم	نواکھائی	ج ۴ ص ۸۶
۲۵۸	مولانا عطاء الحق، سید	مونگیر	ج ۴ ص ۱۱۳
۲۵۹	مولانا عبدالواحد	بریلی	ج ۴ ص ۳۸۰
۲۶۰	مولانا عبدالودود رضوی	مرادآباد	ج ۲ ص ۳۷۲، ج ۴ ص ۲۱۵، ج ۱۰ ثانی ص ۱۷۶
۲۶۱	مولانا عمرالدین	بمبئی	ج ۳ ص ۴۰۰، ج ۴ ص ۱۸
۲۶۲	مولانا عبدالحی	ٹاوا	ج ۲ ص ۳۷۲، ج ۳ ص ۴۸۳، ج ۵ ص ۵۹
۲۶۳	مولانا عبدالحمید چودھری	ایٹا	ج ۲ ص ۳۶۷، ج ۱۰ ثانی ص ۱۵۳، ج ۱ ص ۵۵۴
۲۶۴	مولانا عبدالکریم، مدرس	علی گڑھ	ج ۲ ص ۲۰۳، ج ۳ ص ۴۳۷، ۶۳۸، ج ۵ ص ۱۶۳
۲۶۵	مولانا عبدالخالق	حیدرآباد دکن	ج ۲ ص ۱۸۷
۲۶۶	مولانا عبدالغفار، سید قادری، مدرس	بنگلور	ج ۲ ص ۱۱۹، ۳۲۲
۲۶۷	مولانا عبدالکریم	چتوڑ گڑھ ادی پور	ج ۱ ص ۳۱۹، ج ۲ ص ۳۲۷
۲۶۸	مولانا عبدالجلیل	بنگال	ج ۳ ص ۱۳۸
۲۶۹	مولانا عبدالشکور ارکانی	امروہہ	ج ۱ ص ۵۵۳، ۵۷۴، ج ۳ ص ۷۱۴
۲۷۰	مولانا علی احمد		ج ۱ ص ۹۴، ج ۴ ص ۳۷۹، ج ۱۰ اول ص ۱۶۴
۲۷۱	مولانا عباس علی عرف مولانا عبدالسلام	نواکھالی	ج ۱ ص ۲۲۰، ج ۵ ص ۵۹۹، ج ۷ ص ۲۵۱
۲۷۲	مولانا عبداللہ	پنج محل گجرات	ج ۱ ص ۵۵۶
۲۷۳	مولانا عبداللہ حکیم	گورکھپور	ج ۴ ص ۶۷۳، ج ۵ ص ۲۵۱
۲۷۴	مولانا عبدالاحد	پیلی بھیت	ج ۵ ص ۵۹۹، ج ۷ ص ۵۳
۲۷۵	مولانا عبدالسبحان	پیلی بھیت	ج ۳ ص ۲۵۵

۲۷۶	مولانا عرفان علی رضوی	پیلی بھیت	ج ا ص ۵۸۶، ج ۶ ص ۴۸۵، ج ۴ ص ۵۱۸، ج ۱۰ ثانی ص ۹۸، ۳۱۱
۲۷۷	مولانا عبدالرب	پیلی بھیت	ج ۱۱ ص ۱۹۰
۲۷۸	مولانا عبدالاول	جونپور	ج ۵ ص ۶۱۷، ج ۶ ص ۳۷
۲۷۹	مولانا عبدالغفور	ملک بنگالہ	ج ۵ ص ۶۳۶
۲۸۰	مولانا عبدالمجید	کمرلہ	ج ۳ ص ۸۱۳
۲۸۱	مولانا عبدالمجید	چاٹگام	ج ۵ ص ۱۲۸
۲۸۲	مولانا عبدالغفور	چاٹگام	ج ۳ ص ۷۰۶
۲۸۳	مولانا عبدالحق، مدرس	سورت	ج ۳ ص ۵۷۵، ۶۲، ۷، ج ۴ ص ۱۲۰ ج ۵ ص ۲۶، ج ۱۰ اول ص ۴۰
۲۸۴	مولانا عبدالغفور	بنارس	ج ۳ ص ۱۸۶، ۷۹۷، ج ۴ ص ۴۳۹، ۶۵۱، ج ۷ ص ۳۳۰، ج ۱۱ ص ۲
۲۸۵	مولانا عبدالوہاب	بنارس	ج ۶ ص ۱۱۴
۲۸۶	مولانا عبدالغفور	بنارس	ج ۳ ص ۷۶۱
۲۸۷	مولانا عبدالسمیع، مدرس	بنارس	ج ۱۰ ص ۲۱۲
۲۸۸	مولانا عبدالحمید	بنارس	ج ۵ ص ۱۵۵، ج ۱۰ ثانی ص ۱۴۷
۲۸۹	مولانا عبدالحمید حافظ	سلہٹ	ج ۴ ص ۵۵
۲۹۰	مولانا عبدالرزاق		ج ۱۱ ص ۲

غ

۲۹۱	مولانا غلام قادر مرزا، بیگ	کلکتہ	ج ا ص ۲۲۰، ج ۲ ص ۳۵، ۴۲، ۴۳، ۶۸، ۱۸۸۴۰، ج ۳ ص ۸، ۱۵۸۹۴، ۱۶۳، ۱۴، ۲۰۳، ۳۲۴، ۳۸۱، ۴۱۴، ۴۲۲، ۴۵۳، ۶۷۷، ۶۸۴، ج ۴ ص ۵۱۶، ۵۳۶، ج ۳ ص ۴۰۲، ۴۰۷، ج ۷ ص ۳۱، ۳۴۳، ج ۱۰ ص ۲۳، ۵۶، ج ۱۰ اول ص ۶۴، ۶۵

۲۹۲	مولانا غلام رسول، سید، وکیل	صوبہ اورنگ آباد	ج ۷ ص ۳۳
۲۹۳	مولانا غلام گیلانی، قاضی	شمس آباد اٹک	ج ۵ ص ۱۰۴، ۱۷۹، ۷۴۰، ۷۶۰، ج ۶ ص ۴۱۶، ۷۴۰، ج ۷ ص ۵۲۳
۲۹۴	مولانا غلام محی الدین	سورت	ج ۴ ص ۴۹۲، ج ۶ ص ۴۸۰، ج ۱۰ ثانی ص ۷۰۵
۲۹۵	مولانا غلام فرید	محمد پور ڈہروالا احمد پور	ج ۶ ص ۴۸۵
۲۹۶	مولانا غلام امام، سید		ج ۳ ص ۷۳
۲۹۷	مولانا غلام ربانی	اٹک	ج ۶ ص ۱۷۵، ج ۴ ص ۱۲۱
۲۹۸	مولانا غلام صدیق	بیرم نگر	ج ۷ ص ۲۴۸
۲۹۹	مولانا غلام محمد پیرزادہ	احمد آباد گجرات	ج ۷ ص ۳۱۰، ج ۱۰ ثانی ص ۳۰۴
۳۰۰	مولانا غلام حیدر	ریاست رامپور	ج ۵ ص ۴۶۱
۳۰۱	مولانا غلام نبی، سید	کاٹھیاوار ضلع راجکوٹ	ج ۲ ص ۱۲، ج ۳ ص ۷۵۷
۳۰۲	مولانا غلام گیلانی، قاضی	الہ آباد	ج ۵ ص ۲۶۷
۳۰۳	مولانا غلام محی الدین	اٹک	ج ۵ ص ۷۴
۳۰۴	مولانا غلام کبریا	ضلع گڑگاؤں	ج ۵ ص ۷۶۷
۳۰۵	مولانا غلام گیلانی، قاضی	کاٹھیاواڑ	ج ۳ ص ۶۹
۳۰۶	مولانا غلام مصطفی پنجابی	بریلی	ج ۳ ص ۱۷۰
۳۰۷	مولانا غلام جان	بریلی	ج ۳ ص ۶۰۳، ۶۶۷، ج ۴ ص ۱۱۰
۳۰۸	مولانا غلام محی الدین	احمد آباد گجرات	ج ۱۰ ثانی ص ۱۳۹
۳۰۹	مولانا غلام مصطفی	بجنور	ج ۷ ص ۲۵۷

ف

۳۱۰	مولانا فضل احمد بدایونی	سہوان	ج ۶ ص ۳۷۱
۳۱۱	مولانا فخر الحسن، سید، مدرس	خیر آباد ضلع سیتاپور	ج ۲ ص ۳۳۱، ج ۴ ص ۷۷، ۱۲۳، ج ۵ ص ۵۱، ۵۶۵، ج ۷ ص ۲۸۴، ۲۸۵، ج ۱۰ ثانی ص ۶۳

۳۱۲	مولانا فضل قدیر	ضلع کرنالا	ج ۷ ص ۱۰۰
۳۱۳	مولانا فضل حق	پیلی بھیت	ج ۵ ص ۵۲۴
۳۱۴	مولانا فیض محمد	ضلع اجمیر شریف	ج ۵ ص ۶۷۵
۳۱۵	مولانا فیض الحق	ضلع حرولہ	ج ۱۰ ثانی ص ۱۰۳
۳۱۶	مولانا فضل امیر	کنوٹڑہ	ج ۱۰ ثانی ص ۱۱۱
۳۱۷	مولانا فاضل		ج ۵ ص ۷۱۱

ق

۳۱۸	مولانا قاسم علی	شہر کمرلہ	ج ۱۰ ثانی ص ۹۷
۳۱۹	مولانا قمر الحسن	رائے بریلی	ج ۱۰ ثانی ص ۱۵۲

ک

۳۲۰	مولانا کمال الدین جعفری، سید، وکیل	الہ آباد	ج ۶ ص ۴۲۶
۳۲۱	مولانا کریم بخش	پیلی بھیت	ج ۵ ص ۷۶۸
۳۲۲	مولانا کریم بخش	بلند شہر	ج ۵ ص ۴۶۰
۳۲۳	مولانا کریم رضا، سید	ضلع گنج گیا	ج ۳ ص ۷۷۴، ۷۰۰، ج ۴ ص ۳۴، ج ۵ ص ۳۲۷، ۴۶۰، ج ۱۰ اول ص ۸۱، ۸۳، ۱۰۳، ۱۲۹
۳۲۴	مولانا کاظم الدین	شہر کمرلہ	ج ۱۰ اول ص ۲۴۰

ل

۳۲۵	مولانا لعل نور	وزیر آباد، گوجرانوالہ	ج ۶ ص ۳۴۴
۳۲۶	مولانا لطف اللہ، مفتی خلف سعد اللہ	رام پور	ج ۷ ص ۴۴۰

م

۳۲۷	مولانا محمد صاحب محمدی برادر مفتی اسد اللہ خان	الٰہ آباد	ج ۷ ص ۷۶، ۷۹
۳۲۸	مولانا محمد عنایت صابری	ضلع امرتسر	ج ۷ ص ۱۰۱
۳۲۹	مولانا محمد احمد، سید، محدث کچھوچھوی	کچھوچھہ شریف	ج ۷ ص ۲۳۸
۳۳۰	مولانا محمد رضا خان	بدایوں	ج ۷ ص ۲۳۹
۳۳۱	مولانا محمد علیم الدین	رام پور	ج ۷ ص ۲۶۰
۳۳۲	مولانا محمد زاہد، سید	بلگرام شریف ہردوئی	ج ۷ ص ۳۲۵
۳۳۳	مولانا محمد عبید اللہ	الٰہ آباد	ج ۷ ص ۳۳۲
۳۳۴	مولانا محمد منور، سید	رام پور	ج ۷ ص ۳۳۸
۳۳۵	مولانا محمد عنایت اللہ، حافظ	رام پور	ج ۷ ص ۳۵۷، ۵۴۵
۳۳۶	مولانا محمد نفیس	لکھنو	ج ۱۰ اول ص ۲۵۷
۳۳۷	مولانا محمد عمر الدین	بمبئی	ج ۱۰ اول ص ۱۱۰
۳۳۸	مولانا محمد اسرار الحق	بڑودہ گجرات	ج ۱۰ اول ص ۱۶۹
۳۳۹	مولانا محمد عبد السمیع	میرٹھ	ج ۱۱ ص ۱۱۷
۳۴۰	مولانا مختار علی وکیل	اوجین حویلی میرٹھ	ج ۵ ص ۲۳۸
۳۴۱	مولانا مہدی حسن شاہ	مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹا	ج ۲ ص ۱۳۰، ج ۱۰ اول ص ۱۵۸
۳۴۲	مولانا محمد افضل کابلی	بریلی	ج ۲ ص ۱۷۷، ۳۷۴، ج ۳ ص ۱۲۹، ۲۷۲، ج ۵ ص ۶۷، ج ۶ ص ۱۳۱، ج ۱۰ ثانی ص ۱۵۶، ۱۶۳، ۲۵۴
۳۴۳	مولانا محمد حبیب اللہ قادری رضوی	میرٹھ	ج ۳ ص ۱۳، ۳، ج ۱۰ ثانی ص ۱۰۹
۳۴۴	مولانا محمود حسین	بریلی	ج ۳ ص ۲۶۰، ج ۱۰ اول ص ۱۶۳، ج ۱۰ ثانی ص ۱۳۷

۳۴۵	مولانا محمد حیات، مدرس	کوٹ ڈسکہ	ج ۳ ص ۶۰
۳۴۶	مولانا محمد ابراہیم احمد آبادی	مدرسہ نعمانیہ دہلی	ج ۳ ص ۴۳
۳۴۷	مولانا محمد حبیب علی علوی	ضلع ٹاوا	ج ۳ ص ۵۴
۳۴۸	مولانا مظہر حسین	بلاس پور	ج ۳ ص ۶۰
۳۴۹	مولانا مقبول حسن، مدرس	شاہجہاں پور	ج ۳ ص ۲۵۵
۳۵۰	مولانا محمد یاسین	دربھنگہ	ج ۳ ص ۱۱۰
۳۵۱	مولانا محمد احسان		ج ۳ ص ۳۵۵
۳۵۲	مولانا محمد احسان الحق	میرٹھ	ج ۳ ص ۴۰۹، ۴۷۹
۳۵۳	مولانا محمد اسماعیل	چاٹگام	ج ۳ ص ۴۳۶
۳۵۴	مولانا محمد رکن الدین نقشبندی	ریاست راجپوتانا	ج ۳ ص ۳۵۶، ۴۶۱
۳۵۵	مولانا محمد علی، سید، مدرس	سنبھل مراد آباد	ج ۳ ص ۳۶۲
۳۵۶	مولانا محمد عبد العلی مدراسی	لکھنو	ج ۱۱ ص ۱۲۴، ج ۵ ص ۳۲۲
۳۵۷	مولانا محمد عبد الحلیم	کانپور	ج ۵ ص ۲۴۰
۳۵۸	مولانا محمد اسماعیل	شہر پور بندر	ج ۵ ص ۴۲۹
۳۵۹	مولانا محمد علی ارم، مدرس	ضلع شیخاوائی	ج ۵ ص ۳۴۴
۳۶۰	مولانا محمد یار علی، مدرس	بستی	ج ۵ ص ۳۴۸، ج ۳ ص ۳۷۷
۳۶۱	مولانا محمد امانت رسول	رام پور	ج ۵ ص ۱۲۹
۳۶۲	مولانا مشتاق احمد مدرس	اجمیر شریف	ج ۵ ص ۲۷۰
۳۶۳	مولانا محمد عظیم	کلکتہ دھرم تلہ	ج ۳ ص ۱۸۱، ج ۵ ص ۲۳۸، ج ۱۰ ثانی ص ۱۴۰
۳۶۴	مولانا محمد یعقوب علی خان	اوجین گوالیار	ج ۲ ص ۱۷، ۱۴۶، ج ۳ ص ۵۰، ۱۵۲، ۴۶۲، ۴۷۶، ۵۱۴، ۵۵۵، ۶۱۰، ۶۱۳، ۶۲۰، ۷۶۰، ۷۰۹، ج ۵ ص ۲۱۲، ۲۸، ۳۱۳، ۳۸۵، ۴۰۱، ۷۳۳، ج ۶ ص ۳۱۶، ج ۷ ص ۹۱، ۳۲۷، ۳۲۹، ج ۱۰ اول ص ۳۸، ۴۰، ۴۳، ۶۶، ۲۲۸، ج ۱۱ ص ۶۰۱

۳۶۵	مولانا محمد حبیب الرحمن سلہٹی	مرادآباد	ج ۳ ص ۳۳۹
۳۶۶	مولانا محمد بیگ مرزا	سنگوا	ج ۳ ص ۶۳
۳۶۷	مولانا محمد نور ولایتی	سہسرام	ج ۳ ص ۹۶
۳۶۸	مولانا محمد مہدی	چاٹگام	ج ۳ ص ۴۸۸
۳۶۹	مولانا محمد سعد اللہ	بمبئی	ج ۳ ص ۵۰۸
۳۷۰	مولانا محمد رمضان	اکبرآباد	ج ۶ ص ۳۸۵
۳۷۱	مولانا محمد صابر مدرس	اعظم گڑھ	ج ۶ ص ۴۳۲
۳۷۲	مولانا محمود حسین	شہر آگرہ	ج ۷ ص ۵۰۱
۳۷۳	مولانا محمد طاہر	ملیسار	ج ۶ ص ۱۵۷
۳۷۴	مولانا محمد بخش حنفی چشتی	لاہور	ج ۶ ص ۱۰۱
۳۷۵	مولانا محمد میاں، سید	مارہرہ مطہرہ	ج ۶ ص ۱۱۳، ۲۱۱، ج ۲ ص ۱۱۵
۳۷۶	مولانا محمد قاسم مدرس		ج ۶ ص ۱۱۸
۳۷۷	مولانا محمد امان اللہ مدرس	بنارس	ج ۶ ص ۲۱، ۴۳۸
۳۷۸	مولانا محمد ادریس	کانپور	ج ۷ ص ۴۴
۳۷۹	مولانا محمد امام الدین	رامپور	ج ۷ ص ۷۰
۳۸۰	مولانا محمد صدیق	پیلی بھیت	ج ۲ ص ۳۸۵
۳۸۱	مفتی محمد برہان الحق	جبل پور	ج ۲ ص ۳۰۵
۳۸۲	مولانا محمد افضل بخاری		
۳۸۳	مولانا محمد الدین مجددی	گجرات بھڑوچ	ج ۲ ص ۳۵۲
۳۸۴	مولانا محمد عبد الباری	مرادآباد	ج ۲ ص ۱۴، ۳۱۴، ج ۳ ص ۲۷۸، ۵۸۴، ۷۴۶، ج ۱۰ ثانی ص ۲۵۲
۳۸۵	مولانا محمد رضا علی	بنارس	ج ۲ ص ۱۶۵
۳۸۶	مولانا محمد عبد الحمید پانی پتی، چشتی فریدی	بنارس	ج ۲ ص ۴۴، ج ۴ ص ۶۵۲، ج ۶ ص ۳۲

۳۸۷	مولانا مودود الحسن سہسوانی		ج۲ص۲۸
۳۸۸	مولانا محمد رضا خان عرف ننھے میاں	بریلی	ج۲ص۱۸۰
۳۸۹	مولانا محمد یحیٰ	رامپور	ج۲ص۲۰۱، ج۳ص۱۰۵
۳۹۰	مولانا محمد اسماعیل، قاضی	ضلع ادے پور	ج۱ص۵۷۰، ۵۷۷
۳۹۱	مولانا محمد یقین الدین	ناگ پور	ج۳ص۱۴۸
۳۹۲	مولانا محمد محسن	جونپور	ج۱ص۵۸۱
۳۹۳	مولانا محمد یعقوب ارکانی	رامپور	ج۱ص۳۲
۳۹۴	مولانا محمد اسماعیل	شہر پور بندر	ج۵ص۴۲۹
۳۹۵	مولانا محمد فضل قادری فاروقی		
۳۹۶	مولانا ممنون حسن	بنارس	ج۱۰ ثانی ص ۴۳
۳۹۷	مولانا محمد معصوم شاہ پیرزادہ	ملک گجرات	ج۱۰ ثانی ص
۳۹۸	مولانا محمد عبد المجید خاں یوسف زئی وکیل	علی گڑھ	ج۱۰ ثانی ص ۷۳
۳۹۹	مولانا معظم علی	حیدر آباد دکن	ج۱۰ ثانی ص ۷۳
۴۰۰	مولانا محمد علی، سید	کانپور	
۴۰۱	مولانا محمد عبد الحمید	بنارس	ج۱۰ص۷۷
۴۰۲	مولانا محمد میاں	بریلی	ج۱۰ ثانی ص ۱۰۲
۴۰۳	مولانا محمد طاہر رضوی	بریلی	ج۱ص۳۱۵
۴۰۴	مولانا محمد ظہور الحق	بریلی	ج۳ص۲۵۷
۴۰۵	مولانا میر احمد بنگالی	بریلی	ج۶ص۴۷۳
۴۰۶	مولانا محمد احمد بنگال	بریلی	ج۶ص۱۱۹، ج۱۱ص ۳۲۴
۴۰۷	مولانا محمد میاں، سید، صاحبزادہ	ضلع سیتاپور	ج۱ص۵۷۲

۴۰۸	مولانا محمد الہ	ضلع پیرا	ج۶ ص ۲۳
۴۰۹	مولانا محمد سلیم خان مدرس	ضلع ہوگلی	ج۶ ص ۲۷
۴۱۰	مولانا محمد رمضان	ریاست راجپوتانا	ج۶ ص ۴۴،۴۵
۴۱۱	مولانا محمد حسین شاہ مدرس	مدراس	ج۶ ص ۱۸۴
۴۱۲	مولانا محمد عبدالرحمن	جودھپور	ج۶ ص ۲۰۸
۴۱۳	مولانا محمد عبدالغنی	امرتسر	ج۶ ص ۲۹۷
۴۱۴	مولانا محمد سلیمان	کانپور	ج۷ ص ۵۲۴
۴۱۵	مولانا محمد یار	بہاولپور	ج۷ ص ۵۲۹
۴۱۶	مولانا محمد عبداللہ مدرس	علی گڑھ	ج۷ ص ۵۳۷
۴۱۷	مولانا میاں جان شاہ	رامپور	ج۷ ص ۴۷۹
۴۱۸	مولانا میر غلام مدرس	گوجر خان ضلع راول پنڈی	ج۷ ص ۵۴۰
۴۱۹	مولانا محمود بیگ، مرزا، وکیل	شہر گونڈہ	ج۷ ص ۴
۴۲۰	مولانا محمد بشیر الدین	کانپور	ج۷ ص ۳۶، ج۱۰ ثانی ص ۳۹
۴۲۱	مولانا محمد حشمت علی رضوی مدرس	بریلی	ج۲ ص ۱۳۹، ج۳ ص ۴۰۹، ج۵ ص ۵۵۳، ۶۳۸، ج۶ ص ۷۰، ۱۴۰، ج۷ ص ۴۰، ۱۰۳
۴۲۲	مولانا محمود الحسن	گوالیار	ج۴ ص ۸۷، ۱۲۵، ج۷ ص ۵۲۱، ج۱۰ ثانی ص ۱۰۸
۴۲۳	مولانا محمد حسن شاگرد مولوی رشید احمد گنگوہی		ج۴ ص ۴۷، ج۱۰ اول ص ۳۷، ۷۵، ج۱۱ ص ۱۵۵
۴۲۴	مولانا محمد اسحاق	ایٹا	ج۴ ص ۲۶۱
۴۲۵	مولانا محمد عبداللہ میر پوری	میر پور آزاد کشمیر	ج۴ ص ۴۹۶
۴۲۶	مولانا محمد اسماعیل محمود آبادی	بریلی	ج۴ ص ۴۹۸، ج۵ ص ۷۸، ۴۵۳، ج۱۰ ثانی ص ۱۱۹
۴۲۷	مولانا محمد سجاد ابوالمحاسن مدرس	شہر گیا	ج۴ ص ۶۸۶

۴۲۸	مولانا محمد اقبال	سیال کوٹ	ج ۵ ص ۹۶
۴۲۹	مولانا مفیض الرحمن، سید، مدرس	ضلع چٹاگانگ	ج ۲ ص ۶، ۱۱۹، ج ۳ ص ۸۶، ج ۵ ص ۴۳۴، ج ۱۰ ثانی ص ۱۸۶
۴۳۰	مولانا محمد عمر	رائے بریلی	ج ۵ ص ۵۲
۴۳۱	مولانا محمد عبدالمجید مدرس	ریاست گوالیار	ج ۵ ص ۱۹۴
۴۳۲	مولانا محمد ابراہیم قادری حنفی	احمد نگر دکن	ج ۵ ص ۱۹۴
۴۳۳	مولانا محمد علاء الدین	ضلع مال بھوم	ج ۵ ص ۱۹۹، ج ۶ ص ۳۰
۴۳۴	مولانا محمد وصی احمد محدث سورتی	پیلی بھیت	ج ۱ ص ۳۱۵، ج ۲ ص ۱۹۵، ج ۳ ص ۷۶، ۱۷۷، ۲۰۴، ۳۵۲، ۵۱۱، ۷۱۸، ۸۰۵، ج ۴ ص ۶۶۹، ج ۵ ص ۲۲۸ تا ۲۳۸، ج ۶ ص ۲۳، ۳۶۹، ۵۳۱، ج ۱۰ اول ص ۳۸، ۶۵، ۱۰
۴۳۵	مولانا محمد مظفر علی، سید، مدرس	ضلع رائے پور	ج ۶ ص ۴۹۱
۴۳۶	مولانا محمد احسان	پیلی بھیت	ج ۳ ص ۱۴۹
۴۳۷	مولانا محمد عبدالعزیز، ابوالرشید	مزنگ لاہور	ج ۲ ص ۳۱۴
۴۳۸	مولانا ملا حسن پشاوری	پشاور	ج ۱۰ اول ص ۷۱
۴۳۹	مولانا محمد شاہد، سید	امروہہ	ج ۱۰ اول ص ۶۰
۴۴۰	مولانا مظفر، سید، مدرس	لکھنو	ج ۷ ص ۱۲۳
۴۴۱	مولانا محمد احمد	لکھنو	ج ۴ ص ۱۴۲
۴۴۲	مولانا محمد اکرم	سلہٹ	ج ۴ ص ۵۳، ج ۱۰ اول ص ۱۸۹
۴۴۳	مولانا محمد ابراہیم	بنارس	ج ۴ ص ۸۴، ۲۲۱، ج ۵ ص ۳۷۷، ج ۶ ص ۳۳۹
۴۴۴	مولانا محمد عمر، ولایتی	مونگیر ملک بہار	ج ۴ ص ۵۲۰
۴۴۵	مولانا محمد عارف، ابوسعید	ضلع پیٹر ابنگال	ج ۳ ص ۶۰۰
۴۴۶	مولانا محمد عبدالجلیل	حیدرآباد دکن	ج ۳ ص ۷۲۵
۴۴۸	مولانا محمد ابراہیم شافعی	افریقہ	ج ۳ ص ۷۲۲

۴۴۹	مولانا محمد فضل الرحمن	فیروز پر پنجاب	ج ۳ ص ۲۸۳، ۲۲۷، ج ۵ ص ۴
۴۵۰	مولانا محمد دین، جج	چیف کوٹ بہاول پور	ج ۱۱ ص ۱۹۵
۴۵۱	مولانا محمد ابراہیم	رنگوں سکی	ج ۱۱ ص ۳۲۴
۴۵۲	مولانا محمد جمال	رہتک	ج ۱۱ ص ۳۲۴
۴۵۳	مولانا محمد شریف، ابو یوسف	سیالکوٹ	ج ۶ ص ۳۱۹
۴۵۴	مولانا محمد سلیمان اشرف، سید، بہاری	علی گڑھ	ج ۳ ص ۵۹۹، ج ۵ ص ۶۴۸، ج ۶ ص ۱۱۰
۴۵۵	مولانا محمد عبد الرشید	حصار	ج ۲ ص ۳۷۵
۴۵۶	مولانا محمد احسان الحق		جواب رسالہ تحلیۃ السم فی مسائل من وصف العلم ص ۳
۴۵۷	مولانا محمد عبد الکریم	کلکتہ	---ص ۴۱
۴۵۸	مولانا محمد سلطان الدین	بنگال	ج ۳ ص ۵۷
۴۵۹	مولانا محمد عمر	رامپور	جواب رسالہ فضل الموہبی ص ۲۶
۴۶۰	مولانا محمد میر احسان علی	ہوڑہ	ج ۵ ص ۱۷۷
۴۶۱	مولانا محمد نور خان محرف	فتح پور	ج ۵ ص ۱۸۱
۴۶۲	مولانا محمد ابراہیم خان وکیل	راجپوتانا	ج ۵ ص ۴۵۸
۴۶۷	مولانا محمد آصف، سید	کانپور	ج ۵ ص ۷۹، ۴، ج ۶ ص ۶۸، ۱۳۱، ۱۸۰، ج ۳ ص ۵۱۰
۴۶۸	مولانا محمد فاضل	پنجاب	ج ۵ ص ۷۱۱
۴۶۹	مولانا محمد حسین	میرٹھ	ج ۲ ص ۲، ج ۴ ص ۸۶، ۳۸۰، ۴۲۳
۴۷۰	مولانا محمد ابراہیم سید، مدنی	کلکتہ	ج ۵ ص ۷۲۸، ج ۴ ص ۵۹۹، ۶۱۳
۴۷۱	مولانا محمد سلیم	رائے پور	ج ۵ ص ۷۳۹
۴۷۲	مولانا محمد اسماعیل، مدرس	ضلع گیا	ج ۳ ص ۲۵۸، ۸۱۴
۴۷۳	مولانا محمد عبد الحافظ مدرس	میمن سنگھ	ج ۳ ص ۸۰۸
۴۷۴	مولانا محمد جہانگیر	اسٹیشن باندرا	ج ۳ ص ۷۴۱
۴۷۵	مولانا محمد واحد	برہما	ج ۳ ص ۷۴۶، ج ۱۰ ثانی ج ۱۴۴، ۱۴۶

۴۷۶	مولانا محمد ممتاز الدین	ضلع سلہٹ	ج۳ص۷۷۰
۴۷۷	مولانا محمد عبد الرؤف	بریلی	ج۳ص۵۹۰
۴۷۸	مولانا محمد حیات	سلم پور	ج۷ص۴۱
۴۷۹	مولانا محمد ابوذر	مرادآباد	ج۱۰ثانی ص۱۰۱
۴۸۰	مولانا محمود الحسن	مرادآباد	ج۱۰ثانی ص۱۱۷
۴۸۱	مولانا میاں محمد، سید	لکھنو	ج۱۰ثانی ص۱۲۰
۴۸۲	مولانا محمد بہاء الدین	غازی پور	ج۱۰ثانی ص۱۴۱
۴۸۳	مولانا محمد قاسم قریشی	ڈسکا سیالکوٹ	ج۱۰ثانی ص۱۵۸،۲۰۶
۴۸۴	مولانا محمد حسین	جوناگڑھ	ج۱۰ثانی ص۱۷۰
۴۸۵	مولانا محمد سلیمان مدرس	کانپور	ج۱۰ثانی ص۱۸۷
۴۸۶	مولانا محمد عبد القادر مدرس	ضلع پاپٹہ	ج۱۰ثانی ص۸۷۹
۴۸۷	مولانا محمد منیر الدین بنگالی	بریلی	ج۱۰ثانی ص۱۸۶
۴۸۸	مولانا محمد اکبر علی	حیدرآباد دکن	ج۱۰ثانی ص۱۹۵
۴۸۹	مولانا محمد جعفر	مبارکپور	ج۱۰ثانی ص۲۰۲
۴۹۰	مولانا محمد عین اللہ	بلرام پور گونڈا	ج۱۰ثانی ص۲۰۴
۴۹۱	مولانا محمد فیض اللہ	ضلع سیتاپور	ج۱۰ثانی ص۲۰۷
۴۹۲	مولانا محمد ارشاد	مہرام ضلع ہوگلی	ج۵ص۳۶۶
۴۹۳	مولانا محمد سراج الحق		ج۵ص۳۷۸،۴۱۹
۴۹۴	مولانا محمد حسین	بمبئی	ج۵ص۴۸۷
۴۹۵	مولانا محمد سلیم	مارہرہ مطہرہ	ج۵ص۲۰۰
۴۹۶	مولانا محمد محبوب علی شاہ		ج۵ص۷۷۷
۴۹۷	مولانا محمد آصف وکیل		ج۵ص۷۱۲
۴۹۸	مولانا محمد صدیق	پیلی بھیت	ج۲ص۳۶۶
۴۹۹	مولانا محمد تقی قادری	ضلع ہردوئی	ج۴ص۱۹۸

۵۰۰	مولانا محمد نور اللہ اشرفی	شہر کہنہ	ج ۴ ص ۶۶۲
۵۰۱	مولانا محمد عبد القادر بدایونی	مرزاپور	ج ۴ ص ۴۷۶
۵۰۲	مولانا محمد ایوب		ج ۳ ص ۶۶۹
۵۰۳	مولانا محمد طاہر مدرس	ضلع پورنیہ	ج ۳ ص ۷۵۴
۵۰۴	مولانا محمد ظہور الحسن		ج ۳ ص ۱۳۰
۵۰۵	مولانا محمد احمد مفتی		ج ۱۰ ثانی ص ۲۶۴
۵۰۶	مولانا مقیم الدین دامانی	ضلع ہردوئی	ج ۱۰ ثانی ص ۲۸۲
۵۰۷	مولانا محمد ثناء اللہ	بریلی	ج ۱۰ ثانی ص ۲۸۴
۵۰۸	مولانا محمد احمد، حکیم، علوی	مین پوری	ج ۱۰ ثانی ص ۲۹۲
۵۰۹	مولانا محمد حبیب اللہ	دہلی	ج ۱۰ ثانی ص ۳۰۲
۵۱۰	مولانا محمد اسحاق	سہارنپور	ج ۱۰ ثانی ص ۳۰۵
۵۱۱	مولانا محمد عمر قادری	بنارس	ج ۱۰ ثانی ص ۲۹۳
۵۱۲	مولانا میر اللہ	بریلی	ج ۵ ص ۱۲۹

ن

۵۱۳	مولانا نذر امام مدرس	سہسوان	ج ۱ ص ۳۰۵
۵۱۴	مولانا نذیر احمد	پیکا	ج ۷ ص ۱۷
۵۱۵	مولانا نبی بخش، ابو طاہر	بہار شریف	ج ۶ ص ۵۵
۵۱۶	مولانا نور احمد ہزاروی	کانپور	ج ۶ ص ۴۲۷
۵۱۷	مولانا نظام الدین	چک ۲۲۴	ج ۶ ص ۷۲
۵۱۸	مولانا نور احمد فریدی	بہاولپور	ج ۵ ص ۱۷۱، ج ۶ ص ۱۳۲
۵۱۹	مولانا نذیر احمد، سید	الہ آباد	ج ۶ ص ۱۴۹، ۴۷۴
۵۲۰	مولانا نذر محمد خان	رہتک	ج ۵ ص ۳۷۶، ج ۶ ص ۳۱۸
۵۲۱	مولانا نجم الدین حکیم	رام پور	ج ۷ ص ۳۴۴

۵۲۲	مولانا نوشہ علی		ج۱۰ اول ص ۱۶۴
۵۲۳	مولانا نورالدین احمد	گوالیار	ج۳ ص ۹۳، ۳۵۹، ۶۸۷، ج۱۰ اول ص ۸۶
۵۲۴	مولانا نثاراحمد	کانپور	ج۳ ص ۳۶۷
۵۲۵	مولانا نورمحمد	بہاولپور	ج۷ ص ۴۴۳
۵۲۶	مولانا نعیم الدین، صدرالافاضل	مرادآباد	ج۳ ص ۷۲۸
۵۲۷	مولانا نورالہدیٰ	پٹنہ	ج۳ ص ۷۰۳
۵۲۸	مولانا نوراللہ	پیلی بھیت	ج۱۰ ثانی ص ۸۷
۵۲۹	مولانا نذیراحمد	بریلی	ج۱۰ ثانی ص ۱۶۰، ۱۶۱
۵۳۰	مولانا نبی محمد	گوالیار	ج۱۰ ثانی ص ۲۷۲
۵۳۱	مولانا نجف خان		ج۱۰ ثانی ص ۸۸
۵۳۲	مولانا نیاز احمد خان بدایوں	مانوگاچہ پیراک	ج۴ ص ۴۷۵
۵۳۳	مولانا نعیم اللہ فخری چشتی نظامی قادری	لکھنو	ج۵ ص ۴۴۲
۵۳۴	مولانا نورخان		ج۵ ص ۱۸۱

و

۵۳۵	مولانا وصی علی	تاوا کچری	ج۴ ص ۴۱۲، ج۵ ص ۱۲۲، ج۱۰ اول ص ۸۳، ۸۵
۵۳۶	مولانا ولی اللہ، سید	ٹونک	ج۵ ص ۶۹۵
۵۳۷	مولانا وزیر احمد	ادے پورراجپوتانا	ج۳ ص ۷۴۱، ج۶ ص ۴۸۴، ج۷ ص ۳۹، ج۱۰ ثانی ص ۱۹۳، ۲۶۱
۵۳۸	مولانا ولایت حسین	بریلی	ج۷ ص ۱۰۳
۵۳۹	مولانا ولی الحسن مدرس	دارجلنگ	ج۱۰ ثانی ص ۳۰۳
۵۴۰	مولانا وکیل الدین	بریلی	ج۲ ص ۷۶، ۳، ج۳ ص ۶۴۶
۵۴۱	مولانا ولی اللہ	کلکتہ	ج۶ ص ۱۹۵

۵۴۲	مولانا ولی محمد	بلکر اندور بازار بمبئی	ج۵ ص ۸۵

ہ

۵۴۳	مولانا ہدایت اللہ خان	بلکر اندور بازار بمبئی	ج۷ ص ۳۰۰
۵۴۴	مولانا ہدایت رسول	بلکر اندور بازار بمبئی	ج۷ ص ۴۸۵
۵۴۵	مولانا ہدایت رسول	بمبئی	ج۱۰ اول ص ۲۰۷

ی

۵۴۶	مولانا یقین الدین	نرسنگ پور کنڈیلی	ج۵ ص ۱۰۸
۵۴۷	مولانا یعقوب علی		ج۶ ص ۴۱۶
۵۴۸	مولانا یقین الدین	اکولہ	ج۱۰ اول ص ۴۱

=== === ===

حواشی

اعلیٰ حضرت: حالات - خدمات - اثرات

حواشی

اعلیٰ حضرت: حالات-خدمات-اثرات

۱ (و) محمد ظفر الدین رضوی: حیات اعلیٰ حضرت (۱۹۳۸ء/ ۱۳۶۹ھ مطبوعہ کراچی، ص ۲)

(ب) ایم۔ انور رومان: سیستان، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء

۲ (و) رحمان علی: تذکرۂ علمائے ہند، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء، ص ۱۹۳ و ۵۳۰

(ب) سید محمد عبداللہ ڈاکٹر: یادگاری خطبہ مورخہ ۱۷/ اگست ۱۹۸۲ء، آرٹ کونسل، کراچی

۳ احمد رضا خاں: ترنم حمام الحمی فی محامد امام العلماء (۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۰ء) بحوالہ اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد المولوی محمد نقی علی خاں، مطبوعہ سیتاپور، ۱۲۹۸ھ، ص ۲

۴ ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کا مشہور شہر ہے جو دہلی سے ۱۳۵ میل جنوب مشرق کی طرف واقع ہے، یہ روہیل کھنڈ اور ضلع بریلی کا صدر مقام ہے اور ہمالیہ کے دامن میں واقع ہے۔

۵ محمد ظفر الدین رضوی: حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، ج ۱، ص...

۶ احمد رضا خاں: الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البہتیہ، مشمولہ رسائل رضویہ، مطبوعہ، لاہور، ۱۹۷۶ء، ج ۲، ص ۲۰۱

۷ ایضاً، ج ۳، ص ۳۰۱۔

۸ احمد رضا خاں: الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البہیہ، مشمولہ رسائل رضویہ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ج ۲، ص ۳۸

۹ ایضاً، ج ۲، ص ۲۰۹

۱۰ ابوالحسن علی ندوی: نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء، ج ۸، ص ۳۸

۱۱ احمد رضا خاں: الاجازۃ المتینہ لعلماء بکۃ والمدنیہ (۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء)

۱۲ رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۱۶

۱۳ عبدالحئی ندوی: نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۴۰

۱۴ محمد ظفر الدین رضوی: حیات اعلیٰ حضرت، ج ق، ص ۹۷

۱۵ الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح، (رحمان علی: تذکرۂ علمائے ہند، مطبوعہ کراچی، ص ۵۳۰)

۱۶ محدث بریلوی کے تلامذہ بھی فن حدیث میں مہارت رکھتے تھے۔ چنانچہ علامہ محمد ظفر الدین بہاری نے علم حدیث میں چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ایک کتاب صحیح البہاری کے نام سے لکھی ہے، جس کی ابتدائی جلد پٹنہ سے شائع ہوگئی تھی۔ مسعود

۱۷ ابوالحسن علی ندوی: نزہۃ الخواطر، ج ۸،ص ۴۱

۱۸ Desai. Ziyaud-din Ahmad: centres of Islamic learning Delhi, 1979, Pp.40-41

۱۹ محمد ظفرالدین رضوی: چودہویں صدی کے مجدد مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ءص ۵۹۔۶۰

۲۰ الرضا (بریلی) شمارہ صفر ۱۹۳۹ء/ ۱۹۲۰ء، ص ۱۹۔۲۷

۲۱ ایضاً، ص ۲۸، ۲۹

۲۲ ابوالحسن علی ندوی: نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۴۰

۲۳ نظامی بدایونی: قاموس المشاہیر، مطبوعہ بدایون ۱۹۲۴ء، ص ۶۶

۲۴ حسنین رضا خاں: سیرت اعلیٰ حضرت مطبوعہ پیلی بھیت ۱۹۸۳ء، ص ۱۳۱

۲۵ پیسہ اخبار (لاہور) شمارہ ۳، نومبر ۱۹۲۱ء، ص ۲

۲۶ (و) محمد صادق قصوری: خلفائے اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء

(ب) ڈاکٹر حسن رضا خاں: فقیہ اسلام، مطبوعہ الہ آباد ۱۹۸۱ء، ص ۲۳۱۔۲۸۶

۲۷ رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ کراچی، ص ۱۹۳

۲۸ ایضاً، ص ۵۳۰

۲۹ محمود احمد قادری: تذکرہ علمائے اہل سنت، مطبوعہ کانپور ۱۹۷۱ء، ص ۲۱

۳۰ محمود احمد قادری: تذکرہ علمائے اہل سنت مطبوعہ کانپور ۱۹۷۱ء، ص ۱۲۵

۳۱ ایضاً، ص ۲۰۸

۳۲ ایضاً، ص ۲۱۰

۳۳ فضل رسول بدایونی: المعتقد المنتقد مع تعلیقات المعتمد المستند، مطبوعہ استنبول، ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء

۳۴ ایضاً، ص ۲۸، غلام شبیر قادری: تذکرہ نوری مطبوعہ لائل پور، ۱۹۲۸ء ص ۴۴

۳۵ ایضاً، ص ۱۸۸

۳۶ ایضاً، ص ۲۵۷

۳۷ ایضاً، ص ۲۱۹

۳۸ احمد رضا خاں: حدائق بخشش، مطبوعہ بدایوں، ج ۳، ص ۹۳۔۹۴

۳۹ محمد ایوب قادری: جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۵۶۱۔۵۶۶

۴۰ محمود احمد قادری: تذکرۂ علمائے اہلِ سنت، ص ۲۰۸

٤١ رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ لکھنؤ، ص ١٦

٤٢ محمود احمد قادری: تذکرۂ علمائے اہل سنت، ص ١٨٧

٤٣ احمد رضا خاں: آمال الابرار، مطبوعہ پٹنہ، ١٣١٨ھ/١٩٠٠ء

٤٤ احمد رضا خاں: الاستداد (١٣٣٧ھ/ ١٩١٨ء) مطبوعہ لائل پور، ١٩٧٦ء

٤٥ الرضا (بریلی) شمارہ ربیع الآخر و جمادی الاولی ١٣٣٨ھ/ ١٩١٩ء، ١٠-١١

٤٦ (و) محمد بن عبد الوہاب: کشف الشبہات، ص ٢٠-٢١

(ب) علی طنطاوی جوہری: محمد بن عبد الوہاب، ص ١٥-١٧

٤٧ (و) احمد عبد الغفور عطار: شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب، ص ١٥٥

(ب) عثمان بن بشر نجدی: عنوان المجد فی تاریخ نجد، ج ١، ص ١١

٤٨ ابن عابدین شامی: رد المحتار شرح در مختار، مطبعۃ العار ١٢٤٩ھ، ص ٣٩

٤٩ (و) عبد الحفیظ بن عثمان: جلاء القلوب وکشف الکروب، مطبوعہ استنبول ١٢٩٨ھ

(ب) سلیمان بن عبد الوہاب: الصواعق الالہیہ۔ مطبوعہ استنبول ١٩٧٥ء، ص ٥

٥٠ (و) بدر عالم: فیض الباری مطبوعہ دیوبند ١٩٨٠ء، ج ١، ١٧٠

(ب) حسین احمد: نقش حیات، ج ٢

(ج) حسین احمد: شہاب الثاقب علی المسترق الکاذب، مطبوعہ لاہور، ١٩٧٩ء، ص ٢٢١

٥١ ہمفرے: اعترافات، لاہور، ص ٩٨

٥٢ ابو الحسن علی ندوی: نقوش (لاہور) رسول نمبر

٥٣ زید ابو الحسن فاروقی ازہری: مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، مطبوعہ دہلی ١٩٧٤ء، ص ١٤

٥٤ محبوب علی: تاریخ الائمہ (قلمی) محررہ ١٢٥١/ ١٨٣٥ء، ٨٩٨

٥٥ (و) محمد جعفر تھانیسری: حیات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی ١٩٦٧ء

(ب) وحید احمد مسعود: سید احمد شہید کی صحیح تصویر، مطبوعہ لاہور ١٩٦٧ء

(ج) شاہ حسین گردیزی: حقائق تحریک بالاکوٹ، مطبوعہ کراچی ١٩٨٢ء

٥٦ حسین احمد مدنی: نقش حیات، ج ٢، ص ٤٢٢

٥٧ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام مطبوعہ لاہور، ج ٧، ص ٣٧٢-٣٨٠

٥٨ احمد رضا خاں: نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان، مطبوعہ لکھنؤ، ص ٢٤

٥٩ مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ (مطبوعہ دیوبند، ١٣٤١ھ/ ١٩٢٢ء) میں ابن عبد الوہاب کے عقائد و افکار کی

تائید کی ہے مگر مولوی حسین احمد مدنی نے الشہاب الثاقب (مطبوعہ دیوبند ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء) میں اور مولوی خلیل اللہ انبیٹھوی نے المہند علی المفند (مطبوعہ کراچی) میں ابن عبدالوہاب پر تنقید کی ہے اور ان کے افکار و عقائد سے اپنی بے تعلقی اور بریّت کا اعلان کیا ہے۔ مسعود

۶۰ مولوی محمد قاسم نانوتوی، تحذیر الناس، ص ۳

۶۱ مولوی اشرف علی تھانوی: حفظ الایمان، ص ۸

۶۲ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ، مطبوعہ دیوبند، ص ۵۵

۶۳ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ، مطبوعہ دیوبند، ص ۸۶

۶۴ مولوی محمود حسن: الجہد المقل، مطبوعہ ساڈھورہ، ص ۴۱

۶۵ امداد اللہ مکّی: فیصلہ ہفت مسئلہ (مع تشریح و توضیح مفتی محمد خلیل خاں قادری، مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۶ء

۶۶ ابوالحسن علی ندوی: نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۴۹۷

۶۷ ایضاً، ج ۸، ص ۱۸۷

۶۹ بروایت مولانا محمد امیر احمد شاہ گیلانی، صاحب انوار غوثیہ شرح شمائل ترمذی شریف (پشاور)

۷۰ ابوالحسن علی ندوی: نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۳۰

۷۱ محمد الحسنی: سیرت محمد علی مونگیری، مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۶۴ء ص ۸۷۔۸۸

۷۲ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) شمارہ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) ص ۳۷

Usha Sanyal: A History of Bareilvi movement in Brithish India 1900-1947 (Proposal, P.I. ۷۳ Submitted to the Univer- sity of Columbia, U.S.A)

۷۴ نصرۃ الابرار، مطبوعہ، لاہور، ص ۱۹، ۲۰، ۲۳، ۲۴، ۲۶

۷۵ نصرۃ الابرار، مطبوعہ لاہور، ص ۳۰

۷۶ M.A. Karandikar: Islam in India's Transtion to Modrnity, Karachi, p.158

۷۷ محمود حسن: خطبہ صدارت، مطبوعہ دیوبند، ص ۱۶

۷۸ احمد رضا خاں: فتاویٰ رضویہ مطبوعہ مانڈہ ۱۹۸۱ء، ج ۶، ص ۳۔۱۶

۷۹ رئیس احمد جعفری: اوراق گم گشتہ، مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۸ء، ص ۲۹۹، بحوالہ احمد رضا خاں: المحجۃ المؤتمنہ۔

۸۰ جاوید اقبال: زندہ رود، مطبوعہ لاہور، ج ۲، ص ۳۴۸

۸۱ محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری، مطبوعہ بریلی، ج ۳، ص ۹۹
۸۲ احمد رضا خاں: الاجازۃ الرضیہ لمجبل مکۃ البھیہ (۱۳۲۳ھ) مشمولہ رسائل ضیمہ مطبوعہ، لاہور، ۱۹۷۶ء، ج ۱، ص ۳۰
۸۳ محمد ظفیر الدین رضوی: حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، ج ۱، ص ۹۵، ۹۷، ۱۸۲، ۱۸۷، ۲۸
۸۴ احمد رضا خاں: مقال عرفاء باعزاز شرع علماء (۱۳۲۷ھ/۱۹۱۰ء) مطبوعہ دہلی، ص ۲، ۴، ۸
۸۵ احمد رضا خاں: مقال عرفاء باعزاز شرع وعلماء (۱۳۲۷ھ/۱۹۱۰ء)، مطبوعہ دہلی، ص ۳، ۴، ۸
۸۶ ابوالحسن علی ندوی: نزہتہ الخواطر، ج ۸، ص ۴۴
۸۷ احمد رضا خاں: عطایا القدیر فی حکم التصویر، مطبوعہ بریلی ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء
۸۸ احمد رضا خاں: شفاء الوالہ فی صور الحبیب مزارہ ونعالہ (۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء) مطبوعہ بریلی
۸۹ احمد رضا خاں: جلی الصوت لنھی الدعوت امام الموت (۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء) مطبوعہ بریلی
۹۰ احمد رضا خاں: جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) مطبوعہ بریلی
۹۱ احمد رضا خاں: ابریق المنار بشموع المزار (۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء) مطبوعہ لاہور
۹۲ احمد رضا خاں: اجلی التحبیر فی حکم السماع والمزامیر (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء)

نوٹ: فاضل بریلوی نے ردِّ بدعات میں جو سعی فرمائی اس پر دو مستقل کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔
(۱) پروفیسر محمد فاروق القادری: فاضل بریلوی اور امور بدعت، مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۱ء
(۲) یٰسین اختر مصباحی: امام احمد رضا.......

۹۳ تفصیلی حالات کے لئے مندرجہ ذیل کتابیں ملاحظہ کریں:
(۱) سلیمان اشرف بہاری: الرشاد، مطبوعہ علی گڑھ، ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء
(۲) محمد جمیل الرحمٰن قادری: تحقیقات قادریہ، مطبوعہ بریلی ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء
(۳) محمد مسعود احمد: تحریک آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم: مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۹ء

۹۴ Syed Jamaluddin: The Bareilvis and the Khilafat Movement.
Mushirul Hasan: Communal and Pan-Islamic Trends in Colonial India, Delhi, 1981

۹۵ عبدالوحید قاضی: دربار حق وہدایت، مطبوعہ پٹنہ۔
۹۶ پروفیسر محمد مسعود احمد: امام احمد رضا خاں اور عالم اسلام، مطبوعہ کراچی، ۱۹۸۳ء، ص ۱۱۹-۱۲۶
۹۷ احمد رضا خاں: حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور، ص ۱۴۱-۱۴۲
۹۸ احمد رضا خاں: الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ، مطبوعہ کراچی، ص ۳۶۲

99 ابوالحسن علی ندوی: نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۴۱
100 احمد رضا خاں: فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ مبارک پور، ج ۳، ص ۲۳
101 احمد رضا خاں: فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ مانڈہ ۱۹۸۱ء، ج ۶، ص ۴۹۸۔ ۵۰۱
102 نور احمد قادری: مقالہ مطبوعہ کراچی، ۱۹۸۰ء ص ۱۳
103 عبد النبی کوکب: مقالات یوم رضا، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۱ء ج ۳، ص ۱۰ (بروایت ڈاکٹر عابد احمد علی مرحوم مہتمم بیت القرآن۔ لاہور)
104 احمد رضا خاں: فتاویٰ رضویہ، ج ۱۱، ص ۱۹۰۔ ۲۶۰
105 سند اجازت دار العلوم منظر اسلام (بریلی) بنام مولوی عبد الواحد (صوبہ سرحد) مورخہ ۲۰/ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ
106 احمد رضا خاں: فتاویٰ رضویہ، ص ۳۲۱۔ ۳۳۰
107 ایضاً، ج ۱، ص ۳۳۴۔ ۳۷۱
108 ایضاً، ج ۱، ص ۴۸۴۔ ۴۹۹
109 احمد رضا خاں: فتاویٰ رضویہ، ج ۱، ص ۳۲۱۔ ۳۳۰
110 احمد رضا خاں: البیان شافیا لفونوغرافیا، مطبوعہ لاہور
111 احمد رضا خاں: فتاویٰ رضویہ، ج ۱، ص ۶۱۱۔ ۶۵۹
112 ایضاً، ج ۱، ص ۴۰۷۔ ۵۵۳
113 (الف) محمد مقبول احمد قادری، پیغامات یوم رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء، ص ۲۵ (پیغام ڈاکٹر سید محمد عبد اللہ، صدر شعبۂ دائرۃ المعارف الاسلامیہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور)
(ب) ڈاکٹر نصیر احمد ناصر (وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی بھاول پور)، خیابان رضا، مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۲ء ص ۱۱۵ (مرتبہ محمد مرید احمد چشتی)
114 محمد ظفر الدین رضوی: حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، ج ۱، ص ۳۲
115 احمد رضا خاں: الاجازۃ الرضویہ مبجل مکۃ البہیہ مشمولہ رسائل رضویہ ج ۲، مطبوعہ لاہور ص ۳۰۳
114 احمد رضا خاں: الاجازۃ الرضویہ مبجل مکۃ البہیہ مشمولہ رسائل رضویہ، ج ۲، مطبوعہ لاہور، ص ۳۰۳۔ ۳۰۹
115 محمد ظفر الدین رضوی: المجمل المعدد لتالیفات المجدد، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء ص ۶
116 اعجاز ولی خاں مفتی: ضمیمہ المعتقد المنتقد، مطبوعہ لاہور، ص ۲۶۶
117 محمد ظفر الدین رضوی: حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، ج ۱، ص ۳۶
118 ایضاً، ص ۳۷

۱۱۹ احمد رضا خاں

۱۲۰ محمد برہان الحق جبل پوری، واکرم امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۱ء، ص ۷۸

۱۲۱ حسنین رضا خاں بریلوی: سیرت اعلیٰ حضرت، مطبوعہ پیلی بھیت، ص ۷۲۔۷۴

۱۲۲ احمد رضا خاں: ایضوضات الملکیہ لحب الدولۃ المکیہ مطبوعہ کراچی، ص ۷۳

۱۲۳ محمد ظفر الدین بہاری: الجمل المقدد مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء، ص ۶

۱۲۴ مکتوب بنام احمد رضا خاں محررہ ۱۶/ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء..................المتنہ (مرتبہ حامد رضا خاں بریلوی) مطبوعہ لاہور

۱۲۵ محمد یسین اختر مصباحی: امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں، مطبوعہ الہٰ آباد ۱۹۷۷ء، ص ۱۹۴

۱۲۶ تحفہ حنیفہ (پٹنہ)، شمارہ ۱۳۲۶ھ، ص ۴۱

۱۲۷ محمود احمد قادری: تذکرہ علمائے اہل سنت مطبوعہ ۱۹۷۱ء، ص ۱۸۷

۱۲۸ الرضا (بریلی) شمارہ محرم ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء، ص ۳

۱۲۹ احمد رضا خاں: فتاوی رضویہ، ج ۶، ص ۱۹۳۔۲۱۱

۱۳۰ احمد رضا خاں: قصیدہ غوثیہ مع منظوم ترجمہ (۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء) مطبوعہ لاہور

۱۳۱ احمد رضا خاں: الزمزمۃ القمریہ فی الذب عن الخمریہ (۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء) مطبوعہ لاہور

۱۳۲ احمد رضا خاں: رسائل رضویہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء، ج، ص ۱۶۶

۱۳۳ احمد رضا خاں: حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور، ص ۷۰

۱۳۴ ایضاً، ص ۱۰۶

۱۳۵ المیزان (بمبئی) امام احمد رضا نمبر، شمارہ مارچ ۱۹۷۶ء، ص ۴۴۵۔۴۵۴

۱۳۶ تحفہ حنیفہ (پٹنہ) شمارہ، جمادی الآخری ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء

۱۳۷ Barbara D. Metcalf: Islamic Revival in British India, 1860-1900, Opp. 300-302.

۱۳۸ احمد رضا خاں: ایضوصیاۃ الملکیہ لحب الدولۃ المکیہ، مطبوعہ کراچی ص ۱۲۵

۱۳۹ احمد رضا خاں: حدائق بخشش، حصہ اوّل ودوم، مطبوعہ کراچی

۱۴۰ احمد رضا خاں: حدائق بخشش، حصہ دوم ص ۲۔۶

۱۴۱ رئیس بدایونی: چراغ صبح جمال، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء، ص ۶۔۸

۱۴۲ احمد رضا خاں: حدائق بخشش، حصہ اوّل، ص ۱۰۶۔۱۱۵

۱۴۳ احمد رضا خاں: حدائق بخشش، حصہ اوّل، ص ۱۰۶۔۱۱۵

۱۴۴ احمد رضا خاں: تدبیر فلاح ونجات واصلاح (کلکتہ ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء) مطبوعہ لاہور

۱۴۵ نظریاتی ممالک میں بچپن ہی سے افراد نظریاتی تربیت شروع ہو جاتی ہے۔ مسعود

۱۴۶ برطانوی جاسوس ہمفرے کو اس مہم پر بلاد اسلامیہ بھیجا گیا تھا کہ وہ اور کاموں کے ساتھ ساتھ ایک کام یہ کرے کہ مسلمانوں کے دل سے محبت وعظمت رسول، احترام سادات اور تکریم اولیاء اللہ اور صلحاء امت مٹادے (ہمفرے کے اعترافات، لاہور ص ۱۱۳۔۱۱۴)

۱۴۷ ڈاکٹر بابرا مٹکاف نے لکھا ہے کہ اپنے شاگردوں سے محدّث بریلوی کا سلوک بڑا مشفقانہ اور کریمانہ تھا، خاص تقاریب کے موقعوں پر ہر علاقے اور ہر ملک کے طالب علم کے لیے اس کا پسندیدہ کھانا پکوا کر ساتھ کھایا کرتے تھے۔ مسعود

۱۴۸ محمد جلال الدین: امام احمد رضا خاں کا نظریۂ تعلیم، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء

۱۴۹ راقم نے اپنے کتاب سیرت مجدّد الف ثانی (مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء) میں حضرت مجدّد کی سیاسی مساعی کا تفصیلی ذکر کیا ہے اس سے رجوع کیا جائے۔ مسعود

۱۵۰ احمد رضا خاں: فتاویٰ رضویہ، مبارک پور ۱۹۸۱ء، ص ۳، ۴، ۹، ۱۲، ۱۶، ج ۶

۱۵۱ راقم نے اپنی مندرجہ ذیل کتابوں میں فاضل بریلوی کے دوقومی نظریہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ تفصیل کے لیے ان سے رجوع کیا جائے۔

۱ فاضل بریلوی اور ترکِ موالات، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء

۲ تنقیدات وتعاقباتِ امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء

۱۵۲ راقم نے اپنی کتاب ''گناہ بے گناہی'' (مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء) میں اس الزام کا تحقیقی جائزہ لیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ الزام بے بنیاد اور شر انگیز ہے۔ مسعود

۱۵۳ محمد عبدالقدیر، ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، مطبوعہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، پریس، ۱۹۲۵ء، ص ۵۴۔۵۷

۱۵۴ (الف) السواد الاعظم (مرادآباد) شمارہ شعبان ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۱ء) ص ۱۳۔۱۴

۱۵۵ سید محمد محدث، : خطبۂ صدارت جمہوریہ اسلامیہ، آل انڈیا سنی کانفرنس (۲۴ تا ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۷ تا ۳۰/ اپریل ۱۹۴۶ء) مطبوعہ مرادآباد، ص ۲۹

۱۵۶ تفصیلات کے لئے مندرجہ ذیل کتابیں مطالعہ کریں:

(۱) محمد صادق قصوری: اکابر تحریک پاکستان، جلد اوّل ودوم، مطبوعہ لاہور

(۲) محمد مسعود احمد: تحریک آزادئ ہند اور السواد الاعظم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

(۳) محمد عبدالحلیم شرف قادری: تذکرۂ اکابر اہلِ سنت، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

(۴) محمد صدیق ہزاروی: تعارف علمائے اہل سنت، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

۱۵۷ محمد ظفر الدین رضوی: المجمل المعدد لتالیفات المجدد، مطبوعہ، پٹنہ

۱۵۸ احمد رضا خاں: عجب العوار عن مخدوم بہار، مطبوعہ لاہور، ص ۳۰۔۸

۱۵۹ ابوالحسن علی ندوی: نزہتہ الخواطر، ج ۸، ص ۴۰۔۴۱

۱۶۰ مکتوب مولینا احمد رضا خاں بنام قاضی غلام یٰسین، محررہ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

۱۶۱ (الف) عبدالحیٔ ندوی، نزہتہ الخواطر، ج ۸، ص ۴۰۔۴۱

(ب) مفتی اعجاز ولی خاں: ضمیمہ المعتقد المنتقد، مطبوعہ لاہور، ص ۲۶۶

۱۶۲ مولوی اشرف علی تھانوی کے لئے بھی کہا جاتا ہے کہ وہ ایک ہزار کتابوں کا ذکر کیا ہے (کتابی دنیا، کراچی، جنوری ۱۹۶۷ء، ص ۲۰) سید سلیمان ندوی نے جو مولینا تھانوی کے خلیفہ تھے قابلِ ذکر کتابوں میں پچاس کتب ورسائل کا ذکر کیا ہے۔ (معارف اعظم گڑھ، ۱۹۴۰ء)۔ اسی طرح مسعود حسن علوی نے صرف تیس کتاب ورسائل کا ذکر کیا ہے (مآثر حکیم الامت، ۱۹۷۷ء ص ۱۸۳) اس لیے مولینا تھانوی کو محدث بریلوی کے مدّ مقابل لانا مناسب نہیں۔ مولینا تھانوی جب ۱۸۸۰ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے تو محدث بریلوی کو فارغ التحصیل ہوئے دس سال گزر چکے تھے اور وہ کئی کتابوں کے مصنف ہو چکے تھے۔ محدّث بریلوی میں اپنی تعلیم مکمل کی۔ مسعود

۱۶۳ محمد ظفر الدن رضوی: المجمل المعدد لتالیفات المجدد، مطبوعہ پٹنہ

۱۶۴ المیزان (بمبئی)، امام احمد رضا نمبر ۱۹۷۶ء ص ۳۰۶۔۳۲۴

۱۶۵ ڈاکٹر حسن رضا خاں: فقیہ اسلام، مطبوعہ الہ آباد، ۱۹۸۱ء ص ۱۷۷۔۲۰۳، ۴۵۳۔۴۶۷

۱۶۶ انوار رضا، شرکت حنفیہ لمیٹڈ، لاہور، ص ۳۲۵۔۳۲۸

۱۶۷ سند اجازت دارالعلوم منظر اسلام (بریلی) بنام عبدالواحد (گڑھی کپورہ، صوبہ سرحد) مکتوبہ ۲۰/ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء)

۱۶۸ عبدالنبی کوکب: مقالات یوم رضا، حصہ سوم، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۱ء، ص ۱۰، خطبہ ڈاکٹر عابد احمد علی مرحوم، مہتمم بیت القرآن، لاہور

۱۶۹ (الف) معارف (اعظم گڑھ) شمارہ ستمبر ۱۹۴۹ء

(ب) یٰسین اختر مصباحی: امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں، مطبوعہ الہ آباد، ص ۱۳۵

۱۷۰ احمد رضا خاں: رسائل رضویہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ج ۲، ص ۲۰۹

۱۷۱ تفصیلات کے لئے مندرجہ ذیل مآخذ سے رجوع کریں:

(الف) احمد رضا خاں: الدولۃ المکیہ، مطبوعہ کراچی

(ب) پروفیسر محمد مسعود احمد: فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء

(ج) پروفیسر محمد مسعود احمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء

۱۷۲ یہ کتاب مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ (لاہور) نے طبع کرائی اور مجلس رضا (مانچسٹر، انگلستان) نے شائع کیا۔ مسعود

۱۷۳ سید ابوالحسن علی ندوی: نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۴۱

۱۷۴ بروایت سید وجاہت رسول وائس پریسیڈنٹ، حبیب بینک، کراچی، مورخہ فروری ۱۹۸۶ء

۱۷۵ (الف) کفل الفقیہ، شائع کردہ منظمۃ الدعوۃ الاسلامیہ، مطبوعہ لاہور۔

۱۷۶ تفصیلات کے لئے راقم کی کتاب ''حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی'' (مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۱۰۰۔۱۰۵) سے رجوع کریں۔

۱۷۷ سب سے اہم مقالہ پروفیسر مجید اللہ قادری صاحب کا مقالۂ ڈاکٹریٹ ہے اس کا عنوان ہے ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن اور دیگر معروف اردو ترجمہ کا تقابلی جائزہ''۔ یہ مقالہ پی ایچ ڈی کے لئے کراچی یونیورسٹی کے شعبۂ علوم اسلامیہ میں پیش کیا گیا ہے۔ انشاء اللہ ۱۹۹۳ء میں اس پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری مل جائے گی ---- المیزان (بمبئی) کے امام احمد رضا نمبر (مارچ ۱۹۷۶ء) میں کنز الایمان پر متعدد مقالات شائع ہوئے ہیں۔ (ص ۸۵۔۱۵۶)

۱۷۸ علامہ سعید بن عزیز یوسف زئی: کنز الایمان اہل حدیث کی نظر میں۔ بحوالہ معارف رضا (کراچی)، شمارہ ۱۹۸۳ء ص ۹۰۔۹۱

۱۷۹ الرضا (بریلی) شمارہ صفر ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۶ء و ربیع الاوّل ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء

۱۸۰ نیویارک ٹائمز (نیویارک) شمارہ ۱۶ و ۱۸/ دسمبر ۱۹۹۹ء

۱۸۱ جنگ (کراچی) شمارہ یکم فروری ۱۹۸۳ء، ک ۵، ص ۳

۱۸۲ ایک کتاب بعنوان Hundred Authors Against Eienstien شاید جرمنی سے شائع ہو چکی ہے۔ نوٹ:۔ دورِ جدید کے سائنس داں پروفیسر وائن برگ نے اپنی کتاب The first three minutes. گلاسکو، ۱۹۸۱ء) میں ایک ایسے تجربے کا ذکر کیا ہے جس سے نظریہ حرکت زمین کا بطلان ہوتا ہے۔ مسعود

۱۸۳ ماہنامہ الرضا (بریلی) شمارہ رجب ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء تا جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء (اب یہ رسالہ پاکستان اور ہندوستان سے شائع ہو چکا ہے)

۱۸۴ مخطوطہ، مکتوبہ احمد رضا خاں بریلوی، مخزونہ کتب خانہ راقم، ٹھٹھہ، مسعود۔

۱۸۵ معارف رضا (کراچی) شمارہ ۱۹۸۳ء، ص ۱۶۳ـ۲۲۳

۱۸۶ ماہنامہ اشرفیہ (مبارک پور، اعظم گڑھ)، شمارہ دسمبر ۱۹۸۰ء ص ۲۵

۱۸۷ احمد رضا خاں: الکلمۃ الملہمہ، مطبوعہ دہلی، ص ۱۰۵ـ۱۴۰

۱۸۸ ماہنامہ اشرفیہ، شمارہ دسمبر ۱۹۸۰ء، ص ۲۵

۱۸۹ تفصیلات کے لئے مطالعہ فرمائیں راقم کی کتاب "تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم" مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۹ء مسعود

۱۹۰ احمد رضا خاں، الحجۃ المؤتمنہ، مطبوعہ لاہور

۱۹۱ احمد رضا خاں: الحجۃ المؤتمنہ، مطبوعہ لاہور

۱۹۲ تفصیلات کے لئے مندرجہ ذیل مقالات ملاحظہ فرمائیں:

(الف) علامہ سید الزماں حمدوی: امام حمدوی: امام احمد رضا کی دینی وسیاسی بصیرت، المیزان (بمبئی) مارچ ۱۹۷۶ء

(ب) علامہ سید محمد ہاشمی: امام احمد رضا اور جنگ آزادی، ایضاً ص ۳۷۷ـ۴۰۸

(ج) علامہ سید نور محمد قادری: اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت، انوار رضا مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۴۸۴ـ۴۹۵

(د) محمد مرید احمد چشتی: خیابان رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء

تاج العلماء اولادِ رسول حضرت

محمد میاں مارہروی سجادہ نشیں خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ

"اعلیٰ حضرت کو میں علامہ ابن عابدین شامی پر فوقیت دیتا ہوں۔ کیوں کہ جو جامعیت اعلیٰ حضرت کے ہاں ہے وہ ابن عابدین شامی کے یہاں نہیں"۔

مولانا عبد الحئی لکھنوئی والد مولوی ابو الحسن علی ندوی

"برع فی العلم وفاق اقرانہ فی کثیر من الفنون لا سیما الفقہ والاصول" ترجمہ۔ بیشتر علوم اور فنون خصوصاً فقہ اور اصول میں اپنے معاصرین پر فائق تھے"

حوالہ:۔ نزھۃ الخواطر جلد ۸ بعنوان "المفتی احمد رضا البریلوی"

مولوی سید سلیمان ندوی

"اس احقر نے جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی چند کتابیں دیکھیں تو میری آنکھیں خیرہ رہ گئیں۔ حیران تھا کہ واقعی مولانا بریلوی کی ہیں؟ جن کے متعلق کل تک یہ سنا تھا کہ وہ صرف اہل بدعت کے ترجمان ہیں اور صرف چند فروعی مسائل تک محدود ہیں۔ مگر آج پتہ چلا کہ نہیں یہ اہل بدعت کے نقیب نہیں بلکہ یہ تو عالم اسلام کے اسکالر اور شاہکار نظر آتے ہیں۔ جس قدر مولانا کی تحریروں میں گہرائی پائی جاتی ہے اس قدر گہرائی تو میرے استاذ مکرم جناب مولانا شبلی صاحب اور مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا محمود الحسن دیوبندی اور جناب علامی شبیر احمد عثمانی

کی کتابوں کے اندر بھی نہیں تھی"۔

ماہنامہ "ندوہ" اگست ۱۹۳۱ئ ص ر ۱۷، بحوالہ:۔ القول السدید ص ر ۲۲۳۔

اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور (پاکستان) کے شیخ الادب

ڈاکٹر پیر محمد حسن صاحب

"اعلیٰ حضرت کا علم متحضر تھا انھیں کتابیں ٹٹولنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی جس مسئلے پر انھوں نے قلم اٹھایا ہے بے تکلف لکھتے ہیں، یوں معلوم ہوتا ہے کہ مسائل کی کتابیں ان کے سامنے پڑی ہیں اگر کہیں انھوں نے تلخ لب ولہجہ اختیار کیا ہے تو اس کی وجہ مخالفین کی شان رسالت میں گستاخی ہے"۔

حوالہ:۔ پیغامات یوم رضا مطبوعہ لاہور ص ر ۳۲۔

مخدوم ملت سید محمد محدث اعظم ھند کچھوچھوی

ہم کو اور ہمارے ساتھ سارے علماء عرب وعجم کو اعتراف ہے کہ حضرت شیخ محقق دہلوی بحر العلوم فرنگی محلی یا پھر اعلیٰ حضرت کی زبان قلم، کا یہ چال تھا کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔ اور زبان وقلم نقطہ برابر خطا کرے اس کو ناممکن فرمادیا ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء، اس عنوان پر غور کرنا ہو تو فتاوی رضویہ کا گہرا مطالعہ کرڈالئے"۔

حوالہ:۔ مجدد اعظم امام احمد رضا المعروف خطبہ صدارت بموقع جشن ولادت احمد رضا۔ شوال المکرم ۹ ر ۱۳ھ بمقام:۔ تا ۲ ناشر بزم غلامان مصطفیٰ، سورت ص ر ۲۰۔

القلم فاؤنڈیشن پٹنہ کی فخریہ اور شاندار پیش کش!



فتاویٰ رضویہ

اب صرف ایک جلد میں

جی ہاں...!

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا بے مثل فقہی کارنامہ،
فتاویٰ رضویہ بہت جلد صرف ایک جلد میں آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔

عوامی ضرورت کے پیش نظر!!

عوامی معیارِ فہم کے مطابق!!

عوامی مسائل کا گراں قدر انتخاب!!

منتخب مسائلِ فتاویٰ رضویہ

جدید کمپوزنگ، اور مشکل الفاظ کی تسہیل کے ساتھ عرس رضوی ۱۴۳۳ھ میں منظر عام پر!

ڈاکٹر امجد رضا امجد کی مخلصانہ جدوجہد کا حسین گل دستہ!

اور روزانہ پیش آنے والے مسائل کی الجھنوں کو دور کردینے والی اس مستند اور علمی کتاب
کو حاصل کرنے کے لئے

جلد آڈر بک کرائیں

القلم فاؤنڈیشن، سلطان گنج پٹنہ ۶ بہار
09835423434/08544092773/09709420478
Email:dramjadrazaamjad@yahoo.com/amjadrazaamjad@gmail.com